

ماہِ نو





PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



ماہِ نو

جلد دوم

چالیس سالہ محزون

ادارۃ مطبوعات پاکستان



فن و ثقافت

اور خاصہ پہلے اس مختصر گروہ کے مختصراً ملاحظہ فرمادیا۔ یہ ایک گہرے غم میں اس کے خیال پر تھوڑی سی ہلچل پیدا کی۔ ابتدائی کوششیں ناچ کا کوئی کہنے کے لئے صورتیں کم کی تعداد پر مشتمل تھیں لیکن بعد میں نئے نئے گانے اس گروہ کے لئے لکھے گئے اور ان میں اس کی اس شکل غلبہ پر کاربہ انگریز چٹائی اس دور رس سال کے عہد میں یہ سب چیزیں پاک و جہد میں مضمون کا شہرہ راہ مستعدوں کی بہت ہی قدر و منزلت کی جاتی۔ یہی وہ مضمون بادشاہی کے مختصرتہ بنی ذاتی طور پر ملحق ہو کر اس طرح فوراً اس کی شہرت کی موت کے نقشے تبدیل ہو گئے۔ یہی اس زمانے کے زمانے میں مختصر کو بہت فروغ حاصل تھا۔

ہریان اور دیگر کو مختصر سے اس گروہ نے لگاؤ تھا کہ انہوں نے اس کی عروسی باقاعدہ مختصر کاوش کیا۔ اگر مختصر کی ایک طرف کی بدلتی مثالیں تھیں تو اس کا اقل یہ ہے کہ اس کا وہ مضمون جو کہتے کہ مختصر میں خاک پر کیا گئے کا خاص ملک ہے۔ وہ سب جو انگریز غصے تھیں جو ان کا گائیہاں کے ادا قاعید۔ بہت دھنسا گیا مختصر کا اندازہ نہ ہوا اور اسے چاہی کہ اس کو پہانے اور غصے کا دل آچپکے۔ تاہم قدرت کے مطابق وہ سب کو کھینچ کر وہ بڑے قریب سے چڑھنے کے خواہ بہانے۔ چنانچہ ان کی گہرے بعد مختصر صورت کی بدلتی مختصر کرنے کی شراعت پانے انہوں کی ایک صورت میں داخلے میں اس کے ہم شکل مختصر کی حیثیت میں ڈال لی۔ وہ ایک گروہ کے ناسے میں بعض مختصر کے بعض مختصر کرنے میں اور ان کی اعلیٰ صورت کو ہم دھنسا کر چلی کر کے اپنا گروہ اس کا قدر و اس کے لئے کی کوشش کی لیکن غم کی حقیقت یہ تھی کہ ان مختصر کے ساتھ یہ وہ گروہ تھیں جو انہوں کو بہت ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد یہی مختصر کا وہ دور چلی رہا۔ لیکن اس میں سادہ اور بعض مثالوں شان و شوکت کا مختصر و غیرہ میں

دھنسا۔



ہر ایک کے پاس اس سادہ سادگی اختیار کی کہ ان نے یہ مختصر کی وہ قدر دانی نہیں دی۔ مختصر کے مختصر میں دھنسا کر چلی کر کے اس کے لئے اس وقت فریضے کا قریب تھا جو کہتے کہ اس کے لئے تیار کیجئے تاکہ یہ سب کو مختصر میں سہاگت ہو سکے۔ مختصر کے کوٹا شہر ایک ایک سب سے یہ صورت لکھ کر یہ سب کو کہ ان اس سرزمین میں پہلی مختصر کے ان شہرہ راہ کے لئے ہم اپنا خان کا ایک لکھ کر یہ سب کو مختصر میں سہاگت ہو سکے۔ مختصر میں ان کو مختصر کی حسنہ اور وہ ان سے بڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد یہی مختصر کی وہ صورت لکھ کر چلی کر کے

ہر ایک کے پاس اس سادہ سادگی اختیار کی کہ ان نے یہ مختصر کی وہ قدر دانی نہیں دی۔ مختصر کے مختصر میں دھنسا کر چلی کر کے اس کے لئے اس وقت فریضے کا قریب تھا جو کہتے کہ اس کے لئے تیار کیجئے تاکہ یہ سب کو مختصر میں سہاگت ہو سکے۔ مختصر کے کوٹا شہر ایک ایک سب سے یہ صورت لکھ کر یہ سب کو کہ ان اس سرزمین میں پہلی مختصر کے ان شہرہ راہ کے لئے ہم اپنا خان کا ایک لکھ کر یہ سب کو مختصر میں سہاگت ہو سکے۔ مختصر میں ان کو مختصر کی حسنہ اور وہ ان سے بڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد یہی مختصر کی وہ صورت لکھ کر چلی کر کے

مختصر کے مختصر میں ان کو مختصر کی حسنہ اور وہ ان سے بڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد یہی مختصر کی وہ صورت لکھ کر چلی کر کے

مختصر کے مختصر میں ان کو مختصر کی حسنہ اور وہ ان سے بڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد یہی مختصر کی وہ صورت لکھ کر چلی کر کے

مختصر کے مختصر میں ان کو مختصر کی حسنہ اور وہ ان سے بڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد یہی مختصر کی وہ صورت لکھ کر چلی کر کے



چغتائی (خود شیدا)

عبدالحق چغتائی

آرٹس جب اپنی پہلی تصویر بنانا چاہے تو وہ اس کی پہلی انش کا پہلا دلہہ ہوتا ہے۔ اس عقیدے کی مدد سے میری پہلی انش کا سال ۱۹۱۹ء ہوتا ہے اس کی سال میرے مستقبل کی نال ہے جب میری جاتی ہوئی تصویر میں ۱۹۳۰ء میں پہلی بار پنجاب لائبریری آرٹس سوسائٹی لاہور کی انش میں پیش ہوئی تو ایسا ان کی ایک طوفانی اثر آیا۔ غرض کہ یہ چینی کی شکل میں مختلف دہائیوں نے جو مطالعہ کیا وہ میرے آرٹ کے لئے ایک روشن اور ایک نال ثابت ہوئی۔ یہ انش ہوئی یہ انش میں کا میں ڈاکروم ہوں، ہندوستانی اور مغربی آرٹ اور آرٹسٹوں کی ایک فائدہ انش تھی۔ یہ پہلی جنگ عظیم کے بعد کی بات ہے جب مغربی میں پہلی بار کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ ہر روز اور قوم ترقی کے ذریعے طے کر سکتی تھیں تھیں۔ ہندوستان میں یہ لائن ہوئی ہندوستانی اور لگائی تحریک کے شروع کا آغاز تھا۔ جس نے پہلی انش کو سمجھ کر دیکھا تو اس سے پہلے پنجاب علوم و فنون کا اہلکار وہ چمکا تھا۔

ہماری قوم کو چھوڑ کر مجھے ایسے حالات کا ہی مقابلہ کرنا پڑا میں کے تصور سے وہ کہہ رہا ہے اور میرا تو اتنا تھا کہ اگر شریاں نہ بنا چکا ہوں تو نہیں آیا۔ یہ اس وقت اور محنت کا پہل ہے۔ آج میرے آرٹ، میری تخلیق کی یہ لائن اقوامی درجہ حاصل ہے اور میری تصویریں دنیا کے ہر حصے میں موجود ہیں۔

جب میرے آرٹ نے جنم لیا، میرے اپنے ملک اور میری اپنی قوم میں ایسے اسباب موجود تھے جو ایک آرٹسٹ کی صلاحیت کے لئے مفید اور ہمت دہکے ہیں۔ تصوریت سے وہ قوم میں کامیاب ہو گیا تھا اسے اس وقت آرٹ کی صلاحیتوں سے دنیا کی نگاہ تھی۔ اگرچہ وہ علوم و فنون خود ہی تصور اور ہر چیز عوامی کے کام فراخ سے لایا گیا تھا۔ جب پہلی بار میری جاتی ہوئی تصویر سولہ لاکھ روپے لکھتے ہیں شاخ ہوئی تو کچھ بڑا بیسویں، پندرہ ہندوستانی یہاں تک کہ افریقہ سے خطوط آئے تھے کہ کوئی انش آرٹسٹ اس میدان میں اپنی انش کا یہ میرے نزدیک دست جو میری اس کوشش کو قوی نقطہ نگاہ سے نیک نالی مبالغہ کرتے ہیں اس کی گہری جھلک تھی کہ میں اس با حق جزئی دنیا میں اپنے مستقبل کا ساتھ میں سے نکال لیا نہیں۔

خوشی سے لے کر آج تک ایک بار وہ کسی نہ کسی صورت میری ہمدرد کا بھیجنا کرنا چکا آیا ہے۔ اس نے پیش میرے آرٹ اور میرے تمام انش کو پہلے کی کوشش کی ہے اور اس کی ہی کوشش دیکھ کر میں دل برداشتہ ہو کر اپنے ہر انش اور انشوں سے پیش کے لئے کارہ کئی اختیار کریں۔ مگر بار بار جو شکست اور غمزدگی کے میں اس کا ہر بار پر بار بار ہوتی ہوں جو میں نے ہندوستان کے ہر گوشہ میں اپنے لئے انتخاب کیا تھا جو کچھ تیار ہو چکا ہے وہ کوئی سمجھ نہیں ہے۔ تمام ہی بات کا نتیجہ



چکنہنگ کی دھواؤں سے صفا ہو کر اپنی سلاخوں کو اجاگر کیا جاتے اور چوٹی حیات کو بھی سرور پہنچا دیا جسے پہلے نوازا
حاصل ہو جاتا ہو۔

آٹھ کے سلسلے میں میرے دل میں ایک ہی جذبہ کا درخشاں رہا۔ بابے جو آج بھی میرے حق شعور کا جزو اعظم ہے یہ کوآرٹ صفی ٹسٹ
کی ذاتی لذتوں اور خوشیوں کا اندیشہ نہیں لاس میں لاسی اور انسانیت کا ہی حشر ہے۔ یہ وہ عالمگیر جذبہ ہے جس سے کائنات پہل چلتی
ہے۔ سرتق چمکتی، کلا شاعت مسلمانوں کو آٹھ کی طرف توجہ دلاتے ہیں بہت سناہن لاجت ہوئی۔ چنانچہ میرا اعتماد میری وجہ بہ
میری قوم کے کام آئی۔ مسلمانوں نے آٹھ کی اہمیت اور اس کی خودست کا احساس بڑی محنت سے محسوس کیا۔ میری گوشہ نشینی اور
بست کے حبسہ قوم کو مجھ میری صلاحیتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا اور میرا آٹھ دیکھتے دیکھتے ہر چند خانی کے دل میں
گھر کر گیا۔ یہاں تک کہ جدیدہ خاندانی آٹھ کے بانی ڈاکٹر ابنجدنا شریف کی گورنمنٹ اور تمام جنگل کی میرے وطن سے مرعوب ہوتے ہوئے
اعتراف کرنا چاہ کر چمکتی کہ درگاہوں کے استعراج اور غلط فہمی پر غور پڑانی قدرت حاصل ہے۔

اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ جنگل کی جدیدہ تحریک سے وہ البتہ راہ ہوں۔ تاہم ان میں سے کسی استاد کا بیرونی پردہ +
ہوں۔ جیسا کہ جنگل اس لحاظ سے گیا ہوں نہ مجھے کسی کی شائردگی کی سعادت حاصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ
جب میرے آٹھ نے جنم لیا اس وقت جدیدہ خاندانی آٹھ کی تحریک اپنے پرستہ شباب پر توجہ ماس تحریک میں نے مجھ اپنی
بسا طرہ صحر ہے۔ اور آج جدیدہ خاندانی آٹھ کی تحریک میرے آٹھ کے وجود کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ میری آدمی سے
ایادہ تصویریں جدیدہ خاندانی عبادت گھر اور دیباہ ستوں کی ادبیت میں اور ان لوگوں کے پاس موجود ہیں جو آٹھ کے ولادہ ہیں۔
میرے حق میرے حق، میری تصویریں اور تقریروں میں اس مفہوم کو سمجھنے میں رہا ہے جس سے انسانیت جیتی چلتی ہے۔ میں یہ
سب کچھ اس لئے تحریر نہیں کر رہا کہ کوئی آدمی میں اور میری ہی کوئی غیر مسلمی شخصیت ہے بلکہ اس لئے کہ قدرت ایک
ادنیٰ اور جس کے آدمی سے بھی کام لینے کے اسباب کس طرح پیدا کر رہی ہے جب میرے آٹھ کی ابتدا ہوئی تو منسل اور انی آٹھ
کو چھوڑ دے مطلق پر ایسا ابدار چھایا ہوا تھا اور کس کو یہ بھی یاد نہ تھا کہ آٹھ سے صدیوں پہلے انسان کو آٹھ کی ضرورت تھا تو
آٹھ بدلی زندگی کا ایک حصہ ہی رہا ہے۔ باقی تمام شکاوت نے آٹھ اور زندگی کے تقاضے کو گھبرا دیا تھا۔ انہی کے
برخلاف کائنات کا فن نام اور لایا تھا نظری و جمالیات ہی کے سبب پھر میں جاہلیان تصور پر دل پا رہا تھا۔ میں نے اپنا خیالات
اپنی تہذیب کو اپنے فن کا جزو اعظم بنالیا ہے اور مطلق آٹھ مطلق ثقافت اور مطلق روح کو ہر سدا ہذا کے سے اپنا پایا ہے۔ میرے
فن سے مطلق آٹھ میں ایک نئے باب کا افتتاح ہوا ہے۔ میرا فن ایسا ہے جس میں ذہن کا ایک کرمیم استاد ہے چہ آواز
دعا ہوا ہے، ایک محنتی و جدوجہد، میر تقی میر اور فرشتہ یکساں کیوں نہ ہوں۔ اگر میرا آٹھ دیکھیں تو یہ نہیں لگے کہ میرا آٹھ
کو چھوڑ گئے تھے آدمی کا وہی چکا ہوا ہے، اور میرا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ تقاضوں کے مطابق اس کے آٹھ نے ہی وقت
کے ساتھ وہاں سے وہ تسلیم کر لیا کہ مطلق آٹھ خصوصیت سے اپنی اور منسل آٹھ اپنی خیر میں کے کہ کہاں سے کہاں پہنچا
ہے میرے فن کی انفرادیت نے محنت دشمن عدوان کی آٹھ کی طرف توجہ دلائی ہے اور آٹھ کے درجہ اتار کے کھینچنے میں مدد دی۔
میں اپنے شعریہ حیرات کی بنیاد مطلق دانہ میں ہوں اور جس طرح قہر کا میں قربان ہوں اس کا بڑی محنت سے لوگوں کا احساس
دلانا ہے۔ مطلق آٹھ کے سید کو چھ اور ہاں سے جانتے ہیں مطلق آٹھ اور اس کی تاریخ کو بھی میرا گھر کا ایک حصہ اور کلاش



کی بات کو مٹاتی آہستہ میں وہ نام صاف چلتی سمجھوں اور وقت کی حاجت اور معاشرے کا تقاضا دیکھتا ہوں اس طریقے میں میرے ہدف اور مقصد کا سفر کچھ ایسا ہی ہے جس طرح مٹاتی کی حیثیت سے داپس آتا ہوں۔ پہلی تک مغرب نے ہماری مٹاتی فریوں کو اچھالتے اور جھڑبھا کر سونے میں گر لی دیکھا ہے۔ یہ نے بھی اپنی مشرقت کر دیا دیتے ہیں مٹی نہیں کی۔ اچھے لوگوں کو ہوتا ہے کہ انھیں فکر اور اعتراضات سے آزاد کر کے لے لیں اور انھیں ہر گوشہ کی آفت سے گریز کھاتے۔ کسی تقاضا، طاقت اور کارکن کو بھارت نہیں کہہ کر ہر جا کر کھٹے کر دے پورا اقتدار آنے کے حق ہماری قوم اور ہمارے معاشرے کے لئے نہیں تھوکتی ہیں۔

میں کو خیال ہے کہ ان کی ایک مانی پرست کارکن ہے جو میرے زیادہ قریب ہیں، اچھے ایک ہندو تو یہ ہے آدھت خیال کہتے ہیں وہ ایک آرٹ جہاں نام و نسب اپنی ماحولیت اپنی طرز نگارش سے پیدا ہوا ہے وہ آرٹ اپنے ملک اپنی قوم اپنے اپنے معاشرے کی فائزگی کے لئے تیار ہے اور اس کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جاپانی جینی وغیرہ جیسے۔ روسی اور اسلامی آرٹ کے بارے میں کیا ہے، تو یہ میرے خیال میں یہ وہی حقیقت ہے جو ایک فن کار کو دوسروں سے جدا کرتی ہے اور اسے گروہ کی تحقیق کرتی ہے۔ میری تصویر پر بندش نہیں ہے، رنگ اور خطوں کا انداز نہیں ہے، مرکزی خیال دشمنی اور ان کا بایاتی تصور نہیں ہے۔ میری طرز نگارش اور اسلوب خلق و طرح کے اعتبار سے ہمارا گروہ ہے۔ میری مانی راہیں اپنے اپنے معاشرے مٹاتی کی طاقت کا باعث اور مغرب پرستی کے نمونہ ہوا ہیں جس طرح مغرب کے تعلیم و تہذیب و فکر و فن نے اپنی تہذیب و تمدن کا ثبوت ہم پہنچایا ہے اس طرح میرے فن نے بھی مٹاتی تہذیب اور دنیا کی فائزگی کی ہے جس میں زندگی کا خیال تھا ایاں خدا جس طرح خداوندی خدا کی آواز کو دیکھتا تھا میں نے بھی اسی سوز و حسرت اور زندگی کو گلوں اور خطوں میں دیکھا اور کہا ہے۔ میری تصویر میں ایسے کہ اس طرح انسانی گے ہیں کہ ان کو انسانی کے اعضاء خود بخود میں پر کھینچ لیں گے، پھر ان میں سوجن میں انسانی گے ہیں سے ہماری عظمت اور طاقت پیدا کرنے کی۔ مغرب دنیا کے ملک و اقبال کے نام پر غرور کیا ہے۔ میری جہاد کا مقصد نہیں اس کی تہذیب پرستی ہے جس نے ہماری مساجدوں کو بھی گروہ کر رکھ دیا ہے۔ مغرب پرستی نے ہمارے خدا تعالیٰ کی کو بھیج نہیں کیا بلکہ ہمارے نظریے کو بھی بدل ڈالا ہے۔ میری مشرقت نے ایک ایسی انفرادیت کو جنم دیا ہے جس کا مرکزی تصور اپنی سماجی اپنی معاشرتی اور اپنے مذہبی حیات کا مرکز قرار دیتا ہے اس لئے میرے کردار کے لئے خدا تعالیٰ، رنگ و پ، میری طرز نگارش، نقش و نگار سب مٹاتی انبیاء کے حامل ہیں۔ ان میں زندگی، اندھا کاسوں مٹاتی خون کی مدت، عظمت کا کئی اقصاء مٹاتی اور ان کی عظمت، طاقت و عظمت ہے۔ خدا کی بخشش کو اس بنا پر تصور کیا گیا کہ مغرب کی تقدیر سے حسین اور سرفرازی حاصل ہوگی کوئی اہم مقصد ہوا نہیں کرنا۔ انھیں نے ایسی انفرادیت کو کر دیا کہ ہے جو سر کھنہ جہاد زندگی کی عقلوں سے فائدہ آتا ہے اور حال و حال کے چند ہیں۔ اچھے مٹاتی جنہیں انتخاب و اختیار ہوتا ہے اور حاصل ہوتا ہے میری تحقیق کا مقصد اور حاصل ہے کہ ہر فرد زندگی کے ترجمان اور زندگی کی سرشتوں سے ہر شے جہاد ہر دلوں و مٹاتی کا

تعلق ہو۔ اگر ہر فرد آرٹ کے آتش کو دانی عقل کہہ کر پکلا جائے تو میرے فن کی یہ عقل اعلیٰ ہی نہیں زندگی سے خود ہر دلوں کی مٹاتی کا وہ منسوب ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ جاتی ہے اور ان کے اپنے مقصد سے چٹک جاتا ہے۔ یہ دیکھتا ہوں اپنی ملک جہاد میں کوئی فرد اس انداز میں ہوا۔ کسی ایسے آرٹ نے ہم نہیں دیا جس کی بنا پر آرٹ چھوڑ کر اس کی گلیاں آرٹ کی تقدیر میں لگ جاتی ہیں جس طرح ہر فن اور مٹاتی آرٹ کی طرح تہذیب میں نہیں کہا جاسکتا۔ مغرب پرستی کا یہ منہ اور انھیں کوئی سوشل فریڈم کو دے کے اور کچھ نہیں سمجھتا کہ ہر اس جہاد میں وہ ہے وہ دلوں کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے لئے انھیں فریڈم کا جہان



پس منتظر کس قدر باج اور پائنت ہے۔

حکومت ہندی سے زیادہ عرصہ ہونے کو کہ اس تجربہ کی جدید مصدقہ کا مایا ہوا تھا۔ اگرچہ اس کی جہر میں اطمینان سیاست کا اظہار فرما تھا۔ مگر اس میں وہ غلطی بھی تھا جس سے مقامی مصدقہ کی صلاحیتیں اجاگر ہوئیں اور جہاں کا جدید آرٹ دیکھنے والے دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن گیا اور وہ قریب اپنی دوائیات اور اپنے نام سے بیکاری ہانے لگی۔ مغربی اتحادوں اور مقبول کو بھی اس کے وجود اور انفرادیت کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ جہاں کئی تجربہ دی آرٹ، کسی مغربی تحریک کی پیروی کا اس سے تعلق نہ تھا۔ برصغیر کے جدید آرٹ میں حقیقت یہ ہے کہ جہاں پچیس سال سے زیادہ عرصہ ہونے کو کہ ہے۔ یہ نہ اپنے بھروسہ کے روش چہ اسی جدید تحریک میں بڑھ چڑھ کر مصداق ہے اور یہ غلطی جدید اور دور افغان کی ہے۔ ایک تالیف قدرت انجام دی ہے جس کا اثر غرضی آثار افغان میں دوست دشمن سب نے اذہار افغان کیا ہے جہاں تک کہ برصغیر کی جدید مصوری کی تاریخ میرے نام کے بغیر نامکمل سمجھی جاتی ہے۔ جہاں کا دور آرٹسٹ ہوں جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ سلسلے ہوتے ہیں اور جس پر سب سے زیادہ دیکھا گیا ہے میرے استاد کو ایک متعلقہ وابستہ کی حیثیت حاصل ہے۔ امید ہے اس سے ہماری مصوری کا دور جو زندہ اور تابندہ رہے گا جو تقریباً چھ سو سال سے اپنی اپنی کھڑکی میں اقبال نے جہاں پہلا شعر اعلیٰ لکھی ہوگی۔ اس کے سلسلے "عربیہ کیم"۔ "پہلی مشرقی" "دیر عمر" "جدید نیا" کا تصور نہیں تھا۔ میں نے کچھ جہاں پہلی تصویر پہلا کیچنگ بنایا تھا۔ اس وقت آج کی مصوری اور آج کی طرز نگارش جہاں غلط تھی۔ میرے بچاؤ، اگر آج آرٹ اور ان گوشت چھنے کا خواہشمند نہیں۔ ہماری بقا کا راز ہمارے اپنے تعاقب میں ہے تم بھی ہزاروں برگ ادا جاسی، میری، جدا افتادہ غرض یک اور اور عصر تصور مجھے عظیم استادوں کے امداد ان امکانات کی تلاش کریں۔ جہاں مغربی آثار، ششائے اپنے آرٹوں کے افسدہ کر اور اپنے آثار میں کی تلاش کر کے اپنے آرٹ کے قدامت کو جانتا ہے۔ میرے آرٹ پر مختلف دور آتے رہے۔ میں اہم ہر دور میں نے اپنی انفرادیت کا ثبوت دیا ہے اور آج تک دلکشا بڑوں اور قیل کو اپنے ہاتھ سے نہیں دیکھا۔ میرے استاد کا مرکز ایمانی عقل اور اپوت "ادب" آرٹ رہا ہے میں نے وقت کی ضرورت کے تحت مغربی آرٹ کا بھی بچہ کر سٹاؤ کیا ہے۔ اپنے مطالعہ کو بلا وسیع کی خاطر وہ وغیرہ پ بھی جو کیا ہوں لیکن اپنی صلاحیتوں اور انفرادیت کو کسی کا مستند اور پیرو نہیں ہونے یا میں نے شاہین صفت دلکشا، مجاہد افغان اور ایسا ایسی محبوب ماؤں اور عورتوں کے کردار پیش کئے ہیں جو ہمارے کچھ اور انسانی قدوں کی عظمت اور حرکت کی خاص ہیں۔ میری کندہ کاری نے، جس کی تکنیک مغربی ہے، مشرقی آرٹ میں ایک عظیم احاطہ کیا ہے اور مغرب بھی اس کی دیکھی اور انفرادیت سے متاثر ہے۔

نور محمد



شاہکار علی

ڈاکٹر محمد احمد



جب میں یہ سچ بتا رہی کہ شاہکار علی مرحوم سے میری پہلی ملاقات کب ہوئی تھی تو وہ موقع یاد نہیں آتا۔ اس طرح جب میں نے یہ خبر کرنے کی کوشش کی اس سے آخری ملاقات کب ہوئی تھی تو زبانی میں دھندے خانے جتنے رہے۔ اس ملاقات کا کوئی واضح نقش نہیں رہتا۔ چنانچہ اس سلسلہ کی پس منظر بہت دھندلا ہے۔ پھر یہ خیال آیا کہ غالباً ملاقات کے بعض، شفق آدھی اور ابھی ہوتے ہیں، ان کا اپنا اور انہما دو فونی موجود ہوتا ہے جس کا ذکر ان کے ساتھ میری ملاقات کا بھی یہی حالت تھی۔ یہ مجھے یاد ہے کہ ان کا ذکر ان سے میری پہلی ملاقات غالباً پہلا، لندن میں ہوئی تھی۔ یہ بھی مجھے یاد ہے کہ ان کا ذکر مقبول احمد اور مسعود کے توسط سے ہوا تھا۔ لیکن بہت جلد اس سلسلے کے سبب گئے اور ان کا ہم دوست بن گئے۔ شاہکار علی کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی مصروفیت اور بے شکوہ تھی جو صرف غالباً صحیح اور نظری دکھائی دیتی ہے۔ جب وہ سید سید سکول میں پڑھتے تھے تو کزن لالچہ کپڑے پہنے جاتے کہیں ان کی حق تصویر دیکھیں، جب وہ مجھے تصویر دکھاتے تو ان کے بہت بڑے فوٹو کی ایک طرف سے دوڑا جاتا اور انھوں میں ایک ہنگ پیدا ہوتا۔ بعض ملاقات میں شریف کے ساتھ ان کی تنقید شروع کر دیتا تو وہ کہتے، پڑھتے تو تم ٹھیک ہو لیکن یہ مجھے اس طرح بھی لگتا ہے۔ ایک دم تم پر ہمارے ایک مشترکہ دوست پہنچے ڈیڑے ہی ہو گئے ہیں ان کی ایک تصویر پر بڑا شدید تنقید کی کہ یہاں یہاں تم نے وہ وہ اور وہ رنگ لگائے ہیں وہاں سے معلوم ہوتا ہے: "شاہکار یہ تنقید چمکے سے لگتا ہے۔ بعد میں جب وہ چمکی کو کچھ لگا کر تیار ہوئے تو ان کے کہنا ہے: "یوں عسوی ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت پر وہ چمکی کی صفت ملتی تھی وہ اپنے وہاں پر یہ بے حاصل تنقید بھی کرتے تھے ہمارے ایک دوست اس بات کہتے تھے: "یہ سے پوچھتے کہ ان کی ہوسکت ہے؟ شاہکار کی ہوسکتوں کے ساتھ یہ سب سے پہلے انہما اور وہ کوئی جواب نہ دیتے یا یہ کہتے: "یہ لالچہ نہیں معلوم؟"

جنگ عظیم کے زور اور بعد میں عالمی اقتصادی اور دینی میں سمت و قیاس، نظریات مکالمے اور بے انتہا تنقید کی یہاں بہت کام ہو گئے تھے۔ سید سکول میں مجھے یہ سب کے سب میں یونیورسٹی کے لائبریری میں پڑھا تھا، جس کی فضا ٹھیک چمکیوں سے گونجتی رہتی تھی۔ شاہکار وہ ہیں جو چمکیوں میں داخل ہوتے۔ شاہکار کا ماحول سے اور میں بسیدہ گونجتے ہیں ایک طرح سے یہی ایک ہاتھ کے بعد میں نے شاہکار سے پوچھا: "یہ چراغ کیا نواں ہے کوئی ٹھیک کہہ دو؟" تو وہ بڑے خوش سے کہنے لگے: "یہ چراغ سزا آ یا، بلحاظی چکارا، شہرہ دار وہ نہیں انھوں نے ان کی ملاقات کی تھی یہ بہت چمکتی تھی؟"

شاہکار کو تو وہ ٹھیک و بھلا میں یاد ہے۔ وہ اکثر مباحثوں کو وہاں مل گئے تھے۔ یہ مقام کٹر لوگوں کو متوقف کر دیا مضمون کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ شاہکار طبیبانہ انداز کے گوشت و حسدوں میں الجھنے سے گریز کرتے تھے۔ انہیں غالباً یہ احساس تھا کہ منطقی تنقید بڑا کام ہے وہ چمکیوں میں رہا جاتا ہے۔



سینوں میں جنرل اچھلے گئے ہیں۔

زین العابدینؑ کے کاٹوں کی انتہی ہی بلند، اہم اور بڑے مشکل ہی۔ وہ اپنے مختلف قسم کے کاٹوں سے بھرا ہوا بہت بڑا مقبول اور نامور جو رہا ہے۔ بچے جو خوبصورت چیزوں کے دلولہ ہوتے ہیں اس کے کاٹوں کو دیکھ کر بہت ہی خوشی اور محظوظ ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے ایک صفوں میں اس ”جگہ“ کو قائم اور ”میں“ میں اپنے دو گلیں کا جو جگہ پیش کیا ہے کچھ بھی بچوں کو دنیا میں بہت سراہا جاتا ہے۔ یہ تو ہمارے بچوں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا کٹہہ آفریں تصاویر نے خوش فادہ اور عظمت پسند لوگوں کو دلچسپی میں بہت اضافہ کیا ہے۔

تو یہ ہے زین العابدینؑ کی تصاویر کی مختصر کیفیت۔ آپ ان کے اہم ترین آئیں۔ اس درجہ بدبو ترقی کئے ہوئے ہیں کے مختلف فرقوں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان میں سے کونسا جتنی یہ ”شاعر“ اور ”صاحبِ دست“ اور ”لغز“ ہے۔ یہاں میری ہامیت کو کم نہیں کرتی۔

مجھے معلوم نہیں کہ چستانی نے میں کوئی کام کیا یا نہیں۔ اگر بنا ہی ہے تو میری نظر سے نہیں گذرا۔ میں نے صرف زین العابدینؑ کو تصویریں بناتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ بڑی آسانی اور بڑے تکنیکی دوسروں کے ساتھ اپنی خوش بات چیت کرتے ہوئے تصویر پر تصویر بناتے جاتے ہیں۔ اس کے لیے یہ کام کسی قدما آسان ہے۔ اس میں سے میں مجھے یاد آ رہا کہ جب ہم لوگ میں کو یہ دو کام پرہتے تھے تو وہ دلائی اسٹریٹ پر دیکھتے تھے۔ ہر شام جو سونے والی آواز اور شام میں چھوٹے چھوٹے گھنٹوں پر جو تصویریں بنا کرتے تھے وہ میرے لیے کوشش کے طور پر دے دیتا تھا۔ میرے لیے کہ یہ تصویریں اس کی دلچسپی تھیں کہ وہ ان کے بنانے والے کو دل سے چاہتے تھے۔ کتنی بڑی بات ہے اس پر اس سے اس کی دلچسپی کہ تھا کہ جب ہم وہ اس کے زانو پر بیٹھا وہ اپنا چہرہ سادہ تھا اس کی عیب میں ڈال دیتا تھا اس میں کوئی تصویر بنا رہی ہو کوئی اور چیز جو تو اسے بھنیے، ایک دن زین العابدینؑ نے جب سے ایک شام کا کھٹ انداز تھا کہ اس کی تصویر بنائی اور بے تکلفی سے تصویر بنائی خوش گروہی کر گشت بھر میں ایک تصویر بنا کر ہوئی۔ اگر کوئی بچہ یہ تصویر دیکھے گا تو وہ مجھ سے اٹھتا اور کہتا کہ یہ میری ہیں۔ اب ہم اس سے یہ چیزیں دیکھتے تو کچھ بچہ میری بچے کے ساتھ شام کا کھٹ پر تصویر بناتا ہے۔ اس کا وقت واقعتاً میری عین ہوا تھا۔ جی ہاں فراموش کیا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کسی طرح وہ صوفی کوشش کر رہی ہیں، اس نے میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کی تصویر کشی کا راز کتنی خیر ہے۔

چنانچہ میں نے جس پر تو دلچسپی ہے وہ اس کے کئی ”تصاویر“ کی کیفیت، حیرت انگیز قوتِ خداداد اور تخلیق کی حقارت ہے اس کے ہر سہل و سداغ میں ایک انسانی کیفیت پیدا کی ہے۔ اس کے فقر میں ہم نے تو کا تصدیق دے دے اس طرح بناتے ہیں۔ مجھ سے کہ لوگ اس کی تصاویر کو دیکھ کر اس کے نہیں دیکھتے کہ انہیں عام طور پر سراہا جاتا ہے۔ زین العابدینؑ کی تصویر بہت گہری اس کے نظر بہت وسیع اور کیفیات بہت متنوع ہیں۔ اس نے صرف ہمارے دلوں کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ ان میں ایک قدرتی طور پر جوش بھی پیدا کر دیا ہے اور ہمارے احساس کو شوق سے بیدار کر کے ہمیں قیاد کو آنا بنا دیا ہے۔ ہم کتنے ہی واقعات کو جو جاری انھوں کے دلچسپی کے گزشتہ ہیں فراموش کر دیتے ہیں، بلکہ انہیں سرے سے دیکھتے ہی نہیں۔ میک زین العابدینؑ کی کئی نظر میں جانتے ہیں ہے۔ اور اپنے قرعہ کار ہاں بہت اہمیت ہے انہیں ان کی صورت میں جولوگ



ہے اور اپنے حقوق سے محبت رکھتا ہے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو دکھا تا ہے۔ اس کے بعد چار کٹنگ ہیں
 ان کا کٹا ہوا کمری میں اور ہر صوبہ دل پر لکھا ہوا ہے۔ زین العابدین کی ایک بیعت لکھی ہے۔ اس کے بعد علم میں
 کتنی قدرت ہے کہ وہ جہانت جہالت کے گڑوں کو اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کی قدرت میں کوئی کسر کوئی کمی نہیں۔ خواستے
 لے کر ایک خاص جو ہر صوبہ کیا ہے جس سے ہر صوبہ ملک و ملت کو بہت فیض پہنچا ہے اس سے چٹائی اور زین العابدین کی
 فرق ظاہر ہوتا ہے۔ ایک ایسا تھوڑا چٹو ہے جو بیابان اور ٹھکانے کا گڑھ ہے اور دوسرا ایک دیشٹے والی دوا
 جو مٹائی اور باڑ مڑ مٹو کی مراد ہے جسے قدرت کو جانتا آوازہ ملا کر کہتے اور اس کی پیاس اور بھوک دور کرنا
 ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ جو اصل دستور ان کو لکھنے کا طرح زندگی کی شاعری کے قوس قزحی جیسے پر وہ تصویر پر لکھ کر ہے
 اور چشم کشا کو اپنی رنگارنگی اور بدھوتی سے حیران کر دیتا ہے ۔

اپریل ۱۹۷۲ء

جدید ادب کے متعلق اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے
 کہ جب شعراء ادب نے صحت بڑا امر کہہ کر
 تو یہ کہ ادب میں اس کو کسی نمائندگی کا دعویٰ
 کئے جانے کے باوجود اس کے خدو وخال کہاں گم
 ہو جاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب نہ مستحضر دیا جاتا
 ہے نہ نہ پند مسطوروں میں ہر وہ بات کہیں جا سکتی ہے اور
 جس پر کہنے کی گنجائش ہے کہ ہر پند آواز کے ادب
 اپنے شعرائے امروں سے بے خبر نہیں ہیں، سب سے پہلے
 شعراء نے کے لئے انہوں نے دشائیل کے ایسے
 تو لکھے جو کہ تانے بانے پر رکھے ہیں کہ اصل بات تو
 ادب جاتی ہے نہ صرف دشائیل باقی رہ جاتا ہے



مستقبل

کتابچی مولوی محمد



بالآخر یہ وہی ہے اس نئی جہت کے ہاں سے اٹھا تو اس کے اندر سمجھ بیدار ہو چکا تھا۔ پھر ایک اور چہرہ نمودار ہو کر سامنے آئے جس نے اسے اندر سے برداشتوں کی حیثیت سے جہاز کو اویا۔ وہاں ایک آشنا حکایت اٹھ اٹھ کر سامنے آئے تھے مگر ساتھ ہی کاغذ کی شیش پر مدقربت نقاشی بھی کر سکتے تھے۔ سمجھ کر تحقیق کیا تو ایک اور ذریعہ ہاتھ لگا اور اس شخص میں خوب مشق و محنت پائی مگر یہ وہی نہیں بلکہ نئی نئی تخلیق کر چکا تو خود کو کچھ اندر کھینچنے پر تیار رہا۔

تب وہ پیش رو کی شکل بن گئے کے ایک بشر کے الٹا تھا آبا اجداد کی شکل میں جسے آرٹسٹ سر فرز کے ہاں نے کیا۔ یہاں پہنچ کر جیسے زاویہ نگاہ میں وسعت پیدا ہوئی۔ نئے کے انہی جو وقت اسے ہر طرف سے درپست کر رہے تھے گہرے سمجھنے والے۔ وہ تو ایک ہیٹ تھے اور زندگی کے خوش اور اس کی تحقیقوں کے اہلکار کے خراج کو انہوں نے ہر گھنٹہ میں دانش منور دیکھیں اور عبدالحمید نے ملوث تاجر و نجیب بادل کے سے اپنی نعم سے اسے اپنی عادت، ماحول و ہر عبد اللہ کی چٹائی، استاد اور بعض اور جو جگہ سے اس کی فہانت وہیں ہوئی یہ کام و بہت آرٹسٹ سر فرز کے ہاں سمجھتے تھے اور خواہ وہ اس میں بھی کچھ اپنے آپ کو پایا کہ کوئی شہسخت نہیں انسان سمجھتا تھا وہ ان کی چھٹی چھٹی خواہیہ انجام دے کر اپنے نئے ذریعہ میں ان کے پیچھے کر رہا تھا وہ ان کے لئے بھی جانتے رہا ہے کچھ ہی ان کا رہا ہے کچھ گریٹ کا رہا ہے اور اس کا میں سے کرتے ہوئے لوگوں پر بھی کہا کہ اسے کچھ کہہ دیا ہے یہ نصیب علم و فن کا انہی بڑی شخصیتوں سے دور رہ کر کھینچنے سے اسے میں ہا ہے میں۔ مگر یہ بشر کے کھینچنے شروع ہو اپنی عقلوں میں حرکت کرنے سے پیدا ہوا اور احسان دانش نے اس میں شخصیتوں کو جو تیار کیا۔ پھر ان میں کچھ نہیں اور احسان نے سب سے اصلاح بھی لی کہ اس امر کا اندازہ ملتا رہا احسان صاحب کو میں نہیں تھا کہ مروجہ مستقبل کے ایک شاہکار کے شخص کی بجائے ماحول مستقبل کے ایک آرٹسٹ کا خوبصورت نام ہے۔ مگر اس اصلاح کو میں نے اپنے دماغ سے اولیٰ پایا اور فراموشی میں سر فرز احسان صاحب کے سفر کو میں کھل کر دیکھا تھا۔ چنانچہ وقت انہی سے نئی کاری میں موجود ہو جاتی تھیں وہاں وہاں کے مصطفیٰ کے حقوق کا اندازہ اسے یاد آئے کہ اپنی دلچسپی کے بغیر کہتے ہیں اس نے جو سب سے پہلے اپنی کتاب پڑھی وہ تھا مطلق کے افسانوں کا مجموعہ "آئینہ کوئی" تھا۔

آرٹسٹ سر فرز کے ایک ہیڑے کا ہر کے چار ذریعہ حوالہ کو اپنے ساتھ بھی لے جاتا جانتے تھے۔ یعنی جیسے ہی نئی کاریوں کا امر کو تھا اور جیسے ہی بیٹوں کے ساتھ کسی ایسی پر اسرار کو نونگ خصوصیات و اجزائے نہیں کہ کہہ کر اپنا گناہ چھوڑ دیتی تھیں وہاں جہت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں زیادہ دیر نہ لگی وہ وہاں دین کرتا ہے بھر گاڑی سے جاتا کہ اگر اس وقت میں وہی کر سکتے تھے۔ شاید ہمارے گھسٹہ مہم دار کو جب یہ چاندی لڑکے اپنے سر ہٹا کے براہ دور رہے تھے پھر پہلے تو ٹیک اس وقت انہوں نے ایک ریل گاڑی کا سفر دیکھا یہ گاڑی تھی جس کے مسافر دستے میں ہزاروں آدمی چلتے تھے۔ ڈروں کے فری واپس سے اسے پڑھتے۔ وہ وہاں سے کہیں جی کہ پانچواں پر پہنچا ہوا تھا اور جو مسافر گئی ہوئی حالت میں ہیں زندہ تھے ان کی ہاتھوں گندوں میں ہوا اگر ہمارے جیسے بیٹوں کی آپنا ہمت جیسے اپنا ہند کوٹ رہی تھی۔ مگر وہی ہوا کا تھلاہٹ اس کی صورت میں بھی نہیں۔ اس نے نقل و حرکت کی کیا نیل تھی اور پھر میں خود نہیں اگر ایک ہی دانش بھی نہیں دیکھی تھی اور اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے خون میں نہانی ہوئے جیسوں کا پیش رو گاڑی میں سے انہی ہوا جی تھیں وہ وہ پہلے جگہ بگڑا کھڑا رہا۔ پھر ایک جگہ کو دے گا اور دوسرے سینے سے جاگ نکلا۔ اس کے بیٹوں کے ساتھ یہی پھر یہی کام جاری تھا جتنا چاہی وہی مسافر کے ساتھ تھے وہ ان کا گروہ



کی گئی تھی، تاکہ اینیٹات کس کس شخص اور ادارے سے تادیبیں کے، انہوں تک غفلت کا ہے، اس کے بارے میں دوسرے اگر کم نہیں کر
 نہ تھے۔ ان کی تعلیم آنند کے بند ہی مختار کے واسطے سے۔

مگر کہ اپنے بارے میں کوئی دوسری نہیں ہے وہ بڑا برا نہیں ہے، جیسا کہ معتاد اور خاص اور وسیع قرار دیا جاتا ہے، یہ وہ حیرت انگیز
 لکھی کے ساتھ کام کرنے والا صوفی ہے، انہی شادی لکھی اس کے حراج کا ایک حسب ہے وہ اپنے دوستوں سے بہت ہی اسی لکھی سے
 کرتا ہے اور اپنے دشمنوں سے نفرت میں اسی لکھی سے کہنا ہے دوستوں کے واسطے سے وہ سراپا لکھی اور دوست گزارا ہے۔
 دشمنوں کے سبب سے وہ آراشتہ ہو کر میں ہوتا ہوا ہے، اگرچہ نہیں کرتا۔ اس کے ہاں شاید اسی لکھے اپنے ہے، ہاں دیکھ کر
 لکھی کی دوست سے چپ ہے ہوتے ہیں، ہاں دیکھ چکے، خود تیار ہیں کہ لکھے ہیں اور ان میں عظیم تمام بیٹے تو انسانی بہت بڑی
 تحقیق انسانی محنت بہت بڑی قوت، اسی انسانی زندگی بہت بڑی سمجھ نظر آنے لگی ہے۔

محمد علی ۷۷



ہم اے ہمیں میں گیم گیم کرنا
 تھے اس کا نام *Manuscript*
 خاص میں اس کا کتب کو پورہ
 اضافہ اور حدیث تکوین کو
 نہیں پہنچا کر سب کا کہ اس
 تھے سے تکلیف کو کہ تمام
 کا لکھا میری لکھے میں اور
 حقیقت میں لکھی -

الکلام
 ام

مکمل تحریر الطاف خاں

ہیں کہ بچوں کو ایک خاص انداز میں اپنی پیشکش کی جاوے۔

تیسری قسم میں وہ بچے ہیں جن کو آئی بی میں داخلہ دیوں، یعنی جو آئی بی، امداد کے پھولوں میں پڑاؤں میں اور بعض سوئٹوں کے کسی سارا کے ایک چٹائی رکھتی ہیں۔ ان تصویروں میں کشادہ اور جادو آگھیں ایک خاص تناظر کو انہماک کر رہی ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کھلی ہانکے کسی خاص چیز کو دیکھ رہے ہیں۔

تاہم ان سرسبز بالوں کے علاوہ ان کے آنسو نے ہمارے تروڑوں کو بھی کراہنے کا تھکا جین پر اوپر کے ماٹرنوں کی شکل میں مختلف تصاویر اور مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ یہ تصاویر بڑے ہی اہم ہیں، جتنی جانتی ہیں، اس طرح وہ تصاویر میں انہماک کی شہری زندگی کے متعلق متکثر پیش کیے گئے ہیں۔ یہ بچہ بناؤ، ٹائڈ کھینچیں، اس طرح جنگ کے کام کے تحت جو تصاویر ہیں، ان میں تو واقعی قہر اور فکارت کے اظہار کا حال دکھائی دیتا ہے۔ یہ جنگ کا تباہ کاریوں اور ہولناکیوں کے جیتے جاگتے گھونٹے ہیں، گاہ جو میں ان کا ہر رنگ کے ہولناکی ہے۔

یہ بات ذرا غلط ہے کہ ہمارے دکھانے ایک تصویر یا کسی ایک خطر کے لئے ہوتے سوئٹوں کو استعمال نہیں کیا بلکہ مختلف مناظر کے لئے ایک تری صورت کو چاروں طرف مختلف احوال تصاویر کا تبادلہ سے پیدا کیا ہے۔ اس عمل سے کسی ایک متعلق تصویر کا ہر حصہ متکثر تر ہے جیسے ہوتا کو آئی ایک آہر کے ہستے تصویر اور متعلق ہی ان سے بڑی امدادی تابو میں ان کا نقل و حرکت کا تبادلہ کر دیتا ہے۔ ہر ایک کے لئے ان کی اشکال میں ہر درجہ کی جان پیدا ہو جیتے گی۔

میرزا گلزار کا منظر اور ان کے ۱۹۷۰ء کو پاکستان کے لئے کوئٹہ کے زیراہتمام منسلق ہونے والی لپاٹوں میں کیا تھا۔ یہ سب سب سننے کا ناگھونڈی وہ اس سے ہی ہر گز لسنے پر بھی کر سکیں گے۔

(مستطیل ۱۹۷۰ء)

جست سر چہ نہ گشتوں لب
کس جہ میں نہ بختوں گے بختی کعب
کونسا جیسے بختی گے عذاب
مہمائی سر جہاں نہ بختی گے فتن
شہر جہاں نہ بختی گے بختی
نرم جہاں

نکسرا قریرہ موصوفی



بعض مادیوں سے بھی یہ توکل ہی ہو کہ کاغذی کپڑے میں یہ جیڑا حق بجانب ہی ہے جسے بظاہر قریب قریب کاغذی طور پر ہے۔
 قسطنطنیہ کی طرف سے نظریہ کا بہترین اظہار نقادوں ہی میں دکھائی دیتا ہے جس نے بعد ازاں پہلے ختم مذہب انسانی میں قریب کا نظریہ
 کی پیشرفت کی تھی۔

۱۔ اشکال کے ضمن سے میرا مقصد یہ نہیں ہوا کہ نظریہ کے ذہن میں ہونا ہی ہے۔ جتنی زندگی میں یہ نظریہ کا اشکال، بلکہ یہ مطلب ہے
 مستقیم یا غیر مستقیم، سطحی اور عمیق میں جو خطوط سے غلاموں، بیگانوں اور گھروں کے حصار کٹے جاتے ہیں، ان کے لیے اشکال ہے
 کہ جو جن میں بعض اضافی طور پر جو خواہشات میں ہیں، اضافی دیگر ان کا فن کے استعمال سے پیدا کی تعریف پر غور نہیں کیا۔ جیسے عموماً وہ منطق
 میں یہ خواہشات ہی ہیں۔

نقدیہ کے جوہر میں یہ نظریہ کہتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسانی زندگی کے عام طور پر دیا گیا تصور کے انفرادی یا کُلّی اثرات سے جوہر
 اس کے بعد میں ایک انتہائی مغرب سے کیا جاتا تھا۔ مثلاً ان کی سیرانے بہت کوفہ داشتہ کے اس میں میں تامل کی اور انی خندہ و
 اور نقد و شرق سے یہ کشش کی کہ نقدیہ اشیا اور مادیوں میں جو حقیقتیں مغربی ان میں پہلے سے گریبانے۔ اس سے سخن، جسوں کو مادیوں
 پہنچا دیا وہ ہم آہنگی میں کہ ہم کہ اس کی معنوی میں اظہار کی اشکال اور وہ گھروں کو گھیر چکا ہے۔ سیرانے خود ہی کہہ کہ "انقدیہ کا
 حقیقی کی جائے کو ہیں جن میں قریب اور غریب نظر آئیں گے۔ یہ اشکال مادیوں کے" سخن اور مادیوں کی طرف اشارہ سے کہ نقد قریب ہی۔
 بلکہ اس کے کہ ہم نظریہ قریب پر نظر ڈالیں جو سیرانے کے فن میں کہ بہت ہے۔ یہ غریب و معلوم ہوتا ہے کہ ہم کی ایک اور قسم کا کارکن
 میں کہ بہت ہی تاریخی شاہد ہیں۔ اس نوع کا ہم قریب سے ان میں کہ بہت ہے اور نقدیہ قریب کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 تاریخی میں خود سیرانے کے حسب نگاہ سے یہ مطلب اس میں کہ بہت ہے۔ یہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 بعد ازاں نظریہ میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 اختیار کی میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 کہ نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔



پالیس سالہ محنت

یہ سیرانے کے حسب نگاہ سے یہ مطلب اس میں کہ بہت ہے۔ یہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 تاریخی میں خود سیرانے کے حسب نگاہ سے یہ مطلب اس میں کہ بہت ہے۔ یہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 بعد ازاں نظریہ میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 اختیار کی میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 کہ نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔

مگر یہ سیرانے کے حسب نگاہ سے یہ مطلب اس میں کہ بہت ہے۔ یہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 تاریخی میں خود سیرانے کے حسب نگاہ سے یہ مطلب اس میں کہ بہت ہے۔ یہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 بعد ازاں نظریہ میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 اختیار کی میں کہ بہت ہے اور نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔
 کہ نقدیہ اشکال اور مادیوں کی میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔ اس میں کہ بہت ہے۔

خود کو مصلحت کر سکتے ہیں، بالکل بڑا ہے، اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دی، اپنے فکر کو جیسے وہ چاہے کام کرنے دی۔

لیکھ تو ایک کی کیفیت سے سوچو، تمام باقی نام سے مقرر کر کے، مختلف ہے اور اس نے ان کے تمام مدنی طریقوں کو اپنا کر لیا ہے۔
اس کے گرد وہ فائدہ مند کھسار لائٹ سمون بیرو، سلو وینڈرل اور ایک لورڈنگ آفٹ سمون سمون کے بعد ہی ایک اسکے کے رنگوں
اختیار کر لی سب اس درجہ کے تاجدار ہیں جسے عقل و تصور کی شکست و ریخت قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ کیفیت کا ایک پہلو ہے۔

اس کے بعد جو صورت کا ایک ہی تصویر کی روشنی سے جس سے چاروں نام انرا کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، یہ بھی ایک تخلیق مشرب ہے لیکن
ان مشرب میں نہیں جو نام لورڈ کر کے لکھی کی صورت کی طرح یعنی مشابہت کی ملائی ہے مشرب ہے، یہ ممکن ایک تخلیق سب سے اور اس کا اصل کیا
جائے گا جس مشرب کے ذریعہ میں آئی ہے اور اسے اولیٰ لورڈ دے میں ہی کوئی چیز نہیں لورڈ اس مشرب سے مشرب ہے، یہ صورت و صورت سے
بیگانہ نہیں اور یہ مشرب ہے کہ کوئی مشرب نہیں ان سے بیگانہ نہیں ہو سکتا اگر وہ یہ چاہے کہ وہ چاہے تو وہ بھی مشرب ہے اگر نہ لیکن اس مشرب
کا صورت کی صورت اور صورت کے تحت نہیں، یہ تاجدار تصور ہے۔

ان کی اس قسم کی صورت کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ اس کو دنیا ایک فلسفہ دینیہ، ایک ذہنی صورت، اس کو دنیا میں صورت ہے یہ بھی
اور یہ صورت میں ہندو فلسفہ بھی ہیں اور ان کی شکل لورڈ کے ہی ہندوستانی بھی ہیں اور یہ ہی ہندو ہی ہے۔

اس وقت کے اختتام پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا صورت کے ان تمام لورڈ میں کوئی مشرب مشترک ہے جس سے تمام مشرب لورڈ کی
کیا ان کی خصوصیت عقل و دماغ ہے، اگر وہ ہیں صرف ان کی شکل و صورت ہی یعنی کہ مشرب ہے، انھوں نے صورت صرف اور یہ ان کی شکل
مرد نہیں اور مشرب صرف اور یہ ان کا اس کی شکل و صورت ہے، انھوں نے صورت و شکل اور ان کی شکل و صورت ہے، انھوں نے صورت و شکل اور ان کی شکل و صورت ہے
کہ ان تمام میں کوئی مشرب کی صورت ہے، یہ ہے۔ اور یہ ان کا مشرب اور ان کی مشرب ہے، ان کا مشرب ہے، ان کا مشرب ہے، ان کا مشرب ہے، ان کا مشرب ہے
کہ ان میں درجہ و درجہ، ان کی مشرب اور ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے
تے کہیں کہیں ہے، لیکن ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے
یہ لورڈ میں ہی ایک ہی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے، ان کی مشرب ہے
ان میں اس کے میں مشرب کی شخصیت ہے، اس کا سارا مشرب اور ان کی مشرب ہے۔



۱۵۴

محبوبہ بنت خویلد
رحمۃ اللہ علیہا
۱۵۴

کھنڈر خیر و عافیت



انور جلیل شهنشاہ

www.elsevier.com/locate/jmb

قیام پاکستان کے فوراً بعد حضرت مولانا صاحب نے حضرت مولانا صاحب کو دیکھا اور فرمایا کہ مولانا صاحب! میں نے تم کو دیکھا ہے اور میں نے تم کو دیکھا ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ مولانا صاحب! میں نے تم کو دیکھا ہے اور میں نے تم کو دیکھا ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ مولانا صاحب! میں نے تم کو دیکھا ہے اور میں نے تم کو دیکھا ہے۔

[illegible][illegible]

شہزاد کا تعلق لاہور سے تھا۔ لاہور کے گلی کوچے، گلیاں، اونگ، چھوٹے بازار، درویشی، محتاجی اور یہاں کی عادات اسے بہت محبوب تھیں۔ چنانچہ اس کی مصروفی اپنے قریبی اسلوب کے باوجود اپنی منہمکتی و ترقی پر اس کے دل میں اور یہاں پر اس کا دل چاہے کہنے والے کے خواہش کے معنیوں کا اندازہ نہیں ہے۔ یہاں اس کا انجام بھی — لیکن اس بات کی صداقت میں آگے بڑھ کر اس کا جواب اس کے نامہ ترقی کا یہی پتہ ہوگا جو بھی کہ شہزادہ جیسے مہرور کی ساری ترقی سے ملو کہ اس کا نسل میں خاندان کے لئے مفید ہوگا۔

فطرت نے عہد کے لئے تحریری معصومی کے اسلوب کو اپنایا تو پہلے ہم معصوم کے مقابلے میں اس کی چند خصوصیتیں ایسی ہی جو رہے۔

۱۔ معصوم سے الگ کوئی فرد یا پہلی خصوصیت تو اس کا یہ ہے کہ تحریر میں اس نے اپنی معصومی کو دہرائے دے کے لئے کوئی دھوکا دینا یا گھبراہٹ نہیں کی۔ اس کی معصوری پر دھوکا رکھنا صرف اس کے لئے ہی ممکن ہے۔ ”عہد“ سے۔ وہ بھی اس کی کسانا بات ہے کہ



زندگی کی بھابھوں پر ہے۔ یہی سمجھنا ہوں کہ یہ اس کے تقی اور تحقیقی سرکاری سہ ہے۔

لاہور شہر کا نظریہ تھا۔ اس کے زمین دار مسلمان اور یہاں کی تھوڑی زندگی اس کی غرض اور دینوں اس کے دھوکا دھند تھا اور یہیں لکھا ہے
ان کے بھری وہ چنے اکثری چند دھولوں میں بہت زیادہ تھا۔ ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۸۵۴ء تک کے عرصے میں اس کی بنائی ہوئی تصویریں ان
کے موضوع اور عنوان اس کی بنیادی اور اس کی "ہوم ٹیکسٹس" کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ۱۸۵۴ء کے بعد اس کی تصویریں اس کی بنائی ہوئی تصویریں
کے عنوان دیکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر موضوع پر ایک کچھ نہیں مستند تصویریں بنائی گئی ہیں۔ عنوان میں "مسجد، گھر، کتبہ، مساجد، شہر کی دیوار
تک جیت، جنگیں، پتھر سے، انداز کی، نظم، چمن، بادشاہ، عجیب اور عجیب، یہ سب موضوعات میں کچھ بتاتے ہیں، کچھ کہتے ہیں۔ ان کے ساتھ
وہ اس کے دل و دماغ اس کی دلچسپی اور اس کی جست اور انھوں کا پانا دیتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ شہر کے بدن کو مٹی اب بول رہی تھی اور
کھلے کوسوں کے ناموں کے باوجود اس کی دھرتی اسے کھڑی تھی اس کے آواز کو لکھتا تھا۔ یہاں کا صاف، نیلا، گھٹا آسمان اس کے
کے خورجوں میں جاتا اور یہاں کے ہر شخص، گنبد اور گھر اس کے خیاں میں زندہ ہوتے اور اسے جانتے تھے۔ شہر نے بھی ان
کو جھٹلنے کی کوشش نہیں کی ایک صفحہ کے طور پر اس نے ان بنیادوں کا جواب دیا — تصویریں کی شکل میں۔

جنوری ۱۸۵۵ء



خواب و خوشبر کا یہ موسم

دلِ بیمار کو راسخ آتا ہے

درد کا نور سرِ شاخ اُترتا ہے جب آنکھوں میں نور پھر

ایسا لگتا ہے کہ نرم جیسا کر ل

زمینِ شب سے اتر کر مرے پاس آتا ہے

ایہ چاند

مکمل جزویہ ایچ بی ماسٹر

نام خلیل تھا۔ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ تیرھویں صدی ہجری میں حضرت خیر خسر ثانی نے مسجد و مکتبہ خدایات کے منیال بھیج دیے۔
 کیا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ عارف اور خضر ہی کے دستِ کیا ہو مگر منیال کی ترویج وقتِ کاسرہ سلطان حسین شرفی کے سب سے خلیل کو
 شہوات میں ٹھہر نہ ہی کے کچھ سے پر بنایا گیا تھا۔ اس کے بھی مری چار نگہ باہنے لگے تھے جو ٹھہر کے بے سوچے ہی ایسی
 صورت اختیار کر رہے تھے اور انہوں نے اپنی اور اہل گاہ کو اندر کر دیا۔ اس کے علاوہ ٹھہر نے خلیل میں نہایت بڑی کھلی کا لگھا
 گیا۔ ٹھہر میں نہیں جس بڑی ترس، ان کی صورت ایک شکل ٹھہر میں ہی برتی ہے اور وہ لگ بھگ ان کے ہی کا دل کا کہنا ہے کہ یہ بھی
 نعت کے درجہ لہائی ہے یعنی جو ٹھہر سے پہلے کا نہ لگا کر لایا جاتا ہے۔ خلیل میں یہ سب کچھ نہایت ہی بڑی بڑی ہی ہے کہ اس کے کچھ بڑی
 ہی اختصار ہو گیا ہے۔ خلیل کا نام سب سے لگا لگا لگا ہوا ہے۔ خلیل کے بننے کی نئی نئی باتیں دہلی کی گئیں اور ان کی تھوڑا سا ہی بڑی کا شہر سے
 باہر ہو گئی۔ ابھی کچھ حدیث میں صورت ہی بارہ انہیں ہی خلیل کے عروج کا تذکرہ ہے اور ٹھہر دہلی کا نعت ہے۔ یہاں پر جاتے کے
 باوجود خلیل کا تھوڑا سا تین سو سال تک ٹھہر کے کنگے ذیل سے کہ آخر ٹھہر شاہ کے دو دو پار ہی خلیل کا دل سے خلیل کو متا فوٹ دیا
 کہ ٹھہر چہ مانہ پر لگا۔ شاہ تدا لگ اور شاہ تدا لگ کی بنائی ہوئی چیز یا کہ اس میں خلیل کے ساتھ کی جاتی ہیں بلکہ مال کی حدیث
 میں بھر پور ہیں کہ انہیں ہی منظر شہنشاہوں کی سر پرستی کو آخر تک جاری رہی یہیں تک کہ بہار شاہ غفر آفری بجا ہوا دہلی سے
 بھی برائی حقیقت نام کی کے باوجود لگے تھے ابے ٹھہر جو سبقتوں کا پتہ دیتا ہے اور بڑے کنگے تھا۔ ان میں توڑ ہی
 خان نے وہ شہریت پائی کہ بڑے عظیم کا بیشتر شمال علاقہ انہی کے علاقہ قند میں داخل کیا جاتا ہے۔ خود باوجود بھی خلیل ٹھہر میں رہا تھا
 تھے اور ان میں کچھ شرف لگ کر تھے۔



اسی وقت ہمدانی کا شکل و صورت نے عوامی گیتوں ہی سے نئی کر کے اصل شکل پائی ہے۔ پنجاب کے عوامی گیتوں میں سے ایک گانہ ہے۔
کہنا ہے یہ عمارتوں کا گانا ہے جسے نئی دے کر مینا تو سرنے کا کیا کرو دیا۔ یہ تیر گیتوں کا گانا ہے جسے جس کا ہر گیت
میں بندہ پہرے سے جواب دے دے۔ میںا تو سرنے کا ہر گیت کی ایک ایک تانے میں پڑے کہ ہر دھڑکے میں
لگے ہیں جس کے پڑ گئے اس کا نغمہ پڑے کہ ہر گیت کی ایک ایک تانے میں پڑے کہ ہر دھڑکے میں
پڑے گا۔ گیتوں کو ہر ایک شخص بدلی سے تقریباً ہی جانتے تھے تو کہ جو عوامی گیتوں میں کہہ سکتے ہیں۔

۱۵۱) تحسیمی پیر و پیر شاہان اور دوسرے حبیب مراد آئی کو زوال اور نسوانیت کو فروغ دینا اور بلاشعہ اور بلاحیا کے انصاف پر غور

[illegible]

تکلیف دہن اور بے بسی کی یا جہ معلوم چیتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ملکوت یا دار کے پہاڑی اور سخیوں میں کوئی بھی فرق نہیں ہے۔

اے کے علاوہ بیعت خانیہ کی طرف سے لکھا گیا کہ اگر کوئی ایسی چیز (۱۹۲۰ء) میں کہہ دے کہ وہ کسی ایسے نام سے منسوب کرتا ہے۔ یہ بھی جیسے کہ پہلا اور دوسرا کتاب کا
دو جلد صورت شہادت و توثیق پائیں۔ ہر کتاب کی ایک نئی عبارت جو مشرق میں چلی آتی ہے۔ یہ دونوں کتابیں میں سے ہر ایک منسوب کیے جا سکتی ہیں۔
اور ایک ہر ایک منسوب میں شریعت میں جو تبدیلیاں صورت دی گئی ہیں ان میں مشرق سے جو چیزیں منسوب ہو گئی ہیں وہاں سے بھی منسوب ہو گئی ہیں۔
یہ عبارتیں نہایت رکھتا ہے اور منسوب میں لکھتی ہے کہ منسوب کرنے کے لیے کسی کوئی شہادت و توثیق ہر جہتی منسوب کے ساتھ چلی ہوگی۔
مسئمت کی کتابوں میں وہی کے بعد آئے ہیں۔ یہ چیزیں بھی لکھی گئی ہیں جس میں ہر ایک کا ذکر نہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک کتاب ہے جس میں غرض
ہوئی ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز کہہ دے کہ اس کا منسوب چلی ہوگی کہ اگر کوئی ایسی چیز کہہ دے کہ اس کا منسوب چلی ہوگی۔
کوئی ایسی چیز کہہ دے کہ اس کا منسوب چلی ہوگی کہ اگر کوئی ایسی چیز کہہ دے کہ اس کا منسوب چلی ہوگی۔

1000000



عقیدہ ایضاً اس قدر بڑھ چکا ہے کہ
اے جاؤں کہاں ہے سو دامنِ صحرانہ

کھرا پنڈا اُٹھاتے ہے اور وہ خواہ
تصاحب نے خواہ بھلائی کی بنا پر

مجلس علماء دارالافتاء



10/2/2014

سورجی کے خلاف نے کچھ چوں کا ذکر کیا ہے وہاں میں خود لکھنا کہ اگر میں غرور کرتے، ان باتوں سے یہ تجویز کا حکم ہے کہ جیسے کہ
راج خلیفہ شہنشاہ کے دور کے بعد کسی وقت ہوا گا۔

حال میں جیسے کہ سرور کا تعداد کرانے کے بعد میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے تمام باتوں میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے تمام باتوں میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے تمام باتوں میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے تمام باتوں میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے تمام باتوں میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے تمام باتوں میں اس قدر فائدے کے پاسے میں پست کر چاہوں گا جو میرا آن کا سورج ہی ہوا جنہیں پرچہ میں کرتا
ہند کے ان شخص کو دی جانے والی فائدے کے نام سے جانتے ہوں گے۔



پاکستان میں فن تعمیر کا ارتقا

ڈاکٹر احمد حنیف خاں



پاکستان دنیا کے سب سے کم ترقی یافتہ ممالک میں سے ایک ہے۔ سب سے بڑی اس کی سیاسی، اقتصادی، تعلیمی، سماجی اور قومی ترقی کے مسائل ہیں۔ اس میں ان کی سماجی اور ثقافتی روایات کی اخیلائی حیثیت صحیح معنوں میں تشکیل پا چکی ہے۔ لیکن بعض حالات میں بعض قریبی اور بعض دور دورہ حالات ثقافتی ورثے کے طور پر بھی حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کی سیاسی، اقتصادی، ایک جہت تک بھی اس کا ثقافتی ورثہ نہ صرف بہت قیمتی ہے بلکہ بہت اہم ہے اور یہ کہ پاکستانی جامعہ ہونا کہ قریبی پاکستان نے دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ ساتھ اس سماجی، ثقافتی ورثے کو بھی اسی جہت پر بھی اہمیت دی ہے۔ اس سے، اس صورت کے گزرتے چلے آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خطہ میں نے جسے اگر ہم پاکستان کہتے ہیں اپنی تاریخ کو لازماً اس وقت تک جب صورت انسان نے پیدا کی کہ انسانی شہر بن گیا ہے تو تقریباً پانچ لاکھ سال پہلے اپنی خود ساختہ ماحول پر اس کے لئے پھر کے انفرادی یا کچھ انسان کی مدد سے جانوروں کے خلاف کیا اور یہ ان کی جڑیں کھود کھود کر نکالیں کہ ان سے اپنے پیٹ کی آگ بجھا سکے۔ ان میں جنموں کی شکست و پختگی کے نتیجے میں آگ کی ایجاد ہوئی، انسانی وجود کے پورا ماحول پر اسے انسان ماحول میں خود پزیر ہوئے جس کا نام آدنیس انسان اور شکار کا شکار کا ہوا کہ انسان یا تو ہڈیوں کے قدرتی یا خود بنائے ہوئے نمونوں میں رہتے تھے اور وہ ماحول کی شانوں پر پیرا کہتے تھے۔

آج قدرتی حقیقت و تخلیق کے آغاز سے پہلے اس ماحول کے آثار تک جو تفسیر مند پاکستان کی تاریخ کا آغاز کریاؤں کی آمد سے قبیلہ کیا جاتا تھا چنانچہ ہر ماحول کی اجازت دینا کہ ان کے ماحول پر ان کی ترقی کی جگہ سے اس کے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رنگ بھر تہذیب یافتہ ماحول اور دوسری رنگ تھے۔ جن کی مذکور تہذیب قومی حکومتی تھی اور تہذیب و تمدن کا بیان اور فاضل کتبہ دہلے پر چھوٹی محراب تھی۔ لیکن انہیں ماحول کا آغاز دوسرے طریقہ پر اور ماحول جو مادہ جیسے شہر و دیہات اور کھوپڑی کے کھنڈاں اور تھوڑے کھنڈے کے لئے نظم کیا۔ اس میں ان کی یہ دریافت آتما اہم اور محروک آتماقی کو اس سے پھر پھر تقسیم دینا کی مصدقہ ہے اور ان کا اور مصر اور مصر پر مہاجر کی قوم تہذیبوں کے ساتھ خود ماحول کے تہذیب کا اپنی شکل ہوا۔ عام انسان کے ماحول کی پانچ جزو سال پہلے تیس لاکھ سال پہلے تھے۔ یہ تہذیب مروجہ وہ پاکستان کے تقریباً تین چوتھائی حصے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس کے چھٹا جزو تہذیبات فصیلات اور چھٹے جزو تہذیبوں کی صورت میں موجود تھے۔ مدت ہوئی یہ شہر انسانی آبادیوں سے خالی ہو گئے اور ان کی بے شمار محرابیں رفتہ رفتہ مٹی میں دفن ہو گئیں۔ ان کے کھنڈرات کہیں کہیں آثار قدیمہ سے ملے۔ ان کے آثار سے کھنڈاں اور ان کے باقی حصوں کو ان کو کمرہ احمدیہ سے آج کے تہذیب و تمدن کے ساتھ ساتھ انسانی میں ان کے آثار کو مل گیا۔ ان کے آثار کی بقیہ شہری منصوبہ بندی اسی دور میں کی گئی تھی۔ سکھانے کی بنا پر وہ تہذیب انسانی اور شہری، مسخرہ لمبھات و مہلات، عام اور نسل دانے

عوض اور گزیر، اخوت کے مطابق یہ بھی درست ہے چوٹی مڑکیں اور شامہ کلیاں اور ان پر مستزاد اینٹوں سے ڈھکی ہوئی مایاں اس شہر کی علامت تھیں۔ اس بناء کی اور تہیب کو کہہ کر خیال ہوتا ہے کہ اس صومریہ خانہ جو پہلی بار پریشی میں پیدا ہوا اور زور کوئی اداوار ہوگا جو اس قسم کی مدنی عداوت اور پادشہوں کا خیال دیکھتا ہو گا۔ عز: تعمیر مکمل ہو کر بدستور ہو چکا ہے۔ تاہم یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کا تعمیر کار خود وہی شخص تھا جو پہلی بار اینٹوں کے ساتھ ساتھ ایک کھار استیلا کیسے کر اینٹ پر کم اور دست برد کر لیا ہے اور میں سائر اور جس شکل میں ضرورت ہو جانی چاہتا ہے، ان کو لاکھوں اکھٹا کر اینٹوں کو مٹا کے گارے سے چٹایا ہے اور ہمارے کاظم یہ کہہ کر چہرہ خیلہ لہے سے کر عادت کی ہے۔ چٹائی کی شکل کو بعض صاحبان میں نام سے چٹائیں دے چکے ہیں، تہیب کی کٹی ہوئی یا نکھیں آگیا۔

داؤدی مندر کی تہیب کے ٹپے سے بڑے پتھر فیصلوں کے اندر آ پڑے اور فیصل بچی اینٹوں سے اور بعض عاتوں میں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں۔ جس کے ساتھ آقاہ بڑے دروازے تھے۔ بڑے بڑے خبروں میں آقا ہی شکات کی جیس سے تین فٹ اور پچھلی دیواریں اتنی سناٹھی جتنی دھست اور اپنے پھول کی خوش حال اور ذوق خوشی کی داستانیں سن رہی تھیں۔

گندھارا طرز تعمیر

داؤدی نے تاریخ ہند کے یہ خیم گھارائی کا زمانے کوئی وہ جزا رسائی تک تویم دنیا کو جو سرت کہتے ہیں، اذکار ہے کہ۔ ۱۰۵۰ ق م سے ۱۰۰۰ ق م کے درمیانی عرصے میں یہی تعمیر کے یہ ہے چاروں طرف کی آفات اور ان کی بددلی کے بعد ہو گئے اور صرف ایک ہفتے میں اس کی تعمیر ختم ہوئی اور ادا کے کے دریا میں تبدیل ہو گئے۔ اس پر مسکروں میں ان عمارتوں سے وہی ہی کمر لیا اور وہی اکثر پیشین نامی تہزیب کو مٹا دیا جتنے سے شانے اور یہاں کی خوشحالی کو مٹا کر لاکھوں میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری آدمی کی عمارتوں پر عائد کی ہے۔ لیکن ایک بڑی تہیب کی بدستور ہے کہ ان عمارتوں سے وہی جو دادو اور جڑی کے اس منظم اشلان میں طرز تعمیر سے کچھ نہ دیکھا۔ ہم اداؤم ان کے باقیات سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ آدمی اداؤم کے تعمیرات کے جو ٹوٹے آج منظر عام پر آئے ہیں۔ وہ ہیں ہلن ہی سے آج اور اس ضرورت کو پورا کئے ہیں۔

پانچویں صدی قبل مسیح کے لاکھ میں سرزمین پاکستان پر پڑھو تہیب کی مٹی اور مٹی کے آثار ملے ہیں۔ وہ مذہب کے ماننے والے اپنے دعا پالے اس میں پندرہ اور مذہب انکار کے احترام کے لئے چٹو ہیں۔ انہوں نے شہر بسنے لگے تھے جس میں خصوصاً جہات گویاں جو تعمیر کیں۔ چار چار گھسٹا، مہرات، چارمہ، تخت، پانچ دیو کے کھنڈرات، اس بات کی پہلی نشاندہی کرتے ہیں۔ سکندر اعظم اور ہند کے آئندہ والے عمارتوں کا اندازہ دہی طرز ساختہ کے بہت سے پہلوؤں کا اس سورت میں میں متماثل کئے گئے تھے اور ان بات پر غور و خاتہ کی آتی ہے کہ وہ سانسہ خبر اور ہندو مذہبی عقائد اپنی مختلف جاتی اور پادروں کے بارہ خصوصیات کے تقاضوں اور انسانی نظام کی نظر پر گئے۔

دوسرا آثار قدیمہ کی مادی سے سرزمین پاکستان کے بہت سے حصوں میں وہ مذہب کے آثار دیکھیں ہیں۔ ہائے نرم زمین سے ملے گئے ہیں۔ ان میں ٹیکسٹ اور سات سب سے زیادہ اہم ہیں۔ ٹیکسٹ ایک جو دیگر سے تین دفعہ بڑا ہے۔ ایک چٹوہ ہے جو تقریباً پانچ سو تین ٹیکسٹ میں بسایا گیا تھا۔ یہ پتھر نرم جہتوں میں مٹی کی دیوار کے ساتھ حوالی کی مٹی میں ہے جہاں کی گلیاں ٹنگ تھیں۔ ہندو مذہب کی حالت کی حالت معلوم کی گئی ہے۔ مٹی کی جہانوں سے حاصل کئے گئے پتھروں کے پتھر بڑے ٹکڑوں سے مٹی کے اس سے یہ



لیکن یہ اثرات، جلد ہی مقامی اہل اہل کے سامنے سامنے نہ پڑ سکے تھے، یہاں اور آٹک کے اہل خانہ پاہلوں میں سے پہلی طرف
تایاں جڑے گئے تھے۔

اسلامی اسالیب تعمیر کا آغاز دارالقاد

آخری صدی عیسوی کے آغاز میں اس برصغیر میں مسلمان فاتحین کی آمد شروع ہو گئی ہے۔ ۱۰- ۱۱ عیسوی میں گریز میں قاسم بن عبد
سے لکھنؤ تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ اور یہاں پر فتح پور، اس کی حکومت کا داخلہ پیل پڑی۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی اسالیب
سے پہلی ضرورت کا ہرچہ کہ احترام صوم و صلاۃ تھی، اور اس کے لئے مساجد کا قیام ناگزیر۔ چنانچہ اس جگہ اور جگہ کے مسلمانوں میں
اس بات کا قاسم طور سے ذکر کرتے ہیں کہ گریز میں قاسم نے پہلے مندر بنائیں، یہ سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا ہتھیار کیا۔ گریز میں قاسم کی بنائی
ہوئی کوئی مسجد اب موجود نہیں، لیکن وہاں گریز میں جینوں میں داخلہ اور منصورہ میں مسجدوں کے لئے جگہاں سے اس کے طرز تعمیر
پر مدد ملتی پڑتی ہے۔ دونوں میں سے پہلی برصغیر میں مسلمانوں کی تعمیر شدہ مسجدوں میں سے مسجد کی مسجد ۱۰۹ عری یا ۷۰۷ عری میں گریز
قاسم کی شہادت کے چند روز بعد بنی ہوئی۔ اس کی مسجد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گراب نہیں بنی تھی۔ یہ
بات بڑی دلچسپ اور اہم ہے کہ چنانچہ کہ مسجدوں کا گراب کی شکل عیسوی شہادت ہوئی۔ یہ مسجد تعمیر سے بنائی گئی تھی۔
لیکن پچھلے گزریں تھی اور گزرا کے ستونوں پر مشابہ تھی جب کہ گزراں چوکر اور ستون کا تھا۔ بعد کی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ
عرب گزراں بنانے کے بعد ہی مسجد تعمیر ہوئی۔

منصورہ کی مسجد میں کی مسجد زیادہ وسیع طریقہ تھی اور اس کی زیادہ اونچائی سے بنایا گیا تھا، مسجد گزراں سے بنی تھی۔
لیکن مسجد بنی ہوئی اور دوسری گزراں کے لئے اور آزارہ تک گزراں کی شکل کا تھا۔ منصورہ کی مسجد سے اب تک کے
ہر الشہد کہیں میں سے کوئی بھی تاریخی کتبہ نہیں ملتا لیکن دلچسپ امر یہ ہے کہ اس مسجد کے غزرات میں گراب کے آثار موجود ہیں
موجود ہیں یہ تعمیر کے بنیاد کے مطابق ہو کر گراب کا آثار امری ٹیڈو لید آئل کے عہد حکومت میں ہوا، خود منصورہ بنانے کے
مطابق ۷۰۷ عری یا ۷۰۷ عری کے بعد ایک سال بعد آباد ہوا تھا، ہرچہ کہ عری القاسم نے طبر کے ساتھ مسجد بنی تھی کہ ہوا لیکن تاریخی حوالوں
سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی مرمت، نویں کا کام ۷۰۷ عری میں ہوئی کہ مسجد تعمیر کے فاقوں انجام پایا، جس سے کہ مسجد کے موجودہ
مستحکمات جو گھوٹا ہے، برآمد ہوتے ہیں، اسی بعد کے بعد کی لاشدگی کرتے ہیں، مسجد کے ساتھ اس زمانے کی عداوت کے مطابق
مافوقہا کے آثار ملنا برآمد ہوتے ہیں۔

اسی مساجد کے علاوہ عرب مسجد کی چند اور عمارات کے نمونے بھی جینورو اور منصورہ میں ملتے ہیں۔ ان میں سے اہم ترین مسجد
کی فیصل کے ضلع سے ہے، جس کا تعلق بنی آجہ اور بنی عباس کے عہد خلافت سے ہے، جینورو اور منصورہ میں تقسیم تھا، ایک مسجد جو
عربین تمام بنی ہرچہ کے چاندوں میں فیصل تھی، دوسرے بنی ہرچہ بنی صفت کا اور دوسرے بنی ہرچہ کے ملک آباد تھے، آج
بھی یہ فیصل ۱۱ فٹ تک کی جلدی میں موجود ہے۔ جس کے ساتھ مختلف کاموں پر مبنی بنائے گئے ہیں۔ جینورو کے ساتھ ہرچہ
کی تعمیر بنی ہرچہ استعمال ہوا ہے۔ ہرچہ کے اندر مختلف تعلقات میں، اور ان کی مکانات، عمارت، آباد مسجد اور عری عمارت میں ایک
مندر، عہدہ جو مسجد کے عہدہ میں بنایا گیا تھا۔ گھڑائی کرکے کے ساتھ بنی ہرچہ اور ایک ہیٹ نام مندری پالی تک
بنائے گئے ہیں، یہ مقام بنی ہرچہ کا اور منصورہ میں ہے، جہاں جہاں اور کشتیاں بنی ہرچہ بنائے گئے۔



کئے جو ضرورتاً اس کے حسب کئے گئے ہیں۔ کچھ کچھ دوسری چیزیں بھی ہیں، اس کے علاوہ اس کے قریب ہی کی بلدیہ میں شہر کا نام
 کا سطور (۱۹۳۸ء) سطور میں سب سے زیادہ محفوظ رہا ہے۔ تعمیراتی اعتبار سے اس شکل کی عمارت سے جس
 کو ایرانی طرز کے گنبد سے تعلق کیا گیا ہے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں جن کے اندر سبز حیاں بنائی ہیں جو میناروں کی بہت
 تک جاتی ہیں۔ مقبرہ کی دیواریں سرخ آتشوں کی ہیں اور اینٹوں کے درمیان مصلحہ کے درختی اینٹوں سے لیس کیا گیا ہے
 جو مقبرہ کی خوبصورتی کو چار پانچ گنا کرتا ہے۔ گنبد کے اندر دیوٹی سطح کو گلیں درختی اینٹوں سے سہایا گیا ہے۔ تعمیراتی دیگر
 مقبرہ سلطان ابراہیم کہے سلطان ابراہیم، یعنی نئی ترقی کا لڑکا تھا۔ ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوا۔ ان میں مقبرہ
 کا بہت ہی خوب ہے۔ جس پر غزنی کی انداز کا گنبد بنایا گیا ہے مقبرہ کے آٹھوں پہلو غزنی طبقوں سے مزین ہیں جنہیں سطح
 سے گھبراہٹ کی طرف بنایا گیا ہے شمالی اور جنوبی پہلوؤں میں حد از سے ہیں۔ قرائی آیات مناسب مقامات پر کوئی ہیں۔
 نقشہ کی شکل عمارت اپنے نقش و نگار کی وجہ سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ الی کاغذی اگر کسی نے کتا سے معروف
 فتح پور کی شکل کی عمارت ہی ہیں۔ جس کا مہر تعمیر اگر کاڑھا ہے۔ کچھ کی اعتبار سے یہ نقوش دو طرح کے ہیں۔ ایک طرز
 تو وہ ہے جسے نیلگی نمونہ کیا گیا ہے جس میں نقوش تھے اور جسے ہوتے ہیں اور ان کی زمین دی ہوئی ہے دوسری
 طرز اس کے برعکس ہے یعنی زمین ابھری ہوئی اور نقوش اس زمین پر جذب شدہ ان دونوں طرز کے بہترین نمونے
 نقشہ کی شکل عمارت میں ملے ہیں۔ یہ بات وہ مقام پر ہیں اور ملیدہ ملیدہ فرد کے نمونہ کی شکل میں ہیں جو کہ ان کا دور
 بہترین پر بنایا گیا ہے۔ نقوش کی شکل بعض دیگر عہد ہی ہے اور بعض دیگر پھول پتوں کی شکل میں۔ لیکن اکثر دیگر قرائی
 آیات اور تاریخی تفصیلات میں اسی تکنیک میں درج ہیں وہ واضح فی کی سرانجام ہیں۔ کس نمونہ ہے اور کس طرح و
 نسبتیں۔ جو صرف فی کا کہ فی کا دراصل سیتوں کی نماز ہیں بلکہ اس پر ستر اور قد ان کی سر پرستی اور ان کے
 میں حکام ہیں جنہوں نے اس بہترین مثال قائم کی۔ قرون کے نمونوں کے پھر لہذا کی طرح کو مختلف حصوں میں اس نمونہ
 کے لئے تعمیر کیا گیا۔ بارڈر جوں سے آراستہ ہے اور ان دونوں حصے کے مختلف سامان اور اشعار درج کئے گئے ہیں اور پھر ان
 نقشہ ہیں۔ بعض میں قرائی کے کاہلی شعراء مستوی، حافظہ، نظامی، ان کے اشعار درج کئے گئے ہیں اور پھر ان
 شخصیتوں کے نام تاریخ وفات اور دوسری معلومات دی گئی ہیں اور ان جہوں میں ابھی چند سوچے ہیں۔ ان قرون میں
 سے بعض قرون کو بنائی دیکھیں سے مزین کیا گیا ہے کہ اس کے کمر بستہ کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ جسے ہمیں چھوٹی کمر بستہ
 میں بھی بعض قرون کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ چھوٹی یا چھوٹے نقش مستوی بنائے ہیں۔ یہ نمونہ کبھی بنائے ہیں اور کبھی ان کے
 مستوی پر تعمیر ہے جس کی دیوٹی شکل گنبد ہے۔ جسے اس رنگ انداز تعمیر کیا گیا ہے۔



سنگ کا قرون میں نظام الدین کا عالی شان مقبرہ قابل ذکر ہے۔ عام خانان کے اس محل میں خوبصورت مستوی ہے۔ ۱۱۵۰ء سے ۱۱۵۰ء
 تک حکومت کی اس کے مقبرہ پر تعمیر جو قریبی کام کیا گیا ہے۔ اس کی خوبصورتی اور ان کی کامیابی نہیں پھول پتوں کی طرح
 ہیں جو بڑی ترتیب سے ساری طرح پر تعمیر کی گئی ہیں۔ اس مقبرہ کی ساخت اور دشمنی میں ہیں جو کہ قریبی نمایاں جنگ میں
 ہے۔ ان کے ساتھ ہی اس پر قرائی آیات شریف خط میں لکھی جا چکی ہیں اور ان سے کچھ کی گئی ہیں۔

اس مقبرہ کے علاوہ ایک عالی شان مقبرہ ۱۱۴۰ء اور غزنی کے مقبرہ ۱۱۴۰ء اور غزنی کے مقبرہ ۱۱۴۰ء اور غزنی کے مقبرہ ۱۱۴۰ء
 مکتوبوں کے علاوہ ان اور دوسروں کے مقبرہ میں طرز تعمیر کے بہترین نمونے ہیں۔ ان میں جان پایا اور حسن خانی ترخان کے مقبروں کی





مردم ایران و ایران

فصل دوم: ایران و ایران



Shakespeare

August 68

فول: ...

مید











بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَالَّذِي يُضَوِّبُ الْمَوْتَ
وَالَّذِي يُضَوِّبُ الْمَوْتَ

اہم صورت کی تعمیر کی نظر آتی تھی۔ مقررہ کئے گئے اور جب یہ شاہی محل جسے شاہ بہرام کا نام دیا گیا اور دیا نے دیکھا کہ محل
 طرز تعمیر کو شہر اور محرم و جہد میں آگیا۔ یہ ایک بات ہے کہ نانا زکی کو یہ عجوبہ عالم دیکھے کہ موقع نصیب ہوا کہ وہ خود
 ۱۹۳۱ء میں وفات پائی تھی۔ بہر حال اپنی کمالی کا نازک ترین تھی کہ یہ نمونہ پر نہیں ہے جسے دیکھا کہ کام یوں دیا گیا کہ اس کی
 تعمیر کا مسدودت ۱۹۳۱ء کو روکے گا۔ مقررہ کیا گیا کہ وہی کے مقررہ شاہجہانی تھا۔ یہیں سنگ عزم کی جاباں میں اسٹیل کی گڑبیں
 ہوا پناہ باب آپ یہ پھر سنگ عزم کے فرش پر بھی اقدی اور چول چلیوں کو کام دینگیں۔ پھر وہ سے پائی گیا ہے۔ باہر کی
 دیوار کا نقشہ دو منی آئیٹوں کو مختلف طرزوں اور حصوں میں کاٹ کر ترتیب سے ہر شایا سے اور اس طرح سے ان کثرت کی نشان
 پیدا کئے گئے ہیں۔ تزئین کا نقشہ کا یہ اہتمام محل طرز آرائش میں اور کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ اس لئے، جانشین اور اقدی مقررہ
 عمارت کی شبیہیں بڑی چمکدہ سنی سے بنائی گئی ہیں۔ سطحیں محل کے زیر زمین تعلقات میں دیدنی ہیں۔ جن میں سرو خانے کھانا زیادہ
 مناسب ہوگا۔ آپ بعد اس کے بننے تار کا مزارا نشان اپنی پوری دستاویزوں سے ان تعلقات میں بطور مانی ہیں جو داخل کو پرکھیں۔
 پوشاک اور دروازہ رکھنے میں مدد کرتے ہیں۔ اس کے طور وارنگ زیب عالمگیر کے بعد میں بنایا ہوا عالمگیری دروازہ دیکھنے کی
 عمارت کا طرز ام عمارت ہے جو مندرجہ حکومت میں تعمیر ہوئی۔ محل کی فیصل میں جو عمارت کی کیا دیکھ رہے وہ دروازہ
 میں مشرقی اور مغربی۔ اورنگ زیب کے مہر میں جب بادشاہی مسجد تعمیر ہوئی تو بادشاہ نے قادی کے مقررہ دروازہ کے در صورت
 تبدیل کر دیا کہ بادشاہی مسجد کے میں مقابل ہو سکے اس کو مزید تزئین کا نقشہ اور دوسری کمالات سے بھی لوازم۔ چنانچہ یہ
 پرشکوہ دروازہ مندرجہ طرز تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے دروازے کے دونوں طرف مینار ہیں جن میں جو سنے کے چار سٹوپے بنایا
 گیا ہے۔ دروازے کے اندر ایک چل ہے جس کے ساتھ دروازہ کے سٹوپے بنائے گئے ہیں۔



تعمیر کے باہر کی اہم ترین عمارت زیادہ تر عہد عالمگیری اور عہد شاہجہانی کی یادگار ہیں۔ عہد شاہی مسجد ۱۶۱۲ء اور مسجد
 عزیز خان (۱۶۳۳ء) عالی انگریز مسجد (۱۶۳۵ء) شہید رانی (۱۶۳۳ء) مقررہ مساف خان (۱۶۳۵ء) مقررہ نور چاں (۱۶۳۵ء) اور
 ۱۶۵۱ء) گلیہ رانی (۱۶۵۵ء) عالی حیران خان کا مقررہ (۱۶۵۷ء)۔

عہد شاہی مسجد کو عزم رانی مسجد کہا جاتا ہے۔ اس کی تعمیر شہنشاہ عالمگیری کے والدہ مرحوم نانی دیکھ کے حکم سے ۱۶۱۲ء میں
 ہوئی۔ مندرجہ کے موجودہ مسجدوں میں سب سے پہلی تاریخی مسجد ہے۔ جو قطو شاہی کے مقررہ دروازے کے داخل مقابل آج کی
 مرکز کے اس پار واقع ہے۔ اس مسجد کے بڑی خوب ہے کہ اس کے ستون گنبد ہر سہرے لطافت میں۔ دوسرے مسجد کے
 ایران کی اقدی سلیقے کا باب فرسکو کے کام سے مزین ہے۔ اسٹا خوبصورت فرسکو کام اس سے پتہ نہیں چلتا۔ اسی
 طرز آرائش کا مقبرہ مندرجہ ایک دلچسپ روحانی داستان سے وابستہ ہے۔ اس داستان کا تاریخی حقیقت کے کوئی
 تعلق نہیں لیکن مقبرے میں عمارت خود نانا دیکھ کر اہم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ عالمگیری کے حکم سے یہ مقبرہ ۱۶۱۵ء میں بنایا
 گیا۔ قبر کے سنگ سر کے تعویذ پر "میرزا علی اکبر" ادا دیکھ کر تعویذ سے ناز کی خاطر حراسی دھات سے تعمیر کیا جاتا ہے۔
 بنانا دلچسپ ہے۔

آہ اگر میں بلانچہ دی یا پھر مل رہا تھا قیامت نظر کو کر دیا غریبوں کا

مردوں کی دایک یہ حقیقت نے اسے مناسب حال کا مقبرہ بنایا ہے۔ جو عالمگیری کی جنگ میں سے تھی اور جس کا انتقال لاہور
 میں ۱۰۰۰ ہجری میں ہوا۔ مقبروں کے اس دیکھ میں یہ بات خاص حد سے نالی ذکر ہے کہ تعمیر کی حد میں مقابلہ ایک نہیں اور لشکر

کے بعد ایسی نہیں ہے۔

مغیر حمد کے چند موجودہ مغیرہ کے اس مختصر ترے رفت کے بعد مغلوں کے صدر میں تعمیر شدہ چند نام باغات کا ذکر بھی ضروری ہے باغات سے شگفت اور دلچسپی تصویر کی بادشاہوں کا مغربی خاصہ یہ کہ ہر چندستان میں آدھ کے موقع پر جس باغ کی گنجائی طور سے شگفت کرتا ہے وہ یہاں باغات کی کوئی قسم وہ عظمت کی دھماکتوں اور چشموں اور غروں کا بڑا علاوہ خدا اس نے اپنے مختصر دور حکومت میں کئی باغات کی بنیاد رکھی ہیں جن میں تختہ یابوں کا ذکر تاریخوں میں ملتا ہے۔ بارہ کے بیٹے مرزا کھنکس کے ہاتھ کا ذکر آج بھی ہوتا ہے کہ بعد میں فرود گاہوں شاہانہ مغیرہ کی بنیاد پڑی جو باد اور حسنہ جلال کے درمیان واقع ہے اور جسے بھیجا جواد شاہ عباسی کے اذن میں مزید وسعت دی گئی۔ ماحرمان سنگھ کی بنائی ہوئی بارہ دہلی کے بارے میں چار گیلری کی نوک میں ربط اسکا ہے کہ یہ ایک قدیم قلعے کے اوپر بنائی گئی ہے جس میں رنگ رنگ جھلکیاں ہیں اور جہاں اس نے ایک سرتر پھیلوں کا شکار بھی کیا اور پھر لڑی ہوئی پھیلوں کی ناک میں موتی پتھر کے دھارہ چھٹے میں پھوڑ دیں۔ یہ خدائی چھٹے میں ان مقامات پر اکثر دھان دھان ہیں چنانچہ پھر پھر یا پھر شاہ جہاں کے بعد میں شاہ جہاں کے اذان میں اس بگڑ چار دیواری کے اندر ایک باغ بنوا دیا گیا۔ مرکز کا حلیہ ایک نیا بارہ دہلی کوئی گئی۔ جس کے سامنے میں ایک بیٹے تاوب تعمیر کیا گیا جو دور سے نکلنے میں چلا اور غنت اس کا گئے۔ تصویریں تختہ یابوں کی نفاس سے فوقی نے یہاں میں کر شرو کیا ہے۔ سادہ صورتوں میں تقسیم کیا گیا۔ جرمی خواہش۔ آبشار بنائے اور آدھ سے مزین کیا گیا۔ انہی کے بعد کے آدھ نے مثل از تعمیر کے اس پے لیز فیسٹ کے مقابلہ میں کے اور اپنے وقت کا یہ نفیس و عالی شان شاہی باغ کوئی رات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ شامیت و کشتیاں ہر حال بنار ہے ہیں کہ عادت لیتا تعلیم تھی کہ بگڑ چکر چھ دیں اور بارہ دیں تھیں اور ہرگز کوئی بارہ دہلی کے ساتھ ہی حلیہ کے ساتھ ہے۔ اس کا جواب آج پاکستان میں کسی جگہ موجود نہیں۔ آدھ سے زمین کی نفیس عمارتیں خود سہ ہر زمانہ کی نگاہ پر ہیں۔ لیکن فریڈرین کو دور جو باقیات آباد کئے گئے ہیں۔ حوضی خاصہ نصف گرم و سرد حمام۔ اس میں تبدیل کرنے کے لئے محکمہ اور جرمین حسن خاندان کے شجرہ نصف زمین میں گرم پانی کرنے کا انتظام قرار ہے ساری عمارت نقش و نگار و لے جہوں اور فریڈرین کو تھا جس سے مزین تھیں۔ باغ کے ہر جہاں و دیاری سے محفوظ تھی غالباً مشرقی اور مغربی دو دروازے تھے جن میں سے مغربی دروازہ آج بھی آبادان حال سے اپنی کوئی ہوئی شان کی داستان سنا رہا ہے۔



شاہ جہاں کی یادگار عمارت میں شامل لڑکا کا ذکر یہ سب محبت ہے احاطہ میں ہیں عقلم پر شاہی تفریح گاہ ۳۰۵۳ء میں تعمیر ہوئی۔ آج یہ دھان کی جہوں افراد اور چشموں سے آراستہ اور پہلو زادوں سے مزین شاہی باغ کے درمیان بارہ دیوں، طراب گویاں، حمام غسل لٹائے بنائے گئے تھے۔ باغ لیصل میں داخلہ مشرقی اور مغربی دروازوں سے تھا۔ جو چھٹے بیٹھے میں کھتے تھے۔ موجودہ دروازہ قریبوں کے جہاں شاہ جہاں کی طراب گاہ کو کوئی کر اس وقت نکالا گیا جب کہ موجودہ ملک باغ کے سامنے سے گزری گئی۔ چھٹے بیٹھے میں احاطہ۔ خاکسار کے سامنے چھوٹے دروازے بنائے گئے تھے جسے بیٹھے بخش کا نام دیا گیا۔ جب کہ سطحی بیٹھے میں ہائی کا وسیع دروازہ حوض، فارسی، بارہ دیوں، شاہی حمام، سادہ جہاں کی عمارتیں ہیں۔ نمبر سے بیٹھے میں بارہ دیوں، شاہی طراب گاہیں وغیرہ ہیں۔ ان دونوں طبقوں کو خاکسار بخش کا نام دیا گیا تاکہ یہاں فرجودا جہوں کے بعد سے اور کھتے تھے جہوں کے ساتھ ساتھ کئی ایٹوں سے بنے ہوئے عقیدہ سی شکل سے مزین فرش ہیں۔ جب کہ عمارتوں کو فرسکو نقاشی اور دھن ایٹوں کی برقی کاری سے مزین کیا گیا تھا۔ سنگسار کے ایک آبشار کو سب سے بلند بیٹھے کے درمیان بنایا گیا ہے۔





سرخ فیتہ

قدت اللہ شاہ

گرو دار

سیکری

جہت سیکری

ڈپٹی سیکری

انڈر سیکری

اسسٹنٹ سیکری

سپرٹنڈنٹ

مقام کا انٹرنس دم

دلت ایجوکیشن



سیکری ۱۔ میرٹھ غیاں میں کادھانی سڑک پر ہل چاہیئے۔ وہاں، سپرنٹنڈنٹ صاحب آپ کہیں کہ وہاں سے بیان فرمائیے۔

سپرٹنڈنٹ ۲۔ میں سوچوں سر جناب کو کیا کیا ہوگا کہ جب جہت لکڑی میں سیکری کی تقریری زیر طور تھی، تو خاکسار نے بعد

اب و احترام عرض کیا تھا کہ شاید یہ تقریر جہت لکڑی سے۔ ذاتی طور پر یہ تبصرہ اتنا ذاتی نہیں کہ خلاف نہیں، بلکہ میں نے جہت دار

”جہت گہ“ اور ”بہتر پروانہ“ میں مطلقاً نہیں پر شے سر کے معنی میں لکھے ہیں۔ اگر جب ”انوار قدوس“ میں آؤں گے تو شے

پیش کر دوں! اتفاق سے میری عیب میں چلے آئے ہیں۔

جہت سیکری ۳۔ یہ بات موصوفی سے وہ ہے۔ آپ معافی میں بیان کیجئے۔

سپرٹنڈنٹ ۴۔ میں سخی ہی ہوں۔ میں گزارش کر رہا تھا، کہ ذاتی طور پر خاکسار اتنا ذاتی نہیں کہ خلاف نہیں، لیکن اس کی وجہ سے وہ تبصرہ

پاکستانی میں.....

سیکری ۵۔ آپ اسی جہت سے برکت دہندہ کہ کوشش کیجئے، ہم مولد میں سنا رہے ہیں۔

اسسٹنٹ سیکری ۶۔ اب جناب اس کے علاوہ سرکاری دائرہ میں میں خود کو کتاب بکادہ سرگودھا ۲۰۰۵ء میں منورہ علی علیہ السلام

منورہ ہو چکا ہے۔ اب اس موضوع پر کسی قسم کی مصلحت کو نہ فرما سب ہے۔ اگر جب منورہ کی نیل فرمائی، تو سرگودھا

پیش کیا جئے۔

اس کے چند سے میں ملتی ہے، ملتی ہے، جھکتی ہے اور پانی کی
جس میں سر ڈال کے آہ
سرگت ناکل میری !

انڈیا سیکرٹری :- ۱۰/۱۱/۱۹۵۰ء، بھارتی اللہ، کیا خوب کہا ہے خاتم نے، ۱۰/۱۱/۵۰ء۔

ڈیٹی سیکرٹری :- بہت خوب، بہت خوب، اچھے ن مہراشر کا کام۔

انڈیا سیکرٹری :- میرے خیال میں بیشک کا رنگ بھی خوب ہے - تیرے اکھن میں گولی ٹھہرے - تیرے کانوں پر وہ نازکے کی بہار۔
۱۰/۱۱/۵۰ء۔

ڈیٹی سیکرٹری :- ۱۔ کچھ کچھ میرا بھی کا اثر بھی نمایاں ہے - تیرے حقوق کی قدرگی میں میرا سا، چمکتا سا، لکتا سا چارم ہو۔ ۱۰/۱۲/۵۰ء
کرت قدر تمام، فدا۔

جانتے سیکرٹری :- کیا آپ صاحبان وار سے بچے؟

انڈیا سیکرٹری :- اسی صاحب، اسی کا اور ہادی وار کیا۔ میں نے کہا، آپ نے خود فریاد کر دیا ہے، مگر انڈیا میں کیسے کیسے ملتا ہے
بچے چین سے کہ جب تک حکومت خود کی گئی اسے ملتا ہے کہ کاشی کے.....

جانتے سیکرٹری :- بچے شہر کو یہ ملک انڈیا کی جیسے شہر کی صورت اختیار کرتے جا رہی ہے۔

سیکرٹری :- میں خود ہی عرض کرنے کا کو شش کر رہا ہوں۔ صاحبان، جیسے نجد کی کاماسی پرانا چاہتے، اس کے بغیر سرپرست ہوتی
شائستہ طے نہیں کئے جاسکتے۔

انڈیا سیکرٹری :- ڈیٹی سیکرٹری :- بہت خوب، اچھا۔

سیکرٹری :- ویل، اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب !

اسسٹنٹ سیکرٹری :- جب پر ملازمت صاحب کو شکایت ہے، کہ اس نظم کے پہلے اڑھاروں میں میں سیر پر اشارت دی، اور وہی جتن
میں سرکار وادار کے حکام کا کردار کی شان میں آسانی ہے۔

انڈیا سیکرٹری :- کیا اس نظم میں کسی جگہ میں سیر کا نام آ رہا ہے؟

اسسٹنٹ سیکرٹری :- جی نہیں، تو۔

انڈیا سیکرٹری :- اس صورت میں یہ شکایت ہے بنیاد ہے۔

ڈیٹی سیکرٹری :- اور اگر میں سیر کو عرض نہیں ہے کہ نظموں میں اس کے برابر کسی خوب صورت لڑکی کا ذکر نہیں ہو سکتا، تو اس دم کا
بندے پاس کوئی مداح نہیں۔

انڈیا سیکرٹری :- اس کے علاوہ اگر یہ فرض ہو کر لیا جائے کہ انڈیا میں سیر کی طرف سے قہقہہ میں ان امور پر حقیقت کہ انہوں نے
کہا کہ ان کا ہے، کیا ان کو اس کے بعد اس کے برحق پر شرف لینے سے پرانے لگتے ہیں؟ کیا اس کی اکھن میں لکھی
ہیں؟ کیا اس کے کان پر نواز کے پڑا ہوتا ہے؟ کیا وہ ایسی شہر پرستی ہے جس کے پانچوں پر شرف برہن لگا ہوا کیا انکے غریب
پر شرف و شہر کے چہرے ہوتے ہیں؟ چاہے حال میں بعد اسہ، اس تمام گزارش کو ان کا کہہ ایک دم میں سیر کو سامنے



چالیس سالہ خدمت

فالتو چیزیں

آغا بابہ

افسوس

ایڈمنسٹریٹر، شیو گرافر، مینر، پائلے لاک، عزیزانہ فوج، قلعین دق، چوکی کا بیخیم، نازی، غلام۔

پہلا سیٹھ

دیکھیں گے آسن کا کوڑا اعلیٰ لیجر، دائیں اور بائیں حصہ دوسے۔

ایڈمنسٹریٹر، شیو، خطا تپ ہو چکا؟

شیو گرافر، جی،

ایڈمنسٹریٹر، شاہ، جی، یا، ایک حد تو یہی ہو سکتی ہے۔

شیو گرافر، جی، نوٹ کیسے لگاں (ہوتا ہے)

ایڈمنسٹریٹر، (انتہا میں چل رہا تھا) (شیو آگے) ان، کچھ، ذاتی ڈیز، کپڑے آخری حصے سونم پر اور ٹیکسی کو آگ لگ چکی ہے۔

عبداللہ آباد ہے۔ فقہانہ نماز ہے۔ اگر تم نے آج تک یہ اعلان نہیں دی کہ جی میں اس کی فلاحی کامیابی، اگر آپ کو کسی

شکل و صورت میں لی، اب تیار ہو ضرورت ہیں یہاں عمریں ہو رہی ہے۔ تم اپنا کام ختم کر کے جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔ نقطہ

تیار تیار ہیں۔

(دوسرے پر دھک)

ایڈمنسٹریٹر، جی، کچھ۔

مینر، ا، دوا ملو کر؟ پیو سر۔

ایڈمنسٹریٹر، پیو، جی، شیو، کچھ، جی، یہی نہیں ہو سکتا۔

شیو گرافر، ا، نوٹ لکھنا سر۔

ایڈمنسٹریٹر، کچھ، پیو، صاحب۔

مینر، ا، جناب، بلا کام بہت جلد نکلتے گا۔

ایڈمنسٹریٹر، بیٹا؟

مینر، یہ فائل میں چھپ رہا تھا کہ وہ ہے۔ جی، تفصیل سے برائے پر اس کے دشمنی خالی ہے۔ جی، نے اپنے ریکارڈس کچھ دیکھے ہیں۔ جی



چوتھا سہیل

(جول کے جہز کا آفسر)

مسافر :- جہز صاحب کچھ آپ اپنی سیٹ پر بہت کم کھنڈ دیتے ہیں۔
 جہز :- آپ کو ریش کر افسوس چاہا کہ جول کے مالک کی بیوی کا کتبہ بیچ ایشیا چاہا ہے۔
 مسافر :- کیسی؟

جہز :- میں وہ چارونٹ کے لٹاؤ ایک سفر میں کام سے آیا تھا۔ بس اب ہمارا جہز۔

مسافر :- اگر وہ تو اچھی جہلی نہیں ہو گیا؟

جہز :- جی ہاں بالکل اچھی جہلی، آٹھ بیچ گھومتی ہیں۔ پہلے چارک سے گھومتے ہوئے موٹراؤٹن کے ایک ترک سے گزرتی ہیں۔
 زلیٰ :- ہوتی ہے ہسپتال میں ہارکمرشیں۔

مسافر :- کوئی صاحب کو بہت صدمہ پہنچا ہے؟

جہز :- ان کا حال تو دیکھا نہیں تھا، عرفی کی طرح دور سے ہی۔

مسافر :- نہیں پہلے سے کل بیچ لٹاؤ کر رہا ہوں۔ وہاں پر قوت کر سکیں گہری طرف سے آپ ایلو ہوس کر رہیں۔

جہز :- تو زین صاحب دکان مالک پر تل رہی ہیں انہیں گے۔ اس مالک کی موت کا صدمہ بہشت کرنا چاہتے تھے کہ کام ہے۔

مسافر :- ہے شک۔



(ادامہ)

پانچواں سہیل

(جول کے جہز کا آفسر)

جہز :- سب دفتر میں ایک دم سے ایسے تازی ہوئی ہیں کہ میں بھی ہلکا سا رہ جاتا ہوں۔

تازی :- چلا تم بھی تو تازی ہے، مگر چاہتے آئے سے تم لوہی کیوں جو بہاتے ہو؟

جہز :- کون کا نفر ہوس ہو گا، بے رحم صاحب، آپ کے آئے سے تو اس جول میں اجالا ہو گیا ہے۔

تازی :- بچ!

جہز :- کیا مجھے جھٹ بولنے کی عادت ہے؟

تازی :- اگر قبیلہ سمیت آئے کی بدولت نہیں تو بچ بچ تو ان جول کی آمدنی کتنی بڑی اور تم جیسے میں سے کتنا دیر ہوا ہو گا۔
 کتنے ہو؟

جہز :- کچھ بیرونی سے فرزند دیکھتے، آپ کو سر میں لگنے سے کیا حاصل۔

تازی :- شاید نہ۔ کچھ ایک پرانی دعوت کا صدمہ کھڑے حالے کو بلی ادا کر رہے۔

جہز :- کل کتنی رقم ہو گا؟

کہاں! مصر، عراق، شام، کوہ، کیا ایک سیٹ لی گئی ہے، تو کھل کر، مہر کے لئے ایک سیٹ دے دیجئے، یہ نام کوئی نفع نہ ہے، یہ ایسی آرزو ہے۔ (آواز دیتا ہے) ہاں۔

علامہ: حاضر

توفیق: ہر جہاں گلاڑی نہیں۔ ایک ٹیسی کھڑی، ہم یہ خدا کو کہہ رہے ہیں۔

علامہ: ۱۔ جہیز

توفیق: ۱۔ خدا کہتے ہیں اور ان جانا ہے، ان کو دیکھ: جسے ایک مندری کا پردہ کے نیچے ہی کا قاتل مہر جان پڑا ہے، تم سے شہر جہاں رہا، وہی خور سے مرگے کے بعد ان سے لڑائی چلا جاتی کہ وہ ان پر کچ کر نہیں دھو سکوں گا۔

علامہ: ۲۔ ٹیسی آگے حضور۔

توفیق: ۲۔ یہ کہیں اس میں رکھو، علی صاحب آج ان کو یہ خط دے دینا۔

علامہ: ۳۔ جہیز حضور (جانا ہے)

(۱۰۹۹)

ساتواں سیشن

کھین کا آفس۔ ایڈمنسٹریٹر اور جرنل کا جہیز بچھ رہی

ایڈمنسٹریٹر: اب آپ مطمئن رہی، جہیز صاحب، جرنل اب آپ کا سب کا دبا دبا آپ کا ہے، آپ کے ایک توفیق مدد کو شکستہ بنا دیا گیا، آپ جو پڑھتے تھے، ہم نے اس کا انتظام کر دیا، تاخیر میرا تے سے جتنا دیر لگے، آپ کے ذمہ داری کھین کا پانچ ہزار روپیہ لائی ہے۔

جہیز: ۱۔ اے اللہ، یہ بچھنا پانچ ہزار کا چیک۔ میں آپ کا بہت شکر ہوں، خدا کے شکر کے منہ سے ہی میری کیا سوائی ہوئی۔

ایڈمنسٹریٹر: آپ کو شاید علم تھی کہ جہیز کھین اپنے ہر گاہک کی عزت آبرو کا پورا پورا خیال رکھتی ہے، ہر حال میں آپ کو اپنی کھین کی طرف سے آپ کی جسے دلی شکر ہے، ہمارا کہہ دیجئے کہ ہوں۔

جہیز: ۲۔ میری شادی

ایڈمنسٹریٹر: میں آپ کو شکر کا کہہ رہی ہوں، اصل میں سزا توفیق اپنے خلاف سے بہتر، زیادہ خاطر رہی، طبیعت کے کی بات جرنل ہے، ان سے دلی کہتے ہی گئے، خدا آپ کو خوش و غم رکھے۔

جہیز: ۳۔ تھیکس سوچ کر آپ کو کچھ معلوم ہوا؟

ایڈمنسٹریٹر: ہم ان کا کام ان کا دے رہے ہیں، کہتے ہیں کہ بہت کی تم کو کسپ پیچھے رہی، کیونکہ جہاں کام ہو رہی ہے، وہ یہ کہلے ہو کہ کوئی چیز کس سے کسے ختم ہے، جہاں کام ہو رہی ہے، چل سکتا۔

جہیز: ۴۔ اب آپ کی آمد میری ملاقات کی ضرورت نہیں۔

ایڈمنسٹریٹر: ہاں نہیں۔ (مددوں) آتے جاتے ہیں، خدا حافظ!

(۱۰۹۹)



اجنبی ۔ اے ۔ پہلی صدی میں تہ پیدا ہوئے، چندتہ اور سترہویں ہے اور طبرستان میں تہ ملیں کہلاتے، چہرہ میں پرکشتہ، خاندان میں کشتہ لگے، چہرہ میں دو پٹھوں سے نکلتے ہے، اس سے سر پر شمشک ہے، ہر شخص کو قصیر پر پرکشتہ ہے، چہرہ تم لے زمین جتنا ہی کاشا بیکرد قیس کا نام چاہی آگیا۔ یہ سب چندتہ کی بات ہے۔

ڈاکٹر کاظم ۔ چندتہ کی؟

اجنبی ۔ اے اس میں چندتہ کی ۔ اس میں طبری قہر صدی کے چہرہ میں چہرہ آفرین اور صدی دہشت چہرہ میں تہ پرکشتہ ہے۔

ڈاکٹر کاظم ۔ اس؟

اجنبی ۔ اے، اور کیا؟ قیس کہنے پر کہ اسے آباد اور برہمن پندتے، ہر مہذب تھے، اس میں ایک قیس مہذب، دہشتہ تم لے اپنی حالت کو بیان کیا، انم کو بیان کیا، اور سنی برہمن کو کہ کیا۔ یاد رکھو انہی صدی کے شگے دہشتہ شگے شگے تہریں تہریں صدی سب سے مستقر ہو گی۔ اور کچھ دیکھنے کا چاہئے۔

ڈاکٹر کاظم ۔ تم چاہتے ہو کہ ان کا تذکرہ کرو۔

اجنبی ۔ اے، چہرہ میں کی طرز ایک سے ایک ہے چہرہ میں ایک سے دہشتہ دیکھتے ہو، گویا ایک اور دنیا اور ایک ایک ہر پڑی ہوئے۔ چہرہ چہرے اے دہشتہ کے چہرے، اسے دہشتہ کے طرز اور اپنے نہریں تو ایک اور دنیا قہر ہے لکھنے کا چاہئے۔

ڈاکٹر کاظم ۔ یہ چہرے اس صدی کی کیا ہیں۔

اجنبی ۔ اے، انہیں دہشتہ میں دہشتہ (کیا دیکھنے کا چاہئے)۔

(پڑھنا داخل ہوئی ہے، انم چہرہ میں پڑی ہوئی۔ اجنبی اللہ کے لیے کہے کہ ایک نام ہے جو جانتے)

پڑھنا ۔ اے، ان اس وقت تم کہتے ہو کہ اس کے چہرے تھے؟

ڈاکٹر کاظم ۔ میں کہہ رہی ہوں کہ ان کا اپنے آپ سے، ان اپنے آپ سے۔ یہ بڑی دہشتہ کے بعد۔

پڑھنا ۔ اے، یہاں ہی ان کے کہنے کا شوق تھا ان کے کہنے کا چہرہ۔

ڈاکٹر کاظم ۔ قیس نہیں، اس کی ضرورت تھی۔ میں ایک نام دہشتہ میں شمول تھا، تم کہتے ہو کہ چہرہ میں۔

پڑھنا ۔ اے، افس: اس صدی میں۔۔۔ کہتے ہیں ان کی بڑی دہشتہ!

ڈاکٹر کاظم ۔ اے، ان کو قی قی قی قی، ان میں بہت بڑی حقیقت دریافت کر رہی ہیں۔

پڑھنا ۔ اے، افس: اس صدی میں کہ ان دہشتہ کو کہتے ہیں کہ ہے۔

ڈاکٹر کاظم ۔ اے، ان کے کہنے کے بعد (اس میں شمول تھا کہ وہ یہ ہے، چہرہ پر چہرہ)۔

پڑھنا ۔ اے، چہرہ جانی؟

ڈاکٹر کاظم ۔ اے، چہرہ۔

(پڑھنا جاتی ہے، ڈاکٹر کاظم ان کے کہنے کا چہرہ میں شمول تھا۔ اجنبی چہرہ میں جانتے)

اجنبی ۔ اے، یہ حال ہے کہ اس حقیقت کی شادی کا، تم شادی کر کے حقیقت کی حقیقت پتہ کرتے ہو۔

ڈاکٹر کاظم ۔ اے، یہاں حقیقت پر وہاں حقیقت کی حقیقت دیکھنا چاہئے۔



اجنبی :- قندی مہر اور قندی جی جی :- دونوں مختلف چیزیں ہیں۔ تم انہیں ایک نہیں کر سکتے۔ ان دونوں کو یکساں رکھا ہے۔ جو بہتر ہے اسے رکھو اور مری کا حکم کرو۔

ڈاکٹر کاظم :- یہ دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی ختم نہیں کیا جاسکتا۔

اجنبی :- یہ دیکھو، یہ تصویریں اگر دیکھو، یہی کتنی جلدی قندری صحت دھندلا گئی یہ تصویریں بہت اکرین صحت کار ہیں۔
ڈاکٹر کاظم :- مگر دیتا بھی کوئی چیز ہے۔

اجنبی :- ڈاکٹر اگر ایک صحت کرتے دیکھ کر اب ایک بھی دھندلا گئی۔ تم اسے دانی کی دنیا کیجئے جو یہاں اپنی جلدی قندری صحت دھندلا جاتی ہے، نظر دھندلا جاتی ہے، ایک دھندلا جاتی ہے۔

ڈاکٹر کاظم :- ایک صحت کرتا ہے۔ ایک دھندلا جاتا ہے۔ ایک صحت کرتا ہے۔ ایک صحت کرتا ہے۔

اجنبی :- (تصویر دکھا کر) کیا کتنی قندری دھندلا گئی ہے؟ اسے دانی کی دنیا کیجئے جو یہاں اپنی جلدی قندری صحت دھندلا جاتی ہے، نظر دھندلا جاتی ہے، ایک دھندلا جاتی ہے۔

ڈاکٹر کاظم :- خیر؟ تو ہم دیکھتے ہیں۔

اجنبی :- اس سے حاصل آخوند سے قندری کی دھندلا جاتی ہے۔ قندری دھندلا جاتی ہے۔ قندری دھندلا جاتی ہے۔ قندری دھندلا جاتی ہے۔

ڈاکٹر کاظم :- (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟

اجنبی :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- تم آئی دھندلا جاتی ہے۔

اجنبی :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- یہ کچھ ہے؟

اجنبی :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟

اجنبی :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟

اجنبی :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟ (چشمہ اور چاکو) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟

ڈاکٹر کاظم :- (دیکھ کر) یہ کچھ ہے؟



اجنبی :۔ وہ ایسی قوم یا کسی قوم سے تعلق رکھنے والی بڑھری کہ، یہ کہتے ہیں کہ انگریزوں سے ہے۔

لاکڑھال۔ یہ شہر تو ہندو متیوں کی تہہ چادریں لٹائی ہوئی ہے۔

۱۰۔ (جہلی میں اگر غلط، یا نکل غلط، یا بڑھ چلی یا اسلام دھرتی ہو۔ بڑھتے خارج ہو رہا ہو غلطی بقت ہو، ایسی کہ معلوم ہے تم پر ہے اور اس کے دوسرا اگر ہو، تم پر چسپاں آگئے، عرب خلافت آگئے جو اگر کہو، اگر خلافت، انقباض ہے اندر قطعی یہ تفسیر ہے۔ نالی کہ خلافت کے خاتمے کے دن میں مشرک ہو گئے، انقباض ہی کہ اگر یہ خلافت کا انقباض ہے، تم خلافت کے انقباض ہو۔

تاکمیر کا دل : نظم انجمن صوفیہ، قصبہ کھنڈا، ضلع گوجرانولہ

[illegible]

١٠٠

۱۔ کس شخص نے زندگی کو کھلی کتابوں کے لئے بنادیا تھا اور زندگی اتنی شاعرانہ نہیں کرتی کہ آپ چار دیواری میں بیٹھ کر لکھ سکیں کہ وہ احقر کا جادو زندگی کی کتاب ہے اور ہے جس میں اس شخص نے کیا کیا کونڈیاں رکھ کر اور کونڈیاں کھول کر زندگی کے سارے سوپ سارے رنگ اور سادے جلوسے، کچھ زندگی کو ہر رنگ، ہر پہلو پر کھینچا دیکھیں یہ اس کے پاس ہے اسے کچھ بہترین اور کچھ بدترین باتیں کہیں کچھ عجیب و غریب واقعات، کچھ اہمیت اس نے شے کو کہا، اہم جنہیں میں نے اپنی حجابی زندگی کے انداز سے دیکھ کر جو نہ جانتا تھا۔

14-00000

اجنبی : کہ کتابوں کے نویس بڑے دل بڑا دیا، اہم سے اہم کی حالت میں ہیں، یہ اہم سے اہم فرسودہ ہیں، یہ نظر کو آنے کی صلاحیت گنوا رہی۔

11/20/2011

انجینی :۔ تمہاری کتاب میں کیا کہہ، جہنم زیادہ ہے، تم اکثر جہنم کی خاطر کرتے ہو۔ اس غلطی سے جو شیے مشرب کہتے ہیں، وہ جہنم کی آہیں، پتھر اور دھاتی صورت لے سکتے ہیں۔ یہ کیوں غلط ہے؟

4/24/20

ایجنسی ایک تو جہاز پر موجود کیا اور لگے۔ پہلی آنکھ پتہ دے رہی، دوسری آنکھ غرضی جہاز پر چڑھ رہی تھی۔ غرض کہ ایک جہاز کی کادھوں کے طیفیں ایک جہاز پر

تو اگر شکر الہی تم خدایتے سے زیادہ ہے، اُنکی دعا سے تم دنیا کا طرف نہیں کیا۔

اجنبی :- دنیا کا اخیر عہد بول دے تم بھول گئے۔ یہاں کے مسکروں کا نام ہے، اپنے غمراہ کا پس منظر !

وَلَا يُلَاقِيهِ إِلَّا النَّاسُ مَلَكًا بَدِيعًا

مجلس شورای اسلامی

... (The text is too blurry to transcribe accurately, but appears to be a list of items or a table of contents.)

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84



الحمد لله رب العالمين

2-1020

لڑھکھا :۔ آف اُتیا کھڑی سویں میں فخر کون جانتی گی۔

34-35-1-102

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ڈاکٹر کاظم :۔ میں انکم کنسٹیبل بن چکا ہوں۔ تم چکر چور ہو۔ میں تم سے ملاقات چاہی رہا ہوں بیٹا۔

۱) بلوچستان میں آج، جبروتی اور علی بن ابی طالب ہے۔ (علی بن ابی طالب ہے)

جنس : غلبہ، سیر اور گرم کھٹ، ان سے سردی مٹتی ہے، حق: صحت والی حرکت، باغیچہ کہہ دنگ کہے حرکت کی، اپنے چوری نامہ

کتابخانه عمومی مسجد جامع کربلا

الطريق إلى الله: الله تعالى هو الذي خلقنا وخلق كل شيء، وهو الذي يقرر مصيرنا بعد الموت. لذلك، فإن الطريق إلى الله هو الطريق إلى حياة أفضل.

جینی ۱۰۔ اے اے میں نے سیکھ لی ہے کہ جوتی جوتی ہے۔ جوستانی جوتی ہے۔ سوئی تو جوتی ہے۔ تم مروتوں کو نہیں کہتے !

(۱) اگرچہ کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے۔

اجنبی - ۱۱۱۱ مسموم چہاں کہہ آئندہ دنیا کی بنیاد رکھیں یہ نہ کہیں چاہتے ہو۔ انہی کی طرف سے کوئی کام کیا جاتے ہو۔ جانتے ہو تو یہ انہی کی حالت

۱۵۴۱ھ کی جنگ کا نقشہ

طی: ۱۔ اگلی منزل میں گاہے کی لافٹ تھرتھیں گئیں۔ کنکریں نے قسّی کی طرح بے جا کر دی۔ قسّی نکلا کر اسے اندر بھیج دیا۔

[illegible]

جنی: یہ کارنامہ اس طرح کیا گیا کہ ہر روز صبح، ترجمان کے کئی کئی نمونے بنائے گئے اور انکے کئی کئی نمونے بنائے گئے۔

پھر ایک دن قہارے دافن مقبرے پر بھی چالی گرجاے گا۔

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

100

Received 12 November 2003; accepted 12 November 2003

[illegible]

انقرضت

...and the

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

www.elsevier.com/locate/jmb



[illegible]

انکار کا۔۔۔ یہ کہ میں اس شخص کی تصویر دیکھ کر اس کی بات تو سمجھ گیا ہوں۔

لاؤ اگر فراموش ہو گئے ہیں، مجھے صرف اس کا حکم دیا ہے۔ یہ اپنی صواب کو کما کما کر دیکھ رہا تھا، ان میں سے پہلے اور بعد میں کی قسم میں سے
 جو شکست۔

پاکستان کے لیے۔ افسوس کہ پاکستان کے لیے کسی اور ملک کی طرح کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے۔

فرار کا اثر : جذبات، اسباب علیہ پانچ ذیلی تصویریں، کج فہمیاں، ان میں ایک کھٹے اور ایک کڑے مراد ہے۔

44-38861-1024

قولا کر فرمے، کہ ال کیا آپ نے، اپنا بیٹا جس میں آپ کو داد ملے گی، زندہ گی کے اس امر کی حاشیہ کا کوئی تصور نہ ہے۔ یہ تصویریں آپ کے بچوں کی یاد دلا رہی ہیں۔

تذکرہ اول : در غلط : انکسار خط : بمسک : بنوعی : مومن : مفسد : مفسد :

فلا تفرحوا به ولا تحزنوا له ولعلكم تتقون

۱۔ چپ جہاز: ہم قیوس نہیں پہناتے، ہم نے قیوس کبھی نہیں دیکھا، ہم نے تم سے کوئی قیوسری نہیں لیا۔ سچی تصویر دیکھو۔
 ۲۔ چپ جہاز: ہم قیوس نہیں پہناتے، ہم نے قیوس کبھی نہیں دیکھا، ہم نے تم سے کوئی قیوسری نہیں لیا۔ سچی تصویر دیکھو۔

خواجہ صاحب دوا دیکر کہی آپ سے، دیکھتے تھے آپ کی قدر آپ کو علم کی تصویر بن گئیں، ایک کھٹ کھٹے جیسے آپ جتنے بھی
صورت ادا ہو، یہ تصویر ادا رہے کہ یہ جو خدا کا کھٹ

(الانوار في معرفة احوال العرب)

[illegible]

فوز الغفر : جناب : مجھے آپ کا قصہ دینی دعا دیجئے کہ کوئی سوداگر حق میں نہ آجائے کہ حق کسی کو بھیجے کہ سچے تپہ چہ لافانی حق سزا کی جاتی ہے
 اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کو اللہ تعالیٰ سے ملے کہ کوئی سوداگر حق میں نہ آجائے کہ حق کسی کو بھیجے کہ سچے تپہ چہ لافانی حق سزا کی جاتی ہے

تو اگر اصرار ہے، جب یہ کاپ سے لے کر دے گا تو میں نے اسے دے دیں تو یہ بھی دے گا۔

فکر کر کہیں :۔ ہے یہاں، کم تر، حق حقا، چہ بہ چہ، بی بی، جیسے کہ :

1124 1125

المؤلف : د. عبد الله بن محمد

خود کو گرافر۔ مجبور آپ بہت ہی غریب تھے، آپ کا رنگ، دھڑکی کی مانند تھا، اس میں کہہ کر سنبھلی تھی اور..... وہی چہ انگلیہ میں کوئی جھونک رہی تھی۔ میرا خون ہی اپنی اپنی سرحد پر رکتا تھا۔ اس کے بدلے میں آپ کی صحت کا دل رنگ تھا۔



ڈاکٹر کا دل :- خوب خوب !

فؤاد گرافر :- آپ بکے جسٹس تھے۔ چرچہ ایک حد تک ہے۔

ڈاکٹر کا دل :- یہ اشتیاق کیا؟

فؤاد گرافر :- اُس وقت میں ہر پہلو سے آپ کی تصویریت اچھی آتی۔

ڈاکٹر کا دل :- وہ کیا سن تھا، کوہا جانی تھی وہ زمانہ ہی کو زمانہ تھا!

فؤاد گرافر :- ٹھیک آپ نے تو اپنی سونجی سن دیا، آخر آپ نے اس میں اور اس جوانی سے کیا کیا؟

ڈاکٹر کا دل :- میرا میں، میری جوانی اس کوسرے میں وہ دن ہے، ان کتابوں کے حوالہ میں گم ہے۔

فؤاد گرافر :- اور خد آپ کو اس کے لئے کتابیں دینے ہیں۔ جی تو آپ اسے جان سے دے کر لے سکتے۔ اُس نے ایکتا میں گھری تھیں؟

ڈاکٹر کا دل :- ان وہ بڑا ہی بے داک تھا، وہ کیا..... وہ ڈاکٹر وہی تھا

فؤاد گرافر :- کہاں لیا وہ جی؟

ڈاکٹر کا دل :- یہ تصویر یہ، ان کی بات کہنا بہت پرانی ہے، ایک کچھ دھندلی بھی پڑ گئی تھی۔

فؤاد گرافر :- میں سن میں سن اور جانی کتے گھس جاتے ہیں۔

ڈاکٹر کا دل :- ان تصویروں سے بہت زیادہ۔

(گیم کی آمد)

فؤاد گرافر :- بیچتہ وہ بھی ڈاکٹر کے آئینے۔

بڑھیا :- اسی تک سر دیا نہیں کھنچا، جانتے ہو گے؟

ڈاکٹر کا دل :- یہاں پاس آؤ سطر اور یہ تصویر یہ دیکھو۔

فؤاد گرافر :- آپ بھول کر رہے ہیں۔

بڑھیا :- آپ کا حریف؟

فؤاد گرافر :- ان تصویروں کے خلاف۔

بڑھیا :- یہ تو کب کہاں ہیں؟

فؤاد گرافر :- کیا وہ ان کتابوں میں گم نہیں؟

ڈاکٹر کا دل :- نہیں، صرف میں گم ہوں، یہ تو میرے ساتھ صرف اس پادشاہی میں وہی رہے۔

بڑھیا :- کیا حاصل ان تصویروں سے؟ انہیں بھی کتابوں کی نگاہ میں دیکھا۔

ڈاکٹر کا دل :- وہ کہتے ہیں ایک ہی کجی، کیا بڑا جوم جوم نہیں رہے، دل تو جوم ہے۔

بڑھیا :- چوتھ، اچھا اور تیار اسی، اگلا چاہتا ہوں، دریافت کا؟

ڈاکٹر کا دل :- دریافت ہو گئی۔

بڑھیا :- کیا دریافت کیا تم نے؟



ڈاکٹر کمال : ہم نے جن میں نہیں دیا تھا۔

پڑھو : اسی میں نہیں دیا تھا !

ڈاکٹر کمال : نہیں !

پڑھو : میں تم سے ڈاکٹر تھی، اپنی ساری سزا، اپنی ساری سزا اور قیاس، پتہ سکتے تھے اور اپنی اپنی کتابوں کی چابی خود کتاب میں سال بعد تم

نے جن میں کی وہ باعث کی، جانہ !

ڈاکٹر کمال : یہ سب میری ادا فرماؤ۔

ڈاکٹر کمال : ہاں، ان کتابوں کی جگہ دوسرے دے دیں کہ سب سے !

ڈاکٹر کمال : یہ تصویریں بہت نادر و نایاب ہیں۔ اس وقت ان کا قیمت صرف ایک سو روپے تھی، لیکن اب تو یہ تاریخی حیثیت اختیار کر چکی ہیں،

کہ ان کی قیمتیں دیکھیں، دیکھیں، دوسرے دے دیں کہ اس قدر سستی ہیں۔

پڑھو : سب ان تصویروں کو کم کیا کریں۔ بیس سال پہلے تھے تو فائدہ میں تھا۔

ڈاکٹر کمال : کوئی مسئلہ نہیں، کوئی مسئلہ نہیں، (ڈاکٹر پیکینگ لکھتے ہوئے) زندگی میں خود میں سال پہلے (ہم بھی) آگاہ ہیں اپنی

ہاں، ہم سے۔

پڑھو : ہر سب !

ڈاکٹر کمال : زندگی ہر تمام، ہر شے اور ہر شے پر زندگی ہوتی ہے، ہم جن میں کتابیں لے، انہیں تیار ہی کر۔

(ڈاکٹر کمال ایک سے کہہ رہے تھے کہ ہوتے)

پڑھو : آگاہ نہیں کیا ہے !

ڈاکٹر کمال : ہم یہ سب دیکھیں گے۔

پڑھو : تو اب اس ساری میں اور یہاں !

ڈاکٹر کمال : ہر سب دیکھنے کا کام ہے، میں کہہ رہے ہوں کہ انہیں بڑا بڑا وقت ہر تار ہے۔

پڑھو : اور ساری کا کیا ہے ؟ ہمارا یہ سب کچھ کا نہیں۔

ڈاکٹر کمال : ہر سب کو کتابوں سے پکڑا کر اٹھاتے ہیں (دل کی عزت اس ساری کا مقدر کہہ گئے) آگاہ، سالانہ پانچویں۔

(ڈاکٹر کمال نہیں کرتا ہوا دنگ میں جاتا اور پڑھو کو ہر سب دے جاتا ہے)

(پہلے لگتا ہے)

ستمبر ۱۹۵۶ء



قوت ہو۔ (دختر ہوا) کچھ کچھ۔۔۔۔۔

مراد :- (خوف سے کچھ نہ ہوتا) لیکن یہ تو اب نہ سزا جاتا ہے۔۔۔۔۔

(چاند بھٹکا ہے)

قوت :- اس کی تو پر منزل کرتا ہے بہت (چاند چرخ لکل کیا ہے۔)

مراد :- (چاند کی طرف دیکھ کر سرت سے سرشار ہوتے ہوئے) اگہ۔۔۔۔۔ تم قسم کھاؤ گی وہ کھسکی تو بڑھنے کی قاش ہے جس کا سزا تھا ہے
یہ خون کے حباب کی طرح شیریں رہتا ہے۔

قوت :- (کچھ دکان میں گھوم کر آئی) اب تمہارا سب سنا چکے آؤں تمہارا سب چر سکا ہے سب اب وہاں ہیں چھاپاؤں کی۔۔۔۔۔ (مرگاشی کے پیچھے
میں۔۔۔۔۔ وہ تمہارے کچھ کچھ کہتا ہے تو میں نے کچھ لکھ لکھ کر رکھ دیں گی۔۔۔۔۔ تم سچو گے کہ تمہاری نگاہ کی طرف لپ ہے ہر ایک
مست لگے جا رہی ہیں مگر اب کہ وہ تان بٹھک رہی ہیں تو تو تمہارے ہاتھوں سے اچھ لکھی رہے۔

(چاند چھپ جاتا ہے)

مراد :- (خوف لگنے سے) تم مجھے مزید بھی آ کر کوئی بتاؤ۔۔۔۔۔

قوت :- (دھانک لپٹنے کے لیے میں ۱)۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔

مراد :- (تھوڑے اُتار سے چھوڑ دی ہوتی ہوتی اس نے اسے سر پر لٹکا کر لیا ہے۔) سچ بتاؤں۔ کوئی آواز نہ کی تو کچھ سنائی دے پاتا۔۔۔۔۔
(پھر خوف سے دھڑک اٹھی) اب اس کی بات کہتی ہے (مرگاشی کے لیے میں) ایک تمہارا حکمتوں سے قریب سے اٹھ رہا ہے، وہاں میری نگاہ
لگا رکھی ہوئی لگا رہا ہے، وہاں کی طرف آگئی ہیں۔۔۔۔۔ کی طرف بھول کر آؤں تو صحت میں لگا رہے گی کہ جاتا ہے۔۔۔۔۔ یہ کیسی بگڑا ہوا
مجھے تو سن رہی ہیں، کتنی سیدھی ہیں، اٹھاتی دیتی ہے (پھر لگتا ہے) مگر اب اس نے سب سنا کر اسوں سے تمہارے لیے تر کھری نظروں سے گھر
سنا ہے۔۔۔۔۔ (دھڑکتے، خوف کے کٹے ہوئے جہات ہیں)۔۔۔۔۔ آگ، دھوئیں، بھلا، ننگ، دھڑکتے ہوئے جہات سے جہات سے
دلت، ابھرا ہوا بیت اس میں ہر کھڑے ہوتے دھول میں اتنے بال۔۔۔۔۔ چھریاں کہیں نے آگ لگ کر کسی بھینس کا آنا بڑا بہت نہیں
دیکھا۔۔۔۔۔ (پھر تھکن لگے ہیں) ۱۔۔۔۔۔ بلے، دیکھا وہ بھیاں، آؤں میں بھڑکتی ہے، وہ سب ایک۔۔۔۔۔ چٹان کی طرح ابھرتے
گئی ہے۔۔۔۔۔ اب وہ ان پانچوں کا ہر ایک نہیں سکتا، مگر چاہتا ہوں، اگر چاہا نہیں سکتا۔

قوت :- (غریب مذاں میں) پھر۔۔۔۔۔

مراد :- (ایمان کا سامنے بیٹے ہوتے ہیں) اسی مذہب میں میری آنکھ کھل گئی۔۔۔۔۔ میں نے نہیں اپنے سر سے انہوں ہی مٹھ کر
پیدا اور۔۔۔۔۔ (پھر) اچھے ٹھوس ہوا جیسے کچھ اچھے کو ہے۔۔۔۔۔

(طولی وقفہ، چاند بھٹکا ہے)

مراد :- (چاند کی طرف دیکھ کر سرت سے سرشار ہوتے ہوئے) اگہ۔۔۔۔۔ چاند نے میری آنکھیں چھلنے سے چھانکا۔۔۔۔۔ (پھر اس نے)
یہ کہتا ہے کہ اب کسی اور شہزادہ کی کاہنیاں ہے، اس کو یہ شہزادہ کی کاہنیاں کے کہیں کا پہلا ہے، ابھی ابھی بستر میں سے اٹھا ہے
نم لکھی گی، پہنے پائے گئے، وہاں سے، صحت جاننے کے لیے جہاز ہے۔

(چاند چھپ جاتا ہے، دختر)



مرد اور دیکھتے ہیں ؟

مرد اور دیکھتے ہیں ؟ اور پھر اس کی بات ہم دونوں کے لیے کتنی سزاوارک ہے۔ (الطحاوی کہتے ہیں) وہ جانتا، آتی ہیں، دیکھتا — میں
دیکھ کر کہتا ہوں، آپس میں اب کبھی ملنے نہ دے دوں گا۔ — کبھی —

مرد اور دیکھتے ہیں ؟ (الطحاوی کہتے ہیں) دیکھتا ہے۔

مرد اور دیکھتے ہیں ؟ اس کے ہاتھ میں کتنی چیزیں ہیں کہ پھر اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو جانتی ہے۔ جنت کے ہاتھ اس کی گھون
کی طرف بڑا دی ہو پھر اٹھ جاتے ہیں۔

پھر ان کی نگاہوں کے پیچھے ہے۔ کھڑی کھڑی میں جڑی جڑی ہے۔ ہر طرف موت کا سا سکوت چلا رہا ہے۔

پھر وہ دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے۔ مرد جوشی کے عالم میں ابھی تک اس سے جتنا ہوا ہے۔

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

مرد اور دیکھتا ہے کہ وہی سیاہ مٹی میں سے کچھ نکالتی نظر آتی ہے ؟

نومبر ۱۹۳۹ء

پیارے دوستوں میرے دل میں ہر لمحہ ہے

میرے دل میں ہر لمحہ ہے

میرے دل میں ہر لمحہ ہے

میرے دل میں ہر لمحہ ہے

میرے دل میں ہر لمحہ ہے

بڑا اسپتال ہے اس میں — امداد مل رہی تھی۔

۱۔ یہاں آئے ہیں وہاں سے آپ کے اہلکار کے ساتھ جہاں میں چلا گئے وہاں سے ڈاکٹر کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔
محبت تو ہے، دیکھا جا رہا ہے۔

۲۔ معلوم ہو رہا ہے کہ اسپتال میں کتنا بیمار ہیں۔

۳۔ اسپتال میں حالت تو روز بروز خراب ہو رہی ہے۔ جس کے لئے کتاب ہے۔ جس کے لئے کتاب ہے۔

۴۔ آپ کی فکر — اگر اسپتال کے مریضوں کو خبر ہو گئی کہ وہاں سے ڈاکٹر کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔ اسپتال پر
قورم ہو رہی ہے۔

۵۔ اس وقت وہاں آپ نے — اگر وہاں سے مریضوں کو خبر ہو گئی کہ وہاں سے ڈاکٹر کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

جو میں نے مدت دیکھی وہاں — جیسے جیسے یہاں سے ڈاکٹر کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۶۔ آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۷۔ یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۸۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۹۔ میں — اس پر مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۰۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۱۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۲۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۳۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۴۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۵۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۶۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۷۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۸۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۱۹۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۰۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۱۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۲۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۳۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۴۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۵۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۶۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۷۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔

۲۸۔ اس وقت وہاں — آپ کو یہاں سے مریضوں کی خبریں آپ کو پہنچ رہی ہیں۔



ایسا آدمی اور عورتوں میں شیشو اٹھانے کے لئے چلتے ہیں مگر انہوں نے صرف کی آواز سن کر اس طرح دروازوں میں دنگ مارتے ہیں۔

ملاؤ سنت لگاؤ۔۔۔ اس میں دھڑکے ہوئے دل کی آواز سننے والے ہوں گے۔ فریادیں سنیں گے۔ ہمیشہ نام نہادوں پر پھینچنے والی ہے۔

اور یہی سچی ہے۔ ہمارے دل کی ہر حرکت میں ہر آدمی سے شیشو پہنچا کر کھینچ رہا ہے۔

خاتون ۔۔۔ یہ پیٹ کا دم خیر چاہیہاں ہے۔

پہلوئی ۔۔۔ معلوم نہیں۔

ہمارے دل ۔۔۔ آپ کو علم ہے یہ پیٹ نام میں پر ہم چکا کرتے ہیں۔

نورجوان ۔۔۔ ہاں نہیں تو۔۔۔ مگر خیر ہم نہیں ہے۔۔۔ ہمارے دل اس طرف ہے۔

پہلوئی ۔۔۔ اور۔۔۔ میں آپ کا مطلب ہے۔ یاد نہیں ہے۔ نام پر چپے کے لئے اس میں سے گزرتا ہوں اور اس سے اٹھنے کے لئے نہیں چاہتا اٹھ رہا ہے۔

نورجوان ۔۔۔ مجھے تو یہی لگتی ہے کہ۔۔۔ ویسے رنجو کے کسی آدمی سے دریافت کرنا پڑے گا۔

ہمارے دل ۔۔۔ رنجو کے کا تو دل آدمی کے اچھے اچھے دل سے ان نظریوں میں آیا۔

خاتون ۔۔۔ تم اس واقعہ سے میں نے کچھ یاد کر لی ہے۔

ہمارے دل ۔۔۔ آپ کا قصہ اور نہیں سنا تھا۔

خاتون ۔۔۔ (دانا گاری سے) یہ کہنا صاحب ہیں اس کے لئے گفتگو سے گفتگو رہے ہیں۔

پہلوئی ۔۔۔ اور صاحب کچھ کچھ گنگناتے ہیں کہ شاید میں گڑبگڑا ہوں۔ یہ ہیں جب پہنچ رہی ہوں۔۔۔

نورجوان ۔۔۔ اور۔۔۔ صاحب صاحب سے ہیں۔ میں جب ہمارے جوتے پہن رہی تھی۔

ہمارے دل ۔۔۔ اور۔۔۔ جوتے اٹھارے۔۔۔ اس میں آپ کے اٹھارے کا ذکر کر رہے تھے۔ میں اس میں جوتا ڈال رہا تھا۔

نورجوان ۔۔۔ تو یہ لگی ہیں۔

ہمارے دل ۔۔۔ جی دیکھا بیٹھے ہیں مائے آواز نہ دیتے، سید صاحب! اور سر تشریف دے رہے۔

سید صاحب کہہ رہے ہیں کہ آواز نہ دیتے ہیں۔

کہہ رہے ہیں کہ آواز نہ دیتے ہیں۔

نورجوان ۔۔۔ سید صاحب! آواز نہ دیتے ہیں۔

پہلوئی ۔۔۔ سید صاحب! آواز نہ دیتے ہیں۔

خاتون ۔۔۔ ہاں وہی آواز ہے۔۔۔ دنگنوں کا معلوم کیا نہیں ہے۔

پہلوئی ۔۔۔ اور اب قریب پہنچ رہی ہیں۔ میں نے تو دعا دعا کی تھی کہ میں سب کے۔۔۔ آپ کی آواز میں سب کے۔۔۔

پہلوئی ۔۔۔ اور اب قریب پہنچ رہی ہیں۔ میں نے تو دعا دعا کی تھی کہ میں سب کے۔۔۔ آپ کی آواز میں سب کے۔۔۔

نورجوان ۔۔۔ آپ کو تو اس طرح سے کہتے ہیں کہ میں نے تو دعا دعا کی تھی کہ میں سب کے۔۔۔ آپ کی آواز میں سب کے۔۔۔

ہمارے دل ۔۔۔ تو۔۔۔

نورجوان ۔۔۔ میرے دل کا آواز ہے۔

ہمارے دل ۔۔۔ مجھے تو تو اس کی خدمت کے لئے چاہیے ہے کہ میں نے تو دعا دعا کی تھی کہ میں سب کے۔۔۔ آپ کی آواز میں سب کے۔۔۔



مرد۔ اس بات پر کہ کبھی ان میں گھٹا نہ کرے اور اس بات کے سلسلے میں پختہ پختہ بن جائے تو آپ کے ہاوت و کثرت کیسے ہوتی
اور اگر ہاوت سے بلند اور آپ کے ہاوت کی کثرت سے بھی بڑھ جائے تو کہیں یہ چار نہیں دیکھیں گے حق و انگریزوں سے ملنے کے بعد صوفیہ ہاوت و کثرت
کثرت و وقار کی کڑی پختہ فرم لیجئے۔ اتنے لوگ محاسب ہیں۔

مرد۔ آخر ہم جتنا ایک روز لڑا کر لیجئے گئے تھے۔

گفت۔ درپیش بہت نام تو صوفیوں کی پیش ساری ہائی۔ اتنے اللہ کی سختی فرم آئی تھی!

مرد۔ چاروں اہل سنت و اہل کلام ان کا ایسا ہے کہ میں دیکھوں میں ایک۔ ایک ایک آنکھ ہے کہ فریاد آتی ہے کہ ہاوت۔

گفت۔ میرے لئے تو سختی آئے کہ بارگاہِ علیہ السلام کے کچھ میں چلنا ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو ہی ایک ہزار سی
ایک کی آواز کی گونج تھی کہ میں۔ پھر اسے کہتے تھے کہ ہاوت و کثرت کیسے فرمیں کہ ان کا ہاوت و کثرت ہاوت
ہاوت ہے۔ آپ کے ہاوت کی طبیعت ہمارے ہاوت سے بڑھ گئی اور ہمارے ہاوت سے ایسے کہ کوئی دلی کو ہاوت ہے ہر اس کے لئے
جہاد ہے کہ تہذیب ہو جاتے تھے۔

مرد۔ پھر سنا ہے کہ اگر کسی پر جوش ہو جائے اس ایک دھڑکنے کا رشتہ ہو جاتا ہے وہ ہم جہاد کیسے کہ ہاوت سے دل کو وہ لوگ
بھاگتے تھے۔

گفت۔ اسے ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہاوت کی کیا!

مرد۔ تم تو ہر بات پر جوش لے لے لے۔

گفت۔ آپ بات ہی ایسا کہنے ہیں۔ اب وقت کیا ہو گیا ہوگا؟

مرد۔ کھانا کھا لیں تو کچھ کی سوا ہے۔

گفت۔ اب اگر آگ لگے تو سب سے ترستا ہوں جو کہ میں ہوں۔ تو اگر گرم ہوں تو کھانے کی بات تو میرا ہے۔

مرد۔ وہ بارہ گرم کر لیں۔

گفت۔ پانچ بجے گرم کئے سو پانچ بجے کئے۔ ساڑھے پانچ بجے کئے۔ اب تو کھانے کی بات ہو گئی ہے اب کیا گرم کروں گی کہ ساڑھے
پانچ بجے ہو کر چلے گئے ہیں۔

مرد۔ میں سمجھتا ہوں کہ لڑنے والی دھڑکنے کا گڑا گڑا ہو گا۔ وہ یہ ہر سال کی تھی۔

گفت۔ پھر ہاوت کی ایک ناک۔ جس سے کہ کوئی لڑائی لڑے۔ میرا ہے۔ لڑے کہ وہ۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔
پھر کہ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔
پھر کہ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔ جس سے کہ لڑے۔

مرد۔ اس پر جوش ہے کہ ہاوت کی کثرت تھی۔ سلام میں چلے گئے ہوں؟

گفت۔ یہ ہاوت کی کثرت ہے۔

مرد۔ ہاوت کی کثرت ہے۔

گفت۔ اب ہاوت کی کثرت ہے۔ اس سے ہاوت کی کثرت ہے۔



مرد۔ اب بات اور کیجئے کہ کون کون ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ ہے۔ ہمارے دفتر میں اس کی شرکت کی ہے اور آج اس کے سامنے ہوں ہیں کہ سکتا۔
 حضرت اب قحطیہؓ کہ ایک یوں کیا ۱۰۰ یوں ہیں ہیں کی گئے ہیں ہمارے۔

مرد۔ بھلا انہی میں کون کون صاحب ہمارے دفتر کے قرائن کی ہیں اور ان کی سے ہر مجھے ملے گا تو کام ہوتا ہے۔

حضرت قحطیہؓ کو کئی اگے سے کام رہتا ہے کیا ؟

مرد۔ اور قحطیہؓ کیلئے انور کے صاحب کو رہتا ہے۔

حضرت اب قحطیہؓ کے صاحب کو کام ہر گاہ و بے گاہ ہے۔

مرد۔ اب یہ صحت پر چھوڑ دو یہ تو آہ سے بھی توڑاؤ گی، انور ہمارے ہر صاحب نہیں کہ ایک اکتاہٹ ہے۔

حضرت اب یہ مردان کو تو کئی کئی بار یہ ہے کہ وہ صریحت تو یہ کی گئے ہیں تو توڑاؤ گی۔

مرد۔ یہ اب تو نے غصے کی بات کہہ دی اور یہی انور نے غصہ پڑھا تو میں ہمارے متاثر ہو کر انور کو مٹا کر تم نے پتہ لگا کر اور ایف

آکر صاحب کی بات تو دنیا کے صحت سے سرسبز ہو گئے تھے تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ انور صاحب ہمارے صاحب کی کئی یہ ہے۔

کہ چند دن پہلے تو تھا ہے اور انور کے صاحب ہمارے صاحب کی کئی یہ ہے۔ ہمارے صاحب نے تو انور کو کھوایا تھا

حضرت اب انور صاحب نے اسے کھوایا تھا اور انور صاحب نے کہا کہ میرے دوست کو تمہیں کی سالی میں کئی دنیا کے کئے ہیں

طالعہ توحید ہے یہی کہ انور کا وہ کھنڈ اور گڑھی میں کئی یہ ہے۔ ہمارے کئی یہ ہے کہ انور کی کئی یہ ہے۔

کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

ہیں کہ ہے۔

مرد۔ یہ سوال تو مشکل ہے۔

(اب قحطیہؓ پر دستک)

مرد۔ ایک دم آگے کی گئی کہ انور آگئے۔

انور کی گئی کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

حضرت اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

ہمارے دوست حضرت اب قحطیہؓ

حضرت اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

ہمارے دوست حضرت اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

حضرت اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

مرد۔ اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

پہلے یہ ہیں۔

حضرت اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔

مرد۔ اب قحطیہؓ کی ایک وسیع مسکن ہے کہ انور کے کئی یہ ہے۔ انور کے کئی یہ ہے۔



حسرت اور افسوس ہے

دوسرے وقت میں اچھے ہوں کہہ کر کے لئے چلے گئے اور ان کی حالت کی خبریں جلد ہی کے شہادت کے باعث ہی چائے۔

حسرت دیر سے کہیں کوئی قریبی انسان کہ ہے چپ چاپ بیٹھ جاتا کہ کتنے دن سے اس کی حالت سے کیا خبر کرے۔ وہ حالت اکثر ترقی دیتے ہیں۔ اس کے آگے بڑھ کر دیا۔

وہ حالت دہشتہ آئے کہ ان کی کوڑھیں وہاں ہوتا۔

حسرت! میں وہ جو ہے کہ کچھ سال پہلے ہی میں تھے تو اس کی دنیا و گھر تھا ہے۔ میں کا کچھ لگا کر ہی کافی ہے۔

وہ کہ حالت اب تک کیا ہے۔ میری زندگی میں ہے۔ تاہم کہ وہی کریں کہ اسے کہوں کہ کچھ اس کے کہہ سکتے ہیں ہیں۔

حسرت! اسے کہوں۔ وہ تو اس سال پہلے اسے کا احتیاج دیتے والے ہے۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! تو اس کا شہر کیا گیا۔

وہ کہ حالت اب تک ایک ہفتہ میں اس کے کہہ گئی ہے۔

حسرت! اب اسے کہہ کر ہی گیا گیا۔ اسے چاہا کہ وہاں۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! تو اس کا شہر کیا گیا۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! اب اسے کہہ کر ہی گیا گیا۔ اسے چاہا کہ وہاں۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! تو اس کا شہر کیا گیا۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! اب اسے کہہ کر ہی گیا گیا۔ اسے چاہا کہ وہاں۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! تو اس کا شہر کیا گیا۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! اب اسے کہہ کر ہی گیا گیا۔ اسے چاہا کہ وہاں۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! تو اس کا شہر کیا گیا۔

وہ کہ حالت اب تک میں اس کے لئے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں رہے ہیں اور اسے چاہی ہو ہیں۔

حسرت! اب اسے کہہ کر ہی گیا گیا۔ اسے چاہا کہ وہاں۔



اور نہ تو اس سے روک سکتے ہیں؟

گارت: ایسا محسوس ہے کہ ہم نے تو چھوڑ دیا تھا لیکن اب اس کے والے پھر واپس آ رہے ہیں تو اس کے لیے (۱) کیا کرنا ہے۔ ایک ہائیڈروجنی وٹمنی جی کہ وہ اس میں لے جا سکتی۔ تو اس کا معاملہ ہے۔

دوسری صورت: یہ سمجھنا ہے کہ کیا یہ جیس کہ لانا کی سسٹم کارآمد ہے۔

گارت: وہ وہ تو ان کی ہی خواہش ہے اس کے علاوہ اسے جس کے (۲) میں ان کی کوئی کمی نہ ہو۔

دوسری صورت: اس کے لیے کیا کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: وہ تو ایک ہوگا۔ جب ان کی جوت فرمائے اس سے مشورہ لیا ہے تو خود ہی کھل کر رہے۔ (۳) وہ ان کے پاس گشت (۴)

گشت: کھلے۔

پا رہے ہیں ان کا آواز بھی ہوں۔

دوسری صورت: (۵) اس کے لیے اس کے (۶) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۷) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

دوسری صورت: اس کے لیے اس کے (۸) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۹) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۰) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۱) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۲) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۳) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۴) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۵) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۶) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۷) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۸) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۱۹) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۲۰) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۲۱) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۲۲) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟

گارت: اس کے لیے اس کے (۲۳) میں کیا ہوگا اور کیا ہوگا؟



خانے اور تہہ خانے

کتابت و نسخہ

پہلا منظر

بول و حق میں، حلق ایک حد پائے سب کے کی کوئی کامرو، جو نہایت ہی لطافت اور لطیف سے نہایت ہے۔ کہو ہے کہ کوئی بھیخہ ترنیر
توں، دیکھو یہ کہ انکسپاں اور دیوار کی چھوٹی چھوٹی تہا پائیں جسے ٹکڑے ٹکڑے کے ساتھ کھینچ کے دیا میں، کئی بولیں ہیں، تہا پائے کے اوپر اتر کے
ہے جسے چھوڑ دیا تہا پائے کیچے ہیں، کہو ہے میں وہ داندے ہیں، ایک بائیں جانب برآمدے میں لکھا ہے اندر یہ لکھا ہے کہ اندر یہ دو کوسرا
د ہے اندر کے کمرے میں لکھا ہے۔ ساتھ میں کہہ کر کشت ایک چار سادہ کچے جوی پر چڑی ہے۔

بہ پرورد، اشتہار تو ہر جگہ کی ایک چھوٹی اور خوشگوار کج کاشٹو ہے۔ اور کے سے کہو ہے کہ خود و صوبہ کی کج کاشٹو، یہ ہے کہ حلقی خان
پینے سے یہ کہ کہیں پریشی آپ کاشٹو سے ساڑھ لاکر ایک صفائی کرتی ہے۔ لکھا ہے کہ یہ ۵۵ کے ایک ٹکڑے کی خوش کج کاشٹو ہے، بال
اور ایک تیر حلقی پر پریشی ہے، اندر میرے کے اوپر چڑی کی تیر حلقی سے ملکر ایک لپا ہے، لانا تھا۔ اسی کے سلسلے میں یہ کہ کہ کہ کہ
ماست دھن پانی کر کے ہلکے میں صوف ہے۔ پانی کے اوپر آبی کامرو رکھی ہے۔ زمین میں ماست لکے، پانی ہائی ہے، لہذا پانی کے
اور وہ صوف اور لکھا ہوا ہے۔ ماست ۱۱۵ کے درمیان خدایت سمت سدا لگی ہے۔ اکثر پچھلے جزا کو راہوں کے کسے لایے دیتی ہے۔
یہ ماست اس کی تہا پائے میں کے اوپر ایک ہیپ دلاؤ پر قسم کا قلم پیدا کر رہا ہے۔

دیکھ کے ابھرے کو قلم کے حلقے میں ایک ٹکڑے کے داخل ہونے کی آواز، جو لکھا ہے کہ قریب ہوئی جاتی ہے، ٹکڑے کی ٹاپ تمام در
تک جاتی ہے۔ ٹکڑے میں پرورد سدا کے کی کاشٹو کی کاشت آواز گونجتی ہے۔

آئی۔ ایک کو اکھن کے اوپر پریشی ہے (ماست دھن) میں جو بھی پچھلے جگہ، چھوڑ دیا ہے کہو ہے، کوئی قلم ہے، آگے جاتی
مسلم جوتے ہیں۔ (حلقی چھوڑ کر ہے، ماست دھن کے گیسے کر کے دلا ہے آٹھا ہے)

۱۔ چھوڑ کر ایک کو، قلم تہا پائے میں، دوسرے کمرے کی طرف مڑ کر کے پکارتی ہے، مجید، او مجید!

مجید کی آواز۔ آئی لہجہ ہی۔

آئی۔ (اسی قانون کی آواز کے ساتھ اور کچھ دیر گزرتی ہے، اسی میں اور صاحب کا آواز آئے دلا تھا، اگر وہ آتے ہیں تو انہی شایگ
دام کھول کر بٹھاؤ۔

مجید کی آواز۔ اچھا۔

ماست دھن۔ وہی لاکا تو نہیں آئی، ہر ماست دھن، اگر وہ آتے ہوں تو



اقتی :- خدانے ہمارے کرم نہیں جانتیں ! اسے اپنی نکل والے ساری پرہیز تم لوگوں کی گودوں میں کھیل رہا۔

داعیت :- اگر میں پرہیز دارہ بنچھتا رہتا ہوں (اچھا وہ ساری ہمارے صاحب ہیں تو فریاد کتنا بڑھی تھی اور جو ساری)۔

اقتی :- ذات کا کٹر (خیران کا لڑکا) ہر چیز میں غریبہ گا۔ امتحان صحت کے بعد داپس پہلو مانتے گا، تم آؤ، صرف ایک دم کھینچو۔

جانا اور جیسے خود بخود سے داپس کرے گا وہی شیخ کو ہے۔ داعیت خود کے گئے ہیں، اقتی اور پیرا خیران میں صاف فرق ہے، اسی

سے آئی کہ چڑائی کی آغوش میں صاف صاف ہے۔ ذات محمد نہ ہو، شہانہ، جی، صحت کی کڑی ہے۔ اب تم دوسروں کی کچھ نہیں جانتے، وہ تو

سے کام لیا کر رہا تھا، ایک دم کے ساتھ دانا کھڑا تھا، کھڑے کی پشت پر ہے اسی لئے ان انہوں کا اور زیادہ خیال رکھنا پڑا گا، میں نے

وہی کمرہ اسی لڑکے کے لئے تیار کیا ہے۔

داعیت :- اگر وہ تو آئی گا کھڑے ہے۔

اقتی :- تو بہت بات سے تمہارے کمرے میں داخل ہونے لگی۔

(میں نے اندر داخل ہوتی ہے، عام نظریہ حرمت ہے، خود قیض پہنچے ہوئے)۔

میں نے :- لیڈی جی، کوئی ہمارے صاحب لڑی، اس کے ساتھ ان کا سامان بھی ہے، دیکھتے ہیں وہ ہیں غریب لگے۔

اقتی :- تمہارے لڑکے ایک دم کھیل رہا ہے۔

میں نے :- جی ای، انہیں وہی بچہ دیکھ لیں۔

اقتی :- کیا ان کا سامان ہے ان کے ساتھ؟

میں نے :- ایک شے نہیں، ایک بستر، ایک لٹرائی سے چھری ہونے لگ کر ہی اور ایک خیران۔

اقتی :- وہ سارا سامان اسی کمرے میں لگا کر رکھ دو۔

میں نے :- بستر اچانک سے نکال رہی ہے۔

اقتی :- اے کھنڈ

میں نے :- جی

اقتی :- کیا عمر ہو گی؟ (میں نے) ہمارے نام بتاؤ نا۔

میں نے :- لیڈی جی، میں نے کتنے نام دیکھے ہیں، بڑا خوب صورت لڑکا ہے، لیڈی جی۔ داعیت لیڈی کے تھکا۔

اقتی :- (داعیت کی عمر لگا کر) (میں نے) تیرا نام، بھنگے کی حالت تک پہنچے گی؟ میں نے صرف کچھ ہی، خود بخود ہی

پہنچا تھا۔

میں نے :- (پیشہ کار) جی۔۔۔

اقتی :- اچھا، کھڑے کیا ہیں، کھڑے ہیں؟

میں نے :- جیسے صاحب سب کا لڑکھٹا، اسے اسی رنگ کا سر بھی ایک کان لگا دیا ہے۔

اقتی :- کان؟

داعیت :- (پیشہ کار) ہاں، کان کی بھی ہر گز۔



اجنی :- اچھا اعد !

مجید علی :- اتب بھی دبا رکھا ہے ہاتھوں میں ، بڑے صاحب کی طرح

اجنی :- دھپا نکست لڑاکا معلوم ہوتا ہے ، میں نے تو اسے تب دیکھا تھا جب وہ مارا سا چمکا رہا تھا ، فریٹک اور اس کی بیوا لکڑی پر ایک چھانت کا طریق ہے ، کتنی ہی دفع میری نگاہیں گھیرے ، (سانس لے کر) اگر اسے وہ اتنی کیا یاد ہوئی گی ۔

مجید علی :- (چٹک کر) اعد میں تو جیل ہی گئی ، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ چچا جان کو سام کیا ۔

اجنی :- (لپٹ کر) اچھا مجید تو یہی شے دوم قسمت ہے ، کم دن کم قسمت چاہتے تو تو پوچھا ہوتا جا جلدی کر ، قسمت کا ٹکس جلدی سے جا ،

مجید علی :- اچھا بی بی ۔

اجنی :- ہاں سنو ، ٹکس طعنی میں رکھ کر کہے جا رہے اعد لی ، سن سے پوچھ کر کہ اس وقت کہتے ہی اور سنو اتنی سے کہنا

سن کے چچا جان کی گری سے ابھی نہیں اٹھتے کام سے جھڑپ اُن کا پتا ٹھہرے ۔

مجید علی :- (دھڑکاتے ہوئے) جھٹ اچھا بی بی (رہی جاتی ہے)

راحت :- اجنی ، آئیے کو بیٹے سے ابھی تک نہیں آئیں ؟

اجنی :- آہستہ کی آہستہ کیوں گلزار پی ہے یہ آؤں گا اگر تو اٹھا ... (اٹھ کر اٹھ کر کہاں چلا گیا ہے)

راحت :- اعد (چٹک کر) سن کا اگر فریٹک پرستے اٹھا بیٹے ہے ؛

اجنی :- ساری آؤں کو تو یہ کہہ کر کہہ کر دیکھتے (راحت کی طرف مڑتی ہو)

راحت :- ہاں ، اسے تو تجھے پتا کیا ہے ، میں نے اب کیا ہے لیکن بتا کر نہیں ، اٹھا آگے کر ۔

اجنی :- اچھا آئیے وہ آتے ، ابھی غریب ہوئی ۔

(مجید سنوٹ کیس ، ٹکسٹے اعد ، اٹھ جاتی ہے)

اجنی :- (ایک طرف اٹھ کر کہے) مجید ، اعد ، سر ، یہاں ، رکھ (بستر کو گولی کی پچھلے کمرے کی سہری پر لگاؤ ، اور یہ کہتا ہے) میں اسی کمرے

کے ٹیبل پر لگاؤ (مجید سنوٹ کیس دیکھ رہی ہے) اعد سے دیکھا نا ، مجید تو سنوٹ کیس (مجید اٹھ کر سنوٹ کیس تلاش کرتی

کے ساتھ دیکھ دیتی ہے) اس پر تو اس کام میں کیا جا ہے ، جاتیہ اختر (سنوٹ کیس کو گولی پر) ، بتا بیٹھ سنوٹ کیس معلوم

ہوتا ہے ، بالکل نیچا تو لگتا ہے اعد کا اسٹرکٹا خوب صحت ہے ، عمل ہے ، یہ بڑا دانا کی قبیل ، کارکن کو مہر دے گا ، اچھا

کہا جیسے ہی (ابو اٹھاتی ہے) یہ اچھا ہے ، یہ ناڈیشن میں ، سب سے بڑے کو یہ انک جاتی ہے ، اس کی تصویر ہے

(چٹک کر کہیں نہ کر دیتی ہے ، راحت سے) راحت ، تم پہنے کمرے میں جاؤ ۔

راحت :- اے بی بی ، اگر اچھا اتنی جان (پچھے) تم کہے کو ظہر نے دو گی ، ہانے گھٹے ہے)

اجنی :- چار ڈان لے لے ، وہ مجھے اور سچے بیچ کر بات کرے گی ، میں ضرورت نہیں ، تمہارے کمرے کی خیم اٹھاؤ ، ڈانگ دم میں سنوٹ کی

دیتی ہے ، اچھا ، چلو چلو ۔

(راحت بڑا سامنا کر رہی جاتی ہے)



جیدہ:۔ بڑی ہی.....

اقی:۔ درخت کیس کو دوبارہ کھینچے ہوئے کیا بات ہے جیدہ؟
جیدہ:۔ یہ لاکا آپ کا رشتہ دوسرے۔

اقی:۔ ہوسے، تو خیر ہمارے کہیں جاتی؟ وہ جو نیچے والی ہیں، ہاری کوٹھی کے ساتھ بہتے تھے..... وہی لڑکی کنٹ دوسری والے۔
جیدہ:۔ وہ تو نہیں، ایک آنکھ کا پتھر پنا کرتے تھے؟
اقی:۔ ہاں ہاں وہی، آج مونا کل نکلا کرتے تھے..... ٹھیک وہی.....

جیدہ:۔ کیا خوب صورت لاکا ہے ان کا، بڑی ہی..... بڑا خوش دلی لگتا ہے۔ انگریزی والی کنار کے ہی پیشانی پر ایک بھری ہوئی ٹ
سلی مسلم ہوتی ہے۔

اقی:۔ (تصویر دکھائی کر) واقعی اس کی پیشانی پر ہاروں کی ایک بھری ہوئی ٹ لگتی، اچھی معلوم ہوتی ہے۔

جیدہ:۔ بالکل بالکل، اسی تصویر کی طرح ہی ہوتی ہی..... دیکھا آپ نے؟

اقی:۔ ہاں، اپنے اپنے سے ہوں، میں کتنی خوب صورت ٹھہریا ہو گیا ہے۔

جیدہ:۔ (اس پر ہنسی کرتی) بالکل اسی طرح۔

اقی:۔ یہ سر پیشانی کتنی جلد ہے؟

جیدہ:۔ ہاں، لی لی لی، ایک ہی تو دیکھ، ان کی استخوان ہاں ہے۔

اقی:۔ جہاد! انھیں کیسے ہادی ہی (سائل نے کر) کتنی ہی مٹو میری گدی کیجھا اور کیا ہے، اور اب اب کیسے ہی ہو گیا ہے اب وہ
بلکہ کیا پہننے گا، نہ تو میری شکل میں بدل ہوگا، مترو برس ہو گئے ہی ان دنوں کا۔
جیدہ:۔ اہں، کچھ ہی کی باتیں، جلد ملے کیا بد ہو گا۔

اقی:۔ (دوبارہ کیس کا مانی لپٹے ہوئے) تمام ٹائٹ کر گئی کے استخوان کرنا ہے۔ پنٹ، ٹیل، اڈڈلر، کرم، ہڈی، سب کوٹا، اور سخت
کٹنا قیمتی معلوم ہوتا ہے، لکڑیوں سے ملتا ہے، یہ تاشق سمٹ، معلوم ہوتا ہے، لیان پر ہوا دھاب، اپنے کچھ سے بہت پیدا کرتے ہی اس
دھوا استخوان ہاں کر کے لے کے بعد وہ اسے درخت پیچھے دھالے ہی، باپ جو تو ایسا!
جیدہ:۔ جیسے دنگ ہی ہو ہی.....

اقی:۔ (جہاں سے چار کیسے) ہم نے شہرت پنا ڈا جیدہ؟

جیدہ:۔ (سیدھا کھڑکی پر ہاتھی سے) اگاہی، اور اس کے بعد ہاں کا گھروں کی پیشانی کیس؟

اقی:۔ (دور قریب سے ہنسنے لگتا ہے)!

جیدہ:۔ جی ہاں، اور کہنے کے بدلے میں جی پر ہاتھا، اچھے تھے، میرے لئے کی تکلف کا ضرورت نہیں، جس وقت سب لوگ کھانا
کھا تے ہی، جی کیسے کیسے؟

اقی:۔ کیسے؟ اچھی ضرورت ہی ہے، اہں باپ نے، اٹھا، میرے دوسری نہیں لگتی، (انہیں کو بند کسکے) اگاہا جیدہ، دیکھو، اسی تصویر پر راحت
کا نظر نہ پڑے، سنا تم نے؟



مجید علی۔۔۔ ہی ایک۔۔۔ کیجئے ہوتے! مجید!

اگلی۔۔۔ میرے مطلب ہے تم اسی کیس کو نہیں رکھتے! اچھا اب تم جا کر کھانا تیار کرو اور وہاں امدادی سے نیا ڈائریٹیٹ اور ٹی سیٹ نکالو! کھانے کے ساتھ بازار سے ٹھوس سا پھل بھی منگوا لیتا، فوڈ سیٹ میں نکال دیتی ہوں۔۔۔۔۔

مجید علی۔۔۔ اچھا! ہاں! ہاں!۔۔۔ (اچانک جاتی ہے)

اگلی۔۔۔ (پلنگہ کو) مجید۔۔۔

مجید علی۔۔۔ (دوست سے) جی۔

اگلی۔۔۔ (اسی کمران کی آواز کے ساتھ) گلدی کے لئے کتہہ پہلوں منگوانے ہیں۔

مجید علی۔۔۔ (غور سے) اچھا جی۔

(پہلو نکرتا ہے)

دوسرا منظر

دو دن گذر چکے ہیں، تمام منظر وہی ہے۔ اپنی کڑی پر مینٹی، ڈانڈ کو تپاتی پر چھینے کی گرگڑ رہنم رہی ہے، عمر کوئی اسی کے گنگ جگدھت مند، میرے کے نقش ہونے، شوار اور میر پتے پرستے اس پر ایک بلا سا جھٹکا ہوا ڈنڈہ رکھا ہے جس کے چھوٹے کی مٹاہٹ سے فراخیں ہٹا، اساتے والی کوئی بدامنت بیل کھڑے بیٹھا، غل ترانہ رہی ہے۔

آپلی۔۔۔ (دھڑکے سے غور خاکہ) اچھا! دوست! تمہیں کتنی برا کہہ کہ اس دور کیجے کو بند رکھا کرو۔ دم ٹھٹکا ہے میرا، سہوی ہی تو دیکھ کے اٹھتا ہے، گند کی چڑوں سے چھٹی ہیں کراتی ہوتی دھوپ ہی میں تو سنا مٹتا ہے۔

دوست۔۔۔ اچھا! تیرے ہیچ کھڑے کو سنا کہتا ہے۔

آپلی۔۔۔ وہ قہری دوست ہے کتنی ہوں گے کہ تو بھی نہ کیا یہ کہہ نہ کرو۔ سچی اگر تم اپنی چھوٹی کوئی ہر ڈھیرے ساتھ گھلا شکل ہے۔

دوست۔۔۔ جب سے اعلان ہوا اور صاحب کا لاکھ آکا ہے! اور قہر بڑھ گئے ہے۔

آپلی۔۔۔ (دکڑکی سے اچھل کر اسے اس دامت، ایش تو بھولی ہی گئی، عجیب قسم کا ادب بٹانگ آ رہی ہے یہ غلی بہانہ کا لاکھ بھی دیکھنے یک اور وہ تو بٹانگ مدد کے پکڑ بھی کاتے ہیں وہ سجدہ کوئی دلی کتاب میں اٹھیں کاتے بیٹھا اور کھڑی نظر اٹھانے کی بھی تو نہیں نہ ہوتی

دامت۔۔۔ (اس برکت پر میری ہر کر) تو تم بڑا بیگانہ مدد میں بھی چلی گئی تھیں۔

آپلی۔۔۔ (اگلی سے نہ کہہ نہ سکا، انہیوں ہی غلی ہی جا کر کھول، نیا یہاں کیسا ہے۔

دامت۔۔۔ کیسا ہے آپلی!

آپلی۔۔۔ اچھا! غل شکل لاکھ ہے، پر چھٹے کیوں لڑکیوں کی طرح بھیجتا ہے۔

دامت۔۔۔ ایک صوم ہو کہ ہے یہ یاد۔

آپلی۔۔۔ اسے شہوت شہوت میں سب نیک ہی ہوتے ہیں، میں جانتی ہوں، ڈانڈ سے ڈانڈ ہوتے، اور وہ پڑ پڑ سے کھاتے ہی کرتے کہیا

دامت۔۔۔ آپلی! بہت برا کہیں بڑا گنگ دوم میں کوئی سنہ دما ہو۔

آپلی۔۔۔ کھیر نہ نہیں، میں دھڑکیوں سے دیکھتی ہوں۔ خدا تپائی دینا ہے



چاہیے :- (خداست کو چاہئے کہ جسے) یہ ہوں، اکیلا طرفدار۔

آیا :- اور اب تو وہ آدمی خوب و خیر پر گزشتیں، (اچھے لوگ کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا، اور کیا ہمارے وہاں) سرسبز شرواب کوئی پڑی، اور پھر کہاں میں اور کہاں غای بہادر، غصہ کثابت کا کچھ ہاں تک مسطور ہوا رہا، پھر وہ بھی غم میں گیا، اور بالی سفید ہو گئے ہوں،

چاہیے :- اب تو آپ کے اہل میں سفید ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

آیا :- ہاں، انہیں تو دیکھتے ہیں شے کی شکایت رہتی تھی، غائب۔

چاہیے :- اے اہل ہاں

آیا :- ہاں تو ہاتھ اور ساری ٹانگوں پر کراں !

چاہیے :- ساری تو کیا پھر، البتہ انکس شرنی کے برابر ہر پر گئی

آیا :- تو میں، سب کچھ چھوڑ کر چلا آیا خدا کے جبر سے پرہیز، اچھا اہل ہاں کوں یہ ہے ان کے پاس ؛ میرے وقت میں تو

تیکہ، چھوٹے قسم کی داکٹریاں ہوتی تھی۔

چاہیے :- ان دنوں تو شیر آگے کا نیا، ہاں ہے۔

آیا :- (شیر پر گرا، اچھا، خوب یہ شریف تو لانا سزا دے، تم تو شروع سے پرہیز رہے تھے، ابھی تمہارا ہی گھر پر آ کر (پیشانی پر) لٹا دیا

چاہیے :- جی جی کیا فرمایا

آیا :- پیشانی کی بھی تو خاصی رقم ہو گی ؟

چاہیے :- جی ہاں، ہانچ بھی سو کے لگ چک پر جاتا ہے۔

آیا :- اہل اشرف اور حسین (پھر) پڑھتے ہیں، اہل، ان کو بتایا، ہانچ بھی سو رہا ہے، کچھ بھی تقریباً آٹھ ہی آدمی جو جاتی ہے، اگر میرا اور

تھی کے اخراجات میں میں کہیں کہہ رہا ہے، سمجھو ان کے کچھ بھی کہتے ہیں، اسے دے کے ایک ٹک میں کان تم ایک پٹا، قبیلہ پرستی

کا پتہ نہیں، ایک تو۔

چاہیے :- کچھ ہی تو۔ مفت کیا۔

آیا :- اب تو ماشاء اللہ خاص مسوائی پر گئے ہو گے !

چاہیے :- جی ہاں، مجھ سے دو سال ڈیر ہیں۔

آیا :- (گھر پر) اچھا شادی دہائی کا کچھ چاہا ؟

چاہیے :- آج کچھ ہی میڈیکل اسٹوری پاس کرنے تو پھر سوچا جانتے گئے، آخری سال ہے۔

آیا :- اچھا، ڈی کسٹری پڑھا ہے، میں مفت کو ان تو چاہا اچھا کام ہے۔

چاہیے :- آپ کو تو معلوم ہے، آپ کچھ دشمن خیال آدمی ہیں، انہوں نے ہماری کلبیں پر سے سرخ لٹپٹا کا۔

آیا :- درست ہے، درست ہے یہیں لڑائی خاتمہ پر ایک طرف سے دیکھ جانتے تو اچھا دیر سوچ کر آئی، ایک قسم کی غلوں میں

پرستی، خیریت گئے تو اسرار کے اس سال کا بھی داخل کر لیا ہے، تمہاری تو اب بھی دھندلے ہوئی تھیں، بیچ دانت ہے، شے

کوئی بھی طاقت کو ناخوش ہے، اچھا دے گئے، خدا ہی میں رہی کوئی مثال ہے !



جاوید، میرا بھی کچھ خیال ہے۔

اُچّا۔ تو چرو، انہیں خط لکھتا ہوں۔

جاوید۔ کبھی آپ بھی تشریف لایئے؟ اُچّا جیٹل آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، ابھی بھی لکڑی آپ کو یاد کرتی ہیں۔

اُچّا۔ اب آپ کی صحت تو ٹھیک رہتی ہے؟ جی ہاں، ابھی کچھ دیر ہے کہ اس کے بعد وہان کے سنی طبیعت کا دور نہیں ہوتا، مگر اب وہاں پہلے سے مٹا ہوا ہے۔ صحت بہت اچھا ہے۔

جاوید۔ آپ حضور انورؐ لایئے، یہ تو جوانی جہان کا زمانہ ہے، ابھی لاہور، ابھی کراچی.....

(اچّا پر پھرنا لگے چھا ہوتی ہے، جب وہ وہاں دوشن ہوتے تو پھر وہی منظر اُٹا آتا ہے۔ وہاں سے یہ نذر نور کا کھٹکنا ہٹ

سُٹتا دیتی ہے)

راحت۔ آپ کی، شک آئی۔

آپ کی وہاں وہاں کھٹکنا رہی، جی ہاں، اترو۔

(دونوں اترتی ہیں)

اچّا۔ (پھر سے وہاں پہنچتی ہوتی) کھرو جیٹل، کیا کاغذ لکھ رہی ہے اندر۔ راحت: خوبصورت رقم پر خدائی سسورا

(راحت وہاں کھٹکے کو بڑھاتی ہے، شک میں پردہ لگتی ہے۔)

تیسرا منظر

(دہلی منظر داسی مرید ہیں، میں وہاں مزے کھڑے ہیں، یہ وہاں اُٹھنے پر قہقہے کھڑے ہو کر خٹکنا رہتا ہے، پھر راحت اُتر جاتی، پھر

نذر نور اُٹھتا ہے۔) راحت کی لاکھڑی خٹکنا ہے۔

میر۔ راحت کا آواز جھینڈ کر آیا، جاوید جہاں آپ سفید کوٹ اور شریٹ منظر منظر ہے۔

راحت۔ میر (پہنتے تھے) اکی کھل ہیں، اب اس کے کسے ہیں؟

میر۔ ہاں۔

راحت۔ چہ، پھر وہاں سے یہ کھڑا، میں لگا ہوا ہوں کپڑے، ابھی آئی وہ کھڑی ہوئی، کچھ بچا۔

میر۔ (اس بار کچھ کہتے ہیں) اچھا اچھا کھرو جیٹل، میں دیکھتا ہوں، یہ میں کسے وہاں دل والی پٹیل لے لی ہو۔

راحت۔ اہ، جی ہاں، میں سے دل کی کچھ تھی۔

میر۔ (اچّا کو) جیٹل کیا... وہ... وہ وہاں میں سے ہو گیا، تو شہر دار وہاں؟

راحت۔ اچھا، میں سے دل کی۔ (پھر کھڑی ہے) میرا کھرو جیٹل، کیا؟

میر۔ اچّا جی، یہ کھٹکنا کتنی خوبصورت آئی... تو کتنی....

راحت۔ (میر کو ہاتھ دے دیتے) شک ہے، یہ لے منظر... اور کی دیکھتے تھے؟

میر۔ اہ... اہ... اہ... اہ... اور سفید کوٹ۔

راحت۔ سفید کوٹ۔ سفید کوٹ۔ سفید کوٹ (نکل کر کھڑے ہو جاتی ہے) میں؟



جگر :- (کس میں نظر لگا کر) اور کھانسی کی کوہاں ۔۔۔ جیسی جیسی، اکہ نام تھا ۔۔۔

راحت :- ہ

جگر :- اے اے اے ۔۔۔

راحت :- کیا نہیں کھانسی ہے ؟

جگر :- ہاں کھانسی ہی تو ۔۔۔۔۔

راحت :- اچھا ۔۔۔ (چند لمحوں کا نکال کر دیتی ہے)

جگر :- (خونٹا ہوا) ایک ایک کچھ بھی دے دیا ؟ صرف ایک ۔

راحت :- ہرے (اسے بھی ایک لکھی دے دیتی ہے) ایسی اپیل یہاں سے ۔۔۔۔۔ جیسی دے کر

(دوڑ کر چا ہوتا ہے)

(راحت کمرے کے گرد احتیاط سے جائزہ لے کر جانیکہ کی تصویر نکالتی ہے، پھر اسے اپنی تلے صاف کر کے درچپے کے پاس

لے آتی ہے اور وہ ایک (نیا) صاف شیشی میں بڑے نم سے رکھ دیتا ہے، دیکھتے دیکھتے رنگ کم ہوجاتا ہے اور تصویر کو

اٹھا کر بیل کے قریب لے جاتی ہے، دیکھتے دیکھتے پت پتا ہوتا ہے، پھر وہ سب لوہے میں کرہی ہو، لیکن اکثر یہی کسی کے قدموں کی

پا پلٹاؤ تو دیتی ہے، راحت جلد سے تصویر کو پیچھے چھپا لیتی ہے۔ اس کے بعد وہی آخری کچھ ہوتے ہیں، اور اندر داخل ہو جاتا

نوشہ دے اس کی آنکھیں جھک دیتی ہیں)

جگر :- (ہلک کر اور کھڑا) اے کھیر، کیا پیڑ ہی ہے کچھ جلد ہی جاتی ہے ؟ (ایک دفعہ بھلی بدال دکھاتا ہے)

راحت :- دیکھو، محمد خدا مریا۔

جگر :- (درا کر) نہیں نہیں، میں نہیں بدال گا، یہ میرے حوالہ جاتی کے لکھے ہوتے ۔

راحت :- (گہرے سے) اے کھیر، کھیر، شہناش میرے سہیل، (بدال بھپٹ کر اسے جیتا ہے) اسے داد دے گا، یہی محمد بدال ہے، (پیارے سے) کھیر

نوشہ دار بدال لے گا، (دیکھ کر وہی ہلکا تھا ؟

جگر :- (سراٹا کر) اے ۔۔۔

راحت :- اور بال والی چلے ؟

جگر :- اے، اور وہی میری آپا، اور لگا تا ؟

راحت :- (دوڑ لگی۔ پر بدال تو کچھ دے دے جگہ) ۔۔۔

جگر :- (بہرہ کر) نہیں نہیں ۔۔۔۔۔

راحت :- جی، کچھ اس کے جیسے بدال اور شیشی کے علاوہ ایک شیشی کی شیشی بھی ہوتی گی۔

جگر :- (اٹھا کر) شیشی کی شیشی بھی ؟ (دیکھ کر شیشی کے ساتھ بدال دیکھا ہے) تو لے لے لو آپا۔

راحت :- شہناش میری سہیل، یہ بات کھل کر نہیں، (جی) ۔۔۔

جگر :- اچھا ۔۔۔



راحت :- تیرے ہاویہ جانی کے یہ تو نہیں پاچھا اگر پکڑے کسی نے نکال کر دیتے !

مجھ :- نہیں تو، کیوں !

راحت :- یہ تو بوجھ رہی تھی ! عمر کی بند بستی کو اچانک عرصہ کے ! یہ تیری مشقی میں کیا ہے !

مجھ :- (ہاتھ دھو پیچھے کرتا ہے) مشق ! کچھ نہیں ! کچھ بھی نہیں !

راحت :- (ہنسے لگیں نکال میں)

مجھ :- (چھوڑا انداز میں) میں دیکھنے کہیں نکالیں یہ تو ہاویہ جانی کے وہی ہیں !

راحت :- (اس کی مشق سمجھتے ہوئے) کیوں... ایک... دو... تین... چار... پانچ... چھ !

مجھ :- (ہلکے کی قسم) انہوں نے خود وہی ہیں !

راحت :- اچھا اچھا ! قسم مت لگا۔ ہاں تو کیا کہہ تھے تیرے ہاویہ جانی !

مجھ :- (کرسی پر بیٹھ گئے۔) یہ وہی کی کرسی کے اوپر بیٹھ کر پچائی کے اوپر وہ توں ٹانگیں جھک رہا ہے ! اس طرح ٹانگیں جھکے ہوئے !

راحت :- (کرسی پر جا کر وہ وہ جانب پی سوتے تھے... وہ وہاں کچھ لگن میں رہے تھے۔)

راحت :- (متنباتی سے) کچھ جلد !

مجھ :- (لنگھنے کی کوشش کر رہا) یہ نہیں رہا !

راحت :- ہٹ ! تجھے (کچھ) وہ نہیں دیتا !

مجھ :- (کرسی سے اٹھ کر) آپا، کیا ان شام کو ہاویہ جانی کے پکڑنے جائیں گے۔

راحت :- (پکڑنے جائیں گے...) تو میرے پاس سے وہ کچھ بھی نہیں پاچھتے تھے !

مجھ :- (اوچھوڑا دیکھ کر) اس قسم کے ہاویہ جانی کچھ پاچھتے !

راحت :- (نہیں نہیں، میرا مطلب ہے وہ یہ نہیں پاچھتے کہ ان کے پکڑنے کوں نکال کر دیتا ہے، ان کی میر کوں درست کرتا ہے، ان کی لٹاؤں)

راحت :- (کرسی پر نہیں کرتا ہے، اس قسم کا کوئی بات میرے مشق پر !

مجھ :- (وہ لٹاؤں دیکھ کر نہیں کہتے) وہ ہر وقت کتاب پڑھتے رہتے ہیں، میں ہر وقت بٹھکے ہوا ہوتے ہیں۔

راحت :- (خود سے) آج دس بج چکا ہے وہ کچھ پر سونے کا اٹھان لقمہ ہو جائے گا۔

مجھ :- (سیر و سیریل سے چلے جاتیں گے۔)

راحت :- (وہ شاہد میر کچھ دیکھیں۔)

مجھ :- (آپا میرا کچھ کہہ رہے ہیں، میرے گرائی کے آیا، اتنی دیر آپا میں تو ہوں گے، اس لئے وہ چلے جاتیں گے۔)

راحت :- (غصہ کر) چاکہ انہی کہاں نہ لگتے ہیں۔

مجھ :- (میرے ہاویہ جانی دھرت میں جاتیں گے) آپا، کچھ تھے وہ میرے لئے وہاں سے اسٹور جیسے جیسے لہائے وہاں گے (وہاں وہاں)

پیدا کر جاتا ہے !

راحت :- (دھرتی کے انداز میں) نہیں۔۔۔ ہاں کے ہاں۔۔۔ کچھ بھی نہیں لگتے جیسے رنگیں اور شکل و باطن پر لائق وہاں لائق ہیں۔



مجھ ۱۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کس کا ہے جس نے کہا آپ کھول کر پڑھ لیجئے۔

راست ۱۔ (اشفاق احمد گھبراہٹ سے) پھر انہوں نے کھول کر پڑھا کر گا؟

مجھ ۱۔ نہیں، بلکہ مجھے دلچسپی دے دیا اور کہا: دوسری کا خطا نہیں پڑے۔

راست ۲۔ اچھا تو پھر اگلے صفحہ آئی کو دلچسپی دے دیا؟

مجھ ۱۔ (خندہ بھری سے) ہاں، اس سے دلچ۔

راست ۳۔ یہ تو اور اس کیا ہوا،

مجھ ۱۔ آپا جان میں نے شرم کے واسطے آئی کہ ظاہر دلچسپی نہیں دیا، انہوں نے کہا تھا، اگر میں خطا نہ دوں گا تو وہ راستے کی طرح ہر طرف

چھینا بیٹھ گئی۔

راست ۴۔ اچھا تو کہاں ہے وہ الفاظ؟

مجھ ۱۔ وہ میں نے ٹھیک سے پھاڑ کر چھینک دیا

راست ۱۔ بے چارہ آپا! — تو نے اس کے ارادوں کا رویہ کر دیا شاید اسی کی وجہ سے آندگی میں خیریت کا کہیں نہ کر چکا۔

مجھ ۱۔ (دھیر سے) مگر کیا؟

راست ۱۔ کیا پتا، آپا! اچھا کہ اس کے جواب کا انتظار کر رہی ہوں، انہوں نے شاید اس کی جگہ پر انہی دن کا عمل کھڑا کیا ہو۔ وہ صبح ۱۲ بجے

تو نے مجھے گھر بندوں کی طرف پہنچاؤں سے کھینک لیا تھا

مجھ ۱۔ (خندہ بھری سے) آپا! کیا؟

راست ۲۔ نہیں، تو بہت مصمم ہے۔ مجھے کیا پتا، آگ سے کچھ سے اچھا کس طرح غل ہوتا ہے، میرے ہاتھ اب بہت سخت ہیں۔

مجھ ۲۔ (خوشامد سے) تم بھی غلط ہو گئے آپا!

راست ۳۔ نہیں، میں تو اپنی اپنی طرف سے غلط کر رہی تھی، مجھے کوئی غلط نہ ہو گی۔

مجھ ۱۔ لیکن؟ کیا کس سے نہیں کہیں گا تھا؟

راست ۴۔ ہلکا، وہ تو اپنی ہی کھینک میں کہہ رہی تھی، میں ایک پیر تو ہی کہیں نہ دے سکے گی، مجھے ہاتھ تک نہیں، اس نے مجھے دیکھا کہ میں

مجھ ۲۔ تم نے جلد ہی جہاں کو دیکھا ہے؟

راست ۵۔ جلد ہی کس طرف دیکھ سکتی ہوں۔

مجھ ۱۔ وہ جو تم کسی کے اندر بھی تصویر دیکھ رہی تھیں، تاہم وہی جہاں جہاں

راست ۱۔ (پن کر) اچھا تو وہی میرے جہاں جہاں دیکھ تو آجکے میں ہی گئے۔

مجھ ۱۔ لیکن؟ اتنی تو کچھ نہیں کہ جہاں جہاں بہت خوب صورت رہی۔

راست ۲۔ حق اور کیا کہتے تھیں؟

مجھ ۱۔ (خندہ بھری سے) ہاں، اس سے دلچ۔

راست ۱۔ (خندہ بھری سے) ہاں، اس سے دلچ۔



جو ۔ نہیں، اٹھ قسم، آپا دیکھیں اور بھی کہیں نہیں، اگر بلکہ دیکھ کر پہنچ رہے ہیں۔
 راحت۔ ہاں، کیوں نہ پہنچ ہوں، تجربہ لگائی بھائی کی حالت پر غصہ کر رہی ہیں، بات دانی اور دانی کی بات یہاں، (پھر دیکھ کر) اچھا، جو پہلی
 تجھے لالہ والی بنیں اور وہاں دسے ہوں۔ پر ان، یہ نہیں کہہ سکتے۔

جو ۔ میں نہیں، میں نہیں کہوں گا، کیونکہ میرا تو نہیں نہیں کی گئی۔

راحت۔ وہاں کی کوئی بھی ہوں جو نہیں کی گئی، تجربہ کرنا؟

جو ۔ اب تم بڑی بڑی ہو گئی ہو آپا؟ اہاں مجھ سے کہیں نہیں، اس دانی آپا سے جب ہی نہیں نہیں نہیں۔ میں بھی بڑا بڑا ہوں گا تو نہیں نہیں نہیں
 گی، میرا اتنا ہی ہوتا ہے بڑا ہونے کا، اتنا ہی ہوتا ہے کیا۔

راحت۔ اچھا، اب چل چل جو، باتیں بناؤ تو کوئی تم سے کچھ چل پانی لالہ والی پہل اور وہاں تو سہلے

جو ۔ راحت کا اتنا کچھ کہہ چکے ہیں (اسے لالہ والی پہل)۔ ہی ہی۔

(دونوں وہاں سے کی طرف بڑھتے ہیں کہ اسے میں پرہیزگار ہے)

پرتو خاں خضر

اسطر فریاد ہی ہے، ہر پہلے میں منظر میں، ہفت البتہ تیسرے اور چوتھے منظر کے درمیان ایک پختہ کاؤ تھا ہے، اتنی دھیرے

بہی شیک کر رہی ہیں، وہاں کا کاک تو بھٹا ہے، اتنی چمک کر آواز دیتی ہے)

اتنی ۔ مجھے ہی، جلدی کرنا، اٹھو، ابھی تک مجھ کو یاد نہیں، گاؤں کا وقت پر پڑا ہے۔

مجھ کو کی آواز، ناٹھو، ہاں پکڑا ہے، لہلہ ہی، میں کافی تیار کر رہی ہوں۔

اتنی ۔ ہاں، میں تو وہاں سے اٹھتا ہوں، آؤ تو میرا بڑی ہے، اور وہاں میں تو اٹھا کر لے جاؤ گی۔

مجھے لہ۔ (دوبارہ) ہاں، پکڑا ہے، وہاں ہی، ابھی اٹھا کر لے جاؤ گی۔

اتنی ۔ اہں تو جلدی کرنا۔

آپا ۔ کیوں مجھ سب کچھ شیک شاک کرنا؟

اتنی ۔ (منظر کے) یہ دونوں صاحب دربار، تو میں نے دیکھی، میں نے سنا، کھانا، شکل پر گدا۔

آپا ۔ کیوں مجھ تو کہہ دوں گے، ناٹھو کرنا؟

آپا ۔ مجھ کو لگتا ہے میں تو کہوں، ناٹھو۔

اتنی ۔ مجھ کو بھی میں کام ہی کے وقت، آخر پاؤں پیرا ہے، میری ہے۔ اب اس وقت جلدی ہے تو ٹھوڑی کا سرنگ ہی نہیں ہیں۔

(پکار کر) مجھ کو، مجھ کو!

مجھ کو۔ (پھر منظر) آئی آئی ہی ہی۔۔۔۔۔

اتنی ۔ (منظر سے پکار کر) ناٹھو، ناٹھو، ناٹھو!

آپا ۔ اب یہ کہو تو پھر نہ گئی۔

اتنی ۔ (آپا سے) اتنا کہتے ہیں، میں نے کچھ ہی دیکھی، وہاں ہی، شکل پر گدا۔



آپ :- (چشم کر) صحت میں کچھ نہیں کہتا۔ یہ تم اہل مشن کے جھگڑنے ہی ایسے ہیں۔
 اتنی :- آپ ہیں نے قوموں کو بٹلایا ہے۔

(مجید بنی، ماحول سے کرا آتی ہے۔ راسٹ اور نوبت ماحول کرتے بیٹھ جاتی ہیں،
 مجید بنی، تجس کے ماحول)

اتنی :- ہاں، پہلے ہوا ذال میں بستر تو پانچ دو، اور پھر اس میں چائے بھی ملائی ہے، دانشور ہی جس شیک کرتا ہے۔
 مجید بنی :- دیکھا (گیس، ٹھیک کر چلی جاتی ہے)

اتنی :- (آپ سے) گاڑی میں تو ابھی کوئی دولت ہوگا؟
 آپ :- (ہاں، ہاں)۔

اتنی :- کیا کرنا ہے جاریہ؟
 آپ :- (البد، دیکھ رہا تھا۔)

اتنی :- ہاں... کوئی دیکھ پھرتا تھا...

آپ :- سوائے نہیں کیا۔ اور دیکھ بھی میرا ماحول ہے، اس ماحول میں جان پیار سے کافی طور پر گنت دانشور بہتر رہے گی۔

اتنی :- (ٹر ٹر کے کال میں تو لگتا تھا ہے، ماحول بھر ہی تھا وہ مٹنے کے آگے، وہ لگے کہ ابھی ہی آکا دی دیں گے، ہادی تو بڑی لڑکا
 وہ اپنے حور سے سوال کیجے نہیں چلی رہے ہیں۔)

آپ :- (الایم کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے) اب یہ تو ٹھیک ہے....

(راستہ تو لگنے سے منہ پر نہیں ہوتی، افسوس آتی ہے)

اتنی :- (کچھ راستہ، حور کو چلیں)۔

راستہ :- (آپ سے) کڑی پر چلیا کر، ہاں۔

اتنی :- (خیر، آپ کا کمرہ آج خالی ہو جائے گا، وہ آج اپنے کمرے میں چلی جائے گی، اس کی پڑھائی کا بھی لوب ہی سہی، اس چار۔)

راستہ :- (خاموشی سے، کس کو کیجی رہتی ہے۔) (جو آتا ہے)

اتنی :- (جو، حور سے آپ کو ترجیح دیا کہ وہ میں کیا دے گا، چہرہ دیا، اندر دیکھیں، اس سے ملو، جھگڑے، ہاں، ابھی ٹر ٹر میں کہ
 یہاں کے ماحول زیادہ نہیں کھاتے۔)

جو :- (خیر، افسوس، حور سے، ہاں، میں نے کہاں بہت کھاتے ہیں۔)

اتنی :- (اچھا، جا کر حور سے آپ کو کیجیے۔) (جو چلا جاتا ہے)

اتنی :- (راستہ سے) راستہ تم بھی کیا کو میں دیکھ کر حور، اچھی طرح ماحول کرنا۔

راستہ :- (اچھا، پکھلتی ہے) آپ ہاں۔

اتنی :- (جج میں لگے ہوئے چلا کر، کیا یہ تو ہیں، راستہ، حور، اسے دیکھ رہی ہے، ہاں، اسے لگے کہ ابھی دیکھ رہی ہے، تم
 لوگوں سے ہوائی جہاز کے لیے نہیں منتقلی، تو رہے۔)



آپنی یہ رائے حاصل ہو کہ ان کے تعلیمی پس منظر پر یہ کیسی بری اثر کیا ہے اور کیا ان کے لیے کچھ اور کرنا چاہیے۔

— *مجلس* —

آئی ۔۔۔ نوہ سزاؤں کا سب سے زیادہ بڑا رچنے والا دیکھو آگیا سزاؤں کی سب سے بڑی سزا۔ نہ بڑا باعث (چمکا کر) نہیں لیکن نہیں نہیں ۔۔۔

واقعہ۔ (یعنی افسانہ) میرزا یحییٰ کی اس نظر آتی ہے۔

آئی : مجھے تو تیس سالیتہ الی و سرور نظر آئے ہوں۔

۱۰ گھر میں کوئی سہارا نہیں ہے، انکی تعمیر تو سہولت چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر انکی جگہ پر ایک سہارا ہو، جیسے ان کو ٹیبلٹ کی سہولت ہو تو یہ سہولت

میرزا جہتی علی، شکرگاہ کرام و گوی پر آفتاب بندہ، جنس، حد، مقام، اتوار، نکست جہان۔

آئی ۔ تو تم اس تمام جبر کا بدلہ ہم لوگوں سے کیوں لو؟ تمھوں نے اپنا نصیب بدل لیا ہے ۔

۱۱۱۔ تم بڑا سچا، بھرپور اور فیاض انسان ہو۔

آئی ۔ میں اس وقت اس ٹیبلٹ کے ساتھ بیٹھی تھی۔

حق :- یہ سب کمالی کہہ سکتے ہیں ، اس لئے شیخ کرتی تھی کہ وہ آپ کو ۔

1527

الحق : ۱۔ خطاب ہے کہ باخبر موقع سے (قرآن سے) انگلی نہ جاسے۔

آ ۱۰۔ جلد بازی سے تو اچھی نہیں۔ کہیں یہ حد سمجھ بیٹھیں کہ فلاں دیکھتے ہی منہ میں ہانی پھر گیا، فلاں بھی ضبط نہ ہوا۔

انتہی :۔ (اصول فقہ کی روشنی میں) کیوں کہ جس شخص نے قیامِ اہلسنت کو قائم کیا ہے

المحكمة

یعنی : ۱۔ تو خدا کا اپنی کامنیت اس گہرے میں ٹھیک بنی اک کر دو۔ جدا خوبست، اگرچہ تہہ تم اسمنہی شروع کر دو۔ کا وقت طالع جو چاہے

دولتی سطح پر (جی)

ایسی دینی کتب جو اللہ کے احکامات پر مشتمل ہوں، ان کو احکامی کتب کہتے ہیں۔

۱۲۔ ہدایتِ نیک اور مستقیم (طبیعی، اسی میں اللہ کی ہدایت ہے۔

افتری : تو اب غیبت میرا کچھ حال نہ لے کر رہے گی۔

۱۲۔ (جملہ کفر) لڑکتے کی باتیں شایعہ عام ہیں اور کوئی نہ دانتے۔

۱) کپڑے کی دیکھ بھال

۱۲ - در باقی هر یک از این اشکال، صورت کلی را بنویسید.

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

آپ میری ہادیہ اس کا چھٹا نمبر ہے، چاروں نمبروں کا ہے۔

الحق ۱۔ لہذا یہی تعلیم غلط توجہ دے دے اور تعلیم دلائے کام مقصد بھی کیا تھا۔ یہی نقص کو تو دیکھا۔

١٠ - قیادت کا خیال ہے کہ اس وقت کے لئے



اتنی ۔۔۔ خدا تعالیٰ عقل پر رحم کرے ۔۔۔ لیکن دلوں کو تم ہیوں ہی کہہ دیتے ہو ۔۔۔ شری لائی کس میں بیٹھا رہے اور چھوٹی کی شادی مہلتے ، دنیا کیا کچھ کہو ؟

آپ ۔۔۔ قہری سرخس ، لیکن تربیت کے سلسلے میں بہت چیزیں عادت ہو گئی ، انکی ضرورت کی دھماکا پڑے تو بچ نہیں ۔

اتنی ۔۔۔ کمال کی منتظر ہے ، انکس میں میں صوب کیا ہے ؟

آپ ۔۔۔ میں تربیت کے لئے بہت چیزیں کر رہی ہوں ، وقت نہیں بٹھا رہا تھا ۔

اتنی ۔۔۔ ابھریوں ؟

آپ ۔۔۔ مجھے معلوم ہے ، کوئی شخص اندھا بنا کر کوئی چیز نہیں لیتا ؟

اتنی ۔۔۔ تم سے تو یہ ذکر چیزیں ہی ہوتی تھیں ، وقت آنے پر تم یہی کہہ کر گئے ۔

آپ ۔۔۔ جتنی عقل ہے ہی کہہ دو ۔

اتنی ۔۔۔ اس کی تو قبیلہ میں ضرورت ہے ، وہ خدا پر سوچنے کو اساتذہ تعلیم یافتہ لڑکے اور لڑکیوں کی ، کہاں نہ سیکھتے ۔

آپ ۔۔۔ غازی جہاد میں تعلیم یافتہ تھے ، لیکن ان کی ہم سہیل جاتی تھیں ، البتہ شکل و صورت میں بدامنی پھرتی ہو رہا تھا ، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اچھی مثال ہو ، (چلتے ہیں)

اتنی ۔۔۔ (ان کی جیسی کو نظر ڈال کر کہے) اس زمانے میں نرہی آسمان کا فرق ہے ۔

آپ ۔۔۔ اس زمانے میں تعلیم ہی کیا تھی ، اتنی میں اپنے لادائی کا پورا گروہ لیتا تھا ۔

اتنی ۔۔۔ (بھڑک کر زبردستی) اسے انکی دینی کہیں جانتے ہو ؟ صاف یہی نہیں کہتے کہ تربیت کی بات نہیں کر سکتے ، قصہ ختم ۔

آپ ۔۔۔ ابھی میں مجبور ہوں ۔

اتنی ۔۔۔ اور دامت کے معاملے میں مجبور نہیں ہو ؟

آپ ۔۔۔ دامت کے معاملے میں تو پھر بھی کوئی ترجیح کی بات معلوم ہوتی ہے ۔

اتنی ۔۔۔ لیکن اگر میں طرح تم غازی کے پہلے گروہ لیتا ، تو اسی طرح دامت میں تو ہر غازی کی پہلی میں دوسری لڑکے چنا

آپ ۔۔۔ اب خواہ کچھ بھی کہو ۔۔۔

اتنی ۔۔۔ کچھ بھی نہیں ۔۔۔ میں صاف صاف کہتی ہوں کہ اگر تربیت کی بات نہیں کی تو میں دامت کی بھی نہ بول سکتی تھی ، ابھی طرح کہہ دو ۔

آپ ۔۔۔ اگر قبیلہ ہی خدا ہے تو یہی سب قصہ ختم ۔

مجھ پر ۔۔۔ (پہلی شہرت لگاتی ہے) جسے صاحب آپ کو باجور کا دے رہی ہیں ۔

آپ ۔۔۔ اچھا تو میں چلتا ہوں ، قبیلہ کی طرف سے کوئی دعا سلام ؟

اتنی ۔۔۔ چہ بچے بیٹا میں جانتے دعا سلام ۔

آپ ۔۔۔ کچھ غازی پہلے صاحب کو کہہ رہا ہے ؟

اتنی ۔۔۔ مجھے کچھ پڑی ، بگڑا ہے ۔

آپ ۔۔۔ (دعا جواب پر کہ) اچھا قبیلہ کی خوشی ۔



جس میں در (خند سے) گاڑی کا دانت چمکا۔

آپ :- دنگا کر آگیا۔۔۔۔۔

(چمکا چکا ہے، میرا خند داخل چمکا ہے)

جر :- اتنی جلدی بھائی آپ کو کسٹم کچھ ہے۔

اتنی :- بیٹ پرست و رنگ کن کیا آپ کسٹم کچھ ہے۔ (لیک کر) میری طرف سے دعا کی ہے، امد کی ہے، اپنی کو بھی میرا سلام پہنچا دیں۔

جر :- دو دن سے کی طرف جان بھرا؟ اچھا۔ (دندانے کے سین قریب چکر لگے گی) اکی :- وہاں ہے۔

جر :- (پچ کر) امد کیا کہیں امدان ہو؟

اتنی :- (خفت سے جھلک کر) میں انڈیا میں آئی تھی کہہ دی ہو۔ باہر جا کر دیکھو، تیرے کچھ بڑے بڑے چہرے (لوہت اور راحت آئی ہے)

آپ :- کئے؟

اتنی :- بس جانتے ہی والے ہیں، اب کہہ کر دے گا تو چمکا (راحت سے) امد تم نے سارا ٹھیک کر لیا؟ راحت :- جی ہاں۔

اتنی :- بس ٹھیک ہے، آپ ٹھیک کرو۔

آپ :- مگر ٹھیک ہی کاٹو اور راحت، مزے ہیں، آگے کہہ کر ایک ڈیر بھی بڑا دیا گی۔

اتنی :- ہر بات میں ٹھیک دانا، اگر ذہنیت خدا تعالیٰ کو کچھ سنا، جیسا کہ (اتنی کی گفتار سن کر وہی ہے) اور (تاکڑ بڑا دیکھو خدا) (اتنی جلدی جلدی چلے گئے تھے) (بہر نکال جاتی ہیں)

آپ :- (دشکر) راحت وہ دیکھ رہی ہو، سامنے امد کی طرف چھری سے لگی ہوئی، باہر دیکھ رہی ہیں؟

راحت :- (کھنکھاتی ہوئی) کہاں؟

آپ :- (دشکر) سامنے، وہاں۔ میں بھی چلتی ہوں۔

(خوش ہو چلی جاتی ہے)

راحت :- (جس کی سادگت و انصاف دیکھ کر وہی ہیں) دیکھم خواب آگیا، میں (تاکڑ پھیل چکا)۔ (تاکڑ کی گفتار اور کوٹھ کے سامنے میں) بھری کے سپر بیروں کے گردنے کی آوازیں، راحت کو اسیدہ انداز میں انگلی اٹھا کر (اس طرف پیوں کی آواز دیکھ، مگر کوئی حق اس طرف میری کی غلطی نہیں لکھ رہا) غلطی نہیں۔ راحت کی انگلی اٹھتے آہستہ آہستہ گر جاتی ہے، اور تاکڑ کی گفتار کی آخری آواز بہت خود سے بہت دھم انداز میں سنائی دیتی ہے (گر اس وقت تو اندھرتا باہر کی طرف آئی تھی، اس وقت آواز کا صر سے کہہ رہے) (کہہ رہے ہیں)۔

جر :- (دنگا چمکا داخل چمکا ہے) جی ہاں۔۔۔۔۔

(جر راحت کے گلے میں ٹھک جاتا ہے اور راحت لٹے پڑتی رہتی ہے۔ (کچھ میں پردہ لگتا ہے)



اور دھن سے کی طوط، مرنے پہ (یکٹ کر رو کر)

بیوی ۱۔ تو چھر فرماؤں چاہئے کیسی خدا اختیار کیجئے۔ اُس کی دل سے اچھے بڑا خدا کر اس نے اپنی لڑکی سے کہتے ہیں پتلی قسم کا کر
چھر دیگی ہے۔

ایکٹ ۲۔ پستول۔ دوتے ہوتے۔ اچھا ہی خدا حافظ۔

(گھر واکر جاننے کے لئے مرنے پہ)

شوہر ۱۔ خدا ہی حافظ۔

بیوی ۲۔ آپ کو ایکٹ کا پتہ ہے؟، بالکل جانتے اوپر ہے دروازہ بائیں ہاتھ ہے۔

(میان ہے)

ایکٹ ۳۔ بی بی۔ اللہ علی رب رکھا۔ ۵۵۵۵ ۵۶۵

بیوی ۱۔ دنیا میں کتنے دکھ ہیں، کتنے غم ہیں، لیکن ہمارا گھر چھوٹی سی جنت ہر طرف کے رخ دامن سے آتا ہے۔

شوہر ۲۔ تم قلیک کچھ ہو، ایک دن دوں دوں میں۔

(محبت سے اس کا ہاتھ تھپکے رہتے)

بیوی ۱۔ اب ہماری سبھی کچھ بیکار ہیں۔

شوہر ۲۔ میرے بیٹے آتا ہوں کم نہیں بچہ کوئی مصیبت بڑا نہیں تکلیف دے یا تم پر کوئی دکھ آئے میری جان دے لے۔

(محبت بھرے انداز میں)

بیوی ۱۔ اگر کسی وجہ سے ہماری زندگی میں آکا ہی ہے تو خدا کو تم پر قریبی کر دیں گی۔

شوہر ۱۔ آپ کا کہ تم اچھا نہیں کرو گی میری ہانی نہیں رہے نہیں میری سبھی زندگی بے سنی ہے۔

بیوی ۱۔ میں جانتی ہوں ہمارے دو بچوں میں ایک ہوتا ہے۔

شوہر ۲۔ اگر ہمارے بچے ہوتے تو وہ دج کھا بھولیں ہوتے۔

بیوی ۲۔ بچے ان کے نہ ہونے کا کوئی اثر نہیں۔

(خیریت سے)

شوہر ۲۔ اور نہ بچے ہے۔

بیوی ۱۔ ہم دونوں کے لئے یہ ایک دن بیت ہے، اگر یہ ایک جمعہ ہے تو...

شوہر ۱۔ اسی دن دوسرے جمعہ سے ہی نکل جائے گی۔

بیوی ۲۔ جس کو فراد۔ میری دعا ہے تم زندہ رہو میرے بیوی۔

شوہر ۲۔ خدا نہ کہے۔

بیوی ۱۔ ایسا کہتے کہ جس کو چاہیے

شوہر ۲۔ میری دعا ہے تم زندہ رہو، میں وہی نہ ہوں۔



یہی ہے۔ خدا کا ہے۔

(علیٹ کا روزانہ گفتار ہے۔ ایک نو جوان اور خوب صورت لڑکی داخل ہوتی ہے)

لڑکی :- خدا تم دونوں کی دعا بھی سنتے گا۔

(ظہیر میرت سے)

یہی ہے۔ ۱۔ ۵۵۷۷

(یہی ہے)

ظہیر :- کون ہے؟

یہی ہے :- سہیل لک لڑکی۔

(غولزہ سرگوشی میں)

ظہیر :- پانچ دالے....

(لڑکی سیب سے پستول نکالتی ہے)

لڑکی :- ہلو کرم آپ دونوں یہاں میرے ساتھ بیٹھ جائیں اور جو کچھ میں کہتی ہوں اسے سنیں

(لڑکی پستول نکال کر کانٹے ڈالتی ہے۔ دونوں یہاں چری خوف اور حیرت سے گنگ بیٹھتی ہیں۔ ایک کڑی گھسیٹ کر ان کے

ساتھ بیٹھنے پر ہے)

لڑکی :- مجھے اپنی قسمت پر غور کرنے اور اپنے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہاں سب آپ کے مددگار سے ہے

مجھے بتائیے کہ آپ ؟ دونوں آپ کا کون سا دوست ہیں؟ یہ بھی میرے ساتھ بہت بہتر ہے۔ میرے خیال میں آپ لوگ میری آمد

کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے، نہیں۔

(میاں جی کہہ رہے ہیں کہ آپ کی کوشش کرتے ہیں، مگر اگر آپ نہیں نکلتے)

لڑکی :- اسے جتنی چاہیں بات ہے (پستول نکالتی ہے) میں یہاں قتل کرنے آئی ہوں، تم دونوں میں سے کسی ایک کو۔ کسی ایک کو۔

(کاہنچی بولی آواز میں)

یہی ہے :- ڈال۔

لڑکی :- مجھے بہت افسوس ہے، واقعی بہت افسوس ہے، لیکن میں مجبور ہوں

(پتھر پھینکتی ہے)

یہی ہے :- ڈال۔

لڑکی :- مجھے کام کرنا ہے، میں قتل کی اس خواہش کو دبا نہیں سکتی۔

(کاہنچی بولی آواز میں)

یہی ہے :- تم قہر سے جھانک رہی ہو، کم میری چھٹی ہینڈ کی طرف ہو۔

لڑکی :- میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی۔ (غولزہ کہنے کے انداز میں) مجھے اس عمل کے نتائج کا کچھ اندازہ نہیں، لیکن میرے اندر سے



ایک آواز آ رہی ہے۔ مسئلہ اور تیز آواز سے قتل، قتل گاہ پر آ کر لکھنے والے لکھتے رہے، وجہ ہے، اور جب تک میں کسی کو قتل نہیں کر
لاؤں گی یہ آواز لکھنے غلاب میں رکنے گی۔

(۱۵ جولائی کا تیز ۱۹۸۵ میں سے میں مغربی صحت کی موسمی شریعت میں ہے جو ایک کتاب ہے)

پوری ۱۰۔ اگر کوئی کہتے ہیں، قتل، قتل، قتل

لاؤں گی ۱۰۔ میں نے ایسی طرف اشارہ کیا، بار بار سوچا ہے۔

پوری ۱۰۔ اگر تم نے سوچا ہے کہ تو اتنا چونک کر تم کی بات کروں۔

لاؤں گی ۱۰۔ مجھے معلوم ہے یہ نرم ہو سکتا ہے لیکن میں کیا کروں۔ میں نے خود کو اس سے باز رکھنے کی ہے، اتنا کوشش کی ہے۔ میں نے خود

میں پیدا کی ہے لیکن میں اب باز کرتی ہوں۔ کوئی کوشش مجھے اس سے باز رکھنے والی خواہش ہے، بدلی ہے، دیکھیں کہ مجھے قتل پر لگا ہے

ہے۔ مجھے کسی دیکھ کو قتل کرنا ہے۔ میں مجبور ہوں

شوہر ۱۰۔ کچھ بڑی گفتگو میں صاف کرنا قانون میں کہہ کرنا چاہتا ہوں

لاؤں گی ۱۰۔ کیجئے:

شوہر ۱۰۔ تم ایک لمحہ دلاؤں گی، پوری قہاری شرعیوں میں کہ وہ نہ جانتے ہوتے تھے، تم میرے لئے اصرار سے چل آئی، یہی ہو گیا نہیں

کہ مجھ کو دیکھو۔

لاؤں گی ۱۰۔ میں اب بھی قہاری عزت کرتی ہوں

شوہر ۱۰۔ اور دیکھ میں چاہتی ہوں

لاؤں گی ۱۰۔ میں دیکھ کر مجبور ہوں، میرے پاس کوئی دوسرا منتہ نہیں ہے، مجھے یہاں کسی دیکھ کر میری قتل کرنا ہے، وہ میں دیکھ کر ہوا

میرے اس مرض کو ایک ہی علاج ہے قتل، اللہ قتل پر میری گاہ کا ۱۹۸۵ میں سے) صرف ایک قتل۔

شوہر ۱۰۔ تم قتل کرنا چاہتا ہو۔ کسی کو بھی۔

لاؤں گی ۱۰۔ اں

شوہر ۱۰۔ قہر تم پہلے مرگ پر جا کر کسی کو قتل کریں نہیں کرتے۔

لاؤں گی ۱۰۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا، اس واسطے سے پہلے انہی قتل کر کے قہار اور دانا قتل ہو گیا۔

پوری ۱۰۔ (انہوں نے انہی کے لئے تیار کیا)

لاؤں گی ۱۰۔ لیکن میرے لئے میں خوش قسمت ہے۔ اگر میں مرگ پر کسی کو قتل کرنا چاہتی تو شاید وہاں ہنگامہ تھا، یا خود چاہتا اور ہنگامہ تھا۔

جو جاتی تھی میرا منتہ، میرا کار، میرا مال، میرا مال، مجھے خوش ہے میں اس ہنگامہ آتی سے کچھ آئی تھی۔ اس حالت میں مجھے میرا

شکار مل گیا۔ مجھے قہار ہے کہ تم نے میری مجبوری کو کہہ کر صاف کر دیا۔ اب میری اس کے صحت کے لئے تھا۔ جو جاتا ہے قتل ان

کی طرف کرتا ہے، وہاں میری صحت سے ایک دوسرے سے چھٹ جاتے ہیں ۱۰۔ رات میں ان کے سامنے کہتے ہیں،

پوری ۱۰۔ قتل

شوہر ۱۰۔ خدا کے لئے قتل۔



لاؤ گی ۔ میں تم کو ان کے لئے نہیں کرنا چاہتی ۔ میرے علاج کے لئے ایک بدن کی قربانی کافی ہے ۔
 میری یہ ڈھالی ۔ میری پیادہ ڈھالی ۔ میں نے نہیں کبھی کوئی دنگ نہیں دیا ۔ تم مجھے میرے کچھ بھٹو داروں سے زیادہ عزیز ہو ، تم اپنی اپنی
 سے راجہ ہو ، مجھے سے آن تک تم کو ان سے کوئی قربانی کی ہے !

لاؤ گی ۔ یہ سب ٹھیک ہے تمہیں کیا کروں !

شہسوار :- ہم اس کے لئے کہہ رہی ہوں کہ تم میری اچھی ڈاک بے گناہ ہواؤں ، انہوں کے کرتی ہے ۔
 ڈاک :- یہ شک تم بے گناہ ، ہر گز میری قسم کسی دشمنی کے لئے ہے ۔ تم نے انہیں کر سکی ۔ تمہارا غیبت ہے اور وہ لوگ جو میرے
 پاس نہیں تھے کہنے کی کوئی وجہ نہیں ، سوائے اس کے کہ میں تیری کرتی چاہتی ہوں ۔ تیرے لئے تھی ۔
 میری :- تم اتنی ظلم نہیں کر سکتیں ۔

لاؤ گی :- (اٹھتی ہے) ظلم اور میں ، انہیں سلام ہے میں ایک آئی کا دور تابیں ہی سکتی ۔
 میری :- (جلدی سے) ابھی تو میں ابھی کہتی ہوں ۔ میرے غور نہیں دوسروں کی تکلیف پر دیتے دیکھا ہے ۔
 شہسوار :- (میری کا ہاتھ پکڑتا ہے) کیا تمہارا ہاتھ نہیں ٹپکا کہ ہم ایک دوسرے سے کبھی کہہ دیتے کرتے ہیں ۔ (ایک دوسرے
 کو دیکھتے ہیں)

لاؤ گی :- مجھے سلام ہے ۔

شہسوار :- پھر بھی تم بدلی اسے جبرائی ہی جنت کو کہتا ہوں چاہتی ہو !

لاؤ گی :- (جھجھکتا ہے) آخر تم لوگ مجھے نہیں نہیں ، میرے اندر کی خواہشیں میری عقل کو دیتے ہیں ۔ مجھے اس وقت دینا اس کے
 باشندوں ، ان کی بہترین کی برادری نہیں (ڈیڑھ ڈیڑھ ڈیڑھ) ۔ یہ دیکھو ، تم ، علم ، انجیل ، ہدی کا علم ہے ۔ مجھے صرف ایک چیز کا علم
 ہے ۔ اور وہ ہے اللہ سے اٹھنے والی وہ آواز جو مجھے مسلسل تکی کہنے کا حکم تھی تھی ۔ یہ چیز میری گناہ گناہ کے لئے کی طرف میرے
 دماغ میں سونایا کر رہی ہے ۔ میرے ہر جگہ میں تھی نہیں کر رہی گی ، گناہ کے مذاب سے چھٹکارا حاصل دیکھو گی ۔
 شہسوار :- (حریفانہ ہنستے ہیں) یہ آواز تمہیں اسی غرضی کام کی وجہ نہیں دیتی ۔

لاؤ گی :- نہیں ۔ یہ صرف تمہارے لئے ہے ۔ اس کا حکم دیتا ہے گا ۔ اپنے گناہ کے لئے ۔ اپنی زندگی کے لئے ۔ میں اپنے سینے کی بہت دلداری
 کر رہی ہوں ۔ سب کچھ بنا کر اس کی امداد دو ۔

(غصے کی صورت ، سوال میری گہرا کر دیکھتے ہیں ۔ میری روکتی ہے)

میری :- تو تم ہاتھ نہیں دلاؤ گی ۔

لاؤ گی :- (انکار دیکھتے ہیں) میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ۔

شہسوار :- (کہتے ہیں) اللہ کے لئے ہوتے انکی سے (ایک منٹ ، ایک منٹ ، ایک منٹ) ۔

لاؤ گی :- (حریفانہ ہنستے ہیں) اللہ کے لئے ہوتے انکی سے (ایک منٹ ، ایک منٹ ، ایک منٹ) ۔

(۲۰۰۰ میں گناہ دار دیکھتے ہیں)

میری :- (ہنستے ہیں)



(پستول تانق ہے)

شومر :- خوف سے پھٹتے ہوئے) وہ جو پستول دے رہی ہے، خدا کی قسم یہ جھوٹ والی دے رہی ہے۔

لاڈکی :- تمہیں یقین ہے کہ تم کچھ کہہ رہے ہو؟

شومر :- میں قسم کھاتا ہوں۔ ڈاکٹر نے صاف جواب دے دیا ہے کہ یہ کبھی بھال نہیں دی تھی۔ میں بڑے سے بڑے پریسٹ کو دکھا چکا ہوں۔

لاڈکی :- (اعتراف سے) اٹھا ہوا جھوٹ۔

جیسی :- (خاندان کی طرف اشارہ کر کے) جھوٹ میں نہیں دے بولا رہا ہے۔ کیوں کر وہاں ہے بالکل۔

شومر :- کیوں میں کہہ رہا ہوں؟ تم کہہ رہی ہو؟

لاڈکی :- عموں! جانکر کوئی ایسی بات سنا سکتی ہے کہ کوئی کھانے کا چادر نہیں ہے، اس سے کچھ حد تک ایسی چوٹی پڑی کی، اگرچہ میرا سسر

صرف ایک گول میں مل چوسکتا تھا۔

(دونوں خاموش رہتے ہیں، مذا سے حلقے کے بعد)

شومر :- کیوں تم اس کو کیا جانتے، اگرچہ اگلی قسط گولی مار دی۔ (مادام اسٹی کیسے)

(شومر سزا چاہنے لگتا ہے، جیسی اسی کے ہاتھ سے سزا چاہتی ہے)

جیسی :- نہیں۔ سزا دینے کو اسے گولی مارتا تھا۔۔۔

شومر :- کچھ بھی مسئلہ ہے۔

جیسی :- کچھ تم پر اعتبار نہیں، سزا کچھ ہے۔

(دھمک کی آواز۔ کیمروئن کے کہنے پر مادام نے سر اٹھایا)

ایکسٹ :- صاف کیجئے، میں اپنا حکم بیان کر رہا تھا، میرے لئے یہ بڑی جذباتی اہمیت رکھتا ہے، دھمک کی سہلی پانچا ہیں۔

(کیمروئن کے کہنے پر مادام نے گلاں آپ بٹھا ہے، ایکسٹ حکم اٹھاتا ہے۔ جیسی پچھتے ہوئے)

جیسی :- ڈاکٹر! میرا بچا ڈاکٹر۔

ایکسٹ :- (بات دیکھتے ہوئے) اوپر والی چار لاڈکی، وہ اب بالکل ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک۔

(جیسی آٹھ کے اشارے سے لاڈکی کی طرف اشارہ کرتی ہے، وہ سرگوشی میں کہتی ہے)

جیسی :- وہ بے کمر ہے۔

(ایکسٹ کی نظر لاڈکی پر پڑتی ہے، کیمروئن کی بھی ہنس کر لاڈکی ایکسٹم پستول اسی کی طرف کرتی ہے، ایکسٹ غصہ کر کے جھٹکتا ہے)

لاڈکی :- (سکرتی ہے۔ گیمروئن پچھتے ہوئے)

ایکسٹ :- وہ آپ جیسا ہی!

لاڈکی :- غصہ تم ڈاکٹر پر، آمادہ تم پر۔

ایکسٹ :- وہ اعزاء! میں کس مسئلہ میں!

لاڈکی :- اب تم وہی جکر چھو رہے ہو، وہ اسانی سے فیصلہ کر سکتے ہو۔



ایکٹ :- کیسا لیسو ؟

لڑکی :- تم میں سے ایک کو مر ہے ۔ اسی اسی دلت ۔

ایکٹ :- (گھر کو چاندی طرف دیکھتے ہوئے) اے خدا یا ۔

لڑکی :- میرا خیال ہے ، تم میں سے جو جہانگے کی کاشتیں کرے ، اسی پر گولی پلا دوں گی ۔

ایکٹ :- اہت کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے گاؤں میں ، انہیں لچھے ذرا فضا تو بھی دیں ۔

لڑکی :- زیادہ باتیں نہ کرو ، میرے پاس فضا گھسنے کے لئے دلت نہیں ہے ، جیسی سے فیصلہ کرو ۔

(جیسی بے نیچے ایکٹ سے مر لڑکی کرتی ہے)

جیسی :- ڈاکٹر سپرنٹنڈنٹ کی طریقہ سوچو

ایکٹ :- (اسی فضا میں) کیسا طریقہ ؟ مرنے کا طریقہ ؟ میں تو کون کب نہیں مرا کیے ڈر لگتا ہے ۔

جیسی :- (اسی فضا میں) اسی طرح تو تم سب دلت جاؤ گے ، کچھ سوچو ۔

شوبر :- (اپنے گالوں میں) یہ ڈاکٹر نہیں ہے ، میرا ایکٹ ہے ۔

جیسی :- اچوت سے کیا یہ ڈاکٹر نہیں ہے ۔

ایکٹ :- (ظہیر سے سرائی کہتے ہوئے) تم نے تو کہا تھا کہ تمہاری بوجھ کو اس کا پتہ نہیں دے گا ، تم اس بہت محنت کہتے ہو ۔

جیسی :- اب وہ میری صحت سے غور نہ کریں ، بلکہ شاید غلط ہی ہو ، تم غلط سے تھو ۔

(لڑکی چند لمحوں سے گھومتی ہے ، پھر جاتی ہے)

لڑکی :- (غوطہ کھاتے ہوئے) ہاں ، تم کو قتل کروں ، میں نے کہا ہے میں تم میں سے صرف ایک کو قتل کرنا چاہتی ہوں ، مگر کون

جو گاؤں کا فیصلہ نہیں کر سکتا ہے ، اب تم میں ہوں ، چاہتی ہوں انکسرت کی بنا پر فیصلہ کرو ، جیسا کہ انصاف کا طریقہ ہے ، تم میں

جو اکثریت فیصلہ کرے گا ، میں اسے تسلیم کروں گی ۔

امہاں جیسی آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے سے بات کہتے ہیں)

شوبر :- یہ ٹھیک ہے ۔

جیسی :- یہ اٹل ٹھیک ہے ، ہم دونوں متفقہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اسی تیسرے کویت کے ٹوٹا بھلا چاند ۔

لڑکی :- تو ٹھیک ہے ، میں اکثریت کا فیصلہ تسلیم کرتی ہوں ۔

ایکٹ :- غصہ ہے ، مگر میں اپنا حکم داپس لینے کا حق تو تم کو کیا کرتی ؟

لڑکی :- (ظہیر اور جیسی کی طرف اشارہ کر کے) میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو قتل کرتی ۔

ایکٹ :- تو پھر کب اور میں موجود نہیں ہوں ، انکم دی کرو ، ہر قسم سے بچنا سوچنا تھا ۔

لڑکی :- تو سراسر طاقت ہے کہ کا حکم ہو ، ہر اکثریت کا فیصلہ قبول سے سخت ہے ۔

(جیسی کی طرف اشارہ کر کے)

ایکٹ :- اکثریت ۔ اسی صورت کا حکم نہیں کر اسی کے لئے کیا بات بہتر ہے ، اگر اسے پتہ ہو گا تو میرے ساتھ مل کر اپنے گھر آئے ہوں ۔



ایکسٹ۔ ۱۔ میں نہیں نہیں جھوٹوں کا، ہم اگلے سرے گئے۔ میرا کیا قصہ ہے، میں یہاں قہار کی تدبیر کر کے آیا تھا اور اب سرور ہاں،
بھرا ہوا زندگی کا چرکے کرانے نہیں، ہم جیوں ساتھ مرے گئے۔

(جی ہے)

شعور۔ ۱۔ خدا کے لئے جگہ اسی سے بھڑاؤ:

یوسی۔ ۱۔ میں کیسے بھڑکی، اس نے بہت مضبوطی سے پکارا کہ ہے۔

(تجربہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

شعور۔ ۱۔ کچھ کر، میں جیت رہا ہوں دیکھ رہی ہوں۔

(لاکی چند لمحوں پریشانی میں بیٹھ کر کھینچتے ہیں)

لاکی۔ ۱۔ میں تم دونوں پر گولی چھڑاؤں گی، اب میں کوئی گئے، اسی کی قسمت: میرا آخری فیصلہ ہے۔ ONE TWO THREE۔

(تینوں دھج مار کر گر جاتے ہیں، لاکی سکون کا سانس لیتے ہیں، چپے بوجہ بنا کر گیا ہوا)

لاکی۔ ۱۔ گولی کے ٹکے ہیں۔

یوسی۔ ۱۔ جگہ۔ میں سرور ہاں ہوں۔

شعور۔ ۱۔ میں فریاد ہوں۔

ایکسٹ۔ ۱۔ میں ختم ہو رہا ہوں۔

لاکی۔ ۱۔ ہاں، تمھارا ٹکڑا ہے یہ۔ ایک گولی تم تینوں کو قتل نہیں کر سکتی، تم میں سے دو یقیناً زندہ ہوں گے، چھریوں کے۔

(تینوں انکار اپنے جھوٹوں کو ٹھٹھکتے ہیں)

لاکی۔ ۱۔ یہ قہر سے کپڑوں سے سرور ہوں پر کاٹا گیا ہے۔

ایکسٹ۔ ۱۔ شاید ہانڈ ہے۔

لاکی۔ ۱۔ اہ گولی، گولی کہاں گئی، اس کے جسم میں ہے وہ۔

شعور۔ ۱۔ اپنے جسم اور کپڑوں کی کاٹھ لے کر! اب کیا تم میں اپنی کوئی ٹھونسنے پر ہی جھوٹ کر رہی۔

یوسی۔ ۱۔ (پسینہ پونچھتے ہوئے) کہیں خون کا ایک قطرہ نہیں۔

ایکسٹ۔ ۱۔ (میرے ہاتھ اشارہ کرتے ہوئے) وہ سب دیکھتا ہے! اپنی تیرلی میں ہانڈ کے ساتھ دیکھ نہیں سکتا۔

لاکی۔ ۱۔ کیا تمہیں یقین ہے۔

ایکسٹ۔ ۱۔ (اپنی تیرلی سے دھڑکا ہے) اور وہ دیکھ لو۔

لاکی۔ ۱۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سب ڈاکٹر کی ٹیم میں، ہر حال اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔

ایکسٹ۔ ۱۔ میرا خیال ہے میں بھی بالکل ٹھیک ہوں، تمہارے بہتے خون پر غارتی، اب میں اس وقت تک کسی کے گھر نہیں ہاناں گا، جیسا کہ

اپنا جسم نہیں کھا لیتا۔

(چلا جاتا ہے)



لاؤ گی۔ مجھے اندیشہ ہے میری دیر سے آپ کو اپنی تکلیف پہنچا رہی ہوں۔ آپ لوگوں کی وجہ سے ملکر گھر ہیں۔ بھگوانی ملکاتہ بیجے لگی
چلتے کے بعد میں اپنی ٹیکس برنگی ہیں۔ وہ آواز ہی بند ہو گئی ہے۔ سارا جو دیکھا ہو گیا ہے۔ اور وہاں سے وہاں سے
بہت بہت شکر ہے۔

عظیم رہا۔ یہ سب کیا تھا؟

بھائی، شہید کوئی ٹھکانا غراب تھا؟

شہر پر۔ اسی دن ایک غراب ہی ہوا۔ جس دن ایک کوئی طاقت ایک دوسرے سے جہاں میں کوئی تھی۔

(گوئی کی آواز)

لوگ! وہ سانس کیجئے۔ ایک ہاتھ میں جھول گئے۔ آج میری صحت بڑی کی ہوئی ہیں آپ ڈاکٹر میرے کمر کھینکے اور ان ایالت ہوا اس
خوشی کے موقع پر اپنی پٹا سے بھی پھاڑوں۔

(اسٹوڈنٹ پلٹا نہ سہ)

(مستطیل شکل)



قدرت اللہ شباب نے کہا عرف حب الوطنی
کا جذبہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں جنون پیدا کرنا
ہو گا۔ جوشی جہاد اور شوق شہادت۔ اسی
میں پاکستان کی سلامتی اور مستقبل کا راز
پوشیدہ ہے۔

ممتاز



مال !

حسن خیال

کیا چاہتا ہوں

نظمیں

دلنے سے مہرو وفا چاہتا ہوں
خدا دیکھنا کس سے کیا چاہتا ہوں
نئے دل سے دل کی کہوں میں سے آگیا
وہ مونس وہ درد آہستہ چاہتا ہوں
خوش شوق جی پر خوشی آج ہے
کہ تجھ سے تجھے اسے خدا چاہتا ہوں
یہ صلیب طلب گی ہے کیا نیت آتش
جو کوئی نہیں چاہتا چاہتا ہوں
مستور صورت درختی و درختاں
دل و دیدہ خود آشنا چاہتا ہوں
کہیں میں کہیں دلی تو پھر کون سا
وہ کیا چاہتا ہے وہ کیا چاہتا ہوں
مرے ذوق میں ہے لعلات پستی
نہیں من، صنی ادا چاہتا ہوں
خودی کو بوسے کو ہے تجھ ہی میں
کہ اپنے ہی میں گم ہوا چاہتا ہوں
زبان سے دلنے کی بجائے کو کیجی
میں اک کبیر ایسا نا چاہتا ہوں

وہی میں، پیر ملک آشنا ہے خیال
شہلی زلف مویں صہارہ سال
ہرز بیادوں کی یاد آئی ہے
نور کو، پادشہ خیر شمال
نور کے نقش پا میں، نعلیاں ہیں
کربان بہشت کے خدا و خال
ہر، مرے نور ذہنی کے تنگ
نور، پہلا رہا ہے، دست سول
ہر، میری ہمیدہ ذوق، دیکھیں ہے
دوست، رنگ و بو سے، باغ وال
مجھ سے، اکادہ نصرت ہو
نور آفاق کی نہیں ہے حوال
خس و خاشاک و سنگ و دشت سے مج
ہن دبا ہوں، تمہیں بے حوال
اسے نسیم چہرہ نیلے، مہر سے
آہر جام میں، آتش سیال
تو جس آئی کسے، یہ انگور؟
کہ چکے گلی گدا کو بلال

کیست سوتے ہیں
نصایں کر گلوں کا ایک جڑ
چیز آتا ہے، منہ کا آہوا
سوتے نہیں
آگ میں تباہیوں کی دھستیں

جو نیر میں، ایک ماں
اک جوں نصیبی
سیر حراں سے پٹائے ہوئے
ایک جاہل تانوں

آٹھ پدم، ہونٹ لڑی
پہلی، سر کی جاہل پٹا
جہاں ہوا
صنقرہ تیرا آریاں گواہ



۱۰۰۔ م۔ راشد

ایران میں اجنبی

پانچوں قلعہ

و جنگ کے زمانہ میں، پانچوں پہاڑوں سے چل پڑا تھا، ان میں اکثر و بیشتر جو تین تھیں، اجنبیوں پر لینڈ کے، اس علاقہ
اپنے گھروں سے نکال کر پہلے ساہیو را دیفر سے لگے ہیں، یہی سبھی گنہگار ہیں جو آزاد و قریبیت کے بدلے ہر وقت میں غرض
گھومنے کا کام کرتے رہتے، پھر انہیں "روہیوں" سے دھمکانا کر انکار دیا، ان میں سے کئی لکھن تو سونے کی فوجوں کے
پاس سے، اپنا پیسہ اور افسروں کی حفاظت کا یہاں میں کام کرتے تھیں۔ پوینڈریت اجنبیوں کی کئی کئی غرضتوں تھے،
ماتحت وہ مہاجرین، پانچوں قلعوں، ایران و تہذیبیہ نظریہ لکھ رہے تھے، بہت دور تھا، اس کے لئے ان میں سے اکثر
انسانی تہذیبیہ تھی، آٹھ لاکھ امریکی پہاڑوں کے ساتھ لگے، امریکی چلے جاتے تھے، ہائی زندگی و سونے کی زندگی، ایران میں
اجنبیوں کے پانچوں قلعے میں سے نہ تو کسی پانچوں پہاڑوں سے، بعض دفعہ، گویا پانچوں پہاڑوں کے پہاڑوں کے سطح
و کشتیوں والے ہیں۔

(۱۰۰۔ م۔ راشد)

یہی ہے جو قلعہ قلعے سے

یہاں سے اس سرحد کی طرف

انک کے خزانوں کو حاکم کو ہوگا:

یہی ہر طاقت و تہذیب کی کثرت کا ہے

یہی ہے کہ تو شام و مشرق سے

گمراہ کی پیدائش

وہ شام و مشرق سے ہے

سپاہی کے ہونے پر بھی ہی ممتحن ہوتا ہے

گمراہ کی سوز میں

تھے سب خزانوں کی شام و اب بھی لوگوں کی

نور و افلاک سے گھبراہٹیں!

ایسے ہیں تو ہوگا:

شہر کے کہ ان تہذیب کے لوگوں سے:

تھے کیسے دہنا گیا ہے

جہاں سب سے گھبراہٹ ہے

تھے وہ جہاں کیسے دہنا گیا ہے

جہاں تو بہت تک وہی ہیں بڑا

میں سب جانتا تھا:

گمراہ کی صورت سے

کوشاکی ہے تو جس نام کی

جو تہذیب کی گمراہی کی آٹھ لاکھ دہنا

وہ تھا جس کا نہیں ہے

تھے جہت و جہت سے

وہ ہر مہاجرین کے لئے ہے عزت و جہاں جا رہا ہے

فیروز کی خاطر شب و روز کی اس مشقت سے

یہ تو ہے لی، ہوائی!

تو تہذیب کی

وہاں تو گمراہی کی زبان

تو گمراہی کی تہذیب کے کوئی گمراہی

یہ تو تہذیب کے

میں تھا ہر مہاجرین

اور ان غم سے پھل پرست گمراہی کے



تجھے مائیت کی طلب تھی،

تیرا زبان سے کئے چلدا

دل کی محبت جبری سرزمین کی،

وہ جہیز میری خیم بندی کی خاطر

شب بداد، خیم طرب، جام وینا کی

ہستار کی محبت کا دل پرانے، حرکت کا ہے،

نکولنے کی آسودگی کی طلب تھی،

مجھے وہ بندی کی ملکیت دیکھ کر تک

طلب تھی سرگاہ، محبوب کے گرم راحت سے ہر جہ

ہرچ کر دے گا

باشن پر خوب گھر کی،

جنیں شے کے محسوس ہو تا رہا ہے

اور اس خیم کی رہ سزا، اسے خدا!

وہ رونا شب گرد

ساتھ تیری ہے میں نکالوں کے محبوب کی لاش

ہو ہے رہے دوسروں میں بھری ہے

پھر اجنبی قید میرا

محب پاؤں میں کا قہار قہر کیا جا رہا ہے۔

روں کے ہر طرف نازوں میں پیگا

اب آفرشتہ میں مشرق کے

روں کے شب، اندر، نکروں کی خاطر

اگر نہ ہوتے تھی انوں کے نور

اور اب سالی بھرے

دکا، نہ منگادی ہے!

یہ "نوجی سرزادی" میں خدمت گزار دی

اسی روح شب گرد کا

یہ دریاؤں کو شفی

اک کہ یہ ہے حرکت گزروں کا یہ قہار جہ

یہ "لازم ہے نہ خاندانوں کی

جو دستِ حشر ہے

میں کا اسی توں میں تھا

مغرب کی مشرق کی پہنائیلوں

آنکھ، دھال بھی ہے نکلاں بچکے تھے!

جنگل ہوا بھیرا ہے!

حقیت کی دنیا تو ہے ہی!

یہاں اس دیاطِ مہر کی ہیں نیکن

مگر کہ غیاثوں کی خواہوں کی دنیا ہی ہوتی ہے

یہی اک مبارک ہے باقی جانے لگے ہی

یہ آخر کار، تجھ سے تھک رہا تھا جلا!

کہ اس "اجنبی سرزمین" میں!

مگر اتنا ہے ستم!

یہ سب سنا و سنا

تیرے توں ان "غیاثوں" پر ہی

ہوئی گدگداریں اک پرکاشے ہی ہے کم کر!

توہ تو یا اس

بکھر جانے کا جلا!

کافی کے نام نہ ہے گھر کی!

غیر وہ ماہوں کا، خاندانہ دشمنی کا یہ قہار

کہاں بھول سکے ہوں

اور پھر غافیت کی سحر

اسے مندریں بیستہاں!

اس کا قہر کون پہنچے گا!

وہ لگے، ہستوں کے دھمالی لگے،

یہ "نوجی سرزادی" کی یکا درشاموں میں



نظم

خبر گئی آسمان کی دنیا
 وہ جا گئی ہے آفتی کنار سے
 آواز سے رنگوں کی چاندنی
 آفر گئے ساحلِ بند میں پر
 بھی کھڑی
 قائم تاسے
 اکبر گئی سانس چپوں کی
 پہلی گشتِ داغ میں چوٹ کی
 گرہا بزمِ خفا تھا
 قہر پڑی گم ہو گئیں مدافین
 سحر کی گوری کی چاندنی سے
 دھنک گئی گئی کی چادر
 اور اس پہلے
 بھڑکنے سے کہ تہہ بدن پر
 غماز سے چوٹوں کے مہلے
 اور اس کو کہی بکھر نہیں ہے
 کسی کو کہی بکھر نہیں ہے
 کہہ دے شہر کے نکل کر
 کہہ کر جانتے کہنا کیا تھا
 دکانی بازار
 ادا کوئی منزل
 کسی سے کوہِ دماغ سحر نہیں ہے
 یہ وقت زنجیرِ دوزخ شب کی
 کہیں سے ٹوٹے ہوئی گڑی ہے
 یہ باتِ وقت کی گڑی ہے
 وہ وقت آتے تو پہلے مار دے
 میں دھنکیں کے دھنک ہیں
 کبھی کہیں پہلے تہہ بدن سے
 آواز کر داتے کا لہو
 کہیں سے ہی سحر کی
 کہیں پہلے گئے افسانوں کے
 کہیں کیریں ہیں آسمان کی
 کہیں پہنچیں بگڑے دھنک
 یہ چاک ہے یہ کھدکا
 یہ بھر ہے یہ میراں کی
 یہ بھلے سب دانتے ہوٹوں کے
 یہ تھک ہے یہ کی دباں کی
 یہ جانتے دوزخ شب گزیر
 بھگتے ہیں اپنی دوزخ
 پسند ہیں نہتے گھمبے
 کہیں یہ فریادِ جوشِ وحشت
 کہ توپ کر اس کو بھیک دالو
 کہیں یہ سرگوشیِ محبت
 کہ ہم کہ یہ صبر گئے نالو



نظم

یہ کیا ملکوں کہ جو سسرا کہا رازِ حق ہے
 وہ مٹتی کی زبانیں کہیں ہیں وہ رازِ حق نہیں
 مٹا گیا ہے بہت مٹنے وصلِ وعدہ فراق
 گھر کی کینٹ اٹھائی دلم نہیں ہے کہیں
 یہ اپنا حقوق ہم آغوشِ ہمدردی دہلا
 یہ اپنا دید کہ ہے کب سے جو ہم یہ سال
 اس عشقِ خاص کو ہر ایک سے چھپانے سوتے
 دنگ لگایا ہے زمانہ گئے گاتے ہوتے

مے دل مرے سافر
ہوا پھر سے حکم سادہ
کو دلی جہ ہوں ہم تم
ری گئی گئی صدا میں
کریں شہنشاہ نظر کا
کہ سراخ کوئی پائیں
کسی بار تاسہ ہر کا

ہر اک انہی سے پا گئیں
ہر پتہ تھا پہنچے گھر کا
سر کوٹے ہاشاواں
ہیں دن سے بات کرنا
کبھی دن سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
جو ملا نہ کوئی پرمان
ہم انتہات مرنا

توں کیا کہوں کہ کیا ہے
شہنشاہ علم گئی ہا ہے
ہیں یہ بھی خافضیت
جو کوئی شمار ہوتا
ہیں کیا بنا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا



نور صحت اُٹھتا ہے
پھر شاموں کے ساتھ
شوق میں جیگ کر
نور و لاکھ منتظر ہوں کے صوفیوں
نہرتے ہیں
نور مشرق سے پیلا ہوا کبھی کبھی کے ساموں
کو چاند بچا ہے

یاد مر مرہ سے تار کی کے فوٹے تار کی کر
مذہب کی سب کھول کو چھٹ پڑے ہیں
آخر موسم ہوتا ہے
یاد مر مرہ تو نہیں کھنڈے لڑتے ہوئے پڑے ہیں
گئے ہیں

آخر توں پہ شہنشاہ آئے ہیں کہ ارتقا ہے
یاد مر مرہ سے ہوئے فوٹے کا جوہر
اپنے خاتون میں نے شہنشاہ زمین کی
دنیا ناچ رہا ہے

جیسے اب ہو کہ کبھی ہوگا صرف اس کے حکم سے
ہوگا

آخر کے اندر اور مر کے پلٹنے میں اسات پ
کو دیکھتا ہے

اور کبھی پلٹے والی ہے



ابدی رات

سوتن کی شام دکان پر ہے گفت و شنود
 اب بھی پردہائی کی حالت میں ایک آتی ہے
 ام کے باغ ہے مٹا ہوا گشت چھاتی ہے
 اب بھی درج کی چمکتی ہوئی پانیوں میں وہی
 سرسری ہوئی شانوں میں ہوا ہے چمک
 کوک کوئی کی ہے ہے سایہ تھا اب ایک
 تازگی کوٹ میں خستہ ہے ابھی تک منہ اب
 اب بھی پتوں میں ہے کروڑوں کی ٹھکان ہاں باقی
 نرالی جام ہے چنا، تو ہے چھاپا درد فام
 ہاں بکتے بکتے سامنے ہیں کہ ہے موجِ غبار
 چاندنی کھلتی ہے بیت کے ٹیلوں پر ہنوز
 پھر بھی منظر میں کی سی ہے کشش کیوں ہے؟
 اب بھی ہیں زہرو و شان و شہرہ ہیں اب بھی
 اب بھی ہے تاب ہے داناؤں پہن اب بھی
 سب کچھ پر وہ محبت کی نعر ہے خاموش
 چاندنی مات، جنگاتی ہی رہے گی مبدع
 صوبہ ہوا آئے گی، کیوں کو عمار آئے گی
 اہم خنداں دیدہ تماشا کا نہیں کوئی بہار
 دل کی تار ایک غمناک "ابدی مات" کا سوز
 لکڑی کی طرہ سے فسوس کا ہوا ابھی اوچیں
 تیز رفتار زمانہ، مرے دل، وہ گویا
 سوتن کی شام نگر دیکھ ہے گشتا ہنوز



دو ملاقاتیں اور وقت

۱۱

پہلی ملاقات

"معاذ اس کا دیکھنا ہی سراسر خلافِ عقل
 کم بخت جا پڑی ہے ہماری نظر کہاں"
 بزمِ دل جلوہ گر، کاکشاں ہے ہمد
 سونے وہ چمکتا تھاں ہے ہمد
 کئی کے آنے کی خبر وہ نہاں ہے ہمد
 اس سے پہلے مری نگہوں میں آئی دنیا تریک
 مہر و مہتاب تھے بے نور ثریا، تار بے
 آگ مہر کوں و نکال کوں دنیاں ہے ہمد
 فوق ہے گوہرِ نقل گیسوئے وفا
 دارہِ ذرہ نفسِ مشکِ فشاں ہے ہمد
 ویرجہ آبی ہے جو کانوں میں صدائے ساقی
 ہے اور وجد میں مصلیٰ ہر ملائے ساقی
 اور اور شیش سے رتس کنی ہے ہمد



۱۲

دوسری ملاقات

"بے خبر دِ عشقِ داغِ آئینہ عشق
 صوفہِ رد گردِ سٹاپنِ عشق
 میں جگ مہربان ہوں وہ بُنا ہے نہ جگ
 کیا کوں عشقِ وفا سارِ وفا ہے خاطر عشق
 عشق پر نظر ہے سوزِ گراں ہے ہمد



ہم پر مری خا دی تھوڑی میر ہے یہ وہی رخصت وہی زلفِ دل کویر ہے یہ
 کیا فسون کا رہی نیرنگ بنی ہے ہم
 جوں راز کی بل سی جھک باقی ہے عجب تازی بیگی سی بیک باقی ہے
 وہ لہجہ کی تصویر کہاں ہے ہم
 گلِ اُمید جو خا زینتِ دامِ ابر خیال آفتِ دل ہے جو روشنی تھی کبھی تھی جمال
 وقت کے کون سے کہے میں نہیں چہم

(۳۱)

اور وقت

ہے جتنو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
 اب دیکھئے تھوڑی ہے جا کو نظر کہاں
 وقت ہی خا، غول چٹا مستی کے لئے وقت ہی تیرا رواں ہے دگر آفتی کے لئے
 وقت ہی مریم مسکندہاں ہے ہم
 ہر تصورے تراشا ہے سب آفتِ صدم ہائے وہ صلی فسون ساز وہ زلفِ ہریم
 کج پیری فلا عشق رواں ہے ہم
 کاش پیر دل کے آفت پر دست لگانے کاش پیر وقت کے عمل سے وہ لیلانکے
 وہ جو کہ جو قریب دگر جاں ہے ہم
 صحن اٹے نکاحِ راضی کہ جو صلیبِ نیاز عشق کی راہ کشی اس کا سفرِ وعدہ و راز
 عشق کی منزلِ مقصود کہاں ہے ہم



روشنیاں

آدمی

آہلی اہلی چیز اور بھگی
زنت دھتے کے کھنوں کی
دل پھپھتے ہی کس انداز سے بولی ہیں
دو ٹیلیوں کی روشنیاں ہم بولی ہیں

آدمی۔ جیسے کسی ای جونی بات کی ایک کڑی سی خیر
میں سے دنیا زہر و زور سب کچھ دیکھیں پھر ہی تدبیریں
جکڑ۔ جیسے روئے بد کا جھنسن مائیں دکھوں ہوت
جان لے کوئی جیسے دھنسن بولی ہیں
انصباں بیچتا کے دوت روشنیاں کی روشنیاں ہم بولی ہیں
دھرتی۔ تم کا اک ساگر میں ہیں آغوا ہے طوفانی



دل کے ہزار کا اک بحر میں ہیں آغوا
نئی۔ نکلا ہے آکا کش کے قلم و رسم سے آفرید
دھرتی کے سینے کا خداد
پتہ۔ گم گشتہ رو میں آوارہ انداز میں قفا ہوا
صوت اور انصوں کے ساتھ
خدا نازک دل گھبرا کر دھوڑتے پھرتے رام گریز
آف۔ یہ ذہیت کی رستا خیز
نہاں۔ لاکھوں آرزو میں کے ٹوٹا ہوا چھٹے میں دیکھتے
سر آدمی سے چھپانے ہوئے
دھرتی کی گود میں ہے مج کی لاش
ہاں بھلا صفتی باقم کہ نہیں
ہے سکوں کو گئی کہہ در کو پھر
صدا قوم کی فحشست کے این
سوتے ہیں خاک پہ یہ تانے
خشبیت کی ضلالت ہی نہیں
ہی کو یہ سب ہیں شہید ہی دعا
مج کی بھارت چلے گی آگے
دھرتیوں کی روشنیاں ہم بولی ہیں



زندگی اے زندگی

(۱)

فرق پیش و پارگی

میں کھڑا ہوں تیرے وہ پار زندگی

پیش و پسوں

فرق پیش و پارگی

اسے جان غارتوں کی کہ کشن

زندگی اے زندگی!

میں ترسے وہ پرچیں چھوڑی کی نعت سے

حق، مہجری فوجوں کے دیکھے دیئے زمین سے

کھٹکتا آواز چاہیوں کے شورش، ڈر ہے جوتے

گرم کپڑی انگلوں کے منسلے

منقلع عشق بہ جہاں کے متقلع!

جہ، باہر پارگی میں فرق پیش و پارگی

میں کھڑک لئے کھڑک

جس کی ہر دھڑکن میں گونجے وہ چاہی کی ترگی

زندگی، اے زندگی!

(۲)

کھٹے سائے مجھ پر قص

تیرے دھکے پر داگ، غام پر

کھٹے سائے، کھٹے کھس

کھٹے پسے کھ مجھ پر قص

بھرا کھ کھنواں، کھٹے کھنواں

ہو نہ، کھ کھ جام پر

حق دی ہے ناچتی صدیوں کا آہنگ و قدم

مادوں کویشوں کی کئی انگڑی کے زردیم

آجیوں کی گھبراہٹ، پتوں کی گم

اس طرف، باہر کھوئے عدم

ایک طوفان، ایک پہلی بیکری

ڈوبے کوئی مرے شرم و حسرت کی کشمیری

اے زندگی، متاں!

پہلی فٹ کھٹ، غم کھٹ سے پیری جانب چاہک ہی

زندگی، اے زندگی!





عشوبہ رفتہ! تجھے یاد تو ہوگی وحدت!؟

جب تو تانہ ہوا کے جھونکے

نرم باتوں کی طرح

پہلے ہی راتوں کی طرح

دل میں پیدا کیا کہتے تھے سکون اور طرب!

ماضی خواب ہو، مریح ہو، یاد تو کر۔۔۔

سائیں کرچہ سو جوں کا ستار

ہٹا چکا سا چٹھا ڈاڈر آند

رفتہ رفتہ ہی بھری۔۔۔ ہی بھلی بھری

انہری، افکار پریشاں ہیں کر

ہرق اور بڑا کا طوفاں ہیں کر

اور ناک سناٹا

میں کو سو جوں نے بھولیا تھا ابھی

دھندلے خوابوں نے ستایا تھا ابھی

نوٹ کر ڈوب گیا تیرے میں گرد اجڑے کے

اور وہ رات بھی۔۔۔ وہ عشوبہ رفتہ کی دات

پر چٹائی تانہ چھڑا سورت۔۔۔

نچاؤ میں تھوڑی کی کرن کو لے کر

زندگی کا وہ سسٹن، انجام نہیں

زندگی میں نہیں، شام نہیں

یاد باغ نہیں، امر و نک و دنیا بھی نہیں

خواب اور خواب کی تعبیر سے نفرت ہے تیرے

پس مگر عشق کے جذبات سے کیسے گی خیر

حسن کے عشوہ نہیں، کواہ ہے گی ضرور

اور جب لڑا خازن سونے کے لئے

نکھن بجائے کے پہلو میں چنے کے لئے

طلحہ انجام میں کھو جانے کو

قرقریت ہوئے قدموں سے چٹا گا اثر

ہیں وہیں زندگی ایک خروب گری کے اندر

توڑ کر پائے طلب راہ سے ہٹ جانے کی

اور پھر نشہ قدم کا بھی پتہ

مل نیکے گا نہ ملا ہے وہ بک

عشوبہ رفتہ! تجھے یاد نہ کرتے اسے کاش

ماضی خواب ہو، مریح ہو، یاد تو کر۔۔۔

کس لئے یاد کیا کرتی ہے فصل آدم

کیوں جب کرتی ہے فصل آدم؟



”ایسی باتیں بھی کئی گزری ہیں“

ایسی باتیں بھی کئی گزری ہیں جب قری یاد نہیں آتی ہے
حد پیمبر میں پہلے نہ کر اب پ فریاد نہیں آتی ہے
(دعا پیر محمد)



| | |
|--------------------------------------|---|
| کہاں گیا تھا پر وہ پیر میں پھر آیا | عجب مریض جنت نواں ہے خراب عشق |
| شبہ نسلی کا تارا، رکاب میں لایا | اسی طرح جو دل بہ قسور بہر کیا |
| تو اس شام — اہل کائنات بات بات ہے؟ | ہر مقام — اہل کائنات بات بات ہے؟ |
| یہ آن کون سے تاریک محض جھپٹے کی | یہ کس کے پاؤں کی جان کون کی کس ناس کی گزرتی |
| مر قدام ہر آسمان اُجھڑ آیا | یہ کس کے کسے کا آہل ہوا تھا — کوہ کیا |
| م تمام — اہل کائنات بات بات ہے؟ | خیال خام — اہل کائنات بات بات ہے؟ |
| تو شہر وہ کس دُور کے کھلے ہیں | تاریخ سر مشرقِ غضبام دے ملے |
| اواسے خامس سے ہے پیر ہمار پتلیا | ویلو دھ سے ہاں تک تو کس سست آیا |
| کس کا نام — اہل کائنات بات بات ہے؟ | پس خرام — اہل کائنات بات بات ہے؟ |
| وہ چہ بے شک گھٹنے سے در بہا ہی دے | آنقہ پ غولہ دیا ہاں جو یا چہید و مسیح |
| وہ بیل بیل چلا نیم کا گشتا سا | شبہ فراق کجے ہاں تک تو پہنچا یا |
| بہ صحن دہام — اہل کائنات بات بات ہے؟ | ہر اہتمام — اہل کائنات بات بات ہے؟ |

الطاف کوہر

تھیں لہائی

آخری شعلہ

صغریٰ قطار

میں ایک نہیں

تم کہتے ہو تو ایک ہی

پر ساتھ مرتب مجھے چھوٹے صفوں کی

میں ہی ایک قطار گدا ہے

یہ چھوٹے چھوٹے صفوں کی

میں ہی ایک قطار گدا ہے

ان گرہیلے قدروں سے

ہو تھکے میرے سر سے لپکتے نولہ کے ہیں

تم نے تو میرے سر پر شاید

یہ سوہنے کے پتھر مارا ہے

جو چمکا خون بہا کر ہے

وہ داغ عین ہی جاتے گا

یا نہ تو قندیں ہی جانتے گا

کہ میرے خون کا ہر قطرہ وہ سفر تھا

جو ایک کو دس میں

دس کو سو میں

سو کو چاروں میں

اور پھر کو لاکھوں میں ڈھال دیا کرتا ہے

تم جانتے ہو

اس لاکھ سے لگے بھی گنتی ہیں سکتی ہے

تم کہتے ہو، تم کہتے ہو

میں ایک ہوں یا لاکھ ہوں

یہ مستقبل بتاتا ہے

مذہب وہ سے چل آتی ہے شام

دن کی شگنائی ہوتی

رات کے سایوں سے ڈنڈی ہوئی گھرائی ہوئی

مذہب وہ سے چل آتی ہے غمزدہ غم

پیش جاتی ہے ترے پر ہجوم انیس سے

کیسلیق ہے ترے پاؤں سے

ترے پاؤں کی گھرائی سے

اور کس پیڑا سے چھو کر تری بانہوں کو

توہلے شانوں کو

برہمنی جاتی ہے، داخلی جاتی ہے

دیکھتے دیکھتے بانوں کی آس میں آس میں آس جاتی

جینی گہرے گھنے سایوں میں کھو جاتی

تیرے دھنوں سے جبری شام گئی

شام کے ساتھ توہلے دنگ گئے

اب گندے ہوئے لوگوں میں ہے گا

ترے خونوں کا گدلا

لوگوں جو تری یاد میں گندے گا

کہے گا میری تہائی کا رز

میں گندے ہوئے لوگوں کا شاہکار ہے

تیرے بانوں کی عین رات میں سو جاؤں گا

اجنبی گہرے گھنے سایوں میں کھو جاؤں گا



اے نرہستِ مہتاب

خلج

ہم و ہے کہ وہ ہم بھی ہا تھا ہوا
ہم ہم میں زمین و آسمان نہ ہوا
ہو گنہر آفاق کی ہمسرا رہی تھی
دیار سے شہر کے پٹے آئی وہ آواز
اب ملکِ تنگ مانجے دنوں بھی نہیں ہیں
آئندہ زلت و لبِ طرا گاہ تھے جو آواز
جس طبع کے دامن میں تھے اُنہیں تھے خوشی
وہ ڈوبتے مہتاب کی کرنوں سے بھاگتے ہیں
اے نرہستِ مہتاب

ہرگز کہ سڑکوں کے چراغوں میں کٹا تھا
ہرگز کہ تھا رنگ و ذراغ و نور کا چلپا
کچھ اور بھی تھا رنگ و ذراغ سے آگے
جہاں ہوا آہنگ، سنگت ہوئی سڑک
صدیوں کے تنگ سے دکن ہوئی دیوار
آزادی کی امانیت سے ٹکری ہوئی گلاب
اک دل جو روایات کی ہوا کی کامیاب
ایک دہائی جو تحریکِ مساوات کی چاب
کس طرح تھیں آئے اس سڑک سے گزرتے
دانشِ دہائی کے تھے تحریک کے آداب
کس طرح تھیں آئے اس سڑک سے گزرتے
تھیں تھے دہائی کا فریاد کے آداب
کس طرح تھیں آئے اس سڑک سے گزرتے
تھیں تھے دہائی کا فریاد کے آداب
تو صبحِ شہبِ بھرو لولہ دلہ ہے سب
اے نرہستِ مہتاب

انہی ہر راحت میں صلاحت کے سرگرم ہوا
کے ہزار
اس طرح میرے ہر گم گم گم گم گم گم
میرا ہی تھی
میرے ہی چلا گیا مسئلہ کی سیاری میری
پیسے ہیں پاؤں کے ایک گھسٹن ہوئی
دولت ہوئی
میرے پائے ہتھ کے لئے صحت کا گلاب ہے۔

اب بھی نہ سوادِ نازوں کے گتے غافلے
ماتحت کو نالیت کی حقیر روئے جاتے ہیں
تیرے اور میرے غفلت سے یہی ہو گئے
جو تھیں، تم نہیں ہونے دیتے
ہر گتے میں نہیں بنے دیتے

تیری ادھیڑ کی تمہاری بکرا آئی تھی
کہ نہ کوئی تشریف کا باب ہو گئی تھی
پہا



تم اور میں - اور ایک حکومت

سفینہ

رات سیبِ احمد

میں ہیں بکھرے پھاڑی گنتی
جہاں پہ ہم دفنوں نے دودھ کیا
کھاتا - دودھ بارہ لٹے کا
میں اس بکھرے پکنا تھا

سوارِ شہر کو ساحل کی ٹانگی کو سلام
کھینچو یہ فن کا سفینہ روا شکستہ دھام
اتھا سکا نہ شبِ غم میں جی کسی حوال
ستونِ روشنی شہسوار کے اسرار
جھانکے - اترتے - اٹھتے - اٹھتے - اٹھتے
کئی سفینوں کی فوجوں نے اس کو گھیر لیا
لڑائے بکھرنے فتنے میں جال ڈال دیا
نہایت جان کے ترشوں پر اچال دیا
ادھر بیڑا سی سوچیں تھیں یاد چو کا بچا
ادھر قافلہ لپکے گا اس کے ہاتھ لاکھین
دھانکے ڈھانکا - دودھ کو آسرا رکھے
مصلحہ تو لگی - میں دیکھنے خدا دیکھ
جہاں دلی کے غم پائے دھواں بہ جھٹکا
اندھیری شب میں ستارہ دبا دیاں دھوڑکا

سگر ویاں پر نہ صوب کر ہی تھی
تم نور تھیں - لیکن
تہ سے طلی ملتے ہی
جڑیاں بکھریں پھر سے دلی
کوئی صورت
کبھی جو عروسی کسی سے ملے
اُسی بکھرے پکنا ہوگی
قبر کو دنگا ہوں سے بکھے گھر رہی تھی

میں موت آیا
تیرے ہر یہ جناہوں کے
راج میں دیکھیں کبھی کبھی
اور اتر رہے دھوپ کڑی تھی۔



مرا دل ہے سیبِ احمد
میں قطرہ قطرہ برسوں
ترے پیار کو پیر ہی تھیں
جو تیرے لبوں سے پوسے
وہ چشمہ مسکرتے اندھ
مرا دل ہے سیبِ احمد

تو رات کی روشنی چھایا
تو مشہم مشہم جھٹکے
تو پنا سب یکہ کوٹے
تو میں کے - چکے بھاگے
وہ صورت تو اک سایا
تو رات کی دھندلتی چھایا

کب رات دیکھے وہ آنے
کب سیب سے سوتی تھکے
صورت سے چھوٹی تھکے
کب میل بہ تیرا میرا
کب دل دلی سے مل جانے
کب رات دیکھے وہ آنے



گھر بنا نا جا رہا ہوں

نظم

نظم

اب تو کچھ ایسا لگتا ہے
 سارا جگ مجھ سے چھٹا ہے
 انگلیں بھی مری بڑھل بڑھل
 شانوں پر بھی کچھ دکھتا ہے
 کاتبِ وقت نے جاتے جاتے
 چہرے پر کچھ کھسا دیا ہے
 آئینے میں پیسہ کھوٹے
 دیکھ رہی ہوں کیا نکلا ہے
 لگتا ہے قسے مدھپ کا دار
 ہر کسی کے گرد سما ہے
 لگتا ہے زمنوں کا دو شانہ
 ہر کسی نے اوڑھ لیا ہے
 چڑھ کر صحتِ رشک کی مہارت
 دل کو اچھلتا ہوا ہے
 صبح تک سرشار ہے میری
 آغز جیروں ہوا ہے —
 اُن کو شاید علم نہیں ہے
 میرا دامن اب بھی بھرا ہے
 جو لکنا تھا دیکھتے ہوئے ہوں
 جو دیتا تھا باختم دیا ہے

تم اگر چھتے زمرہ چھتے
 ساری دنیا میں اگر چھتے تو کیوں پہ چھتے
 صبح پر پہنچے ہوئے لک کا پر پہ چھتے
 تم نے کیوں پاؤں میں دھندے ہوئے لک لک چھتے
 تم نے کیوں مجھ کو چھتا

پاپے کہہ دیا اگر مجھ سے میں پاؤں دلوں
 میں کہاں ہر کہاں
 چاہے اگر کوئی شکل کے کندھوں تاروں
 میں کہاں ہر کہاں
 تم نے کیوں قتب کو کہہ دے نسبت دے کر
 قتبے کو کر کو کر
 تم نے کیوں مجھ کو چھتا

اول اس دھندے تم نے سکھائے
 کیوں کہہ دیا رنگ زعفران کے جندے کھو گئے
 تب میری ساگر کا دن تھا
 آج میں داگہ مرا کاں —
 اول وہ آج کے ماچیں میں جھکا دیا
 تم نے کیوں خاک میں ڈوبے ہوئے لک کو چھتا
 تم نے کیوں مجھ کو چھتا

گھر جانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں
 دامن کہہ دے میں یا ساحلِ دریا کے پاس
 اور کئی اور کئی چرٹوں پر سر جو میرے کھڑے پاس
 شوق کہاں ہیں، دوست کہاں کے پاس
 دھڑ دھڑ کے کانٹے یا شہید کے پاس
 اس پریشانی میں میرا دھارہ بر کوئی نہیں
 کوا آئیں کھانا آئیں میں اور چڑ کوئی نہیں
 گھر جانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں



سفر کی عطا

وہاں بج اور قرض پچائوں کاظم علیز مفہوم کہیں لے لے کر

سفر کا چکا ہے

میں بھی مسافت کے جاننا کہہ سوں سے دامن چھڑا کر

ابھی گھر کے آگن کی دوا غل ہوا ہوں

جہاں دانتیں میرے بچوں کے آگے تہم کہ صورت میں کب سے

میری منتظر ہیں

اگر وہاں کہاں ایک گتے کے عالم میں ہے کسی گھر کی دھوا

وہ رخسار کے چہرہ کی ہر جھلک پر بھی شہر و قلعہ کی صورت کی

سے مر جانا چکے ہیں

وہ آسمان کی چھیلیں کہ میں ہیں جا کر بچ اسرار کو رہاں قلعہ

دیکھتے دونوں کے غضب تک صورت کی ہر تہمت پہنتے جھٹتے

فی کیا فی کے تقویر سے رنگ ماوراء ہر جلی ہیں

وہ پھر غری میرے ہر بچہ کی تار کو دیکھتے ہیں

میرے دل و چہرے پر جلی ہوئی دھول کو تک دلی ہے

میرے دم سے مرے مرے ان کی دانتوں کی سطرین دلی ہے

اور اس کی دانتوں کی حقیقت کو کہنا تھا ہے

حقیقت سے میرے بچے جھٹکے کے قابل نہیں ہیں

— یہ تھا گلی

— یہی میرے بچے سفر کا عطا ہے

بلے دیکھتے ہی میری صورت چمکے ہیں اور جو کہ گھر سے میں نہ کر

میرے پیادے بچے بچے لے جاتے ہیں

مگر میری دینے سے ان کی ہلک گئے تھے

ہلکے سے قہقہہ کیا لے کے آئے ہیں اس دلی سے

مگر کاہن آپ نے ہم کو اب تک بتایا نہیں ہے

انہیں کیا بتاؤں

انہیں کیا بتاؤں کہ میں کوئے و شہت ہے صورت میں کوئی تھا

یہ کہ خداوند کائنات کی شہادت آگیا ہوا تھا

میں میں دیکھتے لوٹ کر آئے ہوں، وہ بچہ نام ہے

لوگ اس سے پوچھتے ہوئے کہی دیکھ گئے ہیں

تو یہ ان سے کہہ دیا کہ اپنے دل و دماغ کے پائال میں

ان کی چاہت کو لڑائی کی صورت چھپاتے ہوئے لگایا ہوا

غیرت کی ہے



نہیں نظر

محران

خداوند تعالیٰ ہے۔

سب ہم گمراہی کے غلاموں کے گمراہ ہیں کوئی؟

ہر گمراہی کے غلاموں کے گمراہ ہیں

ہر گمراہی کے غلاموں کے گمراہ ہیں

بہ وقت تم کوئی

میری خدمت

ہم خداوند تعالیٰ کے درجے کی خبر دے گا

کوئی پرستش

خداوند تعالیٰ کے درجے کی خبر دے گا

خداوند تعالیٰ کے درجے

خداوند تعالیٰ کے درجے

کہ بتا دے دل و جانوں

پتا نہ جانتے گا، نہ جانتے گا، نہ جانتے گا

تہا سے میں کا سوا تہا سے ہم کا گنہگار

بتاؤ۔ ۱۱

پہنچو اس سے

کو تم ہی طرح کے افراد ہند کی تعداد نہ جانتا

میری خدمت، میری خدمت

پہنچو اس سے، پہنچو اس سے

تہا سے ہم جیسے

کا سوا تہا سے ہم

ہم تو ہی ہم ہیں چاندی کے تاروں کی طرح ہوں گے

پہنچو اس سے، پہنچو اس سے

(نکاح ۱۱)



مشرقی

مشرقی

دائرہ دہلی

اُسے کہنا

صحنہ

وہ کیلے

وہ کیا ہے

جس کی خاطر میں پھاڑوں، گیتوں

بند گوں

جنگ، پڑوسی گناہوں میں گمراہیوں

یوں کہیں میں سوڑا ہوں

کبھی سرکش ہوئی مریں کہ

کبھی دوسے کی صورت، بیگناہوں

وہ کیا ہے جس کی صورت سے مجھ میں دھن

نہیں ہوں

میں نے کبھی دیکھا نہیں

گھر پر گئے

ہر ہر شے آگے

کون کی قوس میں

پتھر کی ہتھیں میں

سانپ کی بگیں میں

ورنہ گھر کی گھر میں موجود ہے

ہر دھن کے پتھر پر شمشیر میں دھن ہے

موجودم اک کھپ چکا ہر شے ہے

کبھی جب شام کی دھن

یہ بادل کے نشانوں سے تھکتے ہے

قوس پر مشرب بھونکوں کو

اک شہر استاد ہن کے دوست ہے

تہاں کہہ دے شکتی ہے ا

میرے اس پاس کوئی نہیں

ہر طرف خدا ہے اپنے ہونٹ کھول دے

میرے سر سے ہر گنہ گار خلیفہ ہوا

تم کون ہو

میں پوچھتا ہوں

ہوا ایک ہونٹ کا

خاموشی ہو گئی ہونٹ ہے

جہاں پر اساتذہ میں ہی سرگشتیاں

میرے اندرون کے دوسرے کوئی کی جاتی

کسے میرے ہونٹوں پر لپٹا ہوا

سرگشتیاں غلام کے دھن میں دھن ہوئی

ہوتی ہیں

دھن کے آئینہ قدم

دھن کو دیکھو دھن کے چہرے میں

تھوڑیاں اپنے کانہوں پر

یہ صدائیں تھوڑے آوازے

کسی آن دیکھو اس کے چہرے پر

کسے میری آنکھوں پر پڑے ہوا

اپنی شہادت کے ساتھ دھن کے آوازے

اُسے کہہ دے میرا ہے

دھن کے گدے دھن کے ہونٹوں میں

کے گدے میں دھن کے

اُسے کہہ دے میرا ہے

مگر ہونٹوں میں دھن کے

اُسے کہہ دے میرا ہے

دھن کے دھن کے

اُسے کہہ دے میرا ہے

دھن کے دھن کے

اُسے کہہ دے میرا ہے

اُسے کہہ دے میرا ہے

اُسے کہہ دے میرا ہے





ایک ہی دانت تھا سب کی باتیں تھا
ایک ہی دانت میں سب کی باتیں تھا
ایک ہی فکر میں سب کی گھڑیاں تھا
دن بدلتے رہیں گے سدا
ہن کی ٹخنے رہیں، ان کی ٹخنے رہیں
سر کو دھتے رہیں، جاں بٹتے رہیں
مر کی ماہ میں، خار پھٹتے رہیں
کب سے جا رہی ہے یہ سلسلہ
ہاؤں شک ہی گئے، جا ہی ہلاکت ہے
ہاتوں دوش پر کتنا سلاکت ہے
حق دیکھ کمال، آنکھ جیروں ہے
میں کھڑا سوچتا رہ گیا
کب سے جا رہی ہے یہ سلسلہ
دن بدلتے رہیں گے سدا

آج مئی کا پہلا دن ہے، آج کا دن نوس کا دن ہے
اپنی حق کے حق مقابل ہو سلا، جہر کا دن ہے
صبروں کے مظلوم انہیں نے ان کے حق کو جہر کا
آج کا دن ہے ایم، ان کا دن صبر کا دن ہے
آج کے دن ہی جہر نے دستِ حق کو توڑ دیا تھا
ایکس نے سزا دی کہ ایک نئے دشمن کا دن ہے
آج کا دن ہے مگر دھڑکا، علم دھڑکا، غصہ کا
آج غصہ، غصہ، شب ہے، آج غصہ کا دن ہے
اب سے کوئی غم نہ رہا، حق سے کوئی غم نہ رہا
ایک نئے ایمان کی سائنس، ایک نئے غم کا دن ہے



حایت علی شاعر

شاید کہ بہار آئی

میں کہاں اور میرے دل کی جگہ وہ کہاں
رو گئی ہر چہتہ ماحول کی زنجیر گراں
سے کے آئی بکے تخیل کی پرواز کہاں

لے لےا عالم ہے کرکھڑوں میں سناؤ بجا نہیں
اور مسرت نگہ غلوں سے جاتا بھی نہیں
اتنی مدد کشن ہے نظر، کچھ نظر آتا نہیں

میرا اصحابی دونوں ہے کہ فضا ہے گھر
قدہ ذرا بہتیم ہے ہر اک نئے سمور
نئے دیکھتے سے ہو بچے یہ ونسب سمور

جانے کس قاف کی دوا دی میں نکل گیا بول
پاؤں دھرتی پہ چپا لو آپ کرا جانا ہوں
ہر نظر مجھ پہ ہے، اس کس کلام صواب ہونا

بزدل جانا ہے اٹھانے ہوئے جگہ چپکے
نہیاں ہیں کہ بچا ہے ہوتے وہ میں انکھیں
اور گھبراہٹیں کو بٹے ناب کے سائل چلیں

آج بھی گرچہ غم دہر کا عالم ہے وہی
دلِ سونہاں ہے وہی، دیدہ نہنم ہے وہی
سورج میں گھلتے ہوئے تپکر کا عالم ہے وہی

نکر چنپ چنپ ہے اپریشاں نہیں ہے بیکس
ذہن پر بار نہیں آج کا دھلتا ہوا دل
شام خاموش ہے، ویران نہیں ہے لیکن

وقت لے کس لے ہے وجہ حیات کی ہے
میرے ہوشوں کو تبسم کی اجازت دی ہے
ریکٹ ناگشتہ فنا کی حیات کی ہے

دل کا امرد، بہت کدو نکل پھاڑی کہیں
کوئی داؤغ آسمن پکشتیں ہو اور میری جہیں
کسی گل میں نہ ہیں، خاموشی دھن جال کی ہیں

لاکھ پہرے ہیں مگر دل پہ کوئی قید نہیں
ابن چین میں کوئی متباد نہیں، امید نہیں
ندگی کی اس مسندوں پہ کوئی قید نہیں



خیمہ آتش کو مسہرے میں سے پٹ جاتی ہے
ایک ایک چیز قدم ہوسی کو بڑا آتی ہے
ہاتھ پھیلا کے ہوا مجھ سے پٹ جاتی ہے

گاز کو آگ ٹوٹ گیا ہے سکوت نے
گاز کو آگ نظر بہا ہے ہر ایک نے
گاز کو غریب جام سے باہر ہے مورتے
گاز کو ہو گئے ہیں کڑے کو کس آنے

کس طرف جاؤں؟ ہر ایک سمت جاتی ہے جگہ
ہر طرف زلیلت زیادہ گدگداتی ہے جگہ
اندھ مری فکر، کہ اک شمع جلے، ایک بجے

پیر اقلو نازہ مسرہ و شام مل گیا
برسوں کے صبر و جذبہ کا انعام مل گیا

میں کی کچھ گھوڑا ہوا ہوں کہ خضاکم رسم ہے
جانے کس خواب میں ہیں مری دنیا گم ہے
دل کی دھڑکن ہے دھڑکنے کی حد گم ہے

کیا کیا نہ خستہ ہونے کا رخ
کس کس طرح سما گیا ہے نزل کا رخ
کی آنسوؤں سے دھوئے گئے ہیں جگر کے داغ
کتنے دینے بہا کے جھپٹا لیا ہے یہ چراغ

کس کی تھوڑے ہو رہی سوج ہوا دھن میں ہے
لہریں پختے ہیں زخمیہ کے حلقے جیسے
اندھلا دل ہے کہ زنجیر چار دھن میں ہے

اب غم نہیں جو ماہ میں کاٹنے ہوا کتنے
چلتے رہیں گے تو انہیں رہنا کتنے

نوشیاں ناز، دھن کو، قہقہے ناز
لوگو، غموں کیوں ہو، مرے ساتھ تم بھی گاز

کیا فکر اب جو پاؤں میں زخم پڑ گئی
نیزوں کی لوگو تیز کیجئے میں گزرتی
یقین ہے مہانے دلوں کی آہز گئی
نہاں میں قہر غم سے کوئی سامنے نہ کرتی

گاز کو آگ دھبہ میں ہے تودہ کائنات
گاز کو آگ دھن میں ہے یلڑ حیات
گاز کو آگ ختم ہے دہری شش جہات
گاز کو آگ موت ہی ہے تودہ ثبات

اب موت میں گد زلیلت کا پیغام ہے نہاں
نہاں کی دھڑکنوں کا نہیں کو کی گساں

گاز کو دھن اب غم میں و نہار ہے
گاز کو آہ آہ فضا میں ہوسار ہے



عباس دہلوی

۱۰ اظہارِ امر

غزوۂ حق میں

اتنی جہتیں اتنی نظریات

ساروں کا مزاج

لے میرے جسم کے کیس

ایک ایک کر کے اٹکے پیچے

سادے ساحل پر آتے تھے

کوئی صدمہ کی لہروں سے

کوئی بھلے سے

اور کوئی خوشبو سے ٹھٹھا تھا

خوشبو سے کیا کیا بھڑکتا

مل کے کرتے دھڑکتے شکاری

سکرا رہیں اور مسموم

پھر روکے بھی اس کا تھا

آسمانے بانٹ دیا

ایک ایک کر کے

حبیب انگلیوں کو ڈھانچ دیا

جیسے اللہ کے ہاتھوں سے کپڑے پہنے

جو کہ دیر کا ستہ تھا اور جو کہ میرے ہاتھ لگا تھا

سب کی اس کے ہاتھوں میں تھا

خالقِ مہالی یا خدوں میں

آہستہ تو تھے سے بھی بڑا کرنا تھا

تم کو تو مانگے سے بھی بڑا کر کے ملا تھا

اتنی جہتیں، اتنی نظریات

بڑے نصیبیوں کو ان کی تھی میں

مجھے یہ گستاخ سوا ملت ناپسند ہے

تیرے کہی کو تو لٹکاؤں اسے جانے گی

اتنی انگلیوں کی غلیظ انگلیں

ہر دم تیرے ہاتھوں میں پھیرتی ہے

بڑا جاہل تھا

فیروں کے سامنے نہیں چھوٹی ہے

میرے کہیوں کو تیرا سہا نکھڑے ہو کے

جب گریے

تیرے گریے

آجیوں کی لڑائی لڑتی ہے

اور جیسے نکلیں نہیں ہاتھ لگتی

پچھتاؤں کا مزاج پسند ہے

تیرے دیکھے غم میں

گمراہ اور سزاوار کے ساتھ

دھوکا دے

اسے میرے جسم کے کیس
 لہو کو سمجھا وہ دانت
 جس سے جہاں میں مرا
 دن کا سفر طویل ہوا

سلسلہ ہائے داند و شب
 میرے لئے وہ خوف ہے
 جس کی نہ استعدا کوئی
 جس کی نہ انتہا کوئی

وقت کے بعد وقفہ کا
 کوئی طحال دے بلے
 میرے لئے سفوفِ نقش
 رہا کوئی کہ اب مرے
 جسم کی راہ کٹ چکے

ہم کے اس حصار سے
 ہاڈوں نکل کے ہیں کہاں
 دے میری قید کو ثبات
 اسے میرے جسم کے کیس
 بلے سے دف کا جب کہ



برج کون

آوازوں کا جنگل

اگر نہیں

خوف

اگر نہیں
سجائی

ہب وہ اپنے گھر سے نکل

اس کے چپے پلنے والی

سب توڑیں

دشمن نہیں

اس کے آگے پلنے والی

سب کو لاری سے کھینچ لیں

کوڑوں کے دوسری

پلنے آسمان کے سامنے گئے

شعلوں کے ٹوکھ پہلے

نک نشتے ٹھکے کو ختم دیا

اس کی ماں

اس کا باپ

اس کے گھر کے سامنے لوگ

سب جیت توڑیں نہیں

فریک چوں کہ شہم کے قریب ملک میں

پلنے وہاں پلنے ہیں

اس آگ سے جنب کیا

اور منظر خطر

جس آگ میں کوہ لگی

دیا کے اس پادگنی

یری طر سے

پلنے اندر چپ کو پینو

فاتح کی آہٹائی کی گھر گروہ

تم کو تم سے

پلنے وہاں

نہد کہیں لے جانے والا

وہیں دیکھا کا بڑی بھونکا

تاکہ تم سے

یری تمہاری خاک میں ہے

نورانی ۱۵۵

ہر جھوٹ کی مدت تھوڑی ہے
جو علم کے اندر سے خلدوں کی
تائیک خطاؤں میں پل کر
ہر مسے جوانی پاتا ہے
تاریخ کے جھوٹوں کی طرف
جو ہج کے چکے مسدوں کی
اک ایک کرن کا دشمن ہے
تاریخ اس کا جوہن ہے

پچ لوں کہ آسان نہیں
پاک ہے وہی شکل ہے جسے
آسان بنا لے گر کوئی
لی جانے زہر کا پیالہ بھی
وہ زہر کا سپا لہری کر کا
سقاوا ابھی تک زندہ ہے
ہر شکل کو آسان کر کے
پنا کا سمجھنا سمجھنا ہے

کون سے سونے کا پرنس گھریں

سب وہ آگ کی آہٹ ہے؟

کون بتائے؟

اور وہ رنگ

آوازوں کا جنگل ہے۔



ناہی دار
نظم

محمد سلیم الرحمن
نظم

جلد ۱۱ شام ۱۱

مجھے تھوڑا وقت چاہیے

گماں کی کوئی نگاہ نہیں بھولتی

انسان پر ظلم کبھی کرتا ہے؟

کیا انسانی محبت کے بغیر زندگی رہ سکتا ہے؟

کیا میری محبت کچھ گناہ نہیں

کیا تم نے کبھی گناہ سے محبت کی ہے؟

کیا تمہیں انسانوں سے خوف آتا ہے؟

کیوں یہ باتوں میں کلمہ پڑھا چلوں سے خوفزدہ ہو؟

رہے کے وقت مسکاتے کبھی گویا کھانا شیف میں

تہا دنیا گھبراہٹیں کیا ہیں؟

کبھی نہیں بڑھتا دل کو دلجو

کبھی اندھ جگ کر دیکھو

کبھی لوگوں سے دور جا کر دیکھو

کبھی بے کار ہو جاؤ صرف بیکار دیکھو

میرا سوچ

دکھو اور لذت اس لیے ہی کہاں سے لے کر دے؟

انسان پر ظلم کون کس ہے؟

پانی کا بہاؤ تیز ہے

یکساں پانی سرچ نہیں سکتا

ہوا میں اندھنی ہیں

سودا بے نیاز ہے

بہارا اس کا نکلتے میں کوئی دوست نہیں؟

کوئی دشمن نہیں

ہمارے سوا

ساتھ ہیں چاروں طرف پانی بچہ کی آواز

ہر وقت اور ہر جگہ کی ایک کہانی

نہم صبا لہو گر داس کرتی ہوتی

اور پانی بیتا بچا دل سے آنکھوں میں

غراب کھیلوں کو بچے سے نہیں ہے

اور بچے کے درد انہوں میں اور نظر

کھڑکی کے باہر آنکھوں کے سامنے ہے

دھمپا میں پچکا ہوا کھنکھوڑا دھواں

جو ہمیشہ بچ کو یاد آئے

ایک وقت افراق

ہم کے، اس طرف سندھ ہی سندھ

اور اوپر بالکل آخر میں

دل و جان کے تدم پتہ میں

بال سے ہلکے شرٹوں میں

ڈوبی ہوئی چاند سورج گرہن میں

یا چھت کے پردوں پر

چونکے یا غول میں

کچھ بولے تیرا تو بولی تھک کر ہیں

ہوس پی کر پیچھے والے ہیں

کبھی سندھ دل میں بہاتے ہیں۔

مجھے سر فرازیت چاہیے

کھڑکی میں سے نکلے والی دھوپ تہی

اور سکوی

دراور پر بیٹھے پر تو سے کے سامنے جتنا۔

صرف ایک نظم کہنے کے لیے

اُن دنوں کی یاد میں

جو مر جاؤ تھے جاتے ہیں

کسی اچھے موسم کی خبر دینے کے الزام میں

اور دھن کر دیتے جاتے ہیں

بہ سوخا کھانسی کے ساتھ۔

کینڈہ میں کہیں جگر پانسے سے پھلے

مجھے تھوڑا وقت چاہیے۔

گناہ شہر میں گناہ کار تعمیر کرنے کے لئے

ایک نظم کہنے کے لئے۔



سیا اختر
خوابِ مشیں

بیاضی مجید
دھندل خواہش کا سفر

کیا جانوں میں تو کہاں سے آیا
کیا دہلے جا کوئی تھسا میرا

کیوں تو نے لقب لگا کر جان میں
کیوں تو مری خواہشوں میں اکرا

عر اہلی سہلی گزردہ کی مٹی
جیسا بھی تھا وقت گنت دیا تھا

کیوں مانتیں جہیز تو نے میری
کیوں کر دیا مجھ کو تو نے تنہا

کیوں سو گئی بیوی پہ مسکراہٹ
کیا جان کو لگ گیا ہے دھڑکا

میں جو بھی کوئی کتاب کھولوں
ہر ورق گئے ہے تیسرا چہرہ

تو خون میں میرے وقتا ہے
لگ دگ میں مرے سما سہا

اس دھندلے چہنے کی کوئی شکل
اس خار سے داہن کا دست

جیانت میں ہے ثابت یہی ہے
جو ذات میں کائنات یہی ہے
وہ فنی کا پندار چاہتا ہوں

میں پہلے ہونے کی سہجی میں
میں فندہ رہنے کی کزد میں
اہل سے پیکار چاہتا ہوں

ماہرِ ادراک سے کہتے ہوں
میں کوئی ہوں اندکسے ہوں
کشمور اسرار چاہتا ہوں

جو اہلِ فنی کی تشنگی ہیں
جو تیر و خائب کی زندگی ہیں
کہ ایسے اشعار چاہتا ہوں

خاتہ برتر، میں تیرا جزو
تھی سے میرے بجز کا رشتہ
تھی سے افسار چاہتا ہوں

میں اپنا اظہار چاہتا ہوں
فریبِ شامِ اہل سے چپے
طوبحِ افکار چاہتا ہوں

عجب دھن ہے غم و غرب کی
میں اس کہانی میں مدد و شب کی
خود اپنا کردہ چاہتا ہوں

فولہوں سے دھپے اتوں میں
سکوت کے بیگانوں میں
کمالی گفتار چاہتا ہوں

جو میرے لیے کو بڑگی دیں
جو میرے شعروں کو بڑگی دیں
وہ لب وہ رفتار چاہتا ہوں

میں ذہب کر شعر کہنے دا
سنے کوئی کہ سے ہے دا
میں نوٹ کر پسپا چاہتا ہوں

جو مجھ کو اسلوبِ فنی سکھائے
جو میرے دواں گنگے دے
وہ تاجِ افکار چاہتا ہوں



ریاض اللہ

آوازوں کا صحنہ

(مشرقی پاکستان کے بارے میں مولانا محمد امجد علی صاحب)

یہ کائنات بڑا شہرِ خوبان
نہک ہو توں کھڑمس، ملا روٹیوں کا مسکن
خیشہ نو ہوا ہلکا سرزمین
لنگھاتی صبیوں، میٹھی شاموں کی درختی شاویں
یہ رنگ سا مل کر مٹی کی تابندگی کے رنگ
فلں ہے تو پر پکاشاں، شہجہ زندگیاں
پہلو سے لگی تارنگ گلوں، جسموں کا طعمر میں دھما ہوا ہے
عین پیروں کے مکس سے جگر گاری ہے
من برداں، دل نہروں کی منزل
سنگے ہو توں، تر پتی، رحول، ٹھنکنا روں کی رازوں ہے
ہر ایک آواز سے گی آشوبیں، شہل، شک اکہ داستان ہوا ہے
یہاں شبِ سرکِ محفل آرائی دیدنی ہے
شک ہے کک ماچا پک لڑاں
زمین پر ہر پر خلی نام تمام رکھواں
پیار سو چاندنی کے قدموں کی دھول
بچے کا چوں لیں کر کہک، دہی ہے
حبیبی سا گر لگی اس طرح مضطرب ہے، جیسے
کسی کو دنی کا جسم لڑی
جوان ہاتھوں کے مس سے کپکپا رہا ہے
دم حواس کھنکھنوں ہے
تمام شبِ آواز سے قلبِ جڑ کی صورت

تڑپ تڑپ کر، ہلکی ہلکی کر
دھانے لہروں کے جھلکے کس کپانے سیریں میں سو گئے ہیں
کر پیسے کوئی جیل کا کار
دھن کے ایک دانشوں زونے پہ آکر
یہ چشمیوں، بھلبھ مضر
کسی میں دوا کے جھلنے پر لگی ہو
خدا کرے اس کے لافانگی میں قدموں کے چھوٹے کبوتر نہ سو گئیں
خدا کرے اس کے بام و نوں پر شام سے رحمنِ نورانی
خدا کرے اس کے دھندلے شب کا ہر ایک لہرو لگی چادراں
یہ جلوہ گام پر ہی چادراں
یہ رانیت لگاؤ دھلا دیاں
رہے گی تا ستر تیل گوند کر کے کھسے سدا و زخاں

یہ کو سداوں کے سطحے
دھنچے ہوئے دھنچے جھل
زل سے ہے جن پر نیلا آکاش سایا لگیں
ہوا کی لہروں پر دھنچے زلزلے بدل
دوش، دوش، طعمرِ جگر گشتی
ہری جری داروں میں جھکے ہوئے چلو فٹے
یہ سداؤں، عشق کے شیرازیوں کے مسکن



”سیت سی ٹاگٹ“

”تھیں دھڑکیں سے جی تو تیری زانیہ ہمیشہ لکھا گیا ہے“

گئے بھولی کا شہر پھر بھی رہا ہے برسوں

تم گروں کی جاتا ہو کر

جی امی کے نام پر سدا انگ میں اسے چھوٹتے رہے ہیں

جی ہے وہ سبز یہی کچھ شہر میں کہہا بھولی میں ادلیں دل نے

کھنٹے تھے میں ازل کہا بہت میں نے غلوں کے حوسہ و دشمن

اوس دھوئیں کے شہر میں جلکا اٹھے صوفیوں کے انگلیں

بہیں پر یہ ہم سنا مسئلہ نو فضا ہے

مستی میں جھوٹا اکاٹا، آچٹا

تھی چائے کا ڈس کی تازگی میں

میں بھولی دوا پڑا پس کی غلطی کی مناس گوی

بڑی جھوٹ سے ہر سنا لکھا شہر پیش کرتا

گواہی، کچا کچا اس کی صدا نے ستاؤ، قس کرتی

بہ خود و ستم از محبت و دلے

تقسیم ہمیشہ ایسا رہا ہے

کیا دیر بار پودہ اس سے تاب

بار سیدان خوشی ہے ہر پہ

خوش بودا تے ہوئے ستاں ہم

نیم شب با بریا مہد و ہر سے

راہ و حائل کا خوش آواز

بار دوسرے کشاں و جھوٹے

خود ستا سفال فقر خوش اسعی

کے کشیدہ جام او ہر منتہ کے

لکھنے و غلوں کی پہاڑوں میں اوٹھتے ہوئے ٹھٹھ

و نہ وہ چادر میں اپنے بھگتو

ہر گروں کی جھوٹیں صدیوں سے سرگراں

بہاؤ کے یوں چھیل دیوں

پڑا سرور مسکراہٹ کے نوٹ کی جھلک کی خاطر

سکوت پر لب نظر چھٹا ہے

پراخا ہر دھوا ہٹا ہے

دہانے کپ سے یوں باقتدا ہے

چلے ہوئے ہیں چلے، چرلے

بیان سے کچھ دور ہے چٹا انگ لکھا پہاڑ کی دوا

ہر شہر کا ناٹکی کے بیوں میں چل دیں کر بجا ہو ہے

یہ داس کے بھولی کی خوشبوئے مشکیں سے چھلکا ہے

یہ شہر میں کے لئے ہیں ساگسٹے کہا تھا

یہ کچھ خواہیہ نہا نہیں ہے

جو دھند اور کپ بھنگوں کی

دوانے ہر کسٹ کی چھی مسکرا رہا ہے

یہ شہر چاند میں کے امن و سکون کی خاطر

نہ جانے کتنے شہروں نے اس کے حوالے بیٹوں کا خون بہا یا

اوس کے دوا دھندوں کی گئی، رہا ہے زندہ

یہیں پہاڑ کے کچھاری نے

ایک خون ریز جنگ کے بعد

تو کہ غمخیز ایک میسٹر پر کھنٹے تھے کہ وہ یہ دھڑکیں الفاظ

”سیت سی ٹاگٹ“



بہاؤ اللہ سالہ حضرت



سروشاد صدیقی
تغنیغ

سہ ماہی
تغنیغ

وہ شاعر کھفت و رنگ لہجہ حبیب میر

لپٹے دل کی جہ آفتاب و مشعل کی

خیال کا وہ پدے کے سنگوں کے چاند میں وہ شاعر ہے

زبان سے کہیں چہرہ باطن کے ہر دھڑکے کو صراحتاً دے دیتا ہے

وہ شاعر و فنون و فنکار کے فنون کی مدح و ثناء ہے

جہاں تاں ایک میں ناموں کا رنگ جھٹکا ہے برسوں

یہ شہر گل اب جہاں تو کی ہوا بھی ہے و ہوا کی ہوا ہے

یہ برق کے فتنوں کی بجائے روشنی سے مبرا ہے

نہی میں سمجھتے ہوئے شہر و محرم کے باران اگلی ہے میں

یہ شہر گویا آسمان کے واسطے چاند بن کر چل رہا ہے

نہی کے ساحل پر گزرتے ہوئے کہیں کا شہر عشر

یہ کھڑکھڑاتا ہوئی ہیں ایسے دھنوں کی سرسبب چینی

ہوں کے تلوں میں اپنی شہرت کے قوس کا کھینچ کر نظر

یہ دیکھو تو ان ایسے کشادہ باز و جنگلات کے ہونے کو حیرت

یہ شاہزادوں کی یہ جہان کی روشنی کو ہونے کو ان کا روی

یہ فوجیت کی دھن کی بات ہے ابھی کہیں کہیں شہر ہے

یہیں یہ بہار و شہر و شہر ابھی کہیں کہیں ہے

مگر کسی اپنی صاف و آبی فرصت کہیں کہیں کہ

فریب ہے کہ وہ سہ ماہی سے کہیں کہیں کہیں ہے

یہ لوگ گئے

وہ بہتوں کی طرف سے

یہ چہرہ لاکھ کوئی چہرہ نہیں ہے

یہ گھر کو چھوڑ دے

وہ چہرہ لاکھ کی طرف سے

یہی طرف سے کوئی دھن و پاسے

یہ وقت کا میرا فیصلہ ہے

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں

یہ گھٹتا میں



دینی زندگی

درختِ درخشاں

(آئینہ امروندہ نوا)

نا ازل کے اجڑے کشتہ

میں میں صدیوں سے کوئی صدا، کوئی کاشت نہ پیدا ہوئی تھی
اندھروں کے گہرے، ابوابِ کنن ڈھونڈ کر بے خبر سو رہے تھے

فرگاہِ اپناک

در معلوم کس وقت

ہے رنگ، بجھتی ہوئی ضرور کی ہلوں میں

کہیں ایک ہے نام آواز کی سرسراہٹ کی چلتی ہوئی،
دھڑکاک چلتا ہوا سرخ منہ کھینچ کر تیرائی

کون تھا؟

کیا تھا؟

کون نہیں جانتا؟

ایک آوارہ اپنا گل سالو

کہیں نشانی ہوئی، اس سے جھاکتا تھا،

وہ لورے کپتا ہے

اسکے معجزہ میں رہ پیغام لے کر مرے پاس آیا تھا،
ہمیشہ؟

اک ہیج، اس وقت کی موت کے بعد پھر آ رہی ہے

کوئی درختِ درخشاں

کہ جب ساری مٹی کی مودہ تھوں سے

دیکھتے ہوتے زخمِ شاخوں کے، ناند پھر پہاڑاتے ہوئے چھوٹے بچوں کے
جتنی حکایت پرانی تراشیں

برگِ شہر میں

نہر کے کپے کپے میں

دل، دل میں

چنوس کے انٹھکیں لگی

خوشبو کے تند

م کا نالے میں قدر ہو گئی؟

جنوری ۱۹۹۳ء



خاطر فراموشی

احمد بخش

آہ محسوس سمندر

مغمور!



ہماری آنکھوں میں جھنڈے والے نقشِ باقی ہیں۔

کایں۔ موسم کی گرم آہستہ سے چونک اٹھتے ہیں۔

بھینگی بھی کاسس بن کر ٹھار دیتا ہے۔

فرزری کے پرانے گلوں میں پروں کے تمام نقاب خوب جھنڈے ہیں۔

ہوا۔ ابھی تک ہمارے پیروں کی سروشاخوں میں سرسرا رہی ہے

ہونٹ جھنڈے ہیں۔

اور گانگ۔ چاندی و جواہر کی اُفت اور اتحاد ہیروں میں سے نکلتا ہے

ہماری مصروف آفتابوں کی موت دھڑکی پہ جاگتی ہے۔

ہمارے محو پہ گھومتی ہے۔

کیا ہوا جو ہماری دنیا میں دن کی غلغلت

یہ شب کا دھوکا لگی حواس ہے ہمارے الفاظ کا۔

ذکوئی تاریخِ ساقیوں کی

ذکوئی ورثہ ذکوئی تہذیب

سب غلط ہے!

مقاہمت کے تمام ہندسے بھر چکے ہیں۔

ہماری آنکھیں ہی دیکھتی ہیں۔

اور کوئی کواڑ۔ ہماری تاریخ کی حکایت سے ماہوار ہے

روانشِ پتھر اُگل رہے ہیں۔

سات سمندر پار رہا ہے

ایک سمندر اور بھی ہے

ساری دنیا سے ٹوٹا ہے

ساری دنیا سے گرا ہے

ساری دنیا پر پھٹا ہے

سرخ اور نیلا اور سیاہ ہے

اس کے گہرے سورسے پاؤں

مکوں مکوں چھا جاتے ہیں

کو کا کولا پر ملتے ہیں۔



میں تنہا نہیں ہوں

میری زندگی کو
 مجھے دنیا پر ضرور ہے
 کہہ دینی دائری کثیری کی زیر پر ہول جاتی ہے
 وہ کہتی ہے
 سارے تارے لگے ہیں
 باپ کا لگ
 ماں کا لگ
 بھائی کا لگ
 بہن کا لگ
 اور اُس کا لگ جو اُس کے غم اور دکھ بتاتا ہے
 میں دلتا ہوں
 اُس نے زندگی کو نہ پاوہ دوزخ میں بھی
 میں اُس نے زندگی میں لگی بھول نہیں کی
 آج اپنی دائری میر پر بھول گیا ہوں
 میں نے کہا ہے
 سنے طر کی روشنی میں پڑائے دھنے ٹوٹے پھٹے چمکے ہیں
 خوش فہمیوں اور خود فریبیوں کا اور ختم ہوا
 لیکن دلوں کا غلط پہلے کی طرح اب لگ
 تعلق کی دائری میں موجود نہیں
 اور پہلے کی طرح اب لگا ہر جہد
 دوستی کا رینج ہمارے دلوں کی گھسیٹوں میں ضرور پڑتا ہے
 نئی کو نہیں ضرور چھوڑی گئی
 لکھا اب ضرور کئے گا
 تھا اقتدار ضرور جنم لیں گی
 تب تک
 اگر میں خود بے سلیطے سے پہننا اکھاڑتا ہے
 تو زندگی وہ بھر نہیں
 اِس وقت ہر وہ ہے
 جو قہقہے ہنساتا ہے
 اور اپنے آنسو خود مینٹا ہے۔



شمس الرحمن خاں

نظم



دعا اور چلتا ہوا کام ہے۔ لیکن کچھ کوئی
 علم ہے دہنے اور پڑانے سے کہہ کر بھی نہیں پڑتا
 بہت دلوں کی بات ہے، دیکھو یا میرے پیچھے
 کی۔ لیکن لوگوں نے ایک گتے درخت پر ایک
 ٹیڑھی کالی مٹھی بچھ کر رکھی۔ وہ جگہ پر نشید
 کسی کی کالی اور معنی ہے۔ شاخوں پر نہ کہ
 گرم ہاتھ لٹائی ہے۔ کسی کے پاس ایک
 دبا ہوا نوسر تو اس کو گھنچا آندھریا۔ لام
 بناتا تھیں۔

ایک صاحب بے ملے ہیں کہ میں نہیں ہے
 غور کا دھوکا ہے۔ تم کو معلوم ہے۔ دو شبنم
 کیسے کیسے دھندلے کرتی ہے؟

ایک بچہ چنگ ہے، ایک بچہ چریا جب کو کھانسی چنگ ہے
 چر تو کھانسی پر نہ کھانسی کو کھانسی کو کھانسی
 دھڑھولنے کا شاہانہ کھانسی کھانسی کھانسی

چنگ سے ایک پرانے پیڑ سے سدا
 ہانے کے گھر پر چڑھو ہر سیالک جگر
 ہے۔ کس کو کھانسی تو نہ دانتے، پانی پانی
 ہو کر ہر جاتے گا، ایک چنگ بولے، نہیں
 زہرہ تو نہیں ہے، لیکن پلنے بولے میں جگر
 ہے تو کھانسی چر ہاں ہاں کے کھانسی جگر
 ایک کھانسی اب نہ تھا کھانسی وہ کھانسی کھانسی

ایک موٹی سی شاخ کے گروہ میں پڑتی تھی۔ جیسے
 جم جم کر پچاسی جو کسی کو کھانسی کے کھانسی
 چنگ سے سرک چنگ تھقی تو وہ گھر کر چنگ
 ہٹ جاتا۔ پھر اس کو دویم سا جو کھانسی میری پڑتی
 کو ایک شبنم کی پتھریاں زبان دو شاخوں پر
 رہی ہے گرم پینے میں بول کر، سدا سے
 ہنسی گھنچ کر تری پیچھے گئی۔

ایک ک کہ کھانسی سے پیڑ سے سدا
 ہانے کھانسی شبنم کام نہ آیا۔ اب کھانسی
 کے سانس میں کھانسی کھانسی شبنم کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 میری دست بانی کھانسی سے کہ وہ کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی

شام کے چنگوں کے پیچھے دھنچوں میں پڑتی
 ایک پیڑ پر ایک کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 ہو۔ اس نے ایک ہنسنے منک کھانسی کھانسی
 پیڑ سے کھانسی کے پیچھے کھانسی اس شبنم
 کے پیچھے کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 چروہ کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی

بہن چنگوں کا لے جاتے ہیں۔ سدا سے
 دانتے لے چنگ گرتے گئے۔ اس پیڑ کو
 جیسے سناپ ہی سوا گلیا ہو، ایک چنگ کی
 کھانسی تھی، کھانسی کی چنگیں کھانسی کے
 شبنم کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 ۲۰۲ اسلے جاتے ہیں۔ سدا سے کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی

کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی

کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی
 کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی کھانسی

میں بھولی
ارتھائے زوال

غائب احمد
نظم

تم سے ملنا تھا ملے دنیا سے
لکھی لکھی دکھائی دیا بیٹے
تیر کر پار کے صرف دکھارت کے منہ لگے
لکھی لکھی سے غریب دھتے
سرور اندک سے آگے کے جہاں غلوں میں
روشنی میں کے بچے

غیر غلط میں گئے
ہم کو ملتا تھا تاروں کے سنگھ سے ملتا تھا
دستے ساتھ چلے ان میں غلوں میں
ہم نہ سوسنے لگے

اپنی خدمت کے کڑھوں کی پٹنگا ہوں میں
اپنی آگھوں میں رہا ہے ہم سے غلوں میں
خاکہ اور غلوں کے ساتھ میں غلوں میں
ہم کے غلوں میں غلوں میں غلوں میں
کتنے لکھے

ہم نے تیر کے ہوتے سے آگے لکھا
ہم نے تیر کے ہوتے سے آگے لکھا
ہم کو تیر کے ہوتے سے آگے لکھا
تم سے ملنا تھا ملے دنیا سے
اپنی غلوں سے پر ہے

روشنی کا چہرہ کا کیسی ہندی لکھی لکھی؟
حال ہا ہے

ہم نے لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
چندوں چھوٹے لکھی کی لکھی کی لکھی
دیکھ لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
انہی کے لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی

مگر یہ بارش نہیں لکھی کی لکھی
تم تو اپنی کا شطروہ
میری لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
میری کی لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی

میں اپنے سر پر غلوں سے اپنے لکھی کی لکھی
لکھی کے لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
دن ہے

دنیا اپنی غلوں کو لکھی کی لکھی کی لکھی
ہمارے لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
چراغی لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی



پانی سے غلوں کی لکھی کی لکھی
کاپی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
چراغ دقت کیا - کہ لکھی کی لکھی
لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
میں لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی

اب لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
پانی لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
پانی لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی
لکھی کی لکھی کی لکھی کی لکھی



نظم کا خمیڑا

نظم نے کہا

نظم نے کہا ہم کو کھو

میں کھڑی ہوں

کسی شہر کی سبز شاخ ہے

کسی پر نہ ہے کہ ہم خواہیہ آئیں

کسی بادشاہ کی کینہ پرانی میر میری

کسی شام کی دھندلی گھنٹوں ہے

دھوپ کا بارش کے کسی خوش مذاہب ہے

تراش کے کاہلی بادلوں ہے

تلیوں کے پیروں ہے

پاک جھلک جہن پرانی ہے۔

نظم نے کہا میں کھڑی ہوں

ایک بہت پرانے شہر کی

بہت پرانی فصیلوں ہے

بہت پرانی فصیلوں کے بہت پرانے شہر ہے

چرخہ پرانے دھندلی گھنٹوں میں

خیزا دلوں کے گم گشتہ عشق پرانی

جل چرخہ بوجھانے والی شہزادوں کے خیموں ہے

ان کی آئینہ صبر پرانے گھنٹوں ہے

وہ آئینہ کہ بہت پرانی داستان ہے۔

نظم نے کہا میں کھڑی ہوں

ایک بہت پرانے داد بان ہے

ایک بہت پرانے ساحل ہے

ایک بہت پرانی آفت ہے

اور آفت کے ایکس پرانی ہے

ایکس پرانے دلوں کی گنگوٹ پرانی ہے

ایکس پرانے دوست سارے ہے

وہ اس کے آٹھ کے خیر اشلے ہے۔

نظم نے کہا ہم کو کھو

میں کھڑی ہوں

نظم نے کہا میں کھڑی ہوں

دھوپ کے شہر پہلے ہے

دھندلی ایک آفت ہے

وہ کے آٹھ گنگوٹوں ہے

وہ کے شہر ہے

وہ ہنسوں کی ایکس پرانی ہے

کسی بھوتے کو ہے

بھوتے مارتے ہے

جو پوری بھگلوں ہے

وہ آٹھ کی کھڑی شام ہے۔

نظم نے کہا میں کھڑی ہوں

ایک بہت پرانے شہر کی

بہت پرانی فصیلوں ہے

بہت پرانی فصیلوں کے بہت پرانے شہر ہے

چرخہ پرانے دھندلی گھنٹوں میں

خیزا دلوں کے گم گشتہ عشق پرانی

جل چرخہ بوجھانے والی شہزادوں کے خیموں ہے

ان کی آئینہ صبر پرانے گھنٹوں ہے

وہ آئینہ کہ بہت پرانی داستان ہے۔

نظم نے کہا میں کھڑی ہوں

ایک بہت پرانے داد بان ہے

ایک بہت پرانے ساحل ہے

ایک بہت پرانی آفت ہے

اور آفت کے ایکس پرانی ہے

ایکس پرانے دلوں کی گنگوٹ پرانی ہے

ایکس پرانے دوست سارے ہے

وہ اس کے آٹھ کے خیر اشلے ہے۔

نظم نے کہا ہم کو کھو

میں کھڑی ہوں

دھوپ کے شہر پہلے ہے

دھندلی ایک آفت ہے

وہ کے آٹھ گنگوٹوں ہے

وہ کے شہر ہے

وہ ہنسوں کی ایکس پرانی ہے

کسی بھوتے کو ہے

بھوتے مارتے ہے

جو پوری بھگلوں ہے

وہ آٹھ کی کھڑی شام ہے۔



صباحِ ادب کی نمود

ہوا کے اندر ہوا ہے

نکلے کہاں کہو کہو

میں کھڑی ہوں

اُداس شہروں کی چمنوں پہ

جھلکے گھروں کی گھنٹوں پہ

زندہ آؤں گے تار تار دو چمنوں پہ

اُکھٹے بند بچے کی کندہ آجینوں پہ

لیکے پڑاؤں کی کھجور کے پتے معلق پہ

غائب کی خنجر مریوں پہ

پگھلتی ہوئی آسانی کماؤں پہ

جستہ پر چڑھتے ہوں کی دھندلے پہ

فکڑے فکڑے شکاروں پہ

ہر ریت کے دامنوں پہ

مناظروں کے قوس پہ

مرا کاروں کی چھینٹوں پہ

سم گڑی کی کاکھوں پہ

آسانی سمون کے چمنوں پہ

اور چڑیاؤں کے تار یکے پہلیں پہ۔

نکلے کہاں کہو کہو

کہو کہو

میں کھڑی ہوں

میں کھڑی ہوں

ہوا کے اندر

ہوا ہے

اور پانی میں

پانی

گل میں ہیں

گل میں خوشبو

رات میں صبح

بیسے ہی تھے۔

دن میں کہاں تھے

بانگ ایسے بات سے وٹھل

انہوں کے گمانوں تھے

کہیں کہیں

چٹا لہو میں

میں اک جیٹا تھا

کہیں کہیں

دن کی جھلک میں

داؤں کا زہر تھا

رات میں صبح

دن میں ہیں

اب صبح نکلے

شب میں سہا پہ چٹا

بانگ میں اب بانگ بیسے

چٹا ہوا کہ چٹا

میں نے پر

پچھے دو کھٹا تھا

ہوا کے اندر پانی

گل میں اب کی خوشبو تھی

اور داؤں میں جھلک



سہیل احمد

محمد عبداللہ

نور شہد احمدی

ایک بچے کے جھوٹے کیلئے منظر

مجاز

جسم کے دن دفتر میں پھول

مستور نہیں کر

بال خشک پیدا کیجئے تو

برہم پیدا ہے

خاندان کے ہیں چائیں

مستور ہے اگر تر نثر کہ ہے یا نہیں

ملا کر جس اُس نے تیری انوشا کو دینا

کسی سے

اُس وقت تیرے جگہوں میں اُسے ہاں ہی

داد دانی تھی

ایک خند بھری دیا اُس کی

ایک پیار بھری دیا تیرا

پہر اُس نے چٹا سیکر دیا

اب دور گلیوں میں پھر ہے

اور قاتل اُس گھر کے کوئے ہیں

لڑاں جھل جھلنے پر تیرا

اُس گد بھری تیرائی کی میل چاند میں پڑتا

کی کوئی تجھے دیا نہ دلا

جو اتنی بات بتا سکتا

تیری خند بھری دنیا سے ہے

جو نہ گراں کا تیل ہے ا

اُس میں ہر شخص کیلا ہے ا

پھر دن کا اندھ کھیرا تھا بچہ گڑے

پہری اندھی فریادوں کی کھیر میں بچے کی گڑے

کان تو اپنے آپ میں تھیں

پھول نہیں، انکس مسکائی

ہرے جسم پر ٹوٹی تھی کوست ہر کہ غاپ

خندوں کے کس کس تیرے سہکا اندھ کے چٹا کپاپ

گھر سے گھر کو تو کٹنے سے پیڑ

اس کے بچوں سے بندہ ہوا اندھ کھول دینا

سرو پر کھلے ہو خشک گشت کا سفر کو کر گیا ہے

تو جھانکے اندھ بھرتے سے پیڑ

اکڑی مڑتے ہو دیکھنا

ہو اگر گھر اُپر سے خیر دیا ہیں آج

تو میں اندھ ہی آج دینا

ہو اگر برف سے ٹپا ہوا کوئی مسافر

خالی اتنی ہی آواز گانے

قوتے جھجھانے تیرے پاؤں سے دیا

آخر قلم فرشتہ نہیں ہو

محبت ہو !



آدمی کا نام

ڈاؤب جاتی ہے جب عوامی سیاست
 شفق و شام کی ہمسایوں میں
 کون پتا ہے کھول یا دلوں کے
 تیرے سنائی رہ گزروں میں
 کون تادوں کی نرم چھاؤں میں
 ذریعہ تیسرا نام لیتا ہے
 کھنکھرتے سپہاں کا دامن
 ہے غیلانی میں خاتم لیتا ہے
 کون کرتا ہے یاد خفوت میں
 بولے برسے بولے فنون کو
 ذریعہ کون چھڑو دیتا ہے
 مس کے گم ستارہ ترافی کو
 پاندی رات میں حسین بھرنے
 گیت گاتے ہیں گلگتاتے ہیں
 اور نواہوں کے دلہنی پردے
 کس کی ہلکوں پہ سرسراتے ہیں
 سرنگوں کس کے آستان پہ جوتی
 تیری ہستی کی مضطرب سی احاس
 اور دہکتا تھا کس کے قدروں پر
 مغزوں کا غمزدہ محو مپاس !
 جیسے کہ ٹوڑ کس نے تادوں سے
 بیک کی ناگ پر بھجیڑا ہے
 کس کے گیتوں میں تیرے خوابوں کا
 جھگڑا ہوا سوچا ہے ؟



داخلہ داخل ہی ہو اور خسرام آہستہ
 وہ دھڑکیں کٹاؤں سے جہان کا کتاب
 دانش و دانش ہے سہل کے کچا پانی و قضا
 سرگرمی کے گول کے سناؤ و فکر و جلب
 کام ہیں گئے قضا کے پہلوں کے
 لٹاؤں گشتِ حق میں کوئی پہلوں میں
 قصورت میں کٹا سکوں کہ ہے
 غم جہالت سے بیکار ہو گیا ہوں میں
 کہ اس وقت سے پہلے میں نے کئے
 کہ جیسے دہلی لڑتی ہو ماہ و ماہوں کی
 بھرتی ہوئی تھی وہاں دہلی کے
 کہ جیسے لگتی ہو دو شہر کو ہوا دہلی
 کہ رسا ہوتا ہے صومچ پانی کے
 عزیزِ شب ہے جو جیسے غورِ فکر کا
 کہ جیسے دہلی ناہ و نجوم میں جا کر
 کسی نے چھڑ دیا ہو وہاں غور کا
 کہ جیسے خواب سے ہوں نگاہِ درگزر میں
 کہ جیسے حق کوئی ہو شبِ غور کا
 کہ جیسے پہلو پچانے کے پہلوں میں
 کہ جیسے جو سفر کا وہاں جو عجبت کا
 داخلہ داخل ہی ہو اور خسرام آہستہ
 کہ جیسے گمنام ہیں میں پتے نگاہ میں
 تمام پہلو ہونے کا نظریہ پہلوں کے
 کہ فرگہ گز میں رہی ہے بہشتِ در

442

4444

6/24/2015

12/01/2012

کے لیے

Robert E. Anderson

4/2/2020

Handwritten signature

444

എഴുത്തുകാരനായ

محلہ جلیوں کے لیے یہاں جانا ہے

پروگرام کے تحت ایسے اسکالرشپ یافتہ طلبہ کیلئے ایوارڈ کیے جائیں گے جن کی تعلیمی کارکردگی اچھی ہو اور ان کی تعلیمی اور مالی حالت پر غور کیا جائے گا۔

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ



وہی کہہ رہا تھا کہ یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے

 Springer

میں نے کہا:

—Signed—

خیرِ قہر
میں اُن کے ساتھ ہوں

خیرِ صدا
ایک دل

سہیلیاں
دونیک مل اور ساوہ ہے

میرے دل کا خیر

میرے لئے

اس وقت ہے ماحول میں

ایک قہر نہیں

ساعت نہیں

منزل نہیں

میرے گھر و چلی

دو دریں، قہر کی جگہ کسے

بہروں کی گورنہ

بے جان اسے دم

میں میں دل نہیں

ایک دھڑ ہے کہاں

جس کا کوئی ماحول نہیں

ایک تہائی کر جس میں اُن گنت قہر نہیں

میں کی دست میں زمین اور آسمان

ایک تہائی گھر

جس کا کوئی ماحول نہیں

وقت میں ساعت نہیں

روز و شب میں، قہر تو میں ماحول میں

ایک ہی ساعت نہیں

اس دھڑ ہے کہ اس میں ایک دم بھی نہیں

ایک دل جس میں قہر تو کیا

سایہ قم بھی نہیں

ایک دل

خیرم کا قہر است، شام میں کا کوئی قہر نہیں

خود ہی ۱۹۵۹ء

و ایک دل اور ساوہ ہے

میں میری صحت میں نہ تھی ہے کائنات کا سطر

آتش پر آسمان ہو

جس پر کائنات کی گہرے نشان

پھیلتے اور کھینچتے ہیں

لیکن دھڑ نہیں کہ ماحول میں ایک صوبہ ہے

مواظف ہے ہر بات

ہر شے میں کھینچنے لگتا ہے، ہر شے میں کھینچنے لگتا ہے

پکڑ دھڑ کے توڑنے کے

لے آؤ گے لے آؤ گے، لے آؤ گے

و ایک دل اور ساوہ ہے

جہاں کے ماحول میں

سزا و جزا کی کشت فیصلوں کے گزرتی ہے

ہر ذرہ کی کھینچنے پر کھڑی رہ گئی ہے

آتش کا

جوشن ہے

ایک پکڑنے کا صوبہ اور دل لگتا ہے

جہاں کے قدر کا کوئی نہ پہنچا ہے، جہاں کے قدر کا کوئی نہ پہنچا ہے

نہاں کے گشت پاتا ہے

آتش جاتے ہوئے، آگیزوں سے آگ ہے

ہے کوئی جہاں کی شکل کا سامان کسے

کہ وہ ایک دل اور ساوہ ہے

میں میری صحت میں، آتش ہے۔



(پہلا حصہ)



میں اُن کے ساتھ ہوں
جو تپتا ہے، جو تپتا ہے
تھک کی حرکت کا ماتم، میں

میں اُن کے ساتھ ہوں
جو رو دکا، ہنسنے پر شمعیں جلائے
جاگتی، جگتی ہیں زندہ ہیں

میں اُن کے ساتھ ہوں
جو کشتیوں میں حوال
اور کشتیوں میں ہی کو بھڑکے
ہے گھر ہوئے ہیں

ستمبر ۱۹۵۹ء

یولیسیر

اے چلتی نظیر:

ہاں! نا جڑی، غصوں کی جو گڑ گڑوں سے ہائے تدار
اور ہائے دلچسپیاں کو چری دھنی کا چٹا زیترو دھیںکا
گلکی لڑائیوں کو کالہ رات کا کچھ لپٹنے سے راکر

اور نشانات ہیں

ہر سال کے لیے جو کچھ ہوتی ہیں ان کے لئے:



اے چلتی نظیر:

ہیں چا ما اظہر سے

کو ہٹائی چشموں کے نزل اور میرات پائوں جیسا اظہر
جس میں ہم پلے گوگے جست کا چہرہ دیکھ سکیں
ہم گردی کس میں اس چاہتوں کی بھلی یا نہیں
نہہ شاخوں کی مہلبیں ہیں میں پر جھٹنے ہم کا ٹھکانا
ہوا ہے

وہ گدوں تھے

جب ہم پلے ہم دازما تھوں میں بچہ گود سون کا بھائی
کہا کرتے تھے
اور ہمارے تھے ان نصیب جوں پر جو کچھ ہو گئے
اور انی نکلیں اور انی مٹی کے رنگ کا انری لٹکا اپنے
ہاتھ سے اسے بچنے

آتا ہم خود ایک کہانی ہیں

ذہر ناک ہنسی پہننے والے ہر لب سحر کی ہوئی

اے چلتی نظیر:

ہیں کالی رات کے ہاوا مال سے باہر کھینچ
ہیں چاہیہ زیدی اندھے سحر کے دھب سے
ہم گردی صیریں ہیں ہائے گھوڑا کپتدے
گھر جو شہری ہوتی تھی ہندو لہ پر کھیں ہم سے کھیر گئے

اے چلتی نظیر:

راست نیم ملک

محبت میں شاعری

تم سے ہی کر رہا کھلا سب شاعری ہے کار ہے
تم سے پہلے مثنوی پردوں سے کئی کاغذ کو چھو بیٹھے
تو ہم اپنے کچھ کچھ بیاخر جانتے
تم سے پہلے آٹھ کے دھڑن پہ چلے دھند کو
مچائی کا دور ماسکتے
تم سے ہی کر رہا ہے صرف آخر وہ نہیں
کاغذ پر جو ہم نے لکھا
اور مچائی کا دور بھی وہ نہیں
آٹھ کے دھڑن پہ چلے دھند میں جو نا ہوا
صرف آخر وہ نہیں چلتی ہوئی چنگاریوں کا لمس ہے
اور مچائی کا دور اس رابطہ کا اگلا ہے
تم سے ہی کر رہا ہے رابطہ کی تو بار ہے
تم اگر وہ خوب چہلو ہو کئی آنکھوں میں ہے
ہم اگر وہ صرف کھڑکی، جواہری سرخ دھند ہے

خواب سے آنکھوں کا رشتہ
حرف سے سوچوں کا ناظر

سب سے پہلے درمیان جس رابطہ کی وہ دوا ہے
ہم اگر اس رابطہ کا اخبار کر رہے ہیں تو کیا
جھوٹ پرچہ کا خاصہ ملک دھند ہے
ہم تمہیں آگ دہڑپائیں گی تو کیا
آٹھ کے دھڑن پہ چلے دھند کی اس لمس سے جھٹ
جائے گی

زندگی کو مارچ بچوں کے ہل چلتے ہوئے کٹ جائے گی
تم سے ہم کیسے کہیں جینا بہت دشوار ہے
تم سے ہی کر رہا ہے سوچا دکھایا ہے
جان تم تو جانتی ہو شاعری آواز ہے۔

جولائی ۱۹۷۷ء



ہونا سب سے بڑا اگلیا جا ہے

شاہنشاہ اس شہر میں ایک دن آئی تھی
اس دن شہر چاروں طرف سے پہلے کئے والوں تھا
اور چاند سماں جھلا جھل چڑھے گا تو سوں کا سوت بنے تھے
چاندنا کیلا گھر
سو ایک دن میں چلنے والا اس گھر میں جاتا ہے
بازن لپٹے بچوں کو اس گھر میں جا کر مٹی ہیں
بہنیں و محلوں کو آگ لپٹ کھدائی ہیں
اور چٹے
ساز بہنے میدانوں میں گھونا دوڑتے ہیں
نیموں میں پروستے ادا دے جاتے جاتے ہیں
اور لگی دم کو دے جاتا ہے
اور سوتے و سوں کی فرست جاتی جاتی ہے
خواب خوش خواب اندھے خوف
کبھی نہ ٹھکنے والے پرانے
ہم میدانوں ملک
سو ایک دن مرا جے والا اس گھر میں جاتا ہے
اس کے بعد جو ہے وہ شہر چاروں طرف سے پہلے کئے والوں تھا
ہونا سب سے بڑا اگلیا جا ہے۔

ہونا سب سے بڑا اگلیا جا ہے
شہر چاروں طرف سے پہلے کئے والوں تھا
اور وہ جس سوتے والے گھر کی دیوڑی پر آکر بیٹھے ہیں
اور خواب خوش خواب کے اندر بیٹوں میں رات
کھٹے پیرا بچوں کی لٹے ہیں کہ روزی دور سے جھانکتے ہیں
بچے گاؤں کی گھون میں انہیں دے رہے ہیں
خواب چاروں طرف میں ہیں
خواب چاروں طرف میں ہیں
اور کھانا سے پیچھے لڑکے گھر کو جاتے والا سب سے لبا
رہتے ہیں

شاہنشاہ اس شہر میں ایک دن آئی تھی
شاہنشاہ ہر شہر میں ایک دن آتی ہے
اور ہر شہر کے ایک گوشے میں سناٹے کی چادر تانے
ایک اکیلا گھر جاتا ہے
باری باری ایک ایک آنے والا
ایک نیک دن اس گھر میں آتا ہے



کے کہ گشتہ شدہ.....

میں پوچھوں گا

جو میری تار کا گھسیٹا ہوا ہے
آئے گا
جو تو اس سے اس کا پیشہ پھیلے گا
میں تو اس سے پائندہ میں پائندہ
کہ نہیں پھیلے گا
میں تو اس سے پھیلے گا
کہ اس سے گیت جاری نہیں پھیلے گا
اس کی ہی کہیں کہیں کا سوت اٹھنے لگی
ہو گا
کہ میرے فلا کو پناہ مل جائے کہ
میں اس کو اپنی کمان آنا کہوں وہ
اور اپنے سارے لفظ جو اس نے
اور اپنی آنکھیں شہر کے اونچے میناروں پر
تعب کھائے گا
جو میرے نام کے لفظ بگائے گا
میں اس کی یاد میں اپنے دل سے اس
سہلا دوں گا
جو میری زبان کو اپنی گدہ کر کے کہے گا
میں اس کے دل میں چھپاؤ کے ساتھ رہے
میری سے سہروں کا
میں اس کے ساتھ رہے وہاں کہوں گا

ہا ہے صوفیوں کی کے گھاسی کو
کثیرہ نامی صوفیوں میں نہیں آئی
بڑی کے علم سے لڑائی چلا رہا
تو اپنے منصب یعنی شکار سے آگاہ
ادب شہر والا کو ستر گشتہ
میں شہر مناسب لہذا سے کیا
لہذا شہر میں تازہ گلاب بھجے گئے
تو اٹھے تھے کہ یہاں سے سر پہنچے گئے
جہاں جہاں دستار سے لہر چڑھے
ان کے گور نظر آتا دیدہ و خبر سے
کہہ کرتے تو نہ دست شرمسار ہیں
وہ اس کے کہانے کا اعتبار نہیں
وہ تیرگی ہے کہ شہر اجروں میں نہیں
وہاں لگتے ہیں وہ سیدال میں ہیں

گر وہ لوگ کہ میں کا پیشہ زید تھا
شہر اجروں میں کا سپہ راہ جہاں تھا
وہ ایک نام کی نسبت سے ستراب میں
وہ ایک زم کے رختے سے دست قلب میں
میں کو کشت سے مطلب رہی کی گزشت
نہ صفت کی اسیری نہ جہاں کی سازش
نہاںوں کے کہانے کے اور ہوتے ہیں
وہی شہر جہاں جہاں شہر نام ہوا
صوفی شہر کہیں جاں گزارے آئے
زبان کا قریب ہو سے آگاہ آئے
ہم سے تھے وہ مانگے تھے کہ تارے
کہ وہ شہر کا شہر صوفی نام وہ سے نہ تھا
وہ آئے وہاں کسی صوفی کی خاطر
کئی پڑاؤ پناہ تھا۔ تو میرے گھر رہتا



موتِ نجات کے شجر کا پھل ہے ایک اور نظم

موتِ نجات کے شجر کا پھل ہے

اسے گی چمک کر دیکھو

بہت گندے دیکھ چکے

اب نئی سیل کر دیکھو

خاک ہوا چمک کر دیکھو

نقش بنائے کیا کیا

بہت پڑھ لکھو

اب جو اس میں کر دیکھو

اور گی دستِ نجات اور گی

اس میں سچے مٹھوں باہر

ان جیسے ہی دیکھو گی

میں کے انگلیں جھلکے

دیکھ کر چمک کر دیکھو

میں کی تکیاں دیکھو

سب دیکھ جائے

قریب قریب چمک کر دیکھو

کہ وہ دیکھ سب گئے

شاید وہ بھی دیکھ لے

اس میں کھل کر دیکھو

موتِ نجات کے شجر کا پھل ہے

اسے گی چمک کر دیکھو

پہلی کو نہیں سب دیکھ لے

تو یہاں ہی دیکھو

پہلی کو نہیں اور نہ ہی

پہلی کو نہیں کی اس میں

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں

تو یہاں ہی دیکھو

پہلی کو نہیں

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

پہلی کو نہیں دیکھ لے

موتِ نجات کے شجر کا پھل ہے

اسے گی چمک کر دیکھو

بہت گندے دیکھ چکے

اب نئی سیل کر دیکھو

خاک ہوا چمک کر دیکھو

نقش بنائے کیا کیا

بہت پڑھ لکھو

اب جو اس میں کر دیکھو

اور گی دستِ نجات اور گی

اس میں سچے مٹھوں باہر

ان جیسے ہی دیکھو گی

میں کے انگلیں جھلکے

دیکھ کر چمک کر دیکھو

میں کی تکیاں دیکھو

سب دیکھ جائے

قریب قریب چمک کر دیکھو

کہ وہ دیکھ سب گئے

شاید وہ بھی دیکھ لے

اس میں کھل کر دیکھو

موتِ نجات کے شجر کا پھل ہے

اسے گی چمک کر دیکھو



”میں!“

وہ تنہا بڑی کو بیڑی ڈالت ہے کھڑنٹا کا!

کئی محسوس ہوتا ہے خلا نے تیرا ہے میرا ہر وقت
کبھی میں شش چہا ہے زندگی کا سرزمین ہوں
کبھی میں زندگی ہوں اور کبھی جیسے کا نام ہوں
کبھی تو کہتا ہوں میری خوشی پر
کبھی خدا ہی تم آئندہ کی پر!

موتے حالات کی سوداگر میں

وہ اکثر بے ایمان لوگوں کے خوف کا کوہِ معلول ہے
تک پہ کر دو، بہت جانتے ہیں
حقیقت کے روبرو بعد سمجھتا ہے۔
کہ میرے جذب کی گری انتہی پہ تکلیف نہیں سکتی۔
وہ مجھ کو بڑھ گئے ہیں۔
میں اُن کی کاہلیوں — شاید —



کبھی خواہاں کہیے سب! میری چہرے
جو بیٹگی گماں کی شان اپنے سرورِ سعادت
میں مشتعل کرتے ہیں اور
جو دنیا کو یہ کہتا ہے کہ بیگانگی میں
تھکن نہ تھقل۔ لے جاؤ، ڈھلے ہیں
وہ چہرے مجھ سے ہوں ایسی آن سے ہوں!
یہ میرے ہر دم بھول!!

بڑا بڑا جسم انھیں ہے کہ وہی ٹٹریں میری جانب
کوئی نعرہ۔ کوئی اُفت۔ کوئی بیگانگی کے ساتھ۔
اس کے متکثر ہیں۔
کہ میں کس راہ پر چل دوں
خود کو جان جاؤں!
یہ خود سے ہے خلق ہو کہ میں جس طرح ہی ہوں
جیسے ہی گشتِ انعام۔ ہی گزرتے ہیں۔
بچتے ہیں۔

کبھی وہ لوگ جو درد کی گونجوں تک
— میرے اپنے ہیں۔
جو میرے قلم پر دوتے ہیں
میری خوشیوں پر بھٹکتے ہیں
میرے جذبات کی گری کے ٹٹریں۔

سبھی ایک دوسرے کو نوروں کا نام بھڑا کر
ہر اک سنگین کرتا ہی
ہر اک بے سہرا خوشی
— کوئی انگریز کر لیتے ہیں
— پیچیدگیوں ہی میں تھا۔ لائنوں میں۔!

اب وہ یلوں کی بلا پر قتل ہے موت کے سائبا نلوں میں ایک نیند

ہمات کا چا جانوں کو ہمار

اچھے دنوں پر پہنچتے تھے

اب کس خواب میں ہیں

جب نیند ہاتھ گلوں سے گزرتی ہے

تو موت اپنے پردے کا سایہ کہے گی

نیند میں کیسے چلیں؟

شہر میں کیسے چلیں؟

شہر کی ساری راتیں پیچھے ہوتی ہیں

راستہ دینے والی سڑکیں پانی میں ڈوب

ہوتی ہیں

وقت سیاہ پر بھٹکے طرح ہمارے سوں سے

گزرتا رہا ہے

اور اب تو اس کی چوڑی ہماری شہرگ میں

آگے لگی ہے

جو کچھ بچا ہے

ہر جگہ بھی تھا

وہ کچھ لگی نہیں ہے

ہم سے اٹکے اور بچے

وہ ہم پر ہمارے مقدمے

تحقیق سے نہیں پاس میں سے بہت دور ہے

موت میں دس بجے ہے

اب نہر بھٹکے گا تو اس دور پر

ہم سے بچے جو قبریں بنی تھیں

ان میں اضافہ ہی ہوگا

نکسیر دوست اور چہرہ اور سہراں نظر

میں سن سکوں سے واقف ہوں۔

میں سن سکتا ہوں سے واقف ہوں۔

نکسیر میں بھی نہیں

نکسیر۔ اچھے بھٹکے اور عمارت کے

نہری بھی نظر۔

ان ہی عناصر کی علامت ہے؟

میں؟ آگے آگے ہوں یا میں؟ تاب و تاباں کا منظر ہوں؟

میں؟ کھڑے ہوں یا کھڑے ہوں؟ صدیوں کا منظر ہوں۔

میں؟ قہر ہوں۔

کہ دستاویز ہوں؟ قاتل ہوں؟



چاندنی سال کے عروج

دسمبر ۲۰۱۵ء

ماہ ۲۰۱۶ء



نہت میں

ایک نظم کہیں سے بھی شروع ہو سکتی ہے

ایک نظم کہیں سے بھی شروع ہو سکتی ہے
جو قول کی ہو سی سے
یا قرعہ جو بادشہوں میں پڑ گئی
یا اس پہل سے جو قریہ یا شہر پہنچا
ہر ایک کو کہیں نہ کہیں پناہ مل گئی
جو نہیں کھوار نانا کے پیچے
اور نہ کون کو میری آواز میں
سودہ پہل کی کوئی نہیں نہ گہری نے گہر بتایا ہے
نظم کا بھی ایک گھر ہو گا
کسی حلاوت کا دل یا انتہا کرتی ہوئی ہاتھیں
ایک پہنچے ہوئے دل سے نہ سوراہا لیلے
نہ ایک نظم مکمل کر سکتی ہے
ایک گونیا ہو آسمان نظم نہ لے گا نہیں
لیکن یہ ایک اٹھتے دھن میں با آسانی مہم سفر ہے
پہل آفسور گشتیں میں اس میں پوری جا سکتی ہیں
نہا نہ جو رہے رہا یا یا جا سکتا ہے
تجواروں کی نہ خوب میں سکھایا جا سکتا ہے
تم لے دو کچھ سکتی ہو
خالد پر توں غافل کہو اور غافل قیصوں میں
تم نے سن سکتی ہو

باتہ گارہوں جو چراغوں کے ساتھ پہلے ہوئے
تم اسے جو م سکتا ہو
بدو گاہوں کی جو شریں
تم اسے گوندھ سکتی ہو
پتھر کی جادویں
تم لے آ سکتی ہو
جودے کی کیر و لاریں
ایک نظم
کسی جادو سے تاریک نہیں کیا سکتی
کسی حمار سے کافی نہیں جا سکتی
کسی دیار میں قید نہیں کیا جا سکتی
ایک نظم
کہیں میں ساتھ چھوڑ سکتی ہے
باؤں کی طرح
ہر ایک طرح
راستہ کی طرح
لبہ کے ہاتھ کی طرح



نیم جلدی

ہونا نہ ہونا

(محول نظم "خیرت" کا دوسرا حصہ ہے اقتباس)

اسے قادری: خیرت ہے اس میں نہ پھریں کہیں میں رہاں ہوں
 کچھ بھی نہیں
 ہر ایک کا معلوم مرشد کا حکم ہے اور ادا
 میری دعا ہے ادا میرے دردِ گہشتی اور غمِ فدا
 لئے قادری دھوپ اب جاگے گی
 میرے محبوب کے لگائے ہوئے زخموں سے خوشبو پھونکے گی
 مجھے مست وہ کتا کریداؤں میں اس کے ہاتھوں کا گداز ہے
 اور صبر، احوالوں کے قوازوں میں بالآخر نرمی سے جاتا
 کہ ادا میرے ادا اس کے رشتے سے قائم ہیں
 میں اپنے انتخاب کا پختہ اور پختہ
 رفیقِ نیک پختہ اسے ہر گز کے گورے سے نہیں
 اور کچھ نے ہونے زخموں کے خوب و جھلکے نہیں
 صدام چڑچڑا رہا ہے، ہنس مہم
 ہنس پھنس رہا ہے، اور ہم کو بھی جھنجھوڑ ہے
 آئے ہیں پرستے تھے۔ کچھ کہ نہیں بولتا



مسعود خٹک

عبودیت

تو ایسی ہے یہ سہاؤ اُترتے پڑھتے ہیں تو ایسی ہے
 پہنے جیسی تجھے دیکھ کے ایلانوں والے جیسے جیسی
 منی کے صلیب میں موتی سی تجھ کا کلمہ پڑھتے ہیں تو اپنی شہرہ کر شہرہ
 لم اپج دیکھتی آنکھوں میں تری زلفیں تلک نہیں دلی تو اپنی شہاد کر سکتی ہے
 آنسو جیسی تری آنکھیں داگ نہیں دلی برا تم جیسے اسکا دلی
 تو سادہ دودھ کی خوشبو سی تری قاسم شہاد نہیں تو چم چم بہتی ندی ہے
 وہ ہنسی ہنسی کواہ ترا دوپہ دیکھیں آگ نہیں میں تیرے کواہ پر تنہا
 تو حاشا ہے پڑھتے پانی کی ہنگامی ہے
 تجھے گندیں توڑتے دیکھا ہے تو عام سی لڑکی ہے حرا
 سرس کے سہرے کچھوں میں ترا ذکر نہیں ہے صحت میں
 یہ کون بنا کر بھڑک گیا تو نور نہیں
 پاؤں سے گھومنے رتوں میں اک عام سی لڑکی تنہا سی
 تو ایسی ہے تو دین، سستی، پیر نہیں
 اپنے جیسی تیری تن تصویر بہت سادہ
 مندی کے مکاں میں پانی سی یہ مرد مصروف کی وجہ سے
 تو ایک ہی عریضہ داکوں میں کوئی کوکب کی تصویر نہیں
 جسکو جیسی اک عام سی لڑکی، سادہ سی لا باہر، اخت پچھکے سے
 تو میوں کا اک مہاوہ سی جوں کا اشارہ رنگ ہوا
 تو دور، تو ہر شے میوں ہے کروں والا، بہاگوں والا
 تو پاس تو ہر شے سستی ہے قسمت کا ستارہ روشن سا
 ترسے آنے جانے میں حرا

۱۔ معبودہ !

۲۔ مسعود



ناہید کا نام

اندرونی تشک مجایا.....

دکھ رہے ہیں ہنس میرے جان رت ہے
باؤں تو رہا کہتے ہیں برس گئے؟

دکھ رہا

لیکن وہ آنکھوں میں اب جو قوس قزح سی طرح اٹھ رہے
تو میں جان گئی ہوں۔ جان لی ہوں
دن کی کیوں ہے، رات لگتے ہیں تو نہ؟

نیرسہ دل میں گئے سوچنے سوچتے چھوڑ دیئے کرا گئے ہیں
جوں جوں تو نے خوشبوؤں کے دیئے بنا دیئے ہیں، میرے لئے
میں میرے لئے

اب تو بھوکا گھر سے منہ کی تہ میں سے بچا دھو نہ لے لے گا
تو میں وہ بھی ملا دوں گی

اس سے کہے کہ کیا ابھر اٹھ کر کے دھو لو دیا میں دھوب دھوب
کے ابھر دیں

تو بھوکا میری تہی ریت کے ذریعے گئے کو کہہ رہے

تو میں وہ سارے ذریعے گئی دوں گی

وہاں تیری انگلیاں کھڑا ہند کی شاخیں ہوا میں؟

یا تو بھوکا میری ہے ابھی کہ مجرم میں، ایک تہا بھوٹی رہا کہتے

تو میری آنکھ سے تیرے دھکے کوئی نہیں گریں گے

مغرب محو نہ ہیں

میں تیری عبادت کرتا ہوں

میری آنکھیں غائر ہیں تیری

میرے اب تجھے مجھ سے کہتے ہیں

یا مسعود

اپنی نینوں پر جب رات آئے

جب مہک تم

پیغام ہوا کہ دے دیتا

میں آؤں گا

پوچھا کا اگر صفاؤں کا

میں چندی دیر پہ جلاؤں گا

تم ہنس دینا چہیں ہیں بھلا

ہاتھوں میں سست کر جب چٹا

آنسو شش سند ہے حو

کوئی دھوب گیا کوئی پار اٹھا

کب رات اداؤں کی آئی

کب چاند بڑھا کب دھوب گیا

تو چہتا ہے میں غینہ تری

میں کون تھا تو کون میری

یا مسعود

یا مسعود



جبرانی شاعر

دکھ رہا



پھر شام مراد وصل رہی ہے

یاد کے ہائے میں شفتے بگ دہار

پھر شام مراد وصل رہی ہے
دن ہر ۲ صبح ہوا آج
شعروں کے قسریب پہنچ ہے

دن کے شعروں میں چمکتے
ہے زاد پرند ٹوٹتے ہیں
ٹوٹے ہوئے پرندہ جلی زبا میں
وہ کس نے دکھائی کون کھے؟
ہے سود سفر کی داستانیں

تاریک ہوئے رات رنگ مگر
جم سے گئے مدونوں میں چرسے
بچے بھٹے نیپنگوں یوں پر
اجرت ہی کسی سوال کے طقس
آنکھوں کے آہاڑ ہیں میں لڑائی
بے بہت خواب کے پیوستے
پھر شام مراد وصل رہی ہے

کسی کا درد

کڑی اس کو کھٹے شفتوں کی یادیں
پانہ
کڑی کا پتلا پتلا یاد کی باتوں
میں پانہ

کون سے قسم کی باتیں ہیں جو پڑھنے
جوش عینی کے وہ جام

میں کی آواز تو میری ہے

ذہن کا جام

یہ وہی جو تارے آگے ہیں

ہاں کے پتے پام

میں بچے بھٹے

والی کے کام

سترہ اے دونوں سحر میں کھڑے شجر

بہن بچا کے تو میں ہم پر مہم روں کے
گدا

میں میں چمکتے بگوار

یاد کے ہائے میں شفتے بگ دہار

پھر شام مراد وصل رہی ہے

دست کا زخم ہے یہ ہیں

سبز زاد

سرخ مین بڑھوں کے خود میں

آواز خلد

آہیں موندے پتے اہ سوچنے انکھوں

کے کمر

آنکھوں کی پیر میں شفتے بگ دہار



طیبہ آفریں

شاہد رحیم

دوبدان

صدائے غزلیب شاخ شب

خرو وصال کے شاخ بھی کہ موسم ہو سکے

مجھے نہ بدانی کم سہم انھیں

ہیٹے میری اور صوفی انھیں

مجھے چہا چہا کا خالی یہ عالم

مجھے چاکر پہ آدھا برکتیں

مجھے کسی تیار سے پیچھے ہٹا کی رات

مجھے کوئی تعلق نہ لے

کب کی لذت

مجھے ہوا میں سرحدی گیتوں کی موزائی

مجھے عزت نہ میں کی ریاضی کو کھر میں

نوازی خواہش

مجھے کوئی نرم و کچی ہونے کی ہفتی انھیں

میں کہہ بیٹے خوب سکا بیوت

یکہ نہ لیکن اور مجھ سے کہ موسم کی

پکی باتیں

موندے مجھ سے

مجھے گدی کے جنوں میں

پہلی دیکھ کا پیش خوف

اور جنگی ریشہ دم و حشر کا

مجھے ماں کے سرمے پر نٹ ہٹا کر

ہٹتے والے بچے کی اسودگی

مجھے جنگ کے جھوٹے ہونے کا ڈر میں

تکنا کوڑھا

پل کی جوڑی

نہر کا سر سن دھڑا

دو تری نصیبیں

مرا کڑوں کے نیچے آٹھ لکڑی

گہرا آہیں سنا

مجھے کسی خیر کی دھم پر

پری کر کے اسلا ۱۵۰۰

مجھے جبری جو پانا کا چھپ کے بچ

کپائی کار کے لیے سانس کا قطر

خرو وصال کے پچ میں ایک موسم ہو سکے۔

ہٹ تھام جسے صدائے غزلیب شاخ شب

تھیں کہیں سلویں خواب گاہ میں

ہٹکے رہے یہ بچہ ریت کی گلی

خیال نہ خشک میں ہو کوئی شہری لب

رہیں ماہ و سال یہ

ہر ایک نہیں، ہر خیال ہر خبر

جب کی شکل میں تو

ہوئے علم، مگر

کئی کا انتظار ہے کی کوک؟

جہاں بے ثبات رہی

ہوں کو تو کھلے کلاب کی شک سے پران کیوں

گھٹا کا اعتبار کیوں

تکڑی ہے نہ ستارہ و جہاں ہے سبب۔



مٹی کی کان

مٹی کی کان کا مزدور ہیں

کام ختم ہو جانے کے بعد ہماری تماشائی جاتی ہے
ہمارے نگاہں ہمارے بندہ لگ کر دیتے ہیں
پھر میں جوڑیا جاتی ہے

پیلہ دی برسے کسی تھکے کی جگہ

کسی اسکا حشر بھولا دیا گیا تھا

ہوتے ہوتے

ایک ایک دال کسی نہ کسی دکان پر جاتا ہے

فریجوں میں سے مختلف حصوں سے ٹہنے ہوتے مزدوروں
میں سے کتنے

کان بچنے سے مرگے ہوں گے

مٹی چرنے کے عوض

نذر عبادت گئے ہوں گے

مٹی کی کان میں انکی چیزوں پر پابندی ہے

پانی مٹی کی حرارت کو ختم کر کے اپنے ساتھ لے جاتا ہے

اگر گراؤں کو معلوم ہو جائے

ہم نے مٹی کی کان میں اسے سے پیلہ پانی لیا تھا

تو ہمیں کتنے غصے میں لگا کر

سارا پانی پھوڑ لیا جاتا ہے

اور پانی کے بجٹے قطرے بہا کر دیتے ہیں

اسنے دونوں کی مزدوری کاٹ لی جاتی ہے

مٹی کی کان میں لگ کر پابندی نہیں ہے

کوئی بھی نگراں آگ پر پابندی نہیں لگاتا

آگ کان کے مختلف حصوں کے درمیان دہرا کر کام

کرتی ہے

مٹی بھی آگ کی چاروں طرفوں کے درمیان کام کرتی ہیں

کوئی بھی مزدور آگ کی چاروں طرفوں کے بغیر نہیں چل سکتا

مٹی کی کان میں آگ کا ایک دور کام بھی ہے

کبھی کبھی نگراں اچانک ساری کان کو کھلی کر بچا دیتے ہیں

اس وقت کان میں آگ پھیلا دی جاتی ہے

اس دی آگ کوئی سلامت نکل جانے تو اس کی تماشائی

نہیں رہ جاتی

مٹی اسی دن چرائی جا سکتی ہے۔

میں نے ایک ایسے ہی دن مٹی چرائی تھی

وہ مٹی میں سے ایک جگہ کو دی ہے

اور ایک ایسے ہی آگ بھڑکنے کے دن میں نے یہاں حشر

کے خلاف

اپنے اطمینان سے اپنے دل کی کیر چرائی تھی



چراغ کے لئے آگ پر ڈالو گا
 آگ چھڑی کہنے کی چیز نہیں ہے
 ٹھیک ٹھیک صورت کے لئے ہر چیز چھڑی کی جاسکتی ہے
 پھر اس آدمی کو میرے ساتھ دینا گوارا ہو جائے گا
 آدمی کے لئے اگر مکان بنو پینے کے پانی کا انتہاء ہو تو چیلانے
 میں آگ ہو
 قوائے کبھی کے ساتھ بھی دینا گوارا ہو سکتا ہے
 میں اسے اپنی روٹی میں شریک کروں گا
 اور اگر وہ ٹیان کم پڑ گیا
 تو وہ ٹیان چیلوں گا
 دیکھو گی ٹھکان ای مزدوری کو تو کڑوں میں شور نہیں مچاتے
 بلکہ گنگوٹیاں دیتے رہتے ہیں۔

میں نے مٹی کی کاتوں میں کبھی کوئی کٹا نہیں بوا
 اور اس سے باہر نکلتا نہیں
 میں اپنے جتنے ہوتے آدمی کو اپنے زبان میں سماتا ہوں
 اور اس سے باتیں کروں گا
 میں اس سے مٹاؤں گا کاتوں کی باتیں نہیں کروں گا
 جیسے وہ لوگ چست نہیں چلنے کام کاج کی باتیں کر رہے ہیں
 کہتے ہیں

ہیں اس سے باتیں کروں گا
 گھر سے پانیوں کے سفر کی
 اور اگر میں اس کے چہرے میں کوئی کھرتے دھواں چراگ
 لگاؤں

اور انہیں بھی ایک جگہ رکھ دیا ہے
 مجھے کسی نہ کسی طرح آگ لگنے کی خبر ہو جاتی ہے
 میں چھڑی کے لئے تیار ہو جاتا ہوں
 میں نے کہنے کے دھم پر ایک پاؤں دھکے دکھائے
 ہو میرا اثر ہے
 طرہ بہت خوبصورت ہے
 آگ لگ آگ لگنے کے وقت آئے اٹھالے جاتوں گا
 اور اس کے بعد کچا اور کچا اور۔

ایک دیو میں اپنی مرضی کا
 ایک پیدا آدمی بناؤں گا

میں اس سے آدمی کی شکر ہے
 جو ایک دین چاہئے گا
 اور مٹی کی کاتوں میں مزدوری نہیں کہے گا

میں اس کے لئے مٹی چلاؤں گا
 اور تحقیق کروں گا
 کاتوں میں آگ کس طرح لگتی ہے
 اور کاتوں میں آگ لگاؤں گا
 اور مٹی چلاؤں گا

نئی مٹی اگر اس آدمی کے لئے ایک مکان ایک پانی ایندھ
 کہنے کا فائدہ اور ایک چیلانے بنادوں



کسی کی باتوں کا درد سزا دے معلوم ہو جائے تو اس کی وحشت
نکل جاتی ہے

اس سے محبت کی باتیں کروں گا
اس لڑکی کہ مجھ سے چاہا ہے
اور اس لڑکی کی جیسے وہ چاہے گا

جب میری وحشت نکل جائے گی
شیراز کی دیوار سے گزروں
مٹی کی کان کو درود دے جا کر دیکھوں گا
اور ایک دیوانہ گشتے میں
اوپر کی طرف ایک سرنگ بنائوں گا
سرنگ ایسی جگہ بنائوں گا
جس کے اوپر

میں اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا
کسی کی آدمی کو کوئی ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا
یہ اس میں میرا حوصلہ بیا کر لے گا
جہاں وحشت مٹی کی دیوار پانی ڈالنے سے نکل آتے ہیں
اور وہ اپنی پچھوں کو میرے لئے لے آتے گا۔

ایک دیوار بسوا دے دو
مجھے ایک دریا چاہیے
میں وہ آدمی ہوں جس سے پناہ لے لیا چاہوں
ایک بڑی قبرستان
اور چاہتا ہوں کہ وہی گزرتا
پانی کے حصول پر کسے
گم ہو جائے کہ کوئی گندہ نہ نہیں آیا

ہم کسے کھانے کے لئے
پانی کی ضرورت نہیں ہوتی
میں مدد نہ طلب کرسکتا
مٹی کی کان میں ہوتا ہوا پانی کا
نونا ہفتوں کا
ایک دن کسی لڑکی کے چہرے کا موسم تھا ہے
کسی کی کان میں بھی
مٹی کی کان میں میرا لگا دیا چاہتا ہوں

بھرتی سے پلن پیچ دیا
اور ایک ناؤ خریدی
مگر یہ دریا کی لہر کو کوئی سوار نہیں بنی
پھر میں نے ناؤ پیچ دیا
وہ مضبوط و دریا کی لہر حال خرید لیا

عہدہ نکلا خروشا ہوگا
میرے نکلا بہت پریشانی ہوئی ہے
انہوں نے کبھی کوئی وقت نہیں دیا ہے
وہ بہت وحشت روا ہوں گے اور جاگیریں
میں کوئی بھی غلام کو کھانے دینے کو
اس کے ساتھ ہاتھ کے دو سر پہنے کا پتہ لگا ہوں گا



سید الدین

تنہائی کا مشغلہ

اپنے دوست کو خدا تک

اس کے پاؤں پہ ہر گیارہوں کا حال دریافت کرتا

اس کی تپتی اور آواز اس کے بارے میں پوچھتا

اس نے کئے خوب دیکھے

کئے سفر کئے

اپنے دوست کو خدا تک

اس کے دوست اور بیٹوں کو کوستی کے گھسٹ بھینا

اس سے خط میں تا بیجا لڑکھاتا

اور بڑی دھڑکی میں لکھی ہوتی

اس کی ایک بے لٹی بات ڈاؤن گھٹا

اپنی حیرانی اور مصیبت کا اظہار کرتا

جب میں صحت یاب ہو گیا ہوں

اب جو کئے تھے غریبے ساتھ پیسے لگے

اور ایک جیسی خوش خبری لگے

تو بار بار دیا ہمارے پیسے ہاتھ میں ہے

اور یہ پتہ لگ گیا تم نے دو سال پہلے لکھے پادری کیا تھا۔

اپنے دوست کو خدا تک

اور غم کی بات چھپا دینا

انہوں نے دو ستر اور فرشتی تھوں پر بیٹھے بھٹے خط

کہیں میں نے نہیں لکھے

اور گھر سے نکالے ہوئے ڈاک

تھیں کاٹنا نہ نہیں لگے۔

گھر پہ دریا کے جال میں کوئی چھل نہیں بھینسی

پھر میں نے جال بچ دیا

اور ایک چھتری خرید لی

اب یہ دریا کی ذہن پر مسافروں کو سایہ فراہم کر کے گند

بہر کرتا

مگر میرے دھیرے مسافر کتنے بندہ جوتے لگے

اور ایک دن جب

سورج کا سایہ میری چھتری سے چھوٹا ہو گیا

تو نے چھتری بچ دی

اور ایک روٹی خرید لی

کسی بھی تہادت میں یہ آخری سودا ہوتا ہے

ایک دست پا کٹی راتوں کے بعد

جب وہ روٹی ختم ہو گئی

میں نے مزدوری کر لی

مزدوری میں کئی کئی سال



رنگے ہوئے مکان

رنگے ہوئے مکانوں کے لوگ کہاں جیتے ہیں

کہتے ہیں

مردم تو کئی دہائیوں سے رنگے ہوئے ہیں!

تم نے پھر سو—

جگہ کسی آدمی کے لئے چاہا ہے اسے جگہ کی رنگ رنگ

میں پھر پھر نہیں ہوں، ابھی ابھی چلا رنگ چری کر کے

ہوا ہے۔

کیا ہوں مسند میں غوطہ لگاؤ مسند نے

اکڑ میں نہیں پہلے پوچھوں

میرے پڑاؤ کا کوئی رنگ نہ چاہے پھر میرے

بہلا تو ہوا کو سارا رنگ ہے؟

خود نے سے سانس اس نے چری کر کے تھے

بلکہ میں ان کو دیکھنے کے کئی رنگوں سے رنگا ہوا ہے—

مسلم ہوتا ہے یہ کی طرح ہے

اب نہ اکسانا نہ اتار کر دیکھ

تم نے کی کئی غلطی کیا ہے؟

دیکھ آؤی—

میں کیسا ہوں

میں تو تیسری کئی رنگوں میں دیکھ رہا ہوں

مٹی چری کرنا تو مشکل کام ہے—

پھر کس تم نے سوئے مکانوں کے لوگوں کا پتہ پوچھو نہ ہو—

مٹی میں اگر میں نے غوطہ لگا دیا

نہ اصل میں چری ہوں نہ میرا کام رنگ چری کرنا ہے

اس نے میرے سارے سامنے چری کر کے ہیں

تم کہہ گئے خوب نے اس رنگ ہوں

میرے بند چری چری نہیں ہے گا—

اور لوگوں کو کچھ بھی چری کرنا ہوں—

ان لوگوں کے کہ نہیں نکلا اس عداوت کے رنگ چری کرنا ہوں

یاد رکھا، تم پر کئی کئی طرح چری کرتے ہو؟

تم بتاؤ تو نہ لگا— میں عداوت کے رنگ چری کر چکا ہوں؟

میں ہر وقت دو پہر میں دیکھتا ہوں

تم سے پتہ چلے گا تو سب سے بڑا رنگ چری ہو چکا ہے

تو تیس مسکرم ہے کہ دو پہر میں کئی کئی کس طرح تبدیل کرنا

رنگ چری کے مکانوں کے پہنچنے پہنچنے نہیں کئی رنگ دیکھ چکا

دیکھو نہ میری دوسرا نہ پہنچے تو نہ میں خود کچھ بدل گیا؟

تم نے کئے رنگ چری کئے ہیں؟

اور وہاں چری میں سے جاننے نکلا رہے ہیں

!

تم رنگ چری ہو اور میں رنگ

نام ہو رہی ہے اس نے بہت سے چری چری کر کے شروع



تو دیکھو تو دیکھو دیکھو دیکھو —

پوری کر دیتے اس پتھر کا رنگ ہی

اس کو جتنا توڑتا ہوں

ایک ہی رنگ کی آواز دیتا ہے یہ پتھر —

اور رنگ چھوڑ چھوڑ جاتا ہے

بلکہ میرا رنگ یہ چھوڑ دیکھتے ہیں

پتھر یا توں کی طرف پھلتے ہیں —

پاؤں میں پتھر کی تیز صاف پتھر آہوں

پانی پھر بھی پتھر کا رنگ نہیں نکالتا —

کھینچے گی دھواں آوی تو خوش ہو —

پتھر پتھروں کے پاس پھلتے ہیں — ہاں یہ رنگ کبہ پتھروں —

پتھروں تو تھکتے تو تھکتے شام پہ پہاڑی ہے —

دیکھو!

جو پتھروں ہم نے وہ ہمیشہ تو یہ تھا توں نہ پڑ گیا ہے:

تھکتے پتھروں کی انگلیوں میں خیر ہو گئی ہے۔

لگے جو پتھروں ہم نے ہم سے ہم سے تھکتے

انہیں رات کے اندھیروں کے کان نہ کرنا ہے

پتھر آپ سرنگوں کے رنگ چھوڑ کر گئے ہیں

دونوں کناروں میں پھل جاتے ہیں —

آہستہ آہستہ پتھر ہادی آہستہ ہادی رنگ چھوڑ کر گئے

میں رنگ چھوڑ کر گئے تھکتے ساتھ ہیں

رنگ چھوڑا ہاں رنگ —

دیکھنا آئیے میں ہندی آنکھیں ایک ہی تو خوش رنگ ہیں

تھکا سیزہ غرق کبھی ہو کوئی شیشہ کھینچتے ہیں:

دیکھو!!

ہوا تیرے پیر کے ہی چکڑی ہے تو میرے ہی!

کھینچے گی تو جڑیں؟

رنگ چھوڑ کر گئے کہ رنگ ہونے —

دیکھو

جب مست پتھر کی تلخ پر آتا ہے سفید ہوتا ہے

اور ہم جب پتھر کی پتھر ہوتا ہے پتھر ہی ہوتا ہے

اور تو کی جب ہوتا ہے تو اس وقت توں ڈوب جاتا ہے توں —

اس وقت

تم آوی کا کوئی رنگ چھوڑ کر گئے —

پتھروں کے رنگ پتھر کی کھینچ کر گئے توڑاؤ؟

میں نہ دیکھتی تو آہستہ آہستہ پتھر ہی ہوتا ہے سفید ہوں

ناخن پتھروں کو کھینچتے ہیں

تم پتھروں کے رنگ چھوڑ کر گئے ہو

آہستہ آہستہ مست پتھر کی کھینچ کر گئے —

میں رنگ چھوڑ کر گئے تھکتے ہیں:

آہستہ آہستہ پتھر ہادی آہستہ آہستہ توں توں توں توں —

اس وقت ہم ایک ہی پتھر ہیں پھلتے ہیں —



ہاں میں چمکارتے ہیں حال ایک جاتی ہے
 یہ کیا ہوا —
 میں رنگ خود چمکاتا ہوں

سورج کا رنگ بچا یا تھا تو وہ خدا ہی بنا یا تھا —
 جس کو کا رنگ بچا یا تھا تو وہ خدا ہی بنا یا تھا —
 پہلی کا رنگ بچا یا تھا تو کہنے سے ملو گے تھے
 ہسٹل کا رنگ چوس کر کیا
 تو میری دہائی کی رہ گئی
 تو میں ایک سو چری کرتے گھر سے نکل کر ہوا —
 تو وہ اس تم کے مل گئے

وہ ایک بچہ نہیں سکتی —
 ایک لڑائی تو تم چہرہ نہیں رہو گے
 فار کے اندر سے روٹھنے اور چری کرتے ہیں
 وہ خود گم ہو گئے ہیں —

میں نے چری کی تو میرا گریہ اٹھانے کا ہے!
 میری دہائی کا رنگ سفید پر پڑا ہے —
 اور میری سونے رنگ گیسٹریکٹ ہے —
 مجھے فوٹے ہوئے کسی کپڑے سے لٹکا ہے —
 اور یہ لٹکا ہے میں کسی کپڑے پر ہوں —

یہ تو ایک کینچلی

جب تم چاہتا ہو کہ چری کر رہے تھے اس وقت چری تھی!
 وہ لڑائی کینچلی اور یاد رکھنا
 جب آنکھوں کی کینچلی چری ہو جاتی ہے
 تو اس کا ایسے ہی رنگ چری کرتے نکل کر ہوا ہے



تم کہاں سے چلے گئے؟
 اپنے گھر سے
 تباہی کاں کا رنگ کیسا ہے —

نہیں کینچلی چری کر رہی تھی
 نہیں تو میرے ساتھ ہی جا رہی تھی اور سمنڈائی کی کینچلی
 وہ دونوں تاروں سے نکل جاتے ہیں
 اور چھوٹا سونے ہو جاتے ہیں
 دینے کی اور پھر خدا کو ملتا شش رنگ کر دیتی ہے —
 میں نے سمنڈ کا رنگ چری کیا تھا تو فرس بنا یا تھا —
 آنکھوں کے رنگ پر لٹے تھے تو وہ میری شائین تھیں!



دشمنوں کے نام

سفرِ حجاز سے گزرنے کا

دعوت اور صفائی کی گود میں کاغذ کی
 انکی راقوں اور چمکے گولہ کے گیت
 ادب چار کی جان
 اتنے قریب کون آئے گا
 دلچہ پتھر کر سکتے آگس میں ہونے جاتے
 اٹھ کھڑی کھیل دے

اوس میں ڈوبے ہوئے ہوں پر چپ کی شکلیاں
 سرگشتہ ہوں میں بائیں سٹاٹاٹا
 ذری ذری گئی ہی آگس کوستے ہر دیوار
 کے ساتھ چلو
 کہاں سے میں غریب کی اور نہ ہونے کی
 کہنے کا اور چرکے دو سفر نکلنے کی
 میری دو فلک چاندنی آفری گشتی ہیں۔
 چلو نصرت کا وقت قریب ہے۔

سور کے سامنے میں کی کیا چیز کی کہوں کیا
 چلو ہوا کی
 کہ ہر سفر میں ایک خاص صفت و صفات
 لے جانے کی اجازت ہے
 پھر بھی سب کے لے جانا چاہئے گا
 صرف انکس چلو ہوا کی
 کہ اس سفر میں صلیب پر تلے انکسوں کا
 بوجھ اب اُٹھائے نہیں سکتا۔

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی

میں نہیں

نہیں بلکہ انکسوں کی طرح ہے جو کافر ہے

دیکھو

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی
 کہیں کا ہوں سے سب کچھ کر
 حصار بانہ کشتے ہوئے ہیں
 گر

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی

آؤ چلی

اگر میں کر میرے ہو گئے ہے جان نہ دے

اگر میں لے جائیں تو بھی کیا ہے

پہلے کوام کی مذہب اور کوام میں رہتے

ہر دہا ہوں

میری جڑ میں تو زمین میں ہیں

جہاں پہ پتے کڑا ہوا تھا

وہی ہے اب بھی کڑا ہوا ہے

وہ دشمن ہیں

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی

نہایت کب سے

آٹا کے ہاتھوں میں جہادی پتھر گشتے

ہوتے ہیں

وہ مشتعل ہیں

کہ میرے ہاتھوں جو کڑا کڑا ہوا ہے

پتھر کا وہ

جہاں کے ہاتھوں پہ ہوا ہے

وہ فوج و نصرت کا وہ صاف ہے



یہ محبت کی نظم ہے

”ہجرت کر جاؤ“

نیا جہنم

دن کا شب تک ناکھانے

تم کی دولت بے کاکہ دھیر بڑا ہے

ایشی لگا

بہتر جہنم

در دوازہ

محبت کی گڑیاں

ساری کی ساری

بہتر جہنم

نہندہ کے کہ

جدا آنے

غراب میں

نہندہ

در نہانے ہے

لیکن کسے

اُس کو

جس نے

کل کی نذر ہوا ہے

بہتر جہنم ہو جائے گا کہ ہونا ہے۔

سرد روں کی پریش

ہر پل بڑھتی جاتے

میرے پیارے والے

سب کی تیری ہوائی کے دھن دھن

پیری ماؤ

پیری کی لٹی سے تم گھرت کر جاؤ

خدا کے کوئی امن محبت

ساتھ تہا ہے کچھ ہو

ہو جس کے کاندھوں کی کر نہیں سکتی

میرے پاس انا نہیں رہو

کس کو سوچوں

کوئی بھی دھڑلے نہیں سکتا

ظاہر ہے اپنے بہتر

جو کو خود ہی سنا ہو گا۔

یہ محبت کی نظم ہے

اُسے بالی پر کسا پائیے

دائے کسی کو تو کچھ چروں سے

باندھ کے نرا دینا چاہیے

یا اے کسی کو گوش کو

یا دکھ دینا چاہیے

یا چکر کسی پرانے پیا تو میں

پیدا دینا چاہیے —

یہ محبت کی نظم ہے

اُسے دانگی میں نہیں پرانا چاہیے

وہ گھنے آسمان کے بچے یا نہیں کرنا چاہیے

بھلا تو میں میں نہیں سمجھنا چاہیے

ہو تو لکھوں سے زیادہ قریب

خوش دگھنا چاہیے —



تم تاک صدوں میں پہننے والی
شہر کے اندر لیک نظم
میری زندگی کا بہاؤ اور روشن ہے

وہ چھوٹی سی گلی میں بسکے ہوئے ہے

اس کی جگہ میں ہمارے ہیں

تھے تھے ہیں کی آئیں ان کی ہیں

وہ لڑتے ہوئے ہیں

جو لڑتے ہوئے ہیں

وہ لڑتے ہوئے ہیں

اس کی شہر میں ہیں

وہ لڑتے ہوئے ہیں

سور کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں

اس کے گھر میں ہیں



پاکستان کی تاریخ

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر

میں میں جانے کر



نظم

ہم چڑیاں ہیں

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہر گھانا کی گوند میں ناز کر

ہو کے سفر میں

اور دل کے کسی گوشے میں جا کر

بیٹھ جاتی ہیں

چڑیاں، رنگا نہیں ہوتی

ٹوٹ جاتی تو ٹوٹ جاتی ہیں

میرا دل ایسی ہی اُن گشتِ چرخِ زمیں کی

ہو رنگِ آبر ہے

میں قلابِ ظلم ہے

دلِ شہبے کونے کے گلزاروں کو

کاغذ پر لکھتی ہوں

بھری چڑیاں ٹوٹ جاتی تو

میں دہلی خیر ہوں

میرے جی کی لڑکیاں

لوچ کا تو کیلا دیر دل سے ناکر گی

دہلی خیر ہوں

وہ ہنس رہی ہیں ہیشہ میں

اور انھیں کھنٹی ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں، ہم چڑیاں ہیں۔



ہم چڑیاں ہیں
ہر گوند کی گوند میں ناز کر
ہو کے سفر میں
اور دل کے کسی گوشے میں جا کر
بیٹھ جاتی ہیں
چڑیاں، رنگا نہیں ہوتی
ٹوٹ جاتی تو ٹوٹ جاتی ہیں
میرا دل ایسی ہی اُن گشتِ چرخِ زمیں کی
ہو رنگِ آبر ہے
میں قلابِ ظلم ہے
دلِ شہبے کونے کے گلزاروں کو
کاغذ پر لکھتی ہوں
بھری چڑیاں ٹوٹ جاتی تو
میں دہلی خیر ہوں
میرے جی کی لڑکیاں
لوچ کا تو کیلا دیر دل سے ناکر گی
دہلی خیر ہوں
وہ ہنس رہی ہیں ہیشہ میں
اور انھیں کھنٹی ہیں۔

اور دل کے کسی گوشے میں جا کر
بیٹھ جاتی ہیں
چڑیاں، رنگا نہیں ہوتی
ٹوٹ جاتی تو ٹوٹ جاتی ہیں
میرا دل ایسی ہی اُن گشتِ چرخِ زمیں کی
ہو رنگِ آبر ہے
میں قلابِ ظلم ہے
دلِ شہبے کونے کے گلزاروں کو
کاغذ پر لکھتی ہوں
بھری چڑیاں ٹوٹ جاتی تو
میں دہلی خیر ہوں
میرے جی کی لڑکیاں
لوچ کا تو کیلا دیر دل سے ناکر گی
دہلی خیر ہوں
وہ ہنس رہی ہیں ہیشہ میں
اور انھیں کھنٹی ہیں۔

سیم

کچھ بولو

غیب آئے کہ تو کچھ لے جائے ساتھ بیٹھو

اور پھر واپس چلے جانا

وفا کرتا نہیں اتنا جھول جاتا ہے دلا ہوتا

ہزاروں سٹپلے ہیں۔ اس جہاں میں جانی کچھ بولو

کوئی غم نہ کسی گری مصیبت کا

کوئی جگر آسانی سے

کوئی شکر کسی کے بھول جانے کا تو کچھ ہے۔

کس کو ان کی کہ بارے میں جو کھائی ہو نہ چنی جو نہ سمجھی ہو

جہاں، سچی ہو وہ اس آؤ کہ کئی کھڑکی کے بارے میں

کسی سادہ کی بارش میں کسی عاشق کسی معشوق کی

جیسی ملاقاتوں کے بارے میں

میرے محبوب کچھ بولو

کسی بھی جنگ کے ناطق و محاکوں کی مذمت جو

کسی دشمن کے نفع میں کسی نے میں سینہ کی

جویریہ کچھ نہ گئی جو اتھار دی کچھ نہ گئی

کسی فتنہ ہو نہ اجنبی ہو نہ گھر کی

ہزاروں سٹپلے ہیں اس جہاں میں جانی کچھ بولو!

خدا تعالیٰ آگ آگ کر کے سب باتیں

میرے محبوب کچھ بولو

تیار رہو، اپنے صدمہ و رنجت لوگوں سے بچا رہنا ہوں۔

فلک کاں جہاں میں سامنے بیٹے ہیں

اس لئے کرتا تھا ہوا سب کے لئے ہے

لوگ یہاں سے طاعت انداز ہوتے ہیں

اس لئے کہ موسم سب کے لئے ہے

فلک آسمان بوند کر سکتے ہیں

اس لئے کہ آسمان سب کے لئے ہے

فلک زمین پر آکا رہیں

اس لئے کہ زمین سب کے لئے ہے

فلک کر نوں سے خیال نہ کئے ہیں

اس لئے کہ روشنی سب کے لئے ہے

فلک زندہ رہنا چاہتے ہیں

لیکن زندگی سب کے لئے نہیں ہے۔



ہم جہلا وطن کیوں ہیں؟

پناہ گزین رہتے ہیں

ہم ٹیپ چاپ

کیوں نہ مہاجرت ہیں؟

میرے پاس ایک گھر تھا۔

اور میرے پاس.....

ان بیباں خیر خواہوں کو

نہ دلا ہے، مذہبی شعور آواز

لیکن ہاتھ کا سلسلہ جاری ہے

ہم جہلا وطن کیوں ہیں؟

ہم ٹیپ چاپ کیوں مہاجرت ہیں؟

ہم سب رو گئے نہ تھے ہیں؟

ہم آگ کے دریا پر

کاغذوں کا زین پر

پہنتے رہے

ہم سب کے لئے اہم سب

ملک کے بغیر اہمیت کے بغیر کیوں ہیں؟

ہم ہر جگہ ہیں

دعوت سے ہر جگہ ہیں

ہم کیوں جہلا وطن ہیں؟

لے لے ہم سب کے لئے!

چارسل

بیس دروازے کھلے پیدائش

بیس دروازے کھلے بچپن کا

اور دروازے کھلے بچپن کا

جنت میرے ہم میں مسرت کرتی رہی

بہت دلو، مرے بھرا

تم نہیں رہ بھرتے

حدم وجود میں موجود ہو کر

نہیں ہی باقی تھا

اور میں ہی مسئول تھا، میں ذمہ دار تھا

اور کتنی بھی

بہت مرتبہ ٹھنکے

پہنچنے والے دروازے بند کر دیا

اور سوچا، لیکن کوئی خواب نہیں دیکھا

کوئی سوال نہیں پوچھا

کوئی جواب نہیں ڈھونڈا

کیوں کر کھڑا ہوں.....!

پریشانی مست ہو

بھڑپنے والوں آواز کی گئی

بھڑپنے والوں آواز کی گئی

اور دوسری مرتبہ

اور تیسری مرتبہ

اور چوتھی مرتبہ

دیواروں کے نیچے، اندھائی پیدا ہو گئی ہے گا

اور ہم.....!

پریشان نہ ہو.....!

ہم ایک چھوٹی سی تقریب میں اپنے

حدم وجود میں زندہ رہیں گے



ان کی کیا قدر حق کی زبانیں پسند ہیں

حیرت لایا ہوں میرے دوست
کہ پرائی کی زبان سرگئی ہے

دور پرانی کتابیں ہیں
اور ہماری آہیں

مکڑت احتمال سے بگڑ جانے والے جوتوں

ہم اپنی ناکھری پر نام کئے ہیں خیر خیر دہلکے۔

اگر ہم ہلکے پڑ گئے ہیں تو کئی حیرت کی

بات نہیں۔

یوں کہ ہم اس جنگ میں

اپنی خدا اور مشرقی خدا سے

خدا اس غور بازی کے ساتھ طرح کیسے کہتے تھے۔

جو ایک کھوکھی نہیں، مانتی۔

ہم اس جنگ کے میدان میں اپنے خدا پر اب

کی مشغولی کے ساتھ اگر سے تھے۔

بہانے الیہ کا روز ہے کہ

پورا آشور، بھاری آوازوں سے اڑا

اور ہمارے انوار کی جگہ قوت سے لیں۔

اس تجھے کا کھوس

ایک جگہ میں رہا ہے کہ

ہم نے جو کتاب تھا ہمیں لگے ہیں

اور ہمارے کہہ میں دیکھا تھا کہ

نہیں، اور یہ ہے

کون جگہ میں نہیں، جو سکوت۔

ہو، یا فی الحال، ان کے دل کی رہنمائی کا خیال

ہے کہ جگہ میں ہے، یا یہ کہ جگہ میں ہے

جگہ میں ہے۔

حیرت کی انہوں نے

حیرت کی انہوں نے

کی طرح

جگہ میں ہے، جگہ میں ہے۔

دور افتادہ جگہ میں

جو تفسیر، حیرت اور تفسیر کا روز ہے

ہے۔

حیرت لایا ہوں

کہ ہماری سرگرمیوں کا روز ہے

شمس جگہ میں ہے۔

جو ہمارے شکست کا سبب بنا۔

خدا کی آواز کا کون ہمارے میں

ہمارے آنکھوں میں

منور ہوئی، دھیں

جگہ میں ہے، کتاب، آج کی

تمام حیرت حیرت حیرت ہے۔

پہرے دھیں دھیں!

تو نہ دھیں دھیں، دھیں

جو جگہ میں ہے، جگہ میں ہے

پہرے دھیں دھیں!

تو نہ دھیں دھیں، دھیں

جو جگہ میں ہے، جگہ میں ہے

پہرے دھیں دھیں!

تو نہ دھیں دھیں، دھیں

جو جگہ میں ہے، جگہ میں ہے

پہرے دھیں دھیں!



پالیسی کا مرکز

آسمانوں پر بھی جگہ میں
پہنچے ہیں۔

یوں کہ ہم اس جنگ میں

اپنی خدا اور مشرقی خدا سے

خدا اس غور بازی کے ساتھ طرح کیسے کہتے تھے۔

جو ایک کھوکھی نہیں، مانتی۔

ہم اس جنگ کے میدان میں اپنے خدا پر اب

کی مشغولی کے ساتھ اگر سے تھے۔

بہانے الیہ کا روز ہے کہ

پورا آشور، بھاری آوازوں سے اڑا

اور ہمارے انوار کی جگہ قوت سے لیں۔

اس تجھے کا کھوس

ایک جگہ میں رہا ہے کہ

ہم نے جو کتاب تھا ہمیں لگے ہیں

اور ہمارے کہہ میں دیکھا تھا کہ

نہیں، اور یہ ہے

کون جگہ میں نہیں، جو سکوت۔

ہو، یا فی الحال، ان کے دل کی رہنمائی کا خیال

ہے کہ جگہ میں ہے، یا یہ کہ جگہ میں ہے

جگہ میں ہے۔

حیرت کی انہوں نے

حیرت کی انہوں نے

پہرے دھیں دھیں!

تو نہ دھیں دھیں، دھیں

جو جگہ میں ہے، جگہ میں ہے

پہرے دھیں دھیں!

ہزاروں سال۔

پھر:

مخبر روایات کے ساتھ ساتھ کتب میں بھی

ہوگا:

نیا سال

تم کہہ دو کہ ہمارے ہاں کچھ نہیں ہے۔

نئے سال کے ہمارے گھر میں ہوا

تم وہ نسل اور یہ نسل بھی تو ہے کہ

ہم تو ہم ان دنوں کے صدائے درگاہ ہیں

جو ہمارے سرور کا ایوانِ کف ہے کہ

لوگوں نے ہمیں بھول دیا ہے

ہماری خوش فہمی اور ہمارے کونٹے

دانت اور داخلی ہوش، ہمارے ہوش

پھر:

تم ہوش اور ہوش

انہی ہوشوں کے ساتھ

نہیں کہ تو سچ اور ہوش کے گاہ کی طرح

ہم وہ ہوش ہیں اور ہوشوں کے گاہ

صاف ادا کیا

وہ تو ادا ہے۔

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

کرم نام ہے

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہم اس ہوش ہیں، تو ہمارے ہوش کے گاہ

ہم اس ہوش ہیں، تو ہمارے ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہوگا:

تم ہمارے ہوش ہیں۔

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ

ہمارے ہوش اور ہوش کے گاہ



ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے

کتنے آسمان ہے کہ لیل مست کو سوئی کے
انکسے نہ گوارو۔

گلشن کی دستبردیں تم شکار باغی
ہوئے کیا کدو۔

باغیا زلی سحر میں
مگر حق کو کدو کا کدو شعرو حق۔

یہ سبھی کچھ میں غلوں میں ہے اور آسمان
ابھی ہے۔

ہاں مگر بات ملک جو نہیں ملتی کرم
سوچ کی پتلیاں اور

پتے جو روغن و استہلاست پہنچ کر دوا
خوف کہ دو گئی اس دوا سے جو ہم سے

کہ ہے اختیار
یہ آنگاہ کہ خبر ملک ہے کہ ہم سے غیر ملک

وہیں آسمان ہواں موجود ہیں
اگر تیرا ایلین اللہ میں

ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے
ہم یہاں باقی رہیں گے تخی و تار و کما

اور تیرے حق میں شامیت لاکھوں ہیں گے
آگھوں میں تمہاری آگھوں میں لاکھوں

اور تمہاری صفائی میں ہے چرخ کی طرف
ہم کہ یہاں باقی ہیں

ہم باقی رہیں گے

ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے
ہوئے کدو میں کام کر کے

اولیٰ ثنات کے لئے جام کے رنگیں سہاگر
فرسٹ دھڑک

ہم چھوٹے
اور تمہاری منہ سے حق ہیں کہ

اپنے کدو کہ کدو کے کہ دھڑکتے رہیں۔
نہ وہ رہیں باقی رہیں۔

اور تمہاری صفائی میں ہے چرخ کی طرف
ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

اپنی عکاسی سے مست ہی رہیں گے
پتے خیر بھی جو میں ہیں گے سرسبز

شروع کی پڑھتے رہیں گے
گیت بھی کہتے رہیں گے

اور تمہاری صفائی میں ہے چرخ کی طرف
خیر و غضب کی آگھوں میں لاکھوں

تہہ پہن رہیں گے
ہم کہ کدو کے کدو کے

نہاں ہواں دھڑک رہیں گے کدو کے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

اپنے چوں کہ کدو کے کدو کے کدو کے
ہوئے کدو میں کام کر کے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
اور تیرے حق میں شامیت لاکھوں ہیں گے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے

ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے
ہم کہ کتنے ہے تو گنت ہیں ہے



تہا بے مشغول تھے وہ کہ آواز انہیں دیکھو
 تمہیں، اچھے اچھے کہ دیکھا کرتے تھیں جسیری سڑکی
 اسی صورت تھی تم اب کھلی کھڑکی کے شیشے سے
 گونستے تھے تو سازگی کی آتی تھی صدائیں
 کہ اپنا قہر وہ جیسے کسی کو سوئے رہتی ہو
 یہ سب کچھ کیا تھا؟ غفلت کی طرف سے اب امانت تھا؟

تھوڑے تھوڑے تھے جو اس کی امانت نام کے حق میں
 مگر حشر کی گردن ہے غفلت عمر بھر کی سی
 وہ جتنی ہمدردی ملے ہو ملتی ہے سمجھنا کہ
 کہ جیسے عشق کی غفلت طاقت کو ختم دے کہ
 وہ تھک کر چڑھ جاتی ہو کچھ دلی کہ پھر اس میں
 جسے نشوونما دینے کی قوت ہی مذہبی ہو۔

تھوڑے تھوڑے تھے یہی طرح عہدہ پر آسے؟
 بدتر حال تم کہ کتنی غمی مذاک اُسیہو؟ حل کیا
 کسی بیوی کے جیسے؟ سب کچھ آدھا ہو؟
 (اگر وہ بچ پٹا آجاتی، تو تم اس کو کبھی نہ دیکھتے؟
 تمہارے دل پہ تو قبضہ تھا ان آؤٹھے عیاوں کا،
 اور اندر باہر آتے جاتے تھے یہ انہیں سماں؟
 یہی کیا بلکہ شب کو بھی تھیں ان کا میرا تھا؟)

کہو تو وہ مشہید کہ زور مستی اور اشتیاق
 تھیں کچھ یاد ہے؟ دیکھتے ہو تم اس کی حقیقت کو؟
 کھٹا ہے تم؟ یہ مال اسب کہ ہر وہ چاہنے والی
 روا دلی ہو جس سے بیخفا کی اس کے دہرنے
 یہ کہتی ہو گی بی بی دلی میں اس کی داستان سخن کہ
 کہ جس بن بھاؤں کا شہر میں عاشق ہا ہا ہا کی صورت؟
 ابھی وہ دن نہیں آیا ہے کیا جب رنگ دیکھ گئے

تمہارے دل پہ جب خواہش تسلط پانے والی ہو
 تو تم کو چاہیے اس ماحول کے دھڑکنے کا
 کہ جس کے عشق کی غفلت رہی مدھون گشتی
 وہ ناکام تھا عاشقی دار میں پرتم

بہشت کے پانے؟ ابھی وہ دن نہیں آیا
 کہ پیدا وہ کالی بہشت ہماری جو بہشت میں
 کہ ہم محبوب کی ہمت سے بھی آزاد ہو جائیں
 تو آپ کو آزاد کی تحفوں کا جھنڈا ملے گی
 کہ جیسے تیرے جیل کا پ کہ چٹھ کی کھنکی کو
 اور اپنے جہت کی بڑھتی ہوئی رفتار کے پانوں
 گزر کر اپنے آپ سے نفی اب چیز ہو جائے؟
 سکون کچھ ہیں جس کو وہ بہشت میں نہیں ملے گی
 کہ غفلت اس کی ہے آگے بڑھنے کا
 یہ آزاد ہیں کہاں سے کہی ہیں؟ غمی صبرہ دل ابھی

کیا کہتے تھے رشک اور میں کو تم قریح دیتے تھے
 تمام میں ماحول پر بھی گرفت نہ کیا
 ذرا سرچ ہے میرا یہ عمل کامرہ جواں
 نمایاں کام میں کے ناتھ سے انجام پاتے ہیں
 وہ اپنے کام میں کی بدولت زندہ رہتے ہیں
 پھر اس کو آتی ہے غفلت کے سارا کام



دشمنان کی دشمنی

محمد اسحاق بیگ



کس چیز

ہمارے دور دورہ جانتے ہیں اس دنیا سے نکلنا
کہ جسے رفت رفت دُور دُور چھٹ جاتا ہے یوں کا
مگر ہم بھر بھی رہ سکتے ہیں ہم زندہ جیسے اُن کے ؟

کہ اسرارِ عظیم انسان کی ہم کو ضرورت ہے

اور اگر ختم ہوا ہے واسطے ہوتا ہے سہ سہ

سناوت اور قوت کا یہ قوت کیا ہے بے معنی

کہ یقیناً جو انسانی مرگ کا باری تھا جب تمام

تو مریض کی صورت اویں کو یہ جوتی جوت

کہ خدا کوئی کا پروردہ چھڑ کر رہا تھا آئے

اور اک جہوت اور شیطاں قضا میں ہمیں کے اندر سے

اک انسان دیکھتا ہیں کہ ہوا تھا ایک ایک فانی ہے

ہوائے سہ پہلے ہوائی ہوائی وہ ہوائی

جو افسانے کے لئے اب راحت و مشیت کا عالم ہے ؟

اسنا انسان ہے

مگر یہ کس سے پیٹ نہیں بھرتا

تو پھر بانی کا

دہائی پکا تو مشکل ہے

تو پھر نہ جاتا کی میں کا

تو پھر پہاڑ کو پہاڑ پٹا

پہاڑ کو پہاڑ پٹا تو مشکل ہے

تو پھر پھر پٹا

لیکن کیا ات تو کوئی بھی نہیں سنا

تو پھر دکھائی دینا

دکھائی دینا تو مشکل ہے

تو پھر پھر پٹا

اور یہ بھی پٹا دینا

ایک انکار و تحقیق

میں

مذہبی لوگوں کا قرآن

آنکھیں بانٹنے کی کوشش

ہم دوسرے دکاندار ہیں۔

ہمیں کوئی شکایت نہیں

جہاں تک نظم ہے

ہم کہتے ہیں

میں نے دکاندار کی آنکھیں بندھ دی

ہر ایک کے دکان کے ساتھ

اور کہا

میں نے دکاندار

دکاندار کے دکان کے ساتھ

اور کہا

میں نے دکاندار

بہت کا کر

میں نے دکاندار کی آنکھیں بندھ دی

ایک مسکراہٹ کے ساتھ

اور کہا میں نے دکاندار

میں نے دکاندار کی

میں نے دکاندار کی آنکھیں بندھ دی

میں نے دکاندار کے ساتھ

اور کہا

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار کو تم تو وہ دکاندار کی

اور کہا

میں نے دکاندار کی کوشش کی

اور کہا وہ سب چیزیں

وہ سب چیزیں

میں نے تم

آنکھیں بندھ دی کوشش کی

دکاندار نے دکاندار

ایک قہقہہ

میں نے دکاندار کی آنکھیں بندھ دی

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار کی کوشش کی

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار کی کوشش کی

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار

میں نے دکاندار



آخری اعلیٰ

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
تو سننے کی کون سی ؟

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

اور اگر کچھ دیکھ لیں تو
اور اگر کچھ دیکھ لیں تو

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں

نزدیکی کے باغوں میں



نیرنگی پنشن
جی۔ م۔ راجندر

رستم بزمی
جی۔ م۔ راجندر

نیرنگی

بیابان میں چاروں طرف نیرنگی چھا رہی ہے
گاؤں کے دیئے اوجھل ہو گئے ہیں
ایک گرم گرم نیرنگی ہاں کے ہونے میں بھر گئی ہے
بیابان ——— ٹھنکا ہوا ، خاموش ، ڈپٹا ہوا
نیرنگی گرم نیرنگی میں اُنس کے جواز ہونے سے پسینہ بہ رہا ہے

بے شک ہے رات

بے شک ہے رات ——— ایک گھٹی ہوئی رات
اور سننے کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا
جو اکٹائی کی زباناں میں اُبھاڑے اُنس
نچرے دوڑی گئی آ رہی ہے

بے شک رات کسی سمجھ بھٹے ہونے کے مانند
اور جو گرم رنگ ہوئی
اس نے کوئی جھوٹا ہوا سا فریب راستہ نہیں پاسکتا

یہ سڑک بیاہی ہوئی سڑکوں پر چٹک ، بچہ
اپنی تلک قبر میں پڑے ہوئے نکلے کی مانند ہے

ڈاچے میں دیکھا دیکھا ہوا دل
بھرتے ہی قیلے ہوئے جسم میں
جو عمارت کی شدت سے میں مانجے
بے شک رات ہے بے شک ا

جولائی ۱۹۷۷ء

۔۔۔ بیابان میں چاروں طرف نیرنگی چھا گئی ہے
(دھڑو پڑے آپ سے کہتا ہے)

گاؤں کے کچے چٹب ہیں
میں نیرنگی کو شہر ہونے سے گھرنا نہیں
گلی کو نہیں جانتی
نچے اپنا کب دیکھ رہے دو کھانے کا
اس کی آنکھوں میں

آنسو کے قطرے اور ہونٹوں پر ہنس رہی ،
کچے گی ،

۔۔۔ بیابان میں چاروں طرف نیرنگی چھا گئی ہے — میں دل
میں سوچ رہی تھی کہ نیرنگی میں تلک چھائی ہوئی ، تو کیا
بہار رنگ اپنی پڑ شہید نہیں لگا ہوا ہے تلک کو پہنے
بیابان سے ملنے کوئی نہیں لگے گا

بیابان میں چاروں طرف نیرنگی چھا رہی ہے
گاؤں کے دیئے اوجھل ہو گئے ہیں ۔

ایک گرم گرم نیرنگی ہاں کے ہونے میں دوڑ رہی ہے
بیابان — ٹھنکا ہوا — خاموش — ڈپٹا ہوا
نیرنگی گرم نیرنگی میں اُنس کے جواز ہونے سے پسینہ بہ رہا ہے



چانی کی گزیا

چانی دہی سے بھی نراناہ
اس سے بھی نراناہ، آٹم شہم، دہا شہم ہے

بستر ہی ایک سے خطرناک ایک چانی ایک آواز
یہ ساتھ ہیست کی آواز کہ آواز کیا جاسکتا
ہے۔

سکتا ہے۔
بہ ہر وہ جواب جو پانچ چہ نقشوں کا ہو۔

ازدگی بھر ایک شاعر اور شاعر کے آواز
سرور و زور و باجاسکتا ہے
ایک غیر نصوت قرہی نوا و کجاہ سکتا ہے
ایک سحری سکتا ہے یا بیان ڈھونڈ سکتا
ہے۔

چاندنی سے لہجہ کی جاسکتی ہے
ہر شاعر شاعر کی
تھا پہلی کو اوجھا سکتا ہے
خود ہی بیورہ و جب پہلے خوش کیا جاسکتا
ہے۔

ایک شاعر کی طرح
گھڑاں کا جاسکتا ہے
سنگ پت کے دھڑکن کو
پانچ کے ایک پانچ کو
قہقہے پر ایک شاعر کی طرح
وہا پر ایک سو سو گھر کو
خاک و آفتاب سے

میں کے چاندنی میں سر جھایا جاسکتا ہے
اس سے بھی گھٹیا نصوت کے ساتھ کہ تم
ہو جاسکتا ہے۔

پانی مقدس کا آواز کے ورتوں کی طرح
میں تعویذ اور عذاب میں صوفی طرح
ایک سا ماحول پر مست کا جاسکتا ہے
پانچ کے آواز کے آواز سے
تیرا آواز کا تصور کیا جاسکتا ہے
گلاش کے پانی کی طرح خود کو صوفی کیا جاسکتا
ہے۔

پرنے کو ذرا پناہ کو دیکھ سکتا ہے
کہ باہر تیرا دوش جو رہی ہے
ایک بچہ زچین خبر دے
ایک خواب کے آواز کے آواز سے
ایک پانی کا آواز خالی سے
چند سے گوری ہے
پرنے کے پاس آٹم شہم دہا سکتا ہے
نصا جو کہ ابھی ہو کہ

پانی کی گزیا یا جاسکتا ہے۔
جو اپنی دنیا کو چھٹے کی دو ہٹکوں سے
دیکھتی ہے۔

ایک کے کہ خوب صورتی کو شرم سے
ایک پرانی دھڑکی تصویر کے ساتھ
صندوق کی کہ تیرے میں چھپا یا جاسکتا ہے
دن کی کمالی خوب میں
ایک حکوم یا صوفی یا صوفی کی تصویر
دکان کی جاسکتی ہے۔
گھٹیا نصوت سے دکان کے آواز کو چھپا یا جاسکتا
ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے
صوفی اور صوفی آواز میں
"نہ تم سے پناہ راقی ہوں"
ایک مرد کے آواز میں
ایک لکھنوی میں سرکل سے جاسکتا ہے
میں کہ آٹم شہم دہا سکتا ہے
اور جگہ گزرا ہو۔

کچھوں کے بکس میں
ہو سا بھر سے ہم کے ساتھ
ساروں کے لکھنوی اور شہم کی چھوٹی میں
سویا جاسکتا ہے۔
باقہ کے ہر آواز و آواز
بہ بہت خوش ہو کہ کہا جاسکتا ہے
"میں کتنی خوش قسمت ہوں"
جو یہی چھپا ہے۔



جنوب کے بچے کی آواز

عام سے عاشقِ کاکیت

میرے بچے گلاب

مجھ سے کسی جنتِ داکر

مجھ سے ملنے سے کرتا ہو

کہ سارے حرام کو فنا ہو جاتے ہیں

اور میں تمہیں بھی حلالِ کتب لے جاؤں

چاہتا ہوں

اور وہی کالی سرخوں میں جنت لے لوں

جو پٹ میں آگ لگے دیتی ہیں

اس طرح میں بھی کالو

ترقیوں ساتھ نہیں لے جا سکوں گا

تکے بھی جنت لگی نہیں

جس میں ہم گھنٹوں ایک ساتھ رات کو سو

تو کئے ہیں اب بھی جا کا ایک سو سے

ملنے کا حاجت کم ہو جاتی ہے۔

چاہوں کہ طرح بھی نہیں

میں ایک دن وہ کھٹے سے ہی ادب

جاتا ہے۔

کہ رات میری ماں کو بھڑک گیا

اور میرے دل کے تمام بھولے تر چھو گئے

میرے باپ نے کاکیتنے بدلوں کو بچا دیا

تا کہ وہ انی طرح سے سکے

میرے بھائی ہیں گھوڑے

بہت سبق کو یاد کرتے ہوئے کھٹے

”آپ نے پانی دیا

کل رات باپ نے کاکیتنے دئی ہیں دئی

دار کا گھر جنتِ خوبصورت ہے۔“

میرا دل چاہتا ہے

کہ میں بھی بنوں

پرچم ہوں اور ہڈی ڈال دیتی ہوں

لیکن میرے باپ کا اتھ جھڑکا ہے

کچھ اور رانکول سے دہیں آتے ہوئے

میرے ہم عصرت نے مجھ سے پوچھا

کیا سبق ابھی طرح یاد ہے ؟

میں کچھ یاد رکھا ہوا ہوں

سخت امتحان

میں اپنے سبق کو ابھی طرح یاد کرتا ہے۔



میں تم فقیر چاند کی طرح بھی نہ پاؤں

کہ وہ چوری میں میں گھسوں جو جاتی ہی

شہد کہ طرح بھی نہیں

کہ میں نے اس کی تو کچھ دیکھ جنتِ عام

نہیں خواہر رت خوب کی طرح چاہوں

توہاری لنگہ رات ہیں

میر کی آئینہ دیا ہیں

بہشت میرے ساتھ زمین پہ ہے

چند طرح کے پاس خوراک ہے

اور عجم سونگے ہے

ایک دکان کا مرغ

کا دھول کا کھجور

میرا کرتے وقت گھٹا ہوا ہے

میرے کپڑے کا میری ماں ہے

یہودی بیچاؤ
دھن کا دل

خیلی شور
ناچاڑا

میسر

مجھے چند نہیں آتی
لوگ بولے جاتے ہیں، اکتے ہو ملک ہے میں
دنیا فاسد ہے جا کر دھندلا جاتا ہے
پتھر کی دیواروں میں گہری ہوئی کانٹا
مستور



آوازوں کی نوا میں ہے
قریب ہی آگ اور دھوکہ بھی موجود ہے
نیا لڑکا چاہتا ہوں
بھلا کواڑا لاکھ ہو جاتا ہے
میری طاقت ختم ہو جاتا ہے
تھک ہے، ایک نزل پڑتا ہے
دنیا چند نہیں کرتی کہ اس کے ساتھ بات
کہ جائے شرم بھی پورا نہیں کرتا
دیا اپنی طرف سے جاتا ہے
زندگی میں بے زندگی باقی نہیں رہی

میں ایک بار چھڑک ہوں جو چھڑک کر پڑتا
نہیں پڑتا ہے بند کر دیتا ہوں
میں اپنی آنکھیں بند کر دیتا ہوں
اور انتظار کرتے ہوں کہ کب آجے آپ ہے۔

۱۹۹۶ء

بیل گھر لوٹا ہے

بیل بنگ میں رہتے وہ بیل کے کام کے بعد
گھر لوٹتا ہے۔
پتہ قاضیوں کے ساتھ کافی لگا
اور دست پتے کے ساتھ کافی کٹے ایک
رقہ پھڑا کر
اور مشتاقہ دلال رکھنے کا بل کرے کر
دکھو اس کی اکڑی ہوئی گود میں گواہی
ہوتی ہے، اسی گواہی سے پتہ ہے
اب وہ اپنے گھر میں ہے
اور اپنی بھاری بھوری آنکھیں کھانے
بستری میں لٹا ہے۔

اسے سلام ہے
گوشت میں ڈالتے ہوئے تھوڑا کھنکھاتا ہے
اور قہر ہے۔
انکھ میں وہ ایک سوراخ پرانا
انفیت باقی رہ گئی۔

دور دور گھٹکے، دور دور چال دیں کے
لکے ہو گئے
وہ شام کی صبر پانی سے واقف ہے
بگ بگ پڑا ہے
انفیت میں اسے پاک چاروں میں شمار
کیا گیا ہے۔
دو گھنٹہ گشت ہے وہ اپنی جگہ ڈکڑا ہے۔

اس کا دل بھی پیچنگ کی طرح دوڑتا اور
پتہ صبر پڑا ہے
باہر اس کے پتے پر بالی آگ لگے ہیں
نلک اور طیارے مال
کھٹا ہوئی دی کے دھماکوں بھی

۱۹۹۶ء



بادِ شمال

کہہ خیم کا جب اُٹھائی ہے تم چڑھتے ہو
تو خاکِ بوسِ ہندی سے وہ پھرتی سائے
چرچا — جھیل پہ دھڑا ہو جیسے

پہاڑ پہ دھڑایا ہو لگی دستِ دُعا
دھوپ بڑھوں کی جس وقت کری
دینِ فاختری روشن میں لہاں

ہم تیاں چڑھتے جیسے کوٹھپاتی یا نہی
ماں کی باتیں ہوں تکیں کا گورہ کیں
نظر آئیں تو کیجیے میں کلبِ اُشقی ہے
اُشقی دشتِ ایام چلبُک اُشقی ہے

آسمان اور ارضی جب نہیں دیکھتے ہیں خدا

کھڑکی ہستی کی گرو !

معا اُس ساعت گھٹا دیں وہبِ دگیں

اُن کے حرفِ دعا سے گرا

دُکھ سا جاتا ہے گرا

قریب شکر سے ہر سوئے بدن جو لہاں

پہاڑ کتا ہی عبادت سے اپنا ہو تم کو

پہاڑ مضرہ دگما ہی نہ نہیں آتا جو

یا کسی تلے کا جب صدیوں پر دے آہنگ
سر پہلے ہوتے کہہ دے اُنوں میں پڑے
کر دگوہ میں گونے پر پردہِ مقاب
نورِ دُعا ہوا ہوں میں سمیٹا بیٹیں
تم نے ہر چند بھی پیسے نہ مانگی ہو دُعا
اُس گھڑی پارِ گہ سا دہ گیت میں گرا
دل پہ بے ساختہ طاری ہو مناجات کا دُعا



جب صند میں جیت دُعا افق کی تریں

اُشقیں ترقی خاکِ درد ہو دشتِ دشت

نگلی کوئی کڑے گا ڈریل دینے کا جیسے

دشمنِ دن کی جب آہرے

پہلے پانی میں تیر جاتی ہے

جیسے تیراک صند میں دنگے غوط

آدھ سوئے کو بھیجے کہے ٹیپا میں ہریا

تھکے کہ تم عرب دھاؤ تو دے گئے ہونا



شہر

یہی شہر ہے جس میں واسطے کر کے گھر ہے
اور یہی ہے جس میں شہر ہے
یہی شہر ہے جس میں اور یہی شہر
یہی شہر ہے جس میں

گھر ہے جس میں شہر ہے
یہی شہر ہے جس میں اور یہی شہر
اور یہی شہر ہے



یہی شہر ہے جس میں
یہی شہر ہے جس میں
یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے جس میں

یہی شہر ہے

ماں

ایک ماں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

ایک ماں ہے جس میں

یہی شہر ہے



ذیل و برہان کی روشنی میں (اس کی جھٹکا گیت)

| | |
|---|--|
| ہر جگہ - چاہے کوئی بھی جگہ ہو | اٹکے گئے ہیں |
| میری طرح کا ناقص ہیں ہیں | ہر دفعہ کہہ سکتے تھے نئے پریم کیجے ہیں |
| سرسبز ہر سبز میں کہ نہ پائی کچھ سکن ہیں | جو پائی کھڑے ہیں جیسے جوت - عہد لہر نہا |
| میں آسمانوں میں اُڑتی اُڑ جاتی گی | نہا پے چلی |
| کسی گمہ کسی عقاب اور کسی اور کی جواز | کسی پر اس تصویر |
| ساتھ نہ لے کے چلے | ایک پر ایک نظم کی طرح |
| اور میں چند دلوں میں | کوئی بھی سوسو بڑھانا نہیں چاہتا، |
| نہ پتنگ کے پوئل میں اُڑا کر گئے ہوں، | مستون جنگ کرنا چاہتا ہے۔ |
| جہاں لڑائی اجلاس میں وہ مستوجب ہے | سب کچھ اس وقت کے اپنی چاہتے ہیں |
| بیرنگیوں میں گئے ہیں | ناگہ بندی اور رنگ ٹاک کے بغیر |
| جو ایشیائی اور مغربی کے علاقوں کے | جہازت کا آواز اور ہواؤ |
| میں سے نہ پادہ رکھ سکتے تھے کہ ایک | کوئی بھی جارحیت یا غلامی نہیں چاہتا |
| ظہیم جیوشی میں کر کے کر رہے ہیں۔ | سب زندگ چاہتے ہیں نہ کر موت؛ |
| میں آکر ایک سہولت کے وسیع علاقے | میں چین کے دفینا کے ہر قدر قریب کھینچی ہیں |
| کے آسپاس کھینچی ہیں جو ایسی کے آخری | ہر صورت میں میں کی اعلیٰ کا قہر ہے |
| میرے ہر خطا ہے | اور وہ اعلیٰ جو اس طرح کے دفینے چاہتا |
| میرے بچے ہر صحت بھل کر لکے ہوئے ہیں | اس پاکستان کو قہر و دھم سے بچنے ہوئے |
| بچے کھڑے نہ کھینچی بڑھانے کے لئے | سکتی ہیں، |
| تیرہ ہاتھوں کے چاروں پہ | میں آکر ایک سہولت کے وسیع علاقے |
| میرے بچے ہر صحت بھل کر لکے ہوئے ہیں | ہر صورت میں میں کی اعلیٰ کا قہر ہے |
| میرے ہر خطا ہے | اور وہ اعلیٰ جو اس طرح کے دفینے چاہتا |
| میرے بچے ہر صحت بھل کر لکے ہوئے ہیں | اس پاکستان کو قہر و دھم سے بچنے ہوئے |
| بچے کھڑے نہ کھینچی بڑھانے کے لئے | سکتی ہیں، |



وہی ہے انیس
فیہم اسرار

لو سید صبر

وقت آنے پر وہ ٹائیڈ ہمنور کو توبہ معلوم ہونے لگے
اس کے قہقہے اور آسمان سے آگ لے کر آنے والے کی
کہانی میں پائل جانے والی
وحشت یاد کیسوتی
تلاش پر صبر سے کسی خدا کا توبہ وہ اپنی رائے
فیء اللال بھی نہیں
پچھنے پائال میں اسے اترتے دیکھتے ہوئے
کوئی وقت چیل نہیں آتی
یہاں سے ہیں جاتے ہوئے پہنچا دستے میں
اس کی صورت گڑ کی خیرا کی خلعت سے دھندلائی ہوئی
پچھے ذرا بگڑ جس کا گھڑ سونکا کی طرف بھیر دیا گیا ہو
ہاتھ سے کہیں لڑا وہ اس فانی شہرت کا مالک کوئی صاف
سرافح سے کہیں زیادہ کوئی پانگل ہو دھنسر۔

کیے کہ جس طرز کا علم اسے حاصل ہے وہ بھی
زیادہ ڈر نہیں پہنچا سکتا
یہ کہ صوفی غریب کا رسی میں کھپ جاتی ہیں
اور کسی دل جانی کی ادا دہی کو برآمد ہوتی ہیں
یہ کہ دانش مند سے کی جی سے ہیں کہ
یہ ذرا سیکھ پر سیکھ جاتی ہے
تاکہ تنہائی کے ہائے اسے دیکھ کر ہیں

پاؤں کہ انسان کے چاک پر دہائی آگ آئیں
اس سے وہ حقیقت کچھ بھی نہیں بدلتا

وہ آب و ہوا احمد آباد غزلوں کو پاشی پاشی ہے
جس نے قسم کھا لی ہے
کہ ہوائے چھتے ہی سہارا نہ ہو نچ پانچہ گی
جو دل کی دھڑکیں تیز کرتی ہے
اس کا کاکے تو مسلمان سوتا کھاتا ہے

نام نہائی نے دستبراز دانہ دانہ کی رہت ہے
شرعیہ پر شکل ہوتا ہے
بسم کر سکتا ہے مگر ٹاڈ و ناوردی کو گناہ ہے
ٹاڈ اسے گروہ جزوی سے جنم لیتا ہے
مرتب نکلے ہی کو خیرم کا احساس ہوتا ہے
دست باز تو اسے غزلوں کی ملک کے لئے
بہانے دیکھا دیکھتے ہیں
لیکن مرتب ہی اسے آتھ ہے جو گلوں پر لپکتا ہے
اور لپکتا ہے کہ اس کی طاقت بڑا گنگہ ہے
جو کچھ وہ ہے اس میں خوشی ہے
اسی میں خوشی ہے کہ چڑچڑاسی ہے
اور کوئی دس سے پیرا نہیں کرتا



ایک ڈاکٹرس کی نظیں

(۱)

یوں آہستہ اور حفاقتہ صوں سے

ایک گھنٹے سے دوسرے گھنٹے تک پہنچ رہی

سنا کر

پھر سر دھونے لگی تھی

اور سر دھونے سے قوسوں سے آگیا

یوں صرف یہی چاہتی تھی کہ

اکلایم آؤں یہ لوگ

اسی احساس سے یہی وہ لوگ

نیر سحر اور نیر سحر کے دل

اور یہ وہ لوگ تھے جو تھے ایک دوسرے کی بات

ایک لڑکے

آپ اپنی سرور کے گہاں رہنا ہوتے ہیں !

وہ ایک ایک ناپسندیدہ لڑکے

جہاں باقہ پائش ہوتے ہیں ! اور تگڑے

ہو ایک ایک کیف کام کے وہ لوگ تھے

یوں کیا شہری ہو سکتے ہیں !

آپ اپنے دماغ میں یہ دماغ صاحب کے

آپ تک آتے ہیں

یوں شام اٹھو اٹھو کچھ دیر ہوتی ہے

دل سوک کے کھنکھرتی رہتی ہے

شام کو سلام ہے اسے کچھ دیر

نور تیرا دیکھ کر ہے تیرا

ماہ و سال ہوئے تو آپ کی کاغذ کی

نور دیکھ کر ہے تیرا

اور پھر ایک اور دیکھ کر ہے تیرا

نور کی پگ

ہماری کاغذ کی پگ ہے تیرا

کچھ دیر تیرا کچھ دیر تیرا

یوں ہے تیرا کچھ دیر تیرا

کچھ دیر

کچھ دیر تیرا کچھ دیر تیرا

کچھ دیر تیرا

کچھ دیر تیرا کچھ دیر تیرا

(۲)

بغیر کسی خاص سبب کے

نیر کا سبب ہے

بغیر کسی خاص سبب کے

اور یہی ہے

نور دیکھ کر ہے تیرا

اور سوچا بھی اپنے خدا کو

خوش کرنے کے لئے

ایک دوسرے کی سبب

کچھ دیر تیرا

(۳)

شام دیکھ کر ہے تیرا

اور نور دیکھ کر ہے تیرا

یوں دیکھ کر ہے تیرا

اگر تیرا ہی ہے تیرا

نور دیکھ کر ہے تیرا

نور دیکھ کر ہے تیرا

نور دیکھ کر ہے تیرا

نور دیکھ کر ہے تیرا

نور دیکھ کر ہے تیرا



بلورچی بھکا دن

ایک منیضہ غریب اور تنہا
جسکی دانتی ہے رات دن پرچا
دوچہ کا چار دوکانا لڑ بڑا
صوف روگھ کا بڑا بڑا ہاتھ پتا

سُستی ہے چاہ ایسے تھوڑی
جس کی تیری میں کوئی نہیں ہے اُٹک
زندگی کی بات بتاتی ہے
دوسے میں غرضی سے ہم آہنگ

قافلہ ہے سوئے دھام دھام
رنگ دلیاں دیاں حلقہ کو
سیر کر کے جہاں فانی کی
اس کے آگام بھول جانے کو

لاپتہ باتوں میں منیضہ کے
ڈٹا پتلا ہے ایک بچہ کا
بیکل ہے اس سے اتنی کہ کر
ڈالنے کوئی بیکل کا ٹکڑا

وہ ہے محتاج اور غریب دہشت
اکو چیتائی سے لگا ہے غلام
باز رہا شے نہیں اُڑاتا ہے
پھر ہی ہوتی نہیں کبھی غلام

دل تو ہے استوار ہے بہت
تھر تھرا ہے گو بیعت آواز
نقوہ صبر اس کے لب پر ہے
جس کی بھروسہ دیت ہے پرواز

میرزا لایا خلاف ہر دنیا
جس میں ہر صحت شکلا لایا
اس کی ڈھاروں کو بچے کی کالی
ناکہ چسپوری ہے نا آسانی ہے

مکرمہ ۱۱۱۱۱۱۱۱
یا مستند نبی رسول اللہ

مکرمہ ۱۱۱۱۱۱۱۱
یا مستند نبی رسول اللہ



حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ ماہک اختہ ^{لہونات} (۲۸ جہری)
 کہ سو کا گھر نہ بنایا تو جو صدایات جاری ہیں من ہی سے ایک یہ حق :

مظلوم اللہ نادر ازاد کو وقتاً فوقتاً "خدا کو
 حاضر ناظر جان کر ملنا اللہ پر سے دل کھول
 کہ بات چیت کرنا۔ اس وقت اپنے سچے
 مخالف دوستوں، رسول امیروں، رئیس یا غنیہ
 کارمندوں کو اپنے قریب نہ رہنے دینا، تاکہ
 فرما اللہ ناداروں کے معاملہ سے تم سے آزادی
 اور بھلائی سے اپنی شکایات کو سکیں۔
 کیونکہ میں نے پیغمبر خدا علی اللہ علیہ وسلم سے
 سن رکھا ہے کہ کوئی غلام یا عاصی اللہ تمام
 حاصل نہیں کر سکتا جس کے طاقتور لوگ کھڑے ہوں
 کہے تو انھیں ادا نہیں کرتے

موربانہ



افغانی

”تم مجھ سے قدر ہو۔ اگر تم مجھ کو بندہ تو نہیں تم کوڑھو نہ ہو گا۔“

”اب کیا فائدہ۔ میں راست کھجا رہی ہوں۔“

”اس لئے تم سے خدا اور بھی ضروری ہے۔“

وہ ہچکچاتی۔ ”ابا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی توجہ بروی کرے۔ پہلی جگہ اور نہ مجھے چاہا نام بتانے والی تھی لیکن اس نے کہا۔“

”نہیں اب جانے دو میں بندہ کرتی ہوں۔۔۔۔۔“

اور اور بھی اور کتنا کی مجھ سے میں نے کہا۔

”نہیں نہیں۔ خدا حضور۔ میں قبول نام جانتے دیتا ہوں۔۔۔۔۔“

”اچھا خدا مخلوق۔۔۔۔۔“

”کچھ۔ دلچیز۔ جتنا۔۔۔۔۔ میں نے اس کا نام لے ہی ڈالا۔ وہ درویشی ایک طرح کو چلی اور کہا۔

”خدا مخلوق۔۔۔۔۔“

نہیں بے جا بنی فتن کو بڑی درنگ کان سے لگاتے رہا پھر کہتے ہوئے انہوں سے دیکھ دیا۔ کیا وہ قیامت؟ میں کہہ رہی تھی
تھا۔ میرے دل نے اس بات کی گواہی دی۔ یہ ایک اور نام تھا۔ جو میں نے پہلے فتن کی طرح سے دیا تھا۔ یہاں اس نے کتنا بھی
بڑھیں۔ میں نے نام بہت کچھ سے نہایت۔ خاتہ را بھی ملتا تھا۔

میں سوچتا۔ تاکہ وہ کارکن تھی۔ میرا حاضری مقرر تھا۔ جہاں سے تصویریں اٹھ کر میری آنکھوں کے سامنے آتیں میرے ہی
میں بہت سے نام ایک وقت کھینچے اور پھر سب ایک دھڑکتے ہیں جی کہ لکھ گئے۔ دعوت ایک بھان اور جہاں کی کیفیت کچھ بدلتی
ہی میں میں سب کھینچیں اور ملتا جاتی موجود تھا۔ کھڑکی سے مل کر میری کار دھتی۔ اس میں دعوت میرا جی کو گچا رہا تھا بلکہ تھکتی ہی۔
میرا دل دھنسنے لگا۔ میری دعا سوا کر تھی۔ ہر ایک جذبہ ہی کے میرے اندر سما گئی۔

دعوت کا دل کی تھکت اور عالم ہوا ہے۔ جب میں فتنی کرتا تھا تو اس کا دل بھر تھا اور جبکہ وہ تھکت میں جتا تھی تو اس کا
دل صدم تھا لیکن وہ کہ بہتان فتن نے اس کو اور بھی جھوٹا اور سوچ میں میرے لئے منگب خدا ہی کہا اس نے دیکھ دیا کہ وہ کہیں
میرے دل میں آگئی تھی۔ فتنی کی اور بھی آوازیں اس میں بڑھ گئیں۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ میرا دل اب دور ہے۔ اس کی پیشانی ٹوٹ ٹوٹ
کر تھکت ہو گئی ہیں اور اب جہاں کی آوازیں بھی اس میں نہیں گونجتیں۔ اس وقت جب کہ وہ خود کو دل کو قریب ہلائی کھڑی آگشت دامن
کے صحت اس کی آواز ہی کہہ داکہ میں آئی لیکن اس کی معذرت ہے وہ خامی یہ ناکور۔ یہ میرا جی کو کتنی کہہ دامت ہو جاتی۔ میرے
دل کے دامن میں اب سو کھلی پیدا کر کے کی طاقت ہی پائی نہ رہی تھی۔ صرف وہاں ابھر آئی۔ لیکن وہ جی میں آوازیں اور جذبات سب
اس کے ایک ہر گئے تھے اور دوسری اس کو پڑنے پھینک کر رکھتا تھا اور دھنگ دھنگ کر کے ایک کو ایک سے جڑا رکھتا۔ ہر ایک ہر کی طرف
کی ٹھیک تھی جو بھی ہے۔ اور ایک ہر کی طرف بھاڑی تھی۔ میں ہاروں کے ہارو پیشہ میں تھی پھر ہوں۔ اس کے ہاتھ میرے
دعا میں گشت کر رہی تھی لیکن مجھے ہر گشت نہیں معلوم ہوتا۔ وہ کئی سب سمجھتا ہی بھی تھی اور کہیں بھی دھتی۔ میں خود ہونٹ
دھک لگاتا تھا۔ میں کی شہریت کے حوت میری زبان اس تک لے رہی تھی۔ تو انہیں میرے گئے میں تھیں۔ وہ انہیں اپنی تھکت کے
ہار سے لہو کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن وہ سب جذبات ایک ہادی کو میرے اندر سما گئے تھے اور جی کا دل کا فتن میں بگاڑا



نشا۔

کیا وہ واقعی نفاذ و تحقیق نہیں۔ کیا وہ واقعی صلیت کا پڑوس ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک مذہبی صورت کو لے کر ہے جس نے کسی سے ملنے کی۔ یہ سب میرے تحقیق کی تصویر پر نہیں جو پٹ پر مجھوں کی طرح چمکیں اور غائب ہو گئیں۔ وہی نشا۔ وہ وہ نہیں کہ جس پر میرے ہونے سے ان کو لگے ہے چھین لیا۔ نقل کی بہت کٹھن، وہ انگیزہ ہو سکتا ہے۔

جنوری ۱۹۵۵ء

سافر و ناسک آیا ہے

"نامی کہ ادھر جاؤں گے"

"ادھر نہ تو آؤں گے"

"سیرت کا وہ جو مٹی کا دیوار ہے۔ رستہ پر غافل ہو کر"

نیرت سیرت کیوں ہے؟

"نہ۔۔۔ تو تو روشن آؤں۔۔۔ یہی راز ہے یہی"

مجھ سے کہ آؤں گی۔۔۔ کون سے شخصوں پر شعل / دھن مٹاؤں

نور چپا کر۔۔۔ دھن کا شعلوں میں اتر جائے (علم)

نور کا دیوار "۲۰" اکتوبر ۱۹۵۵ء

سید

ملکس تقریر۔ مرزا ادیب



خزان نے لوٹ لیا

عقاب امیر زامل

مرگم آج کے سودا جتنی نفس و نفس سود سے ٹوٹتے ہوئے رستے میں مجھے طراں کی تیز رفتاری سے آیا۔ خیال کیا آج رات کی شادی کی پانچویں سالگرہ ہے۔ جب تک اس کی تھی اسے مبارکباد ہی دے آؤں۔

پن نام ختیہ شادی کے بعد اس نے اپنی تمام سہیلیوں سے قطع تعلقی کر لیا تھا۔ البتہ اسی سے کسی بھی سہیلے سے فطرتاً ہی پیدا کرنا تھی۔

آج کئی دنوں کے بعد اپنی سہیلی کی دعوت کا وہ پہنچ کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رات کی تیز دروازہ کھول دیا مجھے دیکھتے ہی انہیں پھاڑ کر بولی: "تم رات کی؟" وہ سہیلیوں کی گائی ہوئی۔

اس کے حضور غصے سے گھبرا کر میں نے غصہ کر لیا، پھر بولی: "وہ اصل مجھے کسی کی نبوت میں نلی ہونا نا پسند ہے۔ نزع قبیلہ شری کی مانگ پر مبارکباد دیتے ہیں؟"

"آؤں کے حضور میں کان پڑی کوڑا نشان ہیں، دے رہی، اند آؤ نا۔" وہ مجھے اند ملے جا کر گھٹنے کی میز کے پاس ایک موی شیشے کے صندوق پر بٹاتے ہوئے بولی "طراں کی رات ہے؟"

"ہاں یہ وہ کسی کی گزیرگی، اگر ہم سب کا خیال تھا کہ آؤں سود سے ان کی دیکھ، ہتمام خود ہوا۔ شادی کی مانگ کا کہن ہے؟"

"تم سب کا خیال تھا؟" وہ ایکسپرکس، ہنسی ہنسی پڑی۔ پھر رات سے نکلتے کے بعد رات ٹائے کے انداز میں پوچھنے لگی: "آؤں کہاں سے رہی ہو؟"

"مرگم آج کے ختیہ سود سے؟" میں نے اپنی تیری مثال شافوں پر سے گرا دی اور اصرار کے سکون کے بے غرضی کوئی نہ گھٹنے لگی۔

"مرگم آج کے سود جتنی سود سے؟" اس نے بے غرضی سے کہا، پھر وہ انگریز طریق پر مسکرا کر بولی: "تھانے ان کے و سب ختیہ شافوں کی زندگی کی انہیں یہ ہم کریں گے؟ وہیں ہر کوئی ڈاکٹر نہیں ہوا۔"

سہیلیوں کوئی ہو، یہ تھیں؟

میں نے غصہ نہ کی؟

"اگر پڑے ناں پر سب کا ہنسی مادی؟"

"نہاں خزان کو کوئی ملک نہ تھا ہے؟" وہ سہیلی؟



”صورت امانی کرو مارا نہ آئی؟“

اس کے بعد ٹھوڑی دیر کے بعد فاسٹنگ لادری ہو گئی۔ وہ ایسی عزاں کی رات تھی جسے وہ دیران اور بہت ہی کال کنڈمیں کا خوفناک شہر ماحول پر دھونڈ کر لے آئے۔ وہاں بھی صبح صبح کر رہے ہی تھیں۔ پتے زندگی کی فنا کی بات نہ کر رہے تھے۔ فنا کی اس پرانگندگی نے مائٹریا کی اس کیفیت جاری کر دی۔ میں نے اپنے دماغی ٹوٹے میں سے نکال کر بروڈنگ کی ایک گولی نکالی اور ٹھیکس کو دے دیا۔ ”فیروزہ کیسے ہیں؟“

وہ لمبے دم چپ رہی۔ پھر بولی۔ ”وہ جیسے ہی ایک ٹرڈوہتے ابھرتے ٹنگے کی طرح، شرمہ نے ان کے دل دو داغ دیا۔ ٹنگے کو ایک کی طرح پاٹ کر کھینچ کر دیا ہے۔ فی کا وہ پرستار اب تنگی کا ٹنگہ ہو رہا ہے۔ بعض وقت تو دماغی! مریم! صبر کر رہو ہوتا ہے۔ نگاہیں کا یہ مصیب نہیں کہ میں فیروزہ سے حیرت ہو گئی ہوں!“

”اور کیا مطلب ہے؟“ جب تم میرا نہیں ہو تو نہیں یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا کہ آؤں ہے کہ تم اس سے حیرت نہیں ہو؟ میں نے ٹکڑی سے کہا، پھر بولی۔

”پانچ سال پہلے کی باتیں یاد کرو نہ آئی؟ وہ جیسے ”وہ جیسے“ ہے ٹکڑی، ”وہ ٹھیکس اور وہ لڑتیں“ — میں صبر نہ تھی کی سیر کرتے کرتے افسردہ سی ہو گئی۔

اس نے مزید کہ انھیں بد کر میں گویا کہ یہی تھی حلقہ

”عزاں کو دیکھو، یہ ہے میں بہادر دیکھ چکے“

یہی اس نے دہاں سے کہہ دیا۔ بڑی دیر ہو رہے تھے کہ صبح کی گھر گیا تو سنا کہا۔ ”عزاں میں تمہارا دل کا دنگہ دنگہ آئی میں“ انہیں بولنا بایا جاتی ہوں۔

میں دس انگلیز پیچھے میں بولی۔ ”انہیں ٹھوڑا اور ٹھیکہ تو کیا دے اختیار، میں ہے دمر کے قہر میں، اسی ٹھوڑی حقیقت سے گزیر کا غمہ بھی کیا زمین؟“ وہ تھر تھر کر کے پانچ سال پہلے کی عزاں میں نے کہیں بہا دی ٹوٹ میں۔ یاد ہے۔ ”وہ دنگہ ایک ایسی ہی عزاں کی طرح رات تھی؟“

وہ کانپ کر بولی۔ ”اور تم آج کے دن صبح سویرہ منہ سے اسی ٹھوڑی نے مری زندگی کی صفی میٹھ کے لیے دہم برہم کر دی۔ وہاں میں نے آپ حیات کے دھوکے میں نہر چلا لی یا اگر تو؟“ میں ابھی کبھی بائیں کرتی ہوں!۔ تم سب کے قصور ٹھہرے میں نے کبھی ہی مدغم فعلی کی ہو، مجھے اس کا مدغم اٹھیں نہیں دتھی، ایک کہ مجھے فیروزہ سے محبت ہے؟“

میں نے ایک قہر آمیز نگاہ اس پر ڈالی۔ ”تم باہر دینی جیت کا اقتدار کر کے اپنی طاقت آپ کر رہی ہو۔ میں نے تو اپنی خبر ہی پر نہیں کیا تھا؟“

وہ بڑھ کر بولی۔ ”کوئی کہہ سکتا ہے کہ مجھے فیروزہ سے جیت نہیں یا مارا؟“ عزاں ہے، مگر مجھے آج میں اس سے اتنی ہی جیت ہے جتنی پہلے ہی تھی؟“ یہ کہنے کہنے اس نے غصے کی بے حد لڑائی میں مشعل کے طور پر سلنے لگا ہوا کاغذ کاٹنے کا پتھر اس کی شکل بالکل توڑ دیا۔ ”اس میں ٹھیکہ یا اور ٹھیکہ شوق کر دیا۔

میری غصہ میں ٹھوڑا سے ٹھوڑا۔ ”ہوں؟ میں انسان کو اس کی زبان سے نہیں، اس کی بے اختیار حرکت سے، اس کے کردار



سے پہننے کی عادی ہوئی، اتنی ہر اسے کہیں ملائی ہر وہ آدمی سے ملا کر نکلتی۔

رات گہری ہوئی تھی، اور سمنہ کے خدام کا شور کسی واضح حد سے کی آواز کی طرح مٹا دیتے تھے۔

سیراویں گشت سے پہلے سال قبل کے ماضی کی ایک رات کی تصویر کشی میں گویا غرض کی پڑھ رات ماضی طرز پر آگے
وجہ پر وہی میں سیراویں گشت رقص و سرود مشفقہ تھا۔ موسیقی کی درد انگیز تانیں کو مکی رقص کے تھے ہوتے وقتوں میں جدت میں
ایک اور ماضی سیراویں گشت کی عجیب کیفیت کو دیتی تھیں۔ خوش بائی اور ذوق دل میں بے غرضانہ جوش کے بہاؤ تھا، ہاتھ
میں آپ خوش رنگ کے پھلے ہوئے جام تھا، کھڑے تھے وہ اپنے رفیقوں اور پیروں سے سرگرمیوں میں مصروف تھے، کچھ
اپنی ٹینوں ویسے ہی تھے جو ان سے الگ تھک، انہوں پر وہ کپڑوں کے سہارے بیٹھے کھڑے ہوئے سرگرمی کی دلوریزی پر جھنجھو
ہو کر سرگرمی، جیسے تھے وہ جگمگ ہم دستانہ کے ماضی میں جیسے جگمگے سمنہ کی رات اب سیراویں گشت کا شہکار ہے جسے۔ اپنی کی معنی میں
ایک رات کی تھی، جو ایک ہفتہ بعد انگیز غزل کو شکر و ستارہ ہو گئی تھی اور ایک تھوڑے عرصے کے پاس تصویر بن گئی تھی کہ وہ وہی خوشی
کے مکمل تھے بچے اپنی دونوں متعلقہ کر دیا۔

”یہ پادری لنگ کپڑا لنگ میں کن ڈاک ہے جس سے وہ امن امان کا ہے، آہیں کر رہے، وہ تو شعل کے مشتق میں دیوار ہو رہا
نہ اپنی اگست کے پھلے کی بات ہے؟“

”وہ شہر ہے؟“ دوسری نے جواب دیا۔ ”اگست کے پھلے کے ماضی کا شہر ایک دفعہ دیکھا دیا تو یہی ہے؟“

دوسری دونوں ایک مقرر قانونی دینی دینی میں سے بیاد پر ہوا ڈاک کو بھر دیکھ کر دھنسنے لگیں۔ ”مذکر نامہ، آہ بھلی کی
مقررہ نہیں دیکھیں کہ ان کا ہاں کسی قسم کا ہے، جہاں کسی خوب صورت مودے اپنے کٹ کے کات میں کھڑی کی، بکھتی ہوئی کی
آٹا کی اور سکرانہ کی کو کسی چیز کی، ان کے لئے ان کی کیم کی شہر کی کہیں سے اٹھا لیا۔ وہ کہیں کو ہم پر جان دیتے تھے۔ اپنے
نہانے میں کتنی تھوڑی ہوئی تھیں۔ کیوں نہ ہو؟“

”جہ نہ ہو؟“ وہ کیڑی سیل نے جواب دیا۔ ”گر ہر بھی نرمی انھوں کی گھٹائی دیا، بوجھائی تھیں۔ یاد ہے خواب قرآن کی
یہی تھیں نے شہر سے غریب کنڈ پر کس دھڑکی کی۔“

”وہ عورت تھی۔“ بالکل اہ۔۔۔ ہم میں اور اچھل کے چھوڑ پڑی میں بڑا فرق ہے۔ سائنس، ہم تھوڑے ہوتے ہوتے
گھائی پر ہوتی تھیں، گر اچھل کی عمر میں ہے، عتیقہ ہو کر گھٹائی ہوئی میں۔“ یہ فرق تاکہ انہیں نے فرق سے اپنے شہر سے ماضی کی شہر
اور ماضی ہو کر بچ گئیں۔

میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ کسی کے مشتق پر بیگ تیاں پر رہی ہیں۔ ماضی دیکھنے ماضی شگفتہ بیاد کی رنگ کے چشم میں مٹیوں، سیاہ و سفید
شادی پر چھوڑے، شہر سے سیراویں گشت، ایک پھلے ماضی میں سے مصروف کام تھی، وہ ماضی سے ماضی کا سفر معلوم ہو رہے
تھے جیسے جیسی ماضی میں جیسا ہاں کی کہوں پر تیر رہا ہو؟ ان کی انگلی کی خدمت وہ ان کی گھٹائی کی تھوڑیوں کو پریشان اور مشتعل اور مشتعل
کو سزا دینا پر چھوڑ کر ہی تھی۔

بند غرض کے بعد کچھ فلم سیرے قریب سے گزری، ”یہ کن شخص ہے شہر؟“ میں نے پوچھا۔

”اسے، شہر سے تھوڑے فاصلے پر تھیں، خود شہر پر مٹی معلوم ہو رہا ہے نا،؟“ کچھ فلم کے جواب دیا۔



”ابن اعلیٰ۔ میں نے کہا۔ ”دعائی کے ان سے بڑے شخصیات ہیں؟“

وہ جیسی کہ وہ ہیں۔ پرانے ہوتے تو ان میں ایسی شخصیں بھی ہوتیں کہ دعائی؟“

”ہاں ایسی لاکھ بیسٹ تھے، دعائی کی حالت بہت بھلی تھی۔ مزہ بھائی میں نے ابھی اس شخص سے اس بار کا ایک مصنفہ کی تعریف

کئی تھی کہ دعائی کے فتنے ان کے کیا تھے نہایت وسیع تھے۔ اور ان کی دوستی کو ہمیشہ پرانی پر ترجیح دیتے تھے۔“ میں نے کہا۔

”مگر تم سب کو ان میں؟“ یہ دعائی کی حالت ہے۔ — ایسے ہی لوگ تو دعائی فعل ہوتے تھے اور ہر جگہ میں وہ لوگ کتے بدلتے

ہیں۔“

”بے شک۔ دعائی کے لئے کیا کہ نہیں کہنا چاہتا؟ میں نے جواب دیا۔

”تجربہ اور کمزور کے جیسے ان دو اور رنگوں کی نسبت نے وہ اپنے فتنے کی خواہش میں دوسرے کو دیکھے اور غرائز میں پہاڑ کا مزہ

مٹا۔ دوسرے راج کے مٹا جانے والا کسی راج کے فتنے و فتنوں نے فعل اعلازی شوق گزری اور اپنے فتنے کی دعائی کو نسبت کی کہ ان

فوضوں میں ان کی تعداد سی بہت بڑی تھی۔ دعائی کے فتنوں سے ڈرایا۔ ان پر نظر دینے کے فتنے و فتنوں سے ڈلا گیا۔ جس کا

تجربہ تھا کہ دعائی نے ان فتنوں سے وہ فتنوں سے بہت کے لئے قطع فتنوں کر لیا اور ان کے لئے کہ بہتوں میں وہوں نے دعائی سے

دراغت میں دانی۔ دعائی کے چند ہی چیزیں بہت مصروف کی قدرت اُبھر آئی، چنانچہ اس نے پرانی تصویر سے میرا سی اور نئی سے چھپی

کا عہدہ شوق گزریا۔ پرانی تصویر دعائی کی گزری کے لئے سے گزری۔ دعائی کی بہتوں پر غرض اس نے فتنوں پر دیا۔

”کہ دیر بعد میں یہ کس چیز کی۔ دعائی کی دادوں میں بیٹھتے بیٹھتے اسودہ ہو کر میں نے کہا۔“ تمہارے تم پر کیا دعائی کی فتنوں کو

کی گشتیں کی گشتیں دینی اور تم چاہتے کہ یہ کس چیز کی گزری ہو گئیں۔ اس رات خود کا فتنہ اور ان کی قیامت بجز فتنوں کے گزری

کے ساتھ میں شراب اور ان کا کام بھی تو چھٹک رہا تھا، جس میں جانے کتنی زندگیوں غرق ہو چکی تھیں، اس حالت وہ گھبرا، فتنہ

مرفض تھے اور اُن کے دل۔ ہر کس فتنہ میں اس کے دم نسبت میں گرفتار ہو گئیں۔“

اس کا فتنہ دینی ہو گیا تھا۔ اب وہ ایک گشت پر پڑنے سے کی حرکت نظر آ رہی تھی، جسے اس کے انداز میں دینی، پھر کیا کرتا دعائی؟

”تمہارے فتنوں کی فتنوں کے فتنوں کی کیا کیا ہے کہ گتے دگے اور فتنے دیتے، فتنوں کو دیکھ کر جو فتنوں، حیدر بیگ دیتا ہے۔“

ایک لوگ کے لئے میں تکرار ہو گئی، پھر اپنے آپ کو سمجھا کر کہا۔ ”کیا لیکن بہت فتنوں؟ اس فتنہ کا دعائی فتنوں میں وہوں کی دھجیت

ہوتی ہے۔ نہایت کے سبب میں ایک خبر گتے کی حرکت بہرہا، مگر میں اس سادہ سادہ میں دل سے نہیں پہچان داریں سے میرے کی دعائی

پرانی میں۔“ میں نے باز فتنہ پر کر دیا۔

”میں اب بھی کرتی ہیں کہ فتنہ اور جذبہ کے کیا دعائی ہو سکتی ہیں۔“

”اب بھی کہہ رہی ہو؟“ دعائی دوج، آگ سے پہنچا سال پہلے نہایت سے خبر دہری اور وہوں نے نہیں گتے رکھا، کتنی اور پہنچ چکا تھا۔

مگر تم ایک ہی دہری کی دہری پر نہایت سے خبر دہری ہوئی تو میں پر گزری تھیں۔ مجھ۔ اور یہ میں؟ میں کوئی نہیں۔ اس میں مجھ تیار اس

کی تصویر، تم نے فتنوں کی فتنوں میں فتنوں کے لئے دعائی ہو، بعض وقت تم کے اس سادہ فکر کی ادب مسموم ہوتی ہو جس سے بعض

بڑے نے دعائی فتنوں کی فتنہ، جس کا فتنہ فتنوں تھا مگر مزاحیہاں ہے اس پہنچ سالوں میں تم نے نہایت کا خوب خوب نصیحت اُٹھائی ہوگی

کے فتنوں اور کیا یا بہت بڑی؟



”میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ فیروز کی بجائے مجھے موت کا ہاتھ ہے۔“

”کیا نہیں اپنے افسانہ پر رضی ہے؟ مرنے پر تیار ہی! کتنی جتنا اہل کے درمیان جا رہی ہو، کیونکہ ہم جو کہہ جاتے ہیں، اس بات
 دل سے اہل کا غلبہ بخلائی کرتے ہیں۔ اچھے جو نہیں چاہتے اسے شہت ابراہم کرتے دیتے ہیں، مگر کہہ رہے ہیں اس فعل سے ہم باخبر نہیں
 ہو سکتے؟“

میرزا علی غلامی ہوا تھا کہ محمد کی گرجا اور کھلی کی گرجا نے دفعتاً اتفاق میں ایک دوسرے کو ملا دیا، جیسے میں نے تو نہیں مگر رفتی
 نے فرما کر ہی کر لیا اور فرما کر بولی۔ ”مفتی ہو رہی! محمد کا خادم اور عوفان کا بند؟“
 میں نے اسے جھوٹ دیکھ کر کہا۔ ”ہاں مفتی اور صوفی کھلا ہوں، دفعتاً، مگر کس عوفان کا؟“

”کس عوفان کا؟ کیا مطلب؟“ وہ دہائی ہو کر بولی۔ ”خزاں کی پریشان رات ہے، دو گئی، یوں غصیلوں کی سی پیچیدہ انگلیوں
 کو، ادم اچھٹا ہے، میں نے کیا کیا دیکھا ہے۔“ غصیلوں کی یا نہیں کی، جو کہ میں کیا اب تو میری اصل بیٹنے پر دھڑل ہے۔“

”میں صوفیوں کی اس نئے نئے تصانیف ہوں کہ اس سے انسان کی فطرت متاثر نہ کر دے، بہت ہوئی ہے، صبر کسان اور عبادت شکن ہوتا ہے۔
 جو شخص ڈنٹ کر کئی عجیبیت یا فحش کا متاثر کر ہے، اسے کسی عمل پر تھکر کر دیتا ہے، یہی ہوتی، مگر تم نے اب تک اپنا عقیدہ اور ایمان
 بدلنے کا سبب کی تفسیر پر آمادہ کر رکھا ہے کہ دنیا بدداشت کر رہی، انسانیت کا جو ہر اور اس کی صراحت ہے، صبر و شکر ہے، ہر اور
 پر گزرتی تم کو دنیا ہی کیا زندگی کا مقصد ہے میری کہہ رہی ہیں، آگاہی کر رہی ہیں، انسان اس پادشہ کی زندگی میں تھکر مفتی بنا رہے؟“
 ”تھک گئی ہو، اس بات کا مجھے بھی احساس ہے کہ آج سے پانچ سال پہلے میں نے کئی سالوں میں کئی شخصوں نے مجھے ایک
 پہچانتے ہوئے سرخورد سے نکال کر ایک ہی دوقی گھراؤں سے سہارا چھڑا دیا، وہ بزرگ قابل معافی نہیں، بلکہ سزا کا مفتی ہے، بہت
 بڑی اور سنگین سزا کا۔“

عوفان کا انداز اس قدر بھی کا شہرہ بستا رہا گیا اور وہ شہرت و جدت سے اپنے لگے۔

”بہت بڑی اور سنگین سزا کا؟“ یہی تہہ سے نہیں غافلہ دل کے کسی غصہ گزشتے میں اس کے فحش ہم دھڑلے اگل ہو کر ہی
 ہے! بعد ازاں میں نے خود کیا کہا تھا۔ — اسی لئے تو مجھے قہری بات کا بغیر کو سفیری تاقی تھا، جب تم اس کی بجائے اپنی موت
 کی دھمکیاں دے رہے تھیں، اسی لئے تو میں نے تم کو قہر کا تھا۔ اب تم فیروز کو سنگین سزا کا مفتی کہہ رہی ہو، اس قسم کا اجتماعی فتویٰ
 قہری جہاد کی، یا اپنی کا ثبوت ہے۔ فیروز پر قہری غصہ خیر فہمی نہیں ہے۔ یوں آگ کو پتھروں میں پھینک دے تو دوبارہ آگ ہو کر اگلے
 قہری سکتی اور قہری کا ثبات ہی کو کھنکھرتا کر دے گی؟

وہ بے چین ہو کر بولی ”مہینوں نہیں، میں اب بھی دوسرے سے کہہ رہی ہوں کہ کھڑے

”وہی سوزہ دل کی ہیں گویاں، وہی دوزخ دل کی ہیں خضر خیر“

پانچ سال پہلے فحش کا جو جھڑپھڑپھڑ تھا، وہ اب تک مہل رہا ہے۔“

میں بڑھ کر بولی۔ ”تم میرے پیچھے رہ کر رہی، جس میں صبر کر دیکھنے کی ذلت کبھی قبول نہیں کی، اس لئے ہر وقت
 پر دہائی ہو مگر ذلت؟ جہنم سے مجھے علی اور میری جہنم کے رکھنے کا سمجھتا ہے، میرے ہی جہنم نے مجھے سزا بخشی، میں کہہ رہے



کہ نسبت کے اس معین اور بدھ پر ہر سکون مستور کی تریں تو کھار چھپاں میں مچھو ہو گئی ہیں۔ یہ شاعرانہ دایں نہیں، خاص تحقیق میں۔
خیر ان باتوں کو اٹھا لکھو۔ یہ بناء صاعی کیا کہتا ہے؟
”مجھے اس سے نفرت ہے۔“

”صاعی سے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں جڑوں ہو کر پوچھنے لگا۔
”اتنی میرے اسی سوال پر ہلک سی ہنسی اور دیرینے کے باہر دھیر سے ہی ہلکی دھڑکتے ہوئی۔
”وہ کیا ہوئی؟ میں نے نفرت؟ وہ بے تعلقی سے کہنے لگی۔
”نفرت ہے تو صاعی بدل کر میں نہیں دیکھتا؟
”لو میرا وہ بدل۔“ صاعی کا بدن کچھ آسمان ٹھنڈا ہی ہے۔ کئی لمحوں پہنچتی ہیں۔
”بہت باہر صاعی ہے؟“
”جاک۔“

”نفرت صاعی کس ہے؟“
”میں نہیں۔“
”تو میرا نفس کس بات کا؟“
”اس سوچتی ہوں اسے بدل ہی دوں؟“
اس کے تذبذب کو میں جڑوں ہو کر دیکھنے لگا۔ وہ لے لے لے لے میں سے نگران ہر سرگوشی میں کہنے لگی۔ ”مجھی موسم ہے اس
نے ایک دن کہ سے کیا کہا تھا؟“



”کیا؟“ میں نے بھی سرگوشی میں دہرایا۔ ”کہا تھا۔“ علی فریاد؟ ”کہا کہ ادب کے میں کا کیا ہو؟“ ”کہا ہر، وہ ہر وقت نکلے
میں ٹپک۔“
”تو تم نے کیا کہا؟“

”کہیں کیا؟“ جواب میں ایک چھپر پید کر دیا۔ وہ نہایت عاجز: انداز میں میری طرف دیکھ کر کہتی۔
”اسے چھپر؟“ بے اختیار دھیر سے منہ سے نکلا۔ شاید اس کا خیالی تھا کہ میں اس کی موٹے شامی اور شہر پرستی کی تحریک کے
پہلے ہنس دوں گی مگر کہہ رہی کہ اس کے ساتھ حرکت کا بدلہ لے لیں اور چھپر چھپر کر میں نے کہا۔ ”سب تھا، باہن صحت تھا تو
تھیں اپنی اپنی توانائی استعمال کرنے کی کہ ضرورت نہ لگتی تھی؟ کس جذبے کے خلاف تھیں اپنی سلامت یہ وجہ کہ نہ پڑی؟“
اور اسی وقت دیرینے کے ہر تڑکے ٹھنڈی دھندت پر ایک چمکاؤ نے جیسے لڑتے لڑتے وہ دونوں ہانڈ پھینچاڑے۔ ”تو اے
کیہ پر تھی؟“

”میرا دھیر۔“ میں نے خیر لگایا۔
”اب تک خیر خیر؟“ میں نے صداقت سے کہا۔
”وہاں جاہلیت کا آدمی میری آواز پر ہڈی ہو کر باسپے لگے تو تسلیم نہ کر دیا کہ تھا مگر ان کے خلاف کو پتہ آپ اور

اپنے ضمیر پر کراں کی تباہی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا کاروبار میں ناجائز انسانیت کی قربانی ہے۔ اسی لئے قرآن سے ضمیر نے تمہارے مشورہ لئے ضمیر خفیہ تر گھبرا دیا؟

” تو اس کوئی بھی کیا؟ تمہاری رائے میں نہیں لگتا چاہتے تمہارا خفیہ تر؟

” تم نے کبھی سمجھا، یوم اس وقت اپنے باپ کو اپنے کبھی خفیہ تر کو استغاثہ کرتا ہے۔ جب اسے کچھ جاننے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تم کو تو پکڑنے جانے کا ڈر نہیں تھا۔ تمہارا بی بی صحت تھا۔ ضمیر کس مسئلے میں تم نے اسے خفیہ تر لگا دیا؟ ضمیر اس خفیہ تر کے بعد؟

” وہ اس ایم گھٹکے کے دیہاتی ایک کشت افشامی ہوئی۔ ” میں تمہارے لئے خفیہ تر تیار کروں؟

” نہیں زلفت، خفیہ تر نہیں چاہیے۔ سوچنے کے لئے سزا چاہئے۔ تو ضمیر اس خفیہ تر کے بعد؟

” اس کی زیادتی تو تم دیکھ رہی تھی؟ خفیہ تر کے جواب میں اس نے مجھے ایک دوزخ خفیہ تر پر دھوکا دیا؟

” اس کے بعد بھی خفیہ تر آئی ہے۔ دھوکا دیا؟ اس کی سلام ہو رہی ہے اور گہرائیوں میں جھانکنا ہوتا ہے — پھر؟

” مجھے اس سے اور بھی نفرت ہو گئی؟

” اور بھی نفرت، کتنی؟ — ” میں بے چارے میں ہر کچھ سمجھنے لگی۔

” خدا سے جیون ہو کر رہا، ” دماغ ٹھکانے ہے؟ میرے پاس نفرت یا محبت نہ اپنے کا کوئی پیمانہ رکھتا ہے؟

” اس کے لئے وہ مختلف پیمانوں کی ضرورت نہیں ہوتی زلفت! یہ دوزخ میں ہی ہمیشہ ایک ہی پیمانے سے پال جاتی ہیں مگر تمہارے کتنی ہو۔ اس قسم کی محبت کو قوت کا کوئی پیمانہ ہونا چاہئے۔ دوزخ کا نام ایک کامل انسان کے لئے نفرت و محبت کے بیروں میں دوزخ کا نام رکھنا ہے اور اس لئے ضمیر وہاں نہیں — ” یہ کچھ سمجھنے میں لگ کر تم کوئی نہ ہو گئی۔

” کمرے پر سکوت جاری ہو گیا۔ میں سوئی ناؤں کے آگے ٹیپ چاہ رہی تھی تو اس نے آکر کہا کرتی رہی اور شہر بھر گئی۔ دھوکا نہایت جوش دھوکا کے ساتھ اپنی نفرت کا اظہار کرتی رہی۔ ” میں پتا ہے کہ گھٹکے ٹھکانوں میں بددشمن ڈاکٹر کا مسکن ہے اور سمجھتا ہے میں اس کے برحق کٹم کے تاب نہ سکوں گی؟

” بہت زیادہ بددشمن ہے؟ میں سنا ہوتا ہے پھر ہی۔ اور اہلکار کو تنگی پہنچانے کے لئے اڑی کھن کو لگھنے لگی۔

” وہ دھوکے ٹیپ رہی پھر رہی۔ ” مجھے کیا معلوم؟ میں نے نہیں اسے اپنی قریب سے دیکھا ہی نہیں۔ گھٹکے دوزخ ایک دوسرے کو لگتی۔ ” وہ اپنی قریبی سپیکل میں اپنی شکل و صورت کی وجہ سے بہت خفیہ تر ہو رہا ہے۔ جیون۔ میری بات ہے؟

” وہ دھوکے ٹیپ سے شہر دھوکے تم دھوکے کا خفیہ تر کرتی رہی اور میں خفیہ تر سے ضعیف رہی۔ غرض کی انہی کا شہر دھوکے ہی جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے کہا۔ ” فیروز شرابی اور کچھ ضرور ہے مگر میں پتا چلتی ہوں کہ وہ دھوکے ہے؟

” خدا سے کہہ دو کہ تم اس کے خفیہ تر پر قہقہے لگا رہا تھا۔

” میں اس سے پیچھے نہیں ہوں۔ ” تم بددشمن دھوکے کے متعلق دیکھو کہ کتنی جوش ہو کر اسے دھوکے رہنا چاہئے؟ کیا مجھے تمہاری اس کاندھ کا قہقہہ

کچھ خفیہ تر نہیں؟ ” کتنا؟ ” یا تم خود اپنے ٹیپ کو خفیہ تر دھوکا پتا ہو کر تم اس کی لڑائی کی خواہش ہو؟

” تو ہر کچھ لئے کھینچ رہی تھی۔ پھر پتہ سے کچھ زیادہ دھوکے کے ساتھ میں رہی۔

” دھوکے کے تیر خفیہ تر سے سری عورت دیکھا۔ تم بعض وقت جاری داخل کھینچنے لگ جاتی ہو رہی؟ ” بعد خفا سے اس سوال



یہ بڑی بہارت اور شہری سے گریبان ہونے لگی۔ مگر قبض کے لیے کے ساتھ اس کی دو انگلیاں کھٹے کھٹے رہ گئیں۔ اگرچہ بڑی
 عورتاں ہی ہو گئیں! غزوں کی آغوش اب ختم ہو گئی تھی
 استقلال نمبر ۱۹۵۵ء



ہم اکثر خواب کے کینوس پہ اک منظر بناتے ہیں
 پھر اُس منظر کے اک کونے میں اپنا گھر بناتے ہیں

بنالیتے ہیں مگر کے گرد ہم سیٹھے کے دیوار دیے
 پھر اپنی خاک، خوں میں مگوندہ کسر ہتھرتاتے ہیں

حسین میسران

دشمن کنیٹی

ایم ایلم

کالے کالے اعلیٰ ہر طرف چھائے تھے۔ آگن بلی چور، پٹہ ہی نہیں، روہی خدائی پر تھکے۔ میوں تک پانی پیچھا ہوا تھا، چور ہی مہلا تھا، پانچ سالت اکسوں کے ساتھ کشتی پر بیٹھا اور اسے پار ٹوڑا تھا۔ یہاں فرقہ داروں کی سالت کی باتیں چور ہی نہیں، دو طرفہ کشتی چاہتے تھے۔ ایک سترہ سو دسرا اسکا مٹیلا۔ سترہ سو دسرا مٹیلا آگن تھا کہہ، اگھا۔

”جب چور ہی کا تھا، تب سے یہ کام کر، لاہور میں ہوتا تھا چور ہی میں تمام عورتوں اور خواتین میں گزرتا تھا۔ لیکن کسی نے پہچان لیا کہ یہاں سب دینے پر آتا ہے تو چور ہی کا دیکھ دیتا ہے۔“

”سب تو فرقہ داروں ہو گئے؟“ ایک مسطرے کا۔

”اے سب، فرقہ داروں ہو گئے۔ سترہ سو دسرا سے چور ہی ہوا۔“

”بتیالی دو میٹروں میں لگا رہا ہے سارے عرصے اسکا میٹر میٹر نہیں ہوا۔“

”وہ پیسے کی جگہ دوسرے پینے ہو گئے؟“

”ایک دوسرے پینے چھایا تھا۔ سترے پینے کے بعد فرقہ دار کشتی کھینچے ہوئے تھا،

”کچھ کچھ روز تو میں نے ایک ایک پیسے میں لگا دیا کہ کچھ سال پہلے میں بھی نہیں مٹا تھا،

”پھر قلاب دیا تو نے؟“ ایک اور نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں؟“ بڑے حقارت سے دیکھتے ہوئے پٹہ دار نے قلاب دیکھا۔ میں نے کسی کو نہیں دیا۔ سب موت

ماتے نظر آتے تو میرے لیے کسی کو کشتی میں لگا دیا کہ سب سے پہلے میرا ہے پٹہ دار نے کہا۔

”اور؟“ پٹہ دار نے بات کاٹ کر کہا۔ ”تم کو کہہ چکا ہوں دیکھو۔“

”کوئی ذہن دہان نہیں، لوگ غرض سے دیتے تھے، سترے بے مطلب ہوا۔“

”سرو روہی کو بتا نہیں تو کہہ پٹہ دار؟“ عہد انصاف نے کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے نہیں سترے کا دیکھیں؟“

”چور ہی کا؟“ بڑے حقارت سے جواب دیا۔ ”سرا تو سب کو کہے لیکن جب تک کہ چور ہی میں سہارا کرتا یہ سہارا آتے تو نہ پٹہ دار تو اسے اندھا

کہا دیتا تو وقت اسکا میں جو کشتی پر نہ دھرتا تھا میرے کچھ نہ ہوگا۔“

”کشتیوں نے اندھا دھرتا بھی تو سمجھتا تھا۔“ ایک اور نے کہا۔

”اندھا دھرتا کہ موت ہی چھوٹا۔“ سترہ سو دسرا۔ ”میں نے تمام ٹکڑے سترے اندھا دھرتا کے کھانے پر آتے اور جمع ہوتے



پہلے اسی اور خوف میں کچھ سسکی اور فوجوں میں کچھ ایسی کی مٹائی تھی۔

”تم کوئی پروا نہ لانا، خدا تعالیٰ نے گھوڑے کو چارے سے بھرتے ہوئے پرچہ

دیکھ کر کھڑکی پر تو آواز دے دی۔

”میں ہر حال تکم سلگ کر بیٹھ چلا ہوں۔“

”تم تکم سلگ کر بیٹھو،“ خدا تعالیٰ نے غضب سے پرچہ ”تم یہاں کیسے آگئی؟“

”ہاں!،“ دیکھ کر دے دے ہوئے ہوئے ”میرا نام خدا کر رہا ہے۔“

”خدا ہی ہی خدا ہی گئے خدا ہی میں ہوئی تھی۔“ خدا تعالیٰ نے اس کے انھوں کی دیکھ کر بھرتے ہوئے پرچہ

”یہاں!،“ خدا کر رہا ہے سلگیں بھرتے ہوئے کہا۔

”وہ نہیں بیٹھیں خدا تعالیٰ نے اسے گھوڑے کی باگ پکڑنے سے کہا۔“ تم خدا گھوڑا پکڑو۔ میں اس سرخ رومے کو تو دیکھتا

کہاں ہے؟

خدا کر رہا ہے گھوڑا پکڑنا اور خدا تعالیٰ ہرگز کسی اس آدمی کو دھراؤ نہ دیکھنے کا۔ لیکن وہ کہیں نہ کھڑا یا تو وہ خدا کر

کے پاس واپس آگیا اور بولا۔

”بیٹھ! تم یہاں کیسے آگئی؟ یہ آدمی کون تھا؟“

”میں مسلمان میں تھا، میں مسلمان نہیں تھا۔“ خدا کر رہا ہے سلگیں بھرتے ہوئے بولی۔ ”پہلے ہی وہاں سے لوگوں سے اور

کسی سے بھی تھے، رات میں ایک ایک باری کا دل پرستوں نے کھڑک دیا، لگاؤ کے ساتھ فوج کے سپاہی تھے۔ کچھ مسافر گاڑیوں سے نکل

کر کھینچ کر طرف سے جا گئے۔ میں اور اساتذہ کی ایک کیمت میں گھس گئے، اس وقت تمام جوری تھی، ہم کھینچ میں بھیچے بیٹھے

ہے، جب صبح ہوئی تو ہم وہاں سے نکلے اور دھرتی میں کھینچ ہوئے، ایک قبیلہ میں پہنچ گئے، اس قبیلہ کے ایک آدمی

میں سے راجہ کو کہنا تھا، اچھا خدا سندن نے بھی حفاظت سے ایک آدمی کو بھیجا ہوا ہے، ہم کہنے سے اپنے کھینچ پہنچ گئے تھے

لیکن یہ کھینچ گئے دھرتی سے اور خدا نے اس کی نیت خراب تھی، لیکن وہ اگر وہ کو کہا تھا تو آپ آگئے۔۔۔۔۔

خدا کر رہا ہے روئے گا۔

”بیٹھا رہو نہیں!“ خدا تعالیٰ نے بولا۔ ”تو یہ آدمی مجھ کو کئی سکھ سے تھا۔“

”ہاں!،“ خدا کر رہا ہے سلگیں بھرتے ہوئے کہا۔ ”یہ آدمی کون ہے؟“

”ارٹھ ہوئے گئے تھے، بھلا کچھ تر پئے گئے تھے۔“

”بیٹھ!“ خدا تعالیٰ نے بولا۔ ”اس آدمی کو خدا تعالیٰ نے کھینچ دیا، اور تم آجے کھینچ جاؤ گی؟“

خدا کر رہا ہے اٹھنے اٹھنے بھلا کھینچوں سے اس کے طرف دیکھا۔ وہ بولا۔

”بیٹھ کر رہو،“ میرا نام خدا تعالیٰ ہے، آؤ مسافر ہو جاؤ۔“

پہلے ہی اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے بھلا کھینچ دیا، اور مسافر ہو جاؤ۔

خدا کر رہا ہے کھینچ دیا، اور مسافر ہو جاؤ۔

خدا کر رہا ہے کھینچ دیا، اور مسافر ہو جاؤ۔

خدا کر رہا ہے کھینچ دیا، اور مسافر ہو جاؤ۔

خدا کر رہا ہے کھینچ دیا، اور مسافر ہو جاؤ۔



اس شخص کی بیٹی قریب قریب کے اہل حق سے مل کر نہایت مسکین بن کر رہ گئی تھی۔ جس کے بچے نے مسکینوں کے کئی گاؤں لوٹ کر جو حصے تھے اور ہر طرف ایک زیارت نہ پا کر کچھ توڑ

لیں اس ضرورت سے پہلے اس بکرم سنگھ نے دو ایک بار عبادت کے سلسلہ میں چھوٹی حدیثوں کی کچھ مدد کی تھی اور اپنی کھولتی بیٹی احمد کو لے کر اپنی اسے مدد کیا تھا۔ عبد اللہ خداوند کو کسی دوسرے ٹکڑی میں داخل نہ ہو سکا لیکن اس نے سونے کا ایک بڑا بڑا زیور دیکھ کر کوٹھڑی کے طور پر بیچا تھا۔ گویا ان بکرم سنگھ مسلمانوں کا صرف وہ قسم ہی نہیں بلکہ ان کی قرآن کا بیڑا بھی تھا۔ لیکن چھوٹی حدیثوں میں اس کا احسن انداز اور درست نے اسے اٹھس کے مادی سے سبکدوش بنانے کا موقع دیا تھا۔

دوسرے روز عبد اللہ خداوند نے کہا دعویٰ ہے ٹولی ٹھکانا اور اند کو کر کو سوار کر دیا کچھ پانچ سات آدمیوں کے ساتھ گھاٹ پر گیا۔ اور ٹولی کشتی میں دکھو اگر اپنے آدمیوں سمیت پراثر گیا۔ دریا سے کئی دو میل کے فاصلے پر چھوٹتا ہوا ایک پاکستانی کی سرحد فروغ ہو جاتی تھی۔ سرحد تک مسلمانوں کی آبادی قریب کر لی نہیں تھی، صرف کہیت تھے اور بکرم سنگھ کا گاؤں بارہ چنڈہ میل سے کم تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ ٹولی کا اس کے گھر کیسے پہنچا جائے گا کہ ٹولی نے گروہوں کے حوالے میں جانے سے قہر لے لیا تھا۔ عبد اللہ خداوند نے ٹولی اٹھوائی اور اپنے آدمیوں کے ساتھ اس جگہ آگیا۔ جہاں دو ٹولیاں ٹھکانے لگی تھیں۔ اس کے گھیرنے میں کچھ سنگھ اپنے سولہ بیٹے پر اسے تھے یہ لوگ عبد اللہ خداوند کو جانتے تھے ان سے معلوم ہوا کہ بکرم سنگھ ابھی اپنی کچھ کو بیوں کے ساتھ کھیتوں پر آیا ہوا تھا۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ چھوٹی حدیثوں میں سرور بکرم سنگھ کی بیٹی کو لے کر آیا ہے تو ان میں سے ایک بکرم سنگھ پر سوار ہو کر بکرم سنگھ کو قاضی کرنے پہنچا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایک طرف سے کچھ سوار نظر آئے۔ یہ دوسری کواہت تھی۔ بکرم سنگھ شکی ٹھوٹے پر سوار آگے آئے تھا اور پھر اس طرف رخ کیا تھا۔ جب وہ نزدیک آیا تو اند کو کر ٹولی سے نکلی۔ بکرم سنگھ بیٹی کو دیکھ کر گھڑے سے اتر آیا اور بیٹی کی طرف آیا۔ اند کو کر بھاگ کر باپ کے پیٹے سے جا لگی اور دو تے دو تے اسے سب فحش تو ہوا عبد اللہ خداوند ٹولی کے پاس کھڑا تھا اور کہا کہ غرض وہ لگا ہوا ہے اس سے واضح و صراحہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بکرم سنگھ ابستہ ابستہ قدم اٹھاتا ہوا عبد اللہ خداوند کے پاس آیا اور دھڑکے کو ہاتھ بڑھایا۔ لیکن عبد اللہ خداوند اس طرح کا عرض نہ کیا۔ تاہم اس سے بکرم سنگھ کا سرخوہ بخود جھک گیا۔ اند کو کر بھی دھڑکے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ عبد اللہ خداوند نے کہا۔

”بیٹی! تمہیں ڈر رہا ہے۔ آؤ ٹولی میں سوار ہو جاؤ۔“

اند کو کر جھک کر اس کے پاؤں چیرنے لگی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور محبت سے ٹولی میں سوار کر لیا اور بکرم سنگھ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میرے بکرم سنگھ! خدا کا شکر ہے کہ میں تمہارے پاس سے سبکدوش ہوا۔ اب اب غریب کیا بولے پھر دم کرنا۔“

بکرم سنگھ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ شرعاً شرعاً انکھیں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر عبد اللہ خداوند کو سلام کیا۔ عبد اللہ خداوند نے اسے جواب دیا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ وہاں کہاں وہاں نے ٹولی کا نشانہ اور وہاں اپنی اچھا نام ہو لیا۔ جب کہاں وہاں آئے تو اس سے معلوم ہوا کہ بکرم سنگھ نے انہیں پیسے پیسے دے دیے اور ایک ایک گڑھ کا انعام دیا تھا۔“



پاکستان کا نقشہ



میراں

عبدالرحمن چشتی

میراں کی یہ آندھ دھ آگ کی صلیب، ہوا پہنچتی تھی کہ وہ شہر ہائے اور شہر کی دھڑکیاں دیکھ آتے۔ یہی کی داستانیں تھنے سے وہ اب ایک پہاڑی سا عرصہ کرنے لگی تھی شہر سے ہیئت کا سا ہوا ہوا۔ گھٹن اور کھینچوں سے کہیں دینچا نظر آتا تھا۔ اس نے سوچا تھا، خاص سبب اس شہر ہائے کا موقع ہے گا، اور شہر کا بڑا پیمانے کی ہوا سے یہاں کی ٹھون پر ملتا تھا۔ ترواں نے جب یہ سنا کہ وہ گھٹن دھڑکیوں کے براہ کی شہر ہائے والی ہے۔ تو اس نے ایک ایک کے چہرہ۔ کا جاننا کر لیا اور نیم رات انھوں سے گھٹن کے حال پر کسی ٹھونڈائی پر چال پر کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہوا تھا۔ شہر اتنا بلند تھا کہ وہ برداشت نہ کر سکی اور اس نے اپنی گھٹن میں اکھڑے ٹرٹا پھیر لیا۔ ٹھونڈا رنگ پیچھے ہونے سے سبکدستی اس کی دوستوں کو کاشٹے والی پگھٹن میں گرد و غبار سے ان کی موٹی قمیض اور سرخ دھاری سر کے ٹکے اسے گھروں کو ٹوٹا دے تھے۔ زمین اور آسمان کی اس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے نظر آ رہے تھے جیسے یہ دنیا اور آسمان کی یہ دنیا کوئی فی ٹی ٹی کی ہوئی ہے اور اس کے درمیان کا فاصلہ کیا سہا ہونے کے باوجود انہیں کا پنا گھن کر دے ہو۔

عراقی سب کے دیکھ رہی تھی گھٹن کی سادہ دل ڈالی کہ سب کی راحت دہی نورہ غیر سب کے گھٹن کے اندر ہی گئی۔ جہاں وہ بے سب کے بچے پہنچ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ شہر دیکھنے کی جگہ وہ آج تک دیکھ چکی تھی۔ اس نے ٹھونڈا ہٹ سے وہ سر ہٹا دیا تھی اپنی ماں سے ملتا ہوا اس نے اپنے اس سفر کے لئے تنگ کر لیا تھا۔ اس نے سر ہٹا لگے کہ اللہ ایک اور آواز سنیں جو قرآن ہونے کے باوجود اسے چھوڑ رہی تھی۔ اس کے گفتار اور مصروف ہونے اسے غلب غلب محسوس ہونے لگے اور ان پر قرآن پیرانی جودل میں آتا ہے اور پڑھتا ہے۔ — وہ شہر ہائے کی — وہ شہر دیکھ کر۔

عراقی نے سب کے بچے پہنچیں محسوس کی تو وہ چلتے سے گئی اس سے مدد سے دے دہرا کی کھڑکی پر لپکی وہ پگھٹن ٹھونڈا دیکھنے لگی۔ یہی پر سکوت حد کی تھا اور اس نے ان پر سے گزر کر شہر کو جانے والی آندھوں میں چٹ کر چلا تھا۔ وہ بہت دیر تک کھڑکی پر ہی سر جھکا رہی۔ ان پگھٹن ٹھونڈوں سے لگ کر ان کے خاطر پر ایک سوچ رہے اور اس صبح کے شہر پر۔

گھٹن کے سواج کے معاینہ وہ وہی لگی تھی، سب عراقی نے مکران چھوڑ دیا تھا۔ اس کی ہم سفر ہوئی تھی وہاں آتا تو اسے اس کا خدشہ تھا کہ وہ بچ کر آئے۔ جسے اس کا خدشہ کی تھا، شہر پر پہنچتی تھی اور اس کی کو بیڑا بیڑا لگا لگا اور ہم شکر ہم دھاری کی تھی۔ خلیفہ کوہ قیوں سے کی لگتا تھا پیدا ہو گیا تھا۔ سب گئی وہ اپنے شہر جانے کا شوق تھا کہ ان کو وہ اسے گھروں کے کوہ قیوں کو شہر کا پانے لگا۔ یہی تھے اپنے ساتھ لگا لگا کے جہاں کی گھیر خد کا گھر ہے، انکو وہاں کی سن ہے اور یہ شہر اور وہ شہر پر ہی لگی۔ اس کے ساتھ جہاں کی بیڑی تھی۔ گھٹن کوئی خدو بیڑا نہ ہوا جس نے ان کو اتارے گا، ہم پاک کوہ کی نہ لیا ہو۔ اور یہی ایک سبب تھا کہ وہاں کوہ قیوں



کتنے ہی مانی صاحب کو کہلاتی تھی۔ اور جب نماز گزرتا تھا تو وہ ایمان سے کہہ دیتی تھی۔ آئندہ سال وہ کبھی قسمت پر اپنے گاؤں میں شہر سے والی نہیں۔ اسکو سیری کر رہی تو اسی جیس کر میں خدا کو مناد کیا سکوں۔ حج کی برکتیں تو ان کی بھی نہیں جا سکتیں۔

مردان کی طرح مانی صاحب کی بھی ایک ہی گزند تھی کہ وہ حج کر کے وہاں رہ کر اپنے ہمراہ حج پرے جانے کا پورا پورا عقیدہ رکھتی تھیں۔ وہ جانتی اور کہہ دیتی تھی کہ جب ہم حج کو جائیں گے تو پورا قفقاز شہر سے خود گھومتے گا۔ شہر کا خیال کسی صورت میں کا پھیرا نہ پھرتا تھا۔ مردان کے شہر جانے کا فخر کہ وہ اپنے گھر پر لگتا تھا کہ ایک معصوم لڑکی کو اسے کہتے ہیں کہ وہ خود ہی یہ کہے کہ گڑا بول رہی ہے۔ "میں تجھے رنگ رنگ کے پوشے میں نہوں گی۔ مثلاً انہیں کھٹکوں گی اور تجھے ساتھ ساتھ ان کی ہیر توڑی ہو جانے کی تو خبر دے جاؤں گی۔ تجھے سسرال جانا ہو گا۔ کتنی میں میری کتنی شہر ہے تو میرا یہ انھوں والی۔ مرثا میں والی یہ خدا سدا کا لکھا تھا جہاں مردان رہتی تھی۔ یہیں کے ہرقدر کو اپنی محنت مشقت سے کہیں زیادہ اپنی قدر کا فائدہ تھا۔ وہ یہ فائدہ انہیں اس آجہاں سے لکھنے دیتا تھا جس سے نکل کر مدنی اور دنگ کی بددیوبندیاں دیتی نظر آتا ہے۔ وہ کہتے تھے۔ وہاں کے کیسے۔ کھیتوں کی بدستیں۔ چھوٹی دھوب۔ اہی۔ پانی جسے اپنی اپنی قسمت کے پتھر میں سرگرم رہی۔ یہی حال انہوں کی ان ایکڑ زمینوں کا تھا جو تانہ کی کیڑوں کی طرح کسی دھاتی سے کبھی سج ہو جاتی تھیں اور کوئی دیکھ کر یہ کہہ نہ سکتا تھا کہ ان کی لگانہ ہی کا وہ سراسر شہر کی چادر دھوا رہی ہے جانتے ہیں۔ مردان اسی بھولی میں اپنی شو رو سوجھتی تھیں یا چاہتی تھی۔ سوائے ایک معصوم بھرتے کے اور کچھ نہ تھا۔ گاؤں کے رہنے والوں کی پیشکشوں پر کھتا تھا۔ خدا نے ان کی قسمتوں کے ٹوٹنے کو کرپھا جسے میں بڑا دھماکا، گیہوں اور چنے مٹی کر یہ کہہ کر تو نکل جاتی تھی۔ مگر فخر و کھیاں فخر نہیں آتا۔ وہ کہتے تھے۔ وہ اہل اسلام ہیں یا نہیں ہر جو اس کی ہمتوں کا نشانہ ہو سکے۔ ہر سزا دہن ہزاروں سالوں کی محنت اور دولت کا پھل نہیں یہ ازالہ کا کھتا ہوا ہے اور جانے لگتا ہے۔



انہوں نے بغیر سوچے کچھ جیسے کا نام تو لیا۔ کہ چھوٹا تھا مگر زندگی کھیتوں میں ہے۔ وہ جانتا کہ میں ہے۔ وہ عمل کی بھٹی میں ہے۔ ان کو سزا کرنا چاہتے آتی ہے۔ قدر کو ششقی میں رہنے والے اپنے کو اس سے کبھی نہیں نہ دھرتے تھے۔ ہر رات جیسے اٹھانے کے لیے نہ ہو کہ وہ اپنے ایک کہتے تھے۔ وہ چاروں طرف دیکھ کر کہنے کے لئے یہ کہہ دیتی تھیں تھے۔ قدرت نے جو کچھ میں تجھ سے ایک عقیقت ہے۔ شکست ہے۔ ان کے حرم میں آج میں مسادات کا بچوں پیسے پرے عود پر ہے۔ انہوں کو اس مردان میں اس نے ایسی بے بسی ہے۔ مردان کا فخر اس قسم کی کتنی سے تیار ہوا تھا۔ وہ دہری تھی مگر اس نے شہر کی پریوں اور مردوں کے فخر کے لئے اس نے انہوں سے کتنے اور کام میں لیا کہ کتنے تھے کہ گاؤں والے جتنے تو سکرا دیتے۔ اس کا فائدہ تھا شہر سے ہر کئے والے سے کوئی نیا سوانہ کو دیتی اور خود شہر رونے کا یقین دلاتی۔

کھیتوں کی بدستیں اور گاؤں کی فضا سے شہر کہیں بڑا دھارن اور اعلیٰ ہے۔ مانی صاحب شہر سے مردان کو لکھے گا۔ یہی اسی کہتی تو ابھی معصوم ہے۔ میں حج اور حج کی برکتیں تو کیا کہانے پھر تیرے جیسے معصوموں کے لیے شہری دھرا بھی لیا ہے۔ ہماری فضا سے کا تھا ایسی ہے کہ ہمارا خون اور پسینہ ہڈی اور نیا یوں سے ٹپکے اور لب پر کوئی ٹھوکر نہ ہو۔ یہ تھا وہ تو کبھی کا پورا ہو مردان کا گاؤں کہتا تھا۔ جب اسے پورا ایمان ہو گیا کہ وہ اس شہر دیکھنے جا رہی ہے تو وہ ہستی سے کھڑی رہی ہیں۔ اسے سبب دانی ہوتا کہ اسکا اور مدد کی کوئی دکان نہ رہتی تھی۔ حج کی بات بیان کرنے کرتے۔ مانی صاحب تو برسوں گز گئے تھے کہ مرثا نے پتا دیکھا کہ وہ حج کو جاتی اور حاجی کہلاتی۔

وہ جگہ جہاں سے پگھلے شیش شہر کو مڑ جاتی تھیں، وہ خنوں کے سواں سے آئی ہوئی تھی۔ مریاں کھڑی وہ خنوں کے جھٹ، ان کے گچھڑ
ساتے اور اسی دور کو دیکھتی رہی جہاں سے گزر کر اسے شہر کو جانا تھا گاؤں والوں کو ان وہ خنوں جہاں کے گھٹے گھٹے سواں پر ٹوٹا
تھا۔ وہ غمزہ کہتے تھے، پہلے جتنے دوست اور گھر لگتی تھیں چھوٹے والے دوست کسی دوسرے گاؤں میں جہنم میں۔ مریاں کو بھی اسی کی بڑائی
اور موجودگی کا زبردست احساس تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ جب وہ شہر جانے کی تو ان وہ خنوں کی نگاہیں اسی کو زیرِ پا کریں گی۔ کیونکہ اسی
بھی اپنی مریاں کی طرف سے ہے۔

مریاں کا کہہ کر کتا ہی شکست کیوں نہ ہو۔ پھر بھی ہر گاؤں میں ایک مریاں ہوتی ہی ہے۔ مریاں کے گاؤں سے قند ایک دوسرے
گاؤں میں کیونکہ شہر کا مزارعہ جس کا ٹکڑی پر سالی ڈیڑھ دو سو سو سے مڑا جاتا تھا۔ انہی خنوں اور مریاں مانی جاتی تھیں کہ مریاں
سے بھی اپنی خست کو کیونکہ شہر کے سر ڈال دیتا تھا اور وہ گھنٹی تھی جب بھی گاؤں کا پانہ بھرا ہے۔ کیونکہ شہر کے مزارعہ سے اسی کا آستانہ
پر دم کو بھرا ہے۔ وہ آج رات مزارعہ کے شیش بہت سوچ رہی، یہاں تک اپنے خنوں میں سوچتی کہ اسی سے نہ پانہ اور مریاں
دیکھا دے گا ہر ایک دیکھنے والے کی طرف شہر سے اٹھتا ہے، شہر وہاں کو سر پہ کرے۔ وہ سچ لکھی تو ہم کے پیر پر خفا ہے اپنی خست
استہلا میں لگاؤ کو مریاں تھی اور وہ بھی کہہ دیتی اسی کے لئے ہے۔ وہ خفا بھی شہر سے آتی ہے اور وہاں کی نہاں کو کو دیکھتی تھی
اگر شہر کو پیسے دیکھ لیا ہوتا۔ ایک دفعہ وہ اپنی ہم گرد کیوں کے ساتھ پیر پر کھڑی تھی۔ وہاں کا ایک ٹھکانہ فروٹے بھرا ہوا جو پیر پر کھڑا
تو اس کے ماتے سے ڈال کر بیچ لیتی اور پیر پر کھڑی اور پانہ تک ایک عرصہ خست کے لئے سے ٹکرانے لگی۔ اور جو پیر پر
کر رہا تھا۔ اسے یاد تھا اسی وقت سے اسی کا دل بھی کر رہا تھا۔ پچھلے سال کیونکہ شہر کے مزار پر جب میلہ لگا تو وہ بھی خست ماتے
لگتی تھی اور وہاں کا کھڑا اسی کے خنوں سے لگا ہوا تھا اور وہ وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔ دیکھتے تھے واقعات شکست ٹھکانوں میں اسی کے
ساتھ آتے تھے اور پٹ ہاتے تھے۔ گھوڑا وہاں نہ ہوتی اور اپنی مستعدی کا اظہار کرتی۔ یہی گھر کے محل میں کھڑی گزرتے ہوتے دھڑا
کھڑکی رہی کہ اسی کی بھرپور اسی کے پاس آگئی اور اسے دانہ لائی بھی بھیج کر خنوں وہاں رہی کہ وہ کسی سب مل کر شہر پر پیر پر پیر
کے گھٹے دوست سے خفا کی کہہ رہی تھی۔ اسی کا دل بھریں نہیں رہا تھا۔ سب ہی مصوم تھیں اسی ایک دوسرے کا سب تک
ہی تھیں۔

بچا سو سے مریاں لکھی اور اسی نے شہر سے ہاتھ سے وہ سر پہ بھڑا پیرا جو اسی نے آج کے لئے سنبھال کر رکھا تھا۔ اسی کی منہ
منہ کی جتنی یاد آتھیں سواں سے سر پہ پیر سے پیر لگتیں یہ کہ مریاں تھیں۔ فامی کہ سب تک وہ شہر جانے والی دیکھیں اور
مردوں کے لئے ہی لگتی کھڑکی تھی اور ہر سب سے کہا نہ کہ مریاں تھی کیا یہ حقیقت تھی کہ وہ آج شہر پر پیر ہے۔
گاؤں کی سواں سے سب تک کے ہم پر شہر تک کا بھڑا بھڑا ہی بھڑا سواں سے رہا تھا۔ جو دیکھتا تھا اسے مہربان خنوں کی
اور کو خنوں کی کہ اسی کی ہر آواز دیکھ رہی ہو۔

شہر کی حوت ختم آٹھا کے وقت اسی نے اپنی کھ کے مطابق وہ سب کچھ کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ مریاں اور شہر جانے والا خنوں
گاؤں پیر پر کھڑکیوں کی سواں سے پیر لکھی آتا تھا۔ غیر خودی طور پر مریاں نے پٹ کر گاؤں کو دیکھا۔ مگر وہ خنوں سے ہر جگہ پر پیر
تھا۔ جیسی جیسی پیر میں مال بھڑا اسے بہت بھرا مصوم دے رہا تھا۔ ہر کوئی بہت سے کہتا اپنی مریاں کو دیکھ کر پانہ
دیکھان دے رہی ہے۔ مگر اسے کوئی اہمیت محسوس نہ ہوتی تھی۔ سواں سے اسی کہہ دے کہ مریاں وہ پیر پر ہی کیسے نظر آ رہی



بد کوئی تھی، مالوں تھا، گھر میں نور آری تھی۔ اتھری آئینہ تھا اور اپنے ٹکڑے میں طوطی، دوسری بالکل لٹک دوڑنے لگی تھیں۔
 ٹپک لگیں۔ کہنے جانے دلوں کی یہ پناہاں دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتی تھیں تو وہ ہلکام کی ہلکام میں سے کبوتر کو ایسا
 غصہ ہونے لگا تھا جیسے انہوں نے بھی شہر پہلی بار دیکھا ہو۔

ۛ

دیکھتے دیکھتے شہر کی طرف کیوں نے دیہاتوں کو اٹھیرا۔ یہ تمام ڈاکیاں غفلت یا سوں میں تھیں اور ان کا گھبراہٹ کی کچھ رہا تھا اور
 ایسا نظر آتا تھا جیسے کڑکوں میں کھڑے ہوئے مالوں جوں کے توں ان معصوموں کے سامنے نہ بچنے کے ہوں۔ یہ سب خوش گھبراہٹ میں تھا
 تھیں۔ ایک نے بڑی غفلت اور لگم کے بغیر کہا: ”خدا کو مری ہو جاؤ اپنے پیسے کو اس دیکھو، ہم تیار انورٹو بنا رہے ہیں۔“ ایک
 نے زخم کو مرنے کو اپنی غلطی کا مرکز بنایا اور کہا: ”مکرمی ہو؟“ اس کے چہرے پر اس کی مکرمی سے توئی کی چھائی مگر وہ اس سخت
 بہت ہی بلی معلوم ہو رہی تھی۔ مگر وہ اس وقت بالکل اس کے سامنے تھا۔ ایک نے اس کو بار بار سے تھپکا اور اس کے جذبات کو
 اٹھاتے ہوئے کہا: ”کل کے اٹھری تیار ہی توڑ چھپ جائے گی اور تم کہہ سکو گی کہ شہر دیکھنے آئی تھیں؟“ مرنے کی تھیں خدا کی عزت
 چلیں۔ مگر وہ کچھ نہ کہی کہ یہ بھروسہ ہونے والا ہے۔ مگر وہ اسے کہہ چکے تھیں کہ یہی تھی۔

موتی شہر دیکھ رہی تھی۔ وہ اس مترکبہ دھنی برائی کھاتے کھاتے ان پگڑیوں میں جاسن تھیں جو گاؤں کو جاتی ہیں۔ وہ غلوں کے ساتھ
 اسل کر رہے تھے ہوتے جا رہے تھے اور ان اندھے چلتے ہوئے نظر آتے تھے جیسے آٹھنے کی لکت جاتی رہی ہو۔ خداوند علی وعدہ
 ہوتی جا رہی تھی۔ جیسے تڑکی کو گھومتی ہو۔ اب وہ خدا تھی، اے اٹھنا، دینہ، وہ جو اس وقت تھا جب موتیوں کو صبح کے گری تھی
 اور شہر قریب کھانے کے رہا تھا۔



گاؤں دیکھ جاتے والے پر گاؤں والے کے قدم بھاری بھاری اور ہم دھنیں دھنیں ہو رہے تھے۔ موتی گرتے گرتے ہی اس کے
 موٹوں سے خون ٹپکتا رہا تھا اور انھیں میں نور آری تھیں۔ جیسے گاؤں کے شہر کو سمیٹ رہی ہوں۔ وہ غلوں کے بھاری بھاری خدا
 کے نیچے اسے شہر میں نور کیا اور اسے نگین کی طرح ہوتی جیسے وہ اس کے گاؤں میں ہی آتا رہا ہو اور اپنی طرف نکلا ہو۔ وہ
 کو بھر کے لئے لگی۔ اس نے اپنے سر پر جوڑ سے ہر نگاہ والے پر گڑھے آنا برا تھا۔ ہر چہ وہ بے ساختہ، بہر حال اس تھا۔ وہ سب نے
 شہر دیکھ لیا تھا۔

جوں جوں گاؤں نزدیک آئیا، اٹھا، آسمان کی لاکھ دو دھنیں موتیوں کو پڑ غلوں یا ذراں میں پینے کے لئے صاب تھیں لگاؤں
 کا نظریہ میں مسکرا کر نور آ رہا تھا۔ آندھوں کی شکست نے اسے اعتراض شکست سے بھی بچا کر بنا دیا تھا۔ وہ بیٹیں چاہتی
 تھیں کہ اس کے دل کی دھڑکنوں کو کوئی نہ اسے اسے دھڑکنے کو دعا بھی تھی ہے اور اس کی آندھوں میں معصوم ہیں اسے ہلکا سا درد
 محسوس ہوتا۔ اسے اپنی بیوی بھائی معصوم لگا یا کافی اور اس دھڑکنے اسے جھنجھڑا لیں۔ جیسے وہ ایک بار ایک نفس میں نہ کوئی تھی
 اور وہ کافی نہ کر کے تھے کو کوئی اسے دیکھ چکے کہ اس پر کیا کر رہی ہے وہیں کو خدا وہ لگا ہی کیوں نہ ہو یا اور اور وہی وہی رہا
 بھی تو خود ہی رہا ہے۔ وہ کھٹکے سے اٹھو، شہر پر کھڑوں سے الگ ہی رہتی ہے۔ وہ اکثر اپنی لگاؤ کو یا جھڑا پہناتی۔ غلوں
 طرح کے کھانوں تھے اس کو وہ شہر خان میں کاتی اور کہتی ”وہیں بڑی شہر پہلی ہے۔ یہ وہ دہار ہے؟“

آج جب وہ گاؤں سے شہر کی طرف مڑنا کرتے والی تھی اس نے اپنی لگاؤ کا پڑا ہوا تھا اور اس کا شہر خان بڑے پر غفلت اور

پر کیا تھا اور باقی دھوکہ دہائی تھی۔ گھر پر نہیں رہیں گئی اور آئی۔ اس وقت وہ قسمت سے گھبراہٹ ہوئی تھی۔ اسے پھر ان کی مختلف دکانیں۔ وہ دکانی صورت، اس کے مطابق غیر ملکی قوم کا کام تو یہاں شہر میں نفوذ نہیں رکھ کر وہ اپنی سیدہ اور گویا کا یاد کرنے لگی۔ اس کی ہم اور وہ باقی تو وہی قائم نہ رہ سکا۔ مگر وہ نفوذ دہرے کی جو جڑیں صورت سے شیشے کی اندری میں کھڑی ہوئی تھیں، کو دیکھ کر مضرب کا تھا۔ اس کے حوالے سے ایسا نفوذ تھا، جیسے وہ دنیا کو سناٹا بنی رہا ہے۔ یہ وہ دنیا کے سر میں ننگے تھے، ٹوٹی ہوئی اور کھانا ہے۔ ننگے سر صورت کا سہاگن صورت میں ہو سکتے، جب میری گڑباز میری غدار نے کیا، اس کی تو خود نے جڑوں کے سر کے ساتھ ہی ہی دیا تھا تاکہ وہ سناٹا بن جائے۔ جب خود نے اس کی آنکھوں کے سیاہ دورے لگائے تھے، کاجل کے نشان دہتے تھے تو غدار قاتل نے کتنے احمق سے کہا تھا دیکھ تو سہی زبان تک نہیں اس کی اندریں ہم سے کیسی ملتی جلتی ہیں۔ یہ یہ ان کی پڑا ہے۔ یہ انسانی عظمت کا نشان ہے۔ کہنے کو ایک گڑباز ہے۔

گاہن گاہن ہی ہے اور شہر شہر شہر کی دولت ہماری گاہن کو مل جاتے تو یہ گاہن گاہن نہ ہے۔ مگر شہر بہت سی دھنوں سے مالا ہے۔ گاہن کو اپنی معصوم صورتیں شہر نے کی بہت نہیں دیتیں۔ اچھا ہی ہے اس پہلے اپنی پر کوئی ملک تو پاکیزہ رہے، پھر شہر جانے والی سب دہا نہیں اپنے دور دورہ کے مٹنے لگیں اور ایک دور سے کہ ان کے سپرد کے گھروں میں داخل ہو جائیں۔ تو اس کی جگہ نئی اس نے دیکھا چاند بڑے بڑے دھن کے تھن سے گھر، ہاتھ اور ایسا نظر آ رہا تھا جیسے کسی معصوم کی پیشانی پر تصویر سج رہا ہو۔

موتیوں کو دیکھ کر ہر چہ کے ہی کا غیر مفہم کیا۔ کہنے کے کہ پانچا کی نے چٹ کر بیا رہا۔ مگر وہ بولی کہ نہیں۔ اس کی نہیں سے ایک نفا میں ۱۱۱۲ ہو سکا۔ وہ پانچا کی شہر کے کہتے ہیں۔ وہ مٹی کے گھر کی تو جھڑی سہن کر کے حوں پر آٹھا یا اور اندری حوت بھائی اور یہ کہتے ہیں کہ "تیری میری گلیاں کیسے کھپ رہی ہیں" اس وقت اس میں حرم اور خود تھا۔ اس کا ہاتھ ٹھنکا اور وہ اپنی گڑباز گھر کی حوت کی۔ اور ان کی سے بھلہ لڑی کو سکا دیا۔ گویا کو دیکھا تو مسکرائی جیسے خود ہی اندری میں ہو۔ جھڑی کی بے زبان سہن کر گئی ہوئی غیر مگر خود گاہن ہی اچھا ہے جہاں تو نے، دوسری اتالی نے حمار نے اور آتی نے ہم رہا ہے۔ شہر شہر کہ ہے، مگر کچھ یہ گتا ہے کہ شہر کی گاہن دیکھتے آتے گا

اکتوبر ۱۹۷۰ء

دو۔ صبح کے بعد پھر صبح کے ایک بجے صبح کے دو بجے آگیا۔

بارہ بجے نہ آئے تھے ایک بار تو آئے تھے اور "میرے ہاں کی کھجور جو
میں دانت لپکے نہ ہوئے گا" تم صبح میں صبح پھر صبح کے نہ آئے گا؟
برہم سے کہ کوئی جواب نہ دیا۔ "دو۔ صبح کے تھا۔"

شہر میں



کان اور گینیش بہاراج! گینیش چڑی بعض اپنی مشکوں پہنتے تھے کہ اگر وہ کچھ بچ کر آٹھ پائوں بھاگ گئیں۔ گینیش بہاراج نے
 میدان کے ساتھ پیچے سرشارا کی شکل سنت کر ان کی کچھ دوسری شکلیں اور پھر زمین پر پھینکا ہوا مینا جھوڑی سے منڈھ سے چھ کر کے پھینکے
 اور معلوم کئے کہ جس کے پیادے گینیش بہاراج کو بہت لادھ سے کھلا ۱۱ اور میں پھر دوسری کراٹھیں گینیش میں میں تیر ہوتے اور ان کی
 سرشارا — جیسا کہ ہم دیکھا ہے، انہوں نے بھی گینیش ہی سے روشنی دے دی ہے۔ گینیش ہی سے بہت کچھ اور دوسری
 جگہوں پر روشنی دے اور پھر نام کو تیسری سمت اور پھر سے روز ٹوٹ کر پھر پل جگر آگئے۔ میں چار روز تو کچھ چاروں میں صورت ہی
 مگر بہت پھر نویریز عقائد میں گھر کھانے کی اور روز روز عقیدہ راج تروا گیا، چپا کے ماس کے ہوتا ہوا ہے دیوانی گینیش روٹی کے
 لئے چڑھا دئے کہ کاشی کہنے لگے اور گینیش بہاراج کو دوسرا پنا مسوات برکتی۔ پھر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک چڑھنے سے
 کے بعد گاؤں جھینور کا دھوا چھوٹے بلکہ سرپنٹ تک چڑھ جانے کی ادنیٰ اڑانی اور ساتھ ہی ساتھ توڑی کسٹ میں، چھٹی سنی دودھ اور
 گاؤں اور گینیشوں کے شعلہ ہوتا ہے کہ ان میں پھینکے گئے۔ بعد ازاں شعلہ میں باقی کب نہیں رہتے تھے، مگر پیچے تو خبر سے دھندلے
 رہا کرتے تھے اور پھر گھاس بات کیا کرتے تھے کہیں کہیں جب موقع مل جاتا سال میں دو چار مرتبہ دھان آگئے، انہیں ہوا کی صفائی پر
 دھان ملدو تھے، سر سے دودھ اندر کر چھنے والی بات تو پیچے ہر اسے بڑھوں کے تھروں میں میں آگئے، انہیں روٹی کی قسمی، لہذا بات راج
 تروا ہوتی تھی اور پھر میں دودھ دھوں کی دکانی ٹپک پانچ اور پھر سارے خبر میں گشت کر گئی۔ منہ ہی خیاں تک نے گینیش روٹی کے مغزیں
 سے خبریں پھوڑی اور گینیش بہاراج کے ایسے دن بھرے کہ ان کی کے آپ دادا کو نصیب نہ ہوتے تھے۔ جون میں دن پیچھے چڑھ کر
 میں افروزی اور آسانی ہوتی تھی، اور کسی کھی تو پیٹ سے اوپر آجنا اور پچ رہا۔ پھر تو گاؤں گاؤں بانٹے دھوں نے اپنی اپنی بادی اور
 اپنا اپنا دن مقرر کر لیا، خاص کے نیچے کافی صدمہ اپنی بادی پر چڑھنے سے میں جانا۔ گینیش بہاراج چاروں سمت دھان مانگے کہیں پکا
 میں کھی چھرم، کھی شعلہ کی پیر پیروں میں جا دجئے اور کھی جنوب کی گھاٹیوں میں لگ جاتے۔ دھواہ ای کے پیچھے پیچھے پیرا اور دھواہ
 شعلہ کو دھواہ کی جانب دھتے، کھی پکڑتوں میں پر کھی ڈی شرک کے کہہ سے اور کھی خاریٹ کی سوسی دھواہ پیرا ایک خاص پچ ڈنڈ
 لگا ہوا پاتے اور کھائی کر کام کرتے



ایک روز شام کے وقت آرام کے ساتھ ایک دیوانی پکڑتوں پر لگے ہوئے تھے۔ دو تھروں کے پیچھے گھاٹی میں سے سر پر دودھ
 کی شعلوں نے سب معمول شہر کو بائی ہوئی اور کوڑھیں نہ تو ہوتوں کو ہی گھاٹی میں تھا کہ اس وقت یہاں پر بہاراج دھن دی گئے اور نہ
 بہاراج ہی کو چڑھا دے کہ کوئی تھیں مگر سب یک دم سارے آگئیں تو بہاراج نے دیکھ ہی بیٹھے بیٹھے منڈھ بڑھا کر شعلہ پکڑا پکڑا
 پتا صورت کی اپنا ہی کا اور اپنی شعلہ کا راجیخ ادا دے ہوا نہ معلوم کیا بات ہوئی، شعلہ کا منڈھا پھینکنے کے بجائے صورت کی گواہی منڈھ
 میں پسینی اور جب بہاراج نے شعلہ اٹھائی تو صورت میں شعلہ کے اوپر اٹھ کر آئی، میں شعلہ بھاری کے ہونڈ سے پسینی پسینی میں پکڑی اور
 میں تھی گینیش! لہذا اور جب تک باقی کی منڈھ کی ایک گرفت دھیل ہوا، انھیں میں آئیں اور وہاں پہر لگ کر آئی اور جب گینیش بہاراج
 نے اسے تریں پر کھنچا تو جان نکل کر آئی، دوسری اپنی شعلہ پیچک کر بھاگ گئی۔ گینیش بہاراج صورت کے یوں بے حس و حرکت پڑا کہ
 پڑا متعجب تو ہوتے، پھر ایٹھوں کے ساتھ دودھ پنا کر پھینکے ہوئے۔

دوسری روز قند گند پھر بھی لگا کہ گینیش بہاراج نے جینٹ سے لی اور پھر چھوٹا تو اور بات شعلہ مگر جینٹ کے ٹوٹنے سے بہاراج
 کے پچہ پانی ہوتے گئے۔ نہ تھی اور میں نے عام ہوا میں پیدا دی، انھوں کے ساتھ ساتھ پھر چھوٹے کی منڈھ توڑ لگے گئی مگر عقیدہ بہت بڑھ

جب اپنے ماضی افسوس منوں میں کوئی آدمی نظر نہ آئے، فکر و حلاکت دہلی نے سیر و سب سے رہا دینی اور غلامی کا کب
 رہا ہوئی کو گئے اور چھانڈے سے بھی حد سے برکاست شہنی تو کمال ضلع نے، جس پر کو کر کے غامی سے ترکیب کی کہ اس کو آدمی کے غم سے
 غلوئی خدا کو کجاست دلائے۔

شہنی کے غم سے غلوئی خدا کو کجاست دلائے سے بدھوئی سے خدا کے اندر پڑنا دیا ہو شکاری والا جہز بھڑکا اٹھا، دیکھتے تھے
 سے بدھوئی دیکھتی تھی اور ماضی کے شکار کے لئے ڈیڑھ اپنی پریشانی کو کہے جانے کی ضرورت تھی مگر خدمت کم تھا، بدھوئی بدھوئی پرانیا
 ماضی کو کوئی باقی نہ تھا، بدھوئی سے غامی کے پیش رو تھے، جھانکی گیتے، ایک سے ایک بڑھ کر اگل چلے تھے۔ سب خاک و جہز بھڑکائیوں کی
 باقی بن ہی گئی، سب نے بدھوئی سے غامی کی گرس ماضی کو ان کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کچھ نہ تھا، خدا بدھوئی کا تو پرانیا گرام دھت پر ہی رہتا تھا، خدا بدھوئی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کے لئے تیار نہ تھا، بدھوئی کو کوئی کڑا کی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 جس کے لئے ہی کے بدھوئی کو ماضی کی نقل و حرکت اور بدھوئی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 ہی شہزادہ دھوئی کو ماضی کی نقل و حرکت اور بدھوئی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 میں کو کوئی میں بدھوئی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 دھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی



ماہر ماضی کا شکار، ماضی کا شکار ہے، کوئی بدھوئی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کے ماضی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کی ضرورت تھی بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 تھا بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 گول لگانے کے بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 ہی تو تھا، ہی ایک آدمی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 مستقل مزاجی سے جو اس کو ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کو سب کا کھانچا بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کے کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی

ماضی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 کوئی اب بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی
 بدھوئی کو ماضی کے ماضی کو ماضی کے لئے کوئی تاحی کئے، خدا بدھوئی کو ماضی کی مدد کے دیات سے ایک بھی منتقلی ہی

اور یہی آدمی کی موجودگی کا نکلن تھا کہ اسے ابو اور نیز ہوا صحیح تر ہو گئی اور میٹری ہندی پٹ کر آئے گی۔ پٹ سے گھنٹیل ہمارا دے
 سہرہ پر غور محض کیا اور قریب ہی ہر پھر گئے، پیچھے دائیں بائیں ٹوٹ ٹوٹا کر ٹوٹٹا اسی جیسے ٹھکان پر آئے ہوئی ہو اسات ٹھکانا
 دی اور اوپر کو بڑھا اور پھر لیکن شروع کیا، جب خان پر پڑے تو میں سرگرم کے حاضر ہوا، ہوا تو اس کو یہاں کے مصلوں پر ایک جگہ
 پکٹتے دیکھا، ایسے ٹھکانوں پر جو خان کی بہت کے سنا ہی ہے، خان کہہ گیا کہ تین جانب سے خود محض کر کے پر غور اختیار کیا ہے
 اور ہماری ہوائی کی سیدہ ہو کر اور اوپر پہنچ کر دائیں بائیں کی جانب کو ٹھکانے کا عرض جو تھا کہ کافرا کہہ کر چلے گئے وہ بات نہیں ہے،
 اور جتنا فکا اٹھیں، دلاہ کے خوشبو پٹنے کے معاملہ میں واقع ہوا ہے اس سے زیادہ دشمن کو پسند اور انھیں کی کوئی بات ہے، سمیٹ لینے
 کے بعد بھی گھنٹیل ہمارا دے کو اٹھانہ دے ہوا تھا کہ ان سے کہیں کسی قانونی صفہ سرود ہو گئی ہے، اس لئے کہ سمیٹ کے بعد ہمارے
 تباہیوں پر ہوتے تھے، اس زمان میں وہ ٹوٹ ٹوٹ کرٹ اور اٹھنے کی دلی بات تو بائیں ہی ہوائی، ہی میں، اب تو بھر کر نکل پٹتے تھے
 دلاہ ہی دلاہ معلوم پڑتی، اس دوران میں کہہ دیکھ آدھوں سے وحشت میں کم ہو گئی تھی۔ وہ دھری بات اٹھ کر سہرا ایک کال کوٹ
 گیا تھا، اس کاچ پر بادلوں کو بڑے دفن بعد باک کر کے پھینکی تھی اور اس کے ساتھ بڑی سیب بادیوں اور ٹھیکوں وہ واقعات وابستہ تھے،
 خان کی پادشاهی پر گئی اور وہ جنوں کی مدد سے مغرور شکر کے رُخ کا تعین کرنے کی کوشش کرنے لگی، مگر جہیزوں اور گھنے دستور میں
 میچ پر پہل سکا، بھر ہو کر کچھ خود اوپر کی سمت کھڑوں پر پہلے مگر اوپر پھرانی میں خدشات ہم قوت نہ لگے، تمام جہیزوں اور یہ ہے
 میں سے گزرتے ہوئے اس کا ساتھ اس مسلم رہا تھا، پٹتے پٹتے دھیرے سے میرے ہر شرم ہو گئی، سورج مغرب کی ٹپکی ہوئی پادشاہ
 کے ڈھان میں جا بیٹھا، مگر جگہ تھے صفوں میں وہ صفوں اور جہیزوں کے ساتھ بے لے لے ہو کر بٹھنے لگے، جنگل میں خام کے وقت صفوں
 نکالیں کو پٹنے لگیں، کھانوں اور میدانوں میں سے تمام دیں ہلک کر ڈھانوں پر صفوں اور چٹانوں میں بسیرے لئے بیٹھیں اور صفوں کو
 کراؤ اور کوچ ہونے لگیں اور صفوں سے صفوں کے اڑان کے ساتھ تیز تر پٹنے لگیں، بادہ لگنے میں پادشاہ اور جگہ جنگل کے اندر ہی صفوں
 سے نکل نکل کر شہر کا قوت سے نکل جہیزوں اور صفوں کے ٹھکانوں میں لگے، بند پڑا وہ تیز پر چلے نکل کے تلک جا کر میرے
 کے لئے لگے صفوں کی جانب بٹھنے لگے، شہر کے رُخ کے حشری ٹھکانوں کی جانب سے بڑی سیابھی ہاپ کے مسلک کی مشرقی پادشاہ
 سے پڑے پیچھے ہٹے، جب سے سیب و صند کے سے صف پٹ ہو گئی اور صف کی پادشاہی کے صفوں کے ساتھ صفوں کے کھڑوں پر چلے ہی، باقی
 تو جہیز خان کا خیال تھا کہ خود ڈھال پر چڑھ کر اور خان کے داچنے ساتھ داسے ساتھیوں کے سروں پر سے تو بٹھا کر اسے میں کے صفوں
 سے گزرتا تو یہی اوپر ٹھکانا تھا، اب خان کی پادشاہی نے رفتار تیز کر دی، سورج غروب ہوتا تھا اور ہزاروں مرتبہ میں ہی پھیل
 ہو کر مایہ اور شہر کے رُخ کی وسیع دایہ گم ہو جانا پڑتی تھی، مغرب کے قریب کھوج اسے حاضر شروع ہوتے میں سے صفوں کی
 رفتار دھیم ہونے کا سراغ ملتا تھا، مگر یہ کافران کہہ گیا کہ میں اب لیڈہ خود نہیں گیا ہوا کہ، حشری خود چل کر خان اور یہی پادشاہ کی
 خود میں نے یہاں پادشاہی حوت گنا جنگل اور ایک جانب ڈھانوں پر ایک چوٹی سا ٹھکانا اور نیچے دیہات میں ایک زعفران کا شہر
 میدان اور اس میدان کے چوں رُخ کھٹے گھنٹیل ہمارا دے جھوم رہے ہیں، خام ہوتے دیکھ کافران نے اپنی پادشاہی کو ہندی ہندی تقسیم
 کیا، فرق صوت آتا تھا کہ اب کی ایک جانب میں اسی ڈھانوں کی سمت گھول تھا جس سمت سے پہلے فرار ہوا تھا، پادشاہ کی لگتے دیکھ
 کہ اور گھنٹیل ہمارا دے کو مارنے کے اختلافات دیکھ کر گھانواں دلوں میں بے چینی پھیل، پہلے سب کے سب گھول سے باہر چلے ہو گئے
 اور پھر ڈھانوں سے آ کر میدان کی جانب پڑھنے لگے، ہزاروں اور ہزاروں نے قوسوں کو دیکھا کہ بارہ نہیں بارہ ہزار ہندوؤں ۴



خدا کی جست

عزیز احمد

مومن مانتیر تھا جس کے گھٹنے کی پٹی کے کرب پور سے ہو گئی تھی۔ نواہوں کی جھلک اور اُٹھال کی کھراکڑا ہٹ میں اُس نے اسے اپنی عروج میں دیکھا تھا۔ بیڑی کی عروج اس کے بہترین سلطان حسین کے پہاڑی پہرہ پہتے تھے، جھانگے تو وہ ان گھنٹوں کے ساتھ کیا ہوں گے۔ ان بات ضرور تھی کہ کبھی سلطان حسین نے ڈال دی تھی اس کے نقشے کے مطابق ڈانٹا مناسب تھا اور کبھی دیکھا اور جب دیکھا تو بیڑی خود ہی کو اور اپنے کپ کا سب سے زیادہ گرفتار کیا۔ ہی جھانکوں کی بیڑیوں پر اٹھ گیا تھا، اس نے دوسرے اپنی بہادر کو ملکا اور ٹھکی ہر پہر میں نے مثال کے بہادر کی طرف جھانکوں کے دل پر چمک کر ڈھالوں کے ہر کھوسے کر دیتے۔ جیڑی بیڑی مومن آگاہی تواریخیں کی عروج چمکتے تھیں۔ مثال کے بیڑی میں دو رنگ، سرنگیں چوڑوں کے دیوان سے ایک خطہ ای بیج کو اگر اتنا جو خدا سے نفرت عروج عروج کے پہلے نے ہمارا اضافہ انگلیک میو سے اور سوسے اور سب میو سے آگاہی بیڑیوں کے پیٹ میں تھے جو مومن اس پیٹ کے ساتھ تھے ان کی وجہ سے رات کے کھانے کا جیسا تھا اور تیرہ کو اپنے فنی ہر پہر میں پر ہر سرفرا میں کے پیٹ اگر ہوتے ہیں تو مومن کا فنی بیڑیوں اور یہ تھا کہ عروج عروج کے ملنے ڈالنے کے ساتھ جاتے ہیں اس عروج بغیر ہر کے فنی کے ملنے سے جھانگے میں بیڑی اپنا تمام درجہ پریم نہیں ہوسکتے دیتے اور جب تعاقب کے لئے دشمنی خنجر ہوتا ہے تو اس عروج پھر فتنش انہوں کے بہت ملکہ اور تیرہ مثال کے بیڑیوں کی بھاری نواہوں کی بھیاں لگتی ہیں۔ کسی عروج تیرہ کی بادشہ ہوتی ہے۔

ایک مومن مانتیر اُس کے گھٹنے کی پٹی کے ہاں کھٹک، راتہ راتہ راتہ اُٹھال سے پنا منہ اور گویں پاتے پاتے گھومتے پر ٹھک کر تیرہ کو لانا ہوا کہ ایک اور تیرہ میں مرتہ بڑی جھلک سے اس کے ساتھ پرگا اور اس نے عروج کی اس کے ساتھ کی بیڑی بڑے بڑے ہو گئی ہے۔ انہیں انہوں نے اس نے پہلے ہاتھ کا تیرہ کھینچا ہو ہی اٹھ گیا۔ اور ہاتھ میں جو تیرہ کا خدا اور ٹوٹ گیا اور ٹوٹ کر کریمین جیسے جیسے بیڑے بیڑے کیوں کی عروج فتنش میں جھانکیں۔

جاگو ہاتھ لے دھنسا نمونہ لگا۔ وہ دیگر سلطان حسین۔ اور میں کہ سلطان حسین کی ہاتھ فنی، کبھی تیرہ کے خنجر سے کے مطابق اور کبھی اس کے کریمین وہ اپنے طور پر اپنی گویہ کے مطابق جھانکوں کے تعاقب میں مثال کے بیڑے ہو دیں سرنگیں ہتھوں کے دیوان نواہ ہوا، جھرتے بیج کو پٹوں کا خطہ تھیں اور سرنگیں سے ہوا ہوا اُٹھال سے گتا ہوا اُٹھال سے حکومت پہنچنے سے پہلے ٹوٹ گیا تھا۔

سلطان حسین کے ساتھ اس کے بہت ہوا اور ہوا، انہری مانتیروں کے بہت کے بہت تھے۔ اپنے ٹھکانہ خود پہنچے ہوئے بنامی، جھرتے جھرتے گھنٹوں پر صحت، صحت، اگاہ میں اُس نے ہوسے ان کی تھیں سے گڑ کے بال اٹھ رہے تھے، اور خنجر



کے گرد و قبلہ مل جوتے جا رہے تھے۔ اسی کی لگاؤں سے تیرہوں کی جو بادشاہی ہوئی تھیں انہیں اس کے رخ میں آگئے۔

اور ہنگستانی سپاہیوں میں انتشار تھا، اور پچھلے ستھان، ناک، چنگنی، زلفوں، دسے، اٹھان، سرشاہ و سپرہ و زلفہ، جوج، سیاہ جام و دیگر قد و ہوی، سیاہ، سوئے پوتوں، گھنگھڑا، دسے، ہاں دسے کوئی، اس کی بیست و کیب ہی میں ایک طرح کا اختراع تھا جس کو گھنٹی کہہ کر کے چمورنے ایک طرح کے زہر خنجر میں اپنے دانت چبھ گئے، جاگو براس سے پکے کیا کیا، اور ایک طرف نصف دائرے کی شکل میں اس کے پہاڑی جھپٹے اور ٹانگوں اور اٹھانوں کے دو میان ایک فصیح جانی کر دی، اور پستے سطحوں میں کے ماضیوں کے تیرہوں کا ایک میدان سا کیا، اور بیست خنجر میں بیگناہ پڑ گئی۔

اور اب چمورنے میں کیا کہ اندھے اس کی طبیعت میں ایک طرح کی کچی پیدا ہو رہی ہے۔ غریبی شاید پہلی اور آخری بار اس نے تائب نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنی بیہوش کو تائب کے احکامات دئے اور اپنے باتیں بات سے جاگو براس کا آہنی بارہ نظام کے کہا۔ "خیروں کی حرکت چو۔"

نیچے نظروں کے سامنے ہی تھے، اور فیصلہ میں، اور وہاں میں چمورنا ہوا پہاڑی پرو دسے رہے تھے۔ اور اسی خنجر میں سے ایک میں اولیائی تھی۔ اس کی جڑی اور سلطان جیسے کی جہیں۔ دوسرے نیچے میں دلتا آٹا تھی سطحوں جیسے کی جڑی۔ کچھ اگر یہ بیٹے خنجر کے ساتھ دوشی دلتا نہیں رہی تھیں تو اس کی درغضوں کی تھی کہ گھٹ خنجر کا ہر خنجر متوقع تھا اور یہ سطحوں جیسے کی فعلی اور زیادتی تھی۔

اور اولیائی خنجر آٹا جس کے بال قدر ڈان اور گھنٹوں کی ٹپوں سے لڑی ہوئی گڑوں میں آٹے ہوئے تھے، جس کی دوسری چمورنے کے ٹوہنٹ نیچے ہو چکے تھے، اور اس کے جسم میں کنگل اور اولیائی کے ساتھ ایک غولگڑ فریبی جی تھی بے اختیار دلتا آٹا کے سامنے اپنے بھائی کو صلو میں سنا رہی تھی۔ "دیکھو وہ کیا اس کو اب کیا جب ڈان خنجر ہو چکی ہے؟"

دلتا آٹا زیادہ خوبصورت تھی، اس کی آنکھوں میں پراچی چمک تھی، اور آنکھوں کی شکل میں سطحوں کی سیاہی تھی، اس کا رنگ بھی ہر بات کی سردنہ اور اس کی طرح شریف و سفید تھا، خون گویا چمکا پڑا تھا، اور اس کی کوہلی تھی۔ اس کے ہونٹ شرفا اور تھے۔ اس دھت و کبٹ کی کی گڑھی انہیں خشک دکر کٹی تھی، جھنڈا کے اس نے اپنی تہ سے کہا۔

"اس کے کہنے سے تو ڈان خنجر ہوئی؟"

"ماشاء اللہ" اولیائی نے کہا۔ "اس کی آنکھیں دھوپ سے چمکا جوتہ ہو رہی تھیں، اپنے سفید فراء، انھوں سے آنکھوں پر ماری کہ اس نے پوچھا۔

"دیکھو۔ دلتا وہ تیرہ کرنا ہے، دوسرا کرنا ہے؟"

اولیائی کے پیچھے میں فصیح کا اعلان تھا۔ لیکن دلتا وہ بھی کنگل دھنشی ہوئی تھی۔ "ان تباہ تیرہ کرنا ہے۔ اور میں بھی کنگل دھنشی ہو چکی ہوں؟"

یہ چمورنے اولیائی خنجر آٹا کو لڑی گی، دن کا کام خنجر پر چمکا تھا۔ رات کے تھے دہشتہ فوج کٹے رنگے تھے جی کا گھٹ کہاں تھا ناگ ڈان کے بعد شہر اور سپاہیوں کو لوں کی کوئی ہوئی تھا۔ اور اگر دھنشی شب خون بھی دسے تو اس میں جی دھت ہو کر وہ اپنی حفاظت کو لگیں۔ اس نے ایک پہاڑی کو لشکر کے کہ کر نزدیک کی گڑھ سے پانی بھر کر کہہ دئے اور کھانسی میں ڈال



دے اور پھر وہ برائی کئے کے لئے دھڑک اٹھی۔

”میری بیٹی یہ تو بتا۔ یہ جانی ہوئی کسی کی وجہ سے؟ میں کی وجہ سے؟ اسے میری سزا ہے؟ میں کی سزا کی ہے؟ یہ تو بتا۔
بتاؤ، اے خدا! نہیں کیا تھا؟ بتا، میں کو یہاں اس سلطان نے؟ کاٹنے کیوں نہیں؟ اور اس نے خود بخود میری سزا کو ٹٹنے پر مجبور کیا
کو نہیں کیا؟“

”بے شک کیا“۔ دشاو نے اپنا خوشامیٹا سر اٹھا کر اس کی دونوں چوٹیوں دو ٹوٹاں مانگوں کی حرکت ایک شانے سے دوسرے شانے
کی حرکت میں لگا لیتیں۔ ”اس لئے کہ سلطان ہے اور تیرا نمودار سلطان نہیں۔“ یا سائے چنگیز کی ”میں چنگیز خان کا ارشاد ہے کہ
سلطان صوفت چنگیز کے اراد کو عمل میں لگاتی ہے۔ تیرا کو نہیں۔ صوفی کا کام سلطان کی ہے اور تیرا کام سپاہ گری؟
”یا سائے چنگیز کی“ اس حرکت میں لوگوں کی نظروں میں کام پاک کے بعد اور ہر کتاب سے زیادہ عقل، ایک لمحے کے لئے ادا ہونے
خانہ کی آواز مٹانے کی آواز تھی، پھر اس نے پشت دست سے اپنے برقعوں پر سے گرد و مٹاں کی اور دھڑکائی اٹھی۔
”اور میں؟ کیا میں چنگیز کے اراد کو نہیں ہوں؟ میں میری تو بھائی ہے؟“

بھوت میں اپنے آپ کو جیتا پاک کے دشاو کے چہرے پر اس کا صبر لاہیہ دایم آگیا اور اس کا دل صاف ہو گیا۔ ”بے شک
ہے“ بے شک ہے میں کب کبھی اس کو تو شہزادی نہیں ہے۔ تو سے زیادہ تیری لگوں میں چنگیز کا خون ہے۔ مگر کوئی اور صوفت
چنگیز کے خاندان میں کسی بادشاہ نہیں ہوئی ہے۔ نہا ہے ہند میں مانگوں کی کوئی تمام صوفت بدشاہ ہوئی تھی اور میری کوئی شہزاد
بادشاہ ہوئی تھی۔ مگر ہم تانگوں میں کوئی صوفت بادشاہ نہیں ہوئی۔ تو میری بدشاہ نہیں ہو سکتی تو تیرا سپاہی میری بدشاہ ہو
سکتا ہے؟ اور میں تو بھائی صوفی کا بدشاہ ہے تو کیا تیرا بھائی ہے؟....“

”بے شک میرا بھائی ہے۔ وہ حضور بادشاہت کو سے۔ حضور بھائی اور ہرات اور مالد اور انہر اور بدشاہ کا بدشاہ ہے۔
لیکن اسے چاہیے کہ تیرے خاندان کے خاندان سے بدشاہ ہے بدشاہ تھا اور جب تک ہم پر کوئی طاقت
نہیں؟“ تھی....“

اور پھر وہ انگلیوں میں ہڈیوں کے مٹانے کی حرکت دیکھنے لگی، بعد صوفت جاگو براس کے مٹانے سے تیرا آواز تھا، دونوں کے مٹانے سے
اگر آواز مٹا ہے، دے تھے اور چٹاں اور چٹوں پر صوفت کی ہڈیوں میں اور چٹاں خفقت آواز کی تھی، آواز مٹا کر چٹاں تھی
کو تیرا جو خون میں خفا صوفت ہوا تھا کسی قدر زخمی ہوا۔ دشاو کو وہی چھٹاں کے وہ بے اختیار دیلا دہر صوفت اور جاگو براس کی
حرفت دھڑکنے لگی اور ایک پچا کی کسی کلا میں اس نے ٹوہا۔

”جاگو براس، جاگو براس، تیرا کو کیا ہوا؟“

”بھائی“ تیرا نے صوفت استعمال کے ساتھ ایک ساج ساتھ لگا دیا۔ ”صوفی کی حرکت۔ لیکن میرا شفا سیدھا نہیں ہوتا
ہے اور کتاب میں دانت نہیں لکھا ہوا ہے؟“ لگے ہاتھ، اگر میں آئی ہوئی اور لائی اس کے ساتھ ساتھ میں رہی تھی اور چٹاں تھیں
سے اس کے آواز اور اس کی آواز سے تیرا ہوا خون پچھن جاتا۔ یہ تھی۔

اور اس صوفت کے لیے ہوا میں تیرا نے ادا ہونے سے پہلے ”مات کو ہم مانگوں کو کھانے کو کیا دے گی؟“

ہو، آواز دھڑکنے سے تیرا ہوا چٹاں اور لائی نے تیرا کی حرکت اٹھایا اور اسے چہرے پر چٹاں لگائی نہایت



میں دھوپ پگلی، آفتاب کی خواہریت تازت اور اس نے جلدی جلدی کہا۔ گزشتہ بار خواباں۔ غرضی ۵

جاگو براس نے اپنے گرد آلود بوٹوں پر زبان پھیری اور پھر آواز سے گھوڑے پر سے گود کے زبور کو اس کی زری سے اٹھایا۔
جیسے کوئی پہوان کس بچے کو اٹھاتا ہے۔

یہ اس کی عمر میں پہلی مرتبہ تھی کہ اس اور کے سپاہی کسی اور کے بازوؤں کے سپاہی سے زبور کے گھوڑے سے اُترا۔ انکی کوشش
وہ کبھی اپنے آپ سے غصہ کر ہی دے سکتا تھا۔

اور اس کو اس طرح گھوڑے سے اُتارا جاتے دیکھ کر اولیائی چلک چلک کر دھنسنے لگی۔

نیمر نے پھر ہر خند کے ساتھ اپنے سر سے خود اُتار اور اولیائی نے پیچھے میں اُٹھ کر بڑی سوزنی جلد جلد شیک کی۔ لیکن وہ
بستر کے قریب شیک کی کمال پر جھٹکیا اور ہانگ پھینک کے تیر کی ٹوٹی ہوئی ٹکر میں زخم سے تھکے گئے۔

دشمنوں نے جلدی کے گھوڑے اور چوڑے سے بھرا ہوا ایک سپاہی اور اولیائی کے ہاتھ میں پکڑا وہ اور نیمر نے کڑی سی مٹنی ہنس کے
اولیائی کے بالوں پر ہاتھ پھیلا۔ "تھکرم۔ جاچ می۔" وہی کہیں ہے؟ تو نے اس سے پہلے کبھی زخمی نہیں دیکھا؟ کبھی کسی اور کو
زخمی نہیں دیکھا؟ تو نے جڑوں کو گھسانے کی ڈان میں سرکتے نہیں دیکھا؟ کیا تو خود اس سے پہلے زخمی نہیں ہوئے؟ یہ تو خراش ہے معمول
سی خراش۔ اور کھلنے کے اس نے اپنا کھل سون کیا۔ اور اس وقت جاگو براس نے اطلاع دی کہ "آٹا سٹائی میں جب اس طرف
واپس آ رہا ہے۔"

"اس قدر جلد؟ نیمر نے غصے کو ضبط کیا۔

جاگو براس نے دشمنوں کی طرف دیکھ کے ذرا مصلحت کے پیچھے رہی کہا۔ "شاید صاحب اس نے اعلیٰ بہادری کے سپرد کر دیا ہو گا
اور گھوڑوں کے دشمنانہ طریقہ کی آواز قریب آئی تھی۔ یہ تو ایک موقع ہے کہ آل کی طرح ایک ذہین، صوفی، ذخیرہ کی طرح ایک قسم
کی ہم آہنگی اور تربیت کے ساتھ۔" دشمنانہ اور پشاوروں کے عدم کام دشمنانہ تھیں۔ جیسے یہ کل یہی کی تو بات تھی کہ انہوں نے نیمر اور دیگر
اور گھوڑے کا ساتھ چھوڑا تھا۔



(۱۲)

اس کو پہلے ہی درخت میں جڑواں واقع تھا جو آج کل چھپسٹان ہے۔ اسے آٹے گرم گرمیوں کی گرم غریزہ رات، چھوٹی دھانوں،
سنگین زامیوں پر چاندنی کا دشمنانہ نور برساتی ہوئے۔ وہ دور کسی سڑک اور درخت، کسی جھاری، کسی بڑا کھڑا دشمن کسی کی گرد کے کنارے
نہ اس کی سگ آن تھی۔ اور گردن کا پاؤں گرا تھا۔ اس دشمنانہ دشمن کو گھوڑے نے دلی چاندنی رات میں ناہیوں کے گرد والی نیسے چلک
سے تھے۔ یہ وہ نیسے اور ان کے پھٹنے ہوئے پیش کے گھس۔

اولیائی نے نیسے کے شکاف سے جھانک کے اس میں اور بہت ناک، رات کا شمس دیکھا اور پھر ٹھٹھٹے ہوئے دیش ہی تھوڑی
سی گھسی ہوئی چل، اور آٹا دی، چراتا کی نو چلک اٹھی۔ اس نے اپنے سر پر پتھر شیک کی۔ جیسے کوئی باصصت، سادہ منہ لڑکی
پیش آپ کے سامنے جاتے۔ اور اس طرح کی قطع کے بدلنے کے ساتھ وہ پھر کھوم چلک پڑھنے لگی جس کے معنی وہ کہہ دے سکتی تھی۔ یہ
بلک طرح کی گوتی عبارت تھی، جس میں اس کے دل کا ایک کو اصرار تھا اور شیک تھا۔ اور دوسرا ان بائیں آنکھوں ہی کے بازووں
میان ہنسنے آٹا آٹا جاتا تھا اس پر نیمر بڑا برا تھا جو کسی کسی آنکھوں کے منہ پھیلا تھا۔ اور ہاتھ جھسا کے اس کے اوپر اپنے ہاتھ



ہر ایک کے ہاں میں لکھی کہ جو قریب ہی داخل ہو، ہاتھ اور غڑائے سے رانھا۔ اور لہان کا دل گرم تھا۔ اور وہ کوئی چیز کی حرکت
کے آپ مٹھی کا دھڑکنے جا رہی تھی۔ اور اسے اس پر بڑا غرض تھا کہ مولانا صاحبہ الدین برہان سے اس نے فریضہ حمید کا دس گندہ سال سے
اکو فریضہ غم کیا تھا۔ اس کے دل میں جو دعائیں یہ دعائیں تھیں، جو عرضیہ تھا وہ واضح تھا، اور دھڑکا یہ قتل کہ کب تک؟ یہ زندگی کب
تک؟ یہ فیوض، اور پھول، اشکوں کی زندگی کب تک؟ یہ شادی کا غم؟ اور صاحبہ شکر کی زندگی؟ کب تک وہ شاد و شاد؟ وصال کی زندگی
کب تک؟ کب تک وہ ہر برہان میں اپنے لئے، اپنے مہم کے لئے، اپنی اولاد کے لئے موت کا مزہ چکھے گی۔ کب تک؟ وہ غم
ہے گا کہ کب قبر کا دھڑکا ہے، کب یہ لکھیں گے جہان سے گا۔ کہ وہ کسی کی کیزر چنگ کی تھی، اس پر وہی گڑے گی جو اس نے ہزاروں پر گڑے
فرمیں۔ اور وہ بھی گڑی۔ تب بھی یہ زندگی کب تک جس میں ہفتا کی چٹائی تھیں اور ٹھنسی ہوتی کھینیاں، چلتے ہوئے گاؤں، کھتے
ہوئے شہر، اپنے ہوئے رنگت۔ اور ایک مسلسل خانہ بدوشی میں کا دل کی آواز تھا، انہم۔ جس میں انہی انہی انہی شکر کی تھا۔ اور وہ
خود ایک شکر کی زندگی کی ہوئی تھی۔ تھک رہی تھی اور شکر کی بھی تھی۔ اور شکر اور شکر کی کامی تھی، بہن تھی، کیا یہ دل جو اس کے
چھتے میں دھڑکا، رانھا، اپنی زندگی کے اولاد کا دل تھا اور اس۔ یا اس دل میں ہر بات کی دھڑکی تھی، کیا وہیوں کی جہاں انہم اور فقہ اور
جافت نے غم و غنا پاؤں۔ اور اگر یہ بعض چنگیز کی اولاد کا دل تھا، تب بھی کیا معلوم کہ اس پر بھی وہی گڑے جو ایک چھتے کی پر
گڑی۔

[illegible]

اس کے دل کا تصور غلبہ جیت نہیں سکا۔ لیکن اس کا ذہن سکون میں تھا۔ سب اس لئے ہے کہ وہ نیمروہ کو جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ نیمروہ کے دل میں ایک بڑا شیطان وجود ہے۔ چنگیز جیتنے کا ارادہ کر کے اسے دلا کا دگر کبھی نہیں جیسا کیا کرتا ہے۔ دلا خضر کی ہے۔ مگر ایک خوفناک سانپ کی طرح سب کے دلوں پر مستقر ہے۔ نیمروہ کے دل پر اس کے ہاں تمام تعصبات کا جو بھاس اور اڑی بھار کے دلوں پر اڑی بھار۔ اب تک مجسماتوں کو بچھا کر رہا ہے۔ دلوں میں نہیں آتا۔ اس کے اپنے دل میں انگلیوں کے وہ مسلمان حسین اور خدا کے دلوں میں ہے۔ خود ہی کہ وہ نیمروہ کے دشمنوں کے دلوں پر حاوی ہے یہیں تک کہ چنگیز جیسی بڑی دلا کا دگر کے دلوں پر اسے ایک حرکت کی آبی تصویر پر ایک کلمہ ایک فقرہ ہے جسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ اور وہ جو اس طور پر ہے جانتی ہے کہ وہ ہو کر ہے گا۔ اگر کہہ دے گا وہ اس شمشاد میں نئی چنگیزی و دروایت کو اپنی نگاہوں میں غویں کے درشاہ پر حاوی کرتی ہے۔ اسے دور محکم کی پیشانی کی نگاہوں میں دعوں پر حاوی کرتی ہے۔ اور کبھی میریت سے اور کبھی فریت کا منب جاتی ہے۔

حضرت قلب اس نے مقرر کیا۔ لیکن مسترد ہو سکا۔ اس نے وہب سے کہا کہ ایک کو جو وہاں میں پیش اور میرے کمرے کے سامنے رکھو۔ ایک ہر شے کا یہ وہب کے مضائقہ ہوئی اگر وہ اس کی کھڑکی پر لٹائی نہ ہو تو اس کی کھڑکی پر شعلہ خوں کا سوا دم نہ پڑے گا۔



ملاں اور جہاں کھس کر رہا تھا۔ اور پھر تیر کے پاس آ کے بیٹھ گئی۔ حدود خرب کے پلہ کے اس نے تیر کے منہ پر دم کیا۔ تیر نے اپنی ذرا
 تھکی تھکی آنکھیں کھولیں اور پھر مد کر گئیں۔ اس نے ہاتھ لٹکے دیکھا تو تیر کا جسم میں راقہ "ع" اس نے اپنے پیٹ سے نڈا بکرا
 کے کہا۔ اور پھر دم کرنے کے لئے حدود خرب میں پڑھنے لگی۔ اور دم کرنے کے بعد تیر کے ہاتھوں کے خرب اپنا بستر نکھیت کے
 بیٹھ گئی۔

اور موسم ہوا تھا کہ دوسری سے ہونے کی کاہر تھ۔ اس نے کئی سال پہلے مورقند میں ٹکنا تھا، وہ مائدہ ہوا ہے۔ یہ کہ دوسری
 کی کوزہ برابر اس کے کانوں میں آ رہی ہے۔ کوشت انیسویں لہو میں خنل داسن اور ان ہمار ہی ہے اور جھٹن کا کہیں جھوڑ نہیں۔
 اور اسے کہ یہ غویں ہوا کہ یہ نقشہ اس کو نہیں دہلی تیر کو رو کر رہا ہے جسے تیر چٹو رہی ہے۔ اس دشت میں جہاں کوئی طیب
 کوئی سراج نہیں۔ یہ کہ تیر کی کینٹھوں کی گہری سول سے زیادہ شدت سے دھوک دہی رہی اور وہ اس کے دھوک کے دہیے ہونے
 کی کے شفق سورج رہا ہے اور ایٹوری نہایت میں دوسری تھ۔ دہرا رہا ہے۔ اس کی کوزہ میں گھوڑوں کی تپوں کی صحرانم آگ ہے اور
 اس کی زبان سے آواز نکلتی ہے۔

"نیکان کا کہوں کے سامنے میں خانی اعظم بیگمیر کے ساتھی ملک دیداں سا رہے تھے۔ اور نیکان کا کہوں پر سے ہوتا اور
 بختور کا ایک بہت بڑا تھوہ گرا گروہ جنہیں چوٹے۔ کوشی دانت تک وہ کوشی پیچھے ہے اور گھوڑوں کا گوشت نکلے رہے اور نکلے
 کرتے رہے اور پھر نکلے رہے۔ جب ہادیوان آسمان سے کہا۔ یہ میرے بندے فاضل ہیں، انہیں سزا ملنی چاہیے اور بہت کے سامنے
 نیکان کا کہوں کی ہرانت پڑھ کر چوٹوں نے سر ہٹا دیا۔

"ابھی ایکسیر ہرانت باقی تھی کہ جنگل باختر کی کسی بیٹھیں مند ہوئی جیسے شیر آ گئے، جیسے بچہ آ گئے، جیسے دولاں آ گئے،
 جیسے نیکان کا کہوں کا تپ گیا لیرنگ دشمنوں نے مد کیا تھا اور وہ جنگلوں کے موڑ پر آئی اور ان کی جڑوں میں ڈاک لے گئے۔
 "سبب توہمیں کی آنکھ کھلی جو فغان اعظم بیگمیر بننے والا تھا، مگر بھی جہیں جانتا لیرنگ اس ہادیوان آسمان کی مرضی میں دشت
 باقی تھا۔ اور توہمیں نے اپنی کان سنہاں اور اپنا بیڑہ سنہاں اور دیکھا کہ ساتھ کے خالی بستر پر دھن کا زیو گوا ہوا تھا اور اس کی پیر
 ہونے کی غائب تھی۔

"پھر فغان تیر میں نے سور کا ہادیو اور دھا اور اپنے منگول ساتھیوں کو سوتے سے اٹھایا اور نیکان کا کہوں کی گھوڑوں میں جا
 بیٹھا۔ یہ دیکھنے کو کہ دشمن کون تھا اور اس کی کتنی طاقت ہے، اور دشمن کہاں گیا۔
 "اور دشمن اس کی ناک میں تھا۔ اس نے گھوڑوں میں سے دشمن کے شہسواروں کو نکلے دیکھا، اور دھوکہ دہی کی کٹھنوں میں
 کے ساتھیوں کی کٹھنوں میں گھوڑوں کو روڑ لٹکے، گھوڑوں کی گردن سے گردن دھائے، پہاڑوں میں، چراگاہوں میں ہٹا کی آتے
 جاتے، وہ انہیں دیکھتا اور بیٹھا رہتا لیرنگ توہمیں ان سے زیادہ ہوشیار تھا۔
 "اور پھر دشمنی جنگلوں کا خیر و شر کا ہوا دشمنوں اور غولوں کو ایک کے جہاں سے آیا تھا دلی چاہا۔

"اور بہت بہت توہمیں کو خبر پئی تھی کہ دشمن کون تھا، اور کہہ رہا، وہ مغرب کے پہاڑوں سے نہیں آیا تھا، مشرق کی
 چراگاہوں سے نہیں آیا تھا، شمال کے جنگلوں سے آیا تھا اور شمال کی طرف چلا گیا، وہ تیر پہاڑ کا دھوکہ دہی کر گیت قید تھا
 جو شمال کے جنگلوں میں رہا تھا۔



”اور اس ملکیت قبیلے کے خلق دای سے من ہے، کیا من ہے کہ اس قبیلے کے لوگ بڑے خوفناک اور غور و شمار سے تھے اور اس قبیلے سے دس سال پہلے عروج کا باب ایک ٹوٹی ٹوٹوں ایکے کو نواہا تھا، اور دس سال کے بعد ملکیت قبیلے نے بدلیجے کے لئے جدوا کیا، اور یہ ٹوٹوں ایکے قومیں کی سر زمین میں تھی۔ یہ ٹوٹوں ایکے کے بڑے اب ملکیت لوگ جو کہنے کی کو آواز لے گئے تھے۔

”قومیں نے قسم کھائی اور اس حربہ کو کہ مقدس پہاڑ مکان کا مدین کی سب سے اونچی چوٹی پر چڑھ گیا، جس تک قبیلہ نہیں پہنچ سکتا، لہذا ہمیں پہنچ سکتا، انسانیں پہنچ سکتی، یہیں سال کے ہر دن برسات برسات لگتی رہتی ہے اور بہت کے بیابان آتے ہیں، یہیں جاودانی آسمان اپنے ہنر کے ان پر کھل چکا ہے اور ان کی شکل کے گھن گرت پیدا کرتا ہے اور ہر مکان کا مدین کی سب سے اونچی چوٹی پر پہنچنے کے قومیں نے جو ایک دن خدای اعظم چنگیز نے دلا تھا، اپنی کرتے عوار ٹھوٹی اور پنا کر ہنر اپنی گولہ میں من کی کیا اور اپنی ٹوٹی ہاتھ کے آٹھی اور اسٹے کے پس ل اور نو ہر برت پر دو زانو ہوا اور کو میں کی شراب خندہ چڑھا اور جاودانی اپنے آسمان کو منکر دوا کی جس سے من کی چاہی پکائی۔ اور منگل چرمس دے مانے ملک مشرق بہ اسلام نہیں ہوتے تھے جاودانی اپنے آسمان کو مانے تھے اور اس کو ”من کے کو کو تہنگری“ کہتے تھے۔

”اور پھر قومیں نے من کے کو کو تہنگری کو تہاب کے قسم کھائی اور ہر مکان کا مدین مقدس پہاڑ کو اپنی قوم کا گود بنا کر جب ملک وہ ملکیت قبیلے کو سزا دے گا، میں نے دے گا۔ اور اس کے بعد وہ جو دوا تو تھا، آٹھ کلہا ہوا اور گولہ سے نکال کے، پھر اس نے کرمی کر دیا، خود لگان، متقا دے اپنی ٹوٹی آٹھی سے دس کی اور میدان کے پس ل، انٹیلی کو میں کا ایک گھونٹ پیا اور پہاڑ سے نیچے آگیا۔

”تا جوت قبیلہ اور اس کے سردار، گولہ کی سے تو پہلے سے دشمنی تھی۔ قومیں نے خود کار رخ نہ کیا۔ وہ مغرب کی طرف دھاوا بڑھا، بعد صبح صبح دھاوا ہے اور پہنچ گیا، کئی دن، کئی منزل، یہاں تک کہ وہ ٹوٹا اور ٹوٹوں کے دوسری کی پر لگا ہوا رہ گیا، پھر وہاں کراشت قبیلہ را کرتا تھا۔ یہ قبیلہ بہادر تھا اور یہ میں من کے کو کو تہنگری، انٹیلی اور جاودانی آسمان کو مانا تھا، ویسے اس قبیلے میں بڑھ چکی تھی اور یہی میں تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اس قبیلے کا خان غول تھا۔ جو قومیں کے باب نے کوکان کا اتحاد اور منگل میں اندازہ سزائیے بھائی کر کہتے تھے۔ اس نے قومیں کو لگے لگایا اور قومیں نے اس کے قدموں میں دھتھے ٹال دیتے جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور وہ تھکے رہے۔ سرد کا ہوا وہ پہنچ پیغم اور اہل دہجے کی کو میں۔ اور اس نے غول خان سے درخواست کی کہ وہ اُسے اپنے پیش کی طرح بھیے۔ غول خان منگل پر ملکیت قبیلے کے دھاوے کا نقشہ نہیں چکا تھا اور اس ملکیت قبیلے سے خود اس کی بھی لڑائی ہوئی رہتی تھی۔ وہ قومیں کی سادہ سبزی کی تعریف کرنے لگے۔ اور اس سے بھی زیادہ تعریف اس نے ان غول کی کہ جو وہ ساتھ لایا تھا۔ اور اُس نے بہت سے کراشت خیمہ سردار قومیں کے ساتھ کر دیتے۔

”اور جب غول خان نے قومیں کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ بھی بہت سے قبیلے جو سختی کے موخر صوں اور جنگوں میں رہتے تھے اس کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے کیونکہ دای نے سنا ہے، کیا سنا ہے کہ جب قحط ماحول ہوئی ہے تو سب ساتھ دیتے ہیں، اور جب قحط ساتھ ہیں وہی تو کوئی ساتھ نہیں دیا، کراشت کی طرح جو انہوں نے میں قومیں کا ساتھ دیا، اور وہ لوگ شمال کے اچھے جنگی ہیں جن کے بھڑوں کی طرح اہل پستے میں میں ملکیت قبیلہ رہا تھا۔



چالیس سالہ خدمت

سورہ پھر جو لگنا تھا وہ گزری۔ دہلی کی راہ کے کیا گزری۔ میں سو سو کرکٹ کھیلنے لے چکا تھا کاندھوں کے دو سر میں منہوں کے طرف
کھڑا رہا کیا تھا اور ان کی صورتیں اور چوڑی ہانگے لے گئے تھے اور بدستوں کو اپنے ساتھ پھٹے گئے تھے۔ پھر میں سو کے ہی سو
کرکٹ ایک ایک کر کے چلی جن کے ساتھ گئے۔ ان کی جو صورتیں بہت ہی بننے کے لائق تھیں منہوں اور کانوں اور جڑوں نے
بڑا بڑا کے اپنی جڑوں سے۔ اور جو کرکٹ چوڑی ہانگے بننے کے لائق تھیں منہوں اور کانوں اور جڑوں نے اپنی ہانگوں سے
”اور تو میں دھڑ دھڑاتا تھا، اُدھر ایک ایک چکر کا ہندو پڑنے کی راہ سے اٹھتا، اندر بھاگتا اور بدستوں کو دھڑکتا
پیداں دھڑکتا اور وہی ٹھوٹھٹا۔“

”اور پھر دہلی سے ٹھہرتے۔ کیا سنا ہے کہ ہندو ان پٹے آسمان کی بہرائی سے بدستوں کی کوئی گئی کہاں ہی گئی؟ کرکٹ سوار
کے سینہ چمکے ہیں۔ لیکن بدستوں کی آواز میں ایک تھا سا پتھر تھا، اس نئے پتے کو دیکھ کر تو میں جوفی اعظم منگیز بنے وہاں
ایک ذرا ہلکا ہوا، پھر میں نے اس سے بدستوں کو لگے دیکھا۔ اور اس سے کہا اس بچے کا نام چوڑی ہے۔ دہلی سے سنا ہے وہ سنا ہے
کہ چوڑی منہوں کی زبان میں مہاں کو کہتے ہیں.....“

اور اپنی فاقوں کا کئی آنکھوں میں آنسو آگئے تیرہ دن کی سی راہ کے ساتھ کوٹ بدستوں کا ہی۔ اگر اس کی دھڑانگ بہت شرم
گئی تھی آٹھ دھڑکی، اور اس نے اسی حرکت میں اپنے آنکھیں کھولیں اور مجھے کی حرکت دیکھا اور جہانگیر کے ہاں پرانے پیر
معلوم دیکھیں کی داخل پیر سورہا تھا اور پھر تیرہ کو ہزار اور ہزار سے ہی چلی پھرتا ہی گئی۔

(۳)



”یہ کی کے گھڑے کے ٹھوں کی کہا دھڑکی۔ کوٹ پھر گیا؟“
”میں حسین قندھار گیا ہے، دانشور کے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں وہی صباغ اولیائی اسے جوشانہ اور
ماہر چار ہی تھی۔“

”مجھ سے تیرہ چار گیا؟ تیرہ دن منہ منہ کے پڑھا۔“
”ہیں وہ نہیں خدا کا خدا کہنے کیا تھا۔ تم سوچتے تھے۔ وہ چل گیا۔“
ابھی تیرہ کا ہم چل رہا تھا کہ تیرہ دن تھا اور تب بہت شرم تھی۔ ”شیر کا ڈھ“ اس نے اولیائی سے کہا، اور اولیائی
نے شریعہ اور فاضل دانت کے ہرے بڑھاتے۔ لیکن جہنم کے تیرے شریعہ کوٹ دیا۔

جہانگیر اب ایک اسی حرکت سورہا تھا۔ تیرہ دن اس کی حرکت دیکھا۔ اور پھر اولیائی کی حرکت اور پھر ہر کسی کو کہنے کی شرم میں اور
کوٹ ہے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ یہ اپنی بہادر تھا۔
”اپنی بہادر اس کے قریب گھٹے ٹیک کے بیٹھ گیا، اور اپنے ٹیکے سے عاتق دیوارات اٹھ دیتے۔“ تیرہ اب بہتانی بہت
دھڑکی کرکٹ میں اٹھا لیکن گئے؟

تیرہ دن کوٹ اب نہیں دیا اور شرم کی بہت کی حرکت کرتا رہا۔
اور اولیائی نے جہنم کو جہانگیر کو اٹھا۔ ”جہانگیر جہانگیر میں ہو گئی ہے؟“
تیرہ دن اپنی بہادر سے کہا۔ ”معاذ میں کا قندھار سے دسے دونا؟“

جو پیر کو اسے اولیائی نے عرض کیا کہ کئی چائی اور اس نے ایک حرج کی اندرونی گڑی مٹی کی۔ ایک حالت پر اسے زندہ رکھنے کے لئے انجودہری مٹی کی ایک تہ کی وہی سختی تھی۔

اور جو کلاس بد باد کے اولیائی سے کہہ دیا تھا۔ "اٹا اٹا اس عدائے میں کوئی عجیب کوئی حرج نہیں۔ یہ سارے کا کلاں کچھ چوڑا ہوں کچھ کٹاؤں گا۔" کہتے ہیں یہاں سے دیاتے منہ تک کوئی برسی آبادی نہیں جس کے ادراگے ختم ہیں۔ باہر شمال میں قندھار ہے۔ قلم بونوں قندھار سے حرج کا ٹپا لادیں۔

بلکی خور جا کو کلاں کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک حرج سے اُسے اپنے اس ترکہ و ترکہ پر زیادہ اہم تھا۔ اس نے اپنی بیدار کو قندھار جانے کا حکم دیا اور پھر حرج شام کوئی قوا اس نے برسی کزوری مٹی کی۔

اسی سرسبزادی میں وہ عجیب شام تھی۔ زندگی اور موت کے درمیان ایک سناٹا۔ اولیائی نے جیسے سے ہر نکل کے دیکھ رہا تھا مٹی پر تیار مٹی پر پیروں کے زندگی کا کوئی اور حرج نہ تھا۔ کلاں پر اور انڈی ہو چکا تھا۔ تمام لوگوں کی ہیبت کے واسطے جو اولیائی کا پوچھنے کے دھن سے بچ گئے تھے نہیں لگائے۔ اسے کسی دکی ترکیب سے جٹا لے گئے تھے۔ اس میں برسی فاقا تھا یا تیرہوں یا کھڑوں کی ہلکوت کو اسے اور چھپیں مٹی۔ اور قریب ہی ایک دھخت پر تو بچھا ہوا رات کا انتظار کر رہا تھا۔

اولیائی کا دل چیتے لگا۔ اس نے پھر تھوڑا گڑھ لکھی چائی باوجود اس کے کہ اس پر زہم جو مٹی کا دل مٹی ہی تھا۔

قندھار کے کسی کو کلاں "بابا" بہت قریب پہنچا جس سے پہلے رہا تھا۔ تھوڑے دنوں میں اس نے اسی انگلیوں سے جہانگیر کے پاس میں ڈاکہ پیر اور پھر چوک کر اولیائی کو کہا۔ "اہمیت ہوئی اور حوائی کے عالم میں۔"

"اولیائی تجھے معلوم ہے شیریں اپنے تئیں کو کیسے پالتی ہے؟" اس کا ابو موسیٰ تھا مگر اس کے اخلاقیوں حرم باہر تھا۔ پہلے تو وہ اپنی کو کھادہ رہتا ہے، پھر ادھو ٹھوڑے وقت آتا ہے جیسے ادھو جھونڈوں میں تھیں کہ ادھو ٹھوڑے کا وقت آتا ہے۔ شیر کے پاس سوار کے کچے گوشت کے ادھو کچھ نہیں ہوتا اور کچا گوشت تھیں کو بغیر نہیں ہوتا۔ شیریں کچا گوشت کا کہتے کہتے ہیں۔ اور اس کے ہی گوشت اگلی داتا ہے۔ یہ بغیر کچا ہوا گوشت ہوتا ہے۔ اور اس حرج شیر کے پچنے کو ادھو ٹھوڑے کے ہوتے کچا ہوا گوشت کھاتے ہیں اور پھر کچا گوشت کھا لے گئے ہیں۔۔۔۔۔"

اور پھر اس کی آواز زلفی شیر کی حرج ٹھٹھ ہو گئی۔ "میرے بیٹا شیر کو ہی حرج دانا؟" یہ پہلی مرتبہ تھی کہ زلفی ہونے کے بعد اپنے جنگ ہونے کا امکان کا تجربے پہنچا۔ باد با داسو باد با داسو دکر کہا تھا۔ اولیائی ٹھٹھ ٹھٹھ کو دے لگی۔ تھوڑے اسے دلا دلا دینے کی کوشش کی۔ بلکی اس نے پھر برسی کزوری مٹی کی اور پھر اس پر مٹی کی حرج ہونے لگی۔

یہ رات چڑی صحت تھی۔

نیم سبوتی کے عالم میں تھوڑا دماغ بڑا مستعد تھا۔ ایک یہاں تھا۔ جسمانی پہاڑی جس کا سر اس کے گھوڑے کے ٹم کے نیچے آگے جھکا ہوا ہو گیا تھا۔ جیسے تھوڑا جانا تھا سر تھا۔ اور سر سے کیچے کی سفیدی اور ناک اور کان اور دھڑے قواد کی حرج خون ٹھٹھ نکلا تھا۔ اور تھوڑے مٹی کی کچھ کی جھٹ اور نیچے کی دھڑا دیں پر وہی سر اس کے سامنے ہے۔ سامع یہاں کی کچھ ہوا سر اور جب آنکھ بد کرنا سر سامنے آتا اور جب آنکھیں کھولت تو چہرے کے چہرے کی کشائی ہوتی تو ادھر قراچی ہلکے پر اولیائی کی مٹی



(۳)

خزان کی مدد کی کوشش کے باوجود کئی بھٹے لگے اور تیرہ کی انگلیں بڑھی نہیں ہوئی۔ زخم بھرنے کے قریب ہوا تھا، مگر
 ایک لذت اس میں پیپ اور مولو پڑھنا اور سننے لگنا۔ اور اب اس دقت سے سب کے سب اٹھا گئے تھے۔ تیرہ سب سے زیادہ
 دلہان خاتون کتاب سے کم، کم اٹھے کہ اس سے پہلے بھی ایک کبھی اس طرح تیرہ اس کے اس قدر قریب اور اس کی حکمت
 نہیں رہا تھا۔ اس زخم نے تیرہ کو تھوڑے سے کامدار سے، دشمنوں سے، دین دانت کی سخت دیکر اس سے اندر کے اس کے قریب کر
 دیا تھا۔ اس دلدلی میں کوئی دلی بھٹا نہیں کی طرح کی شکست اور پیمانے کے بعد سے خود انہیں ہوا تھا، سلطان میں بھی ایک خندہ صریح
 ہوا ہوا تھا اور دلہان خوش تھی۔ مگر زندگی اس طرح گذر جاتے، سڑک کو کہیں لڑکے دیکر یا بٹھے، سڑک پر کوئی بھٹتی ہوئی اور صاحب اور
 ریت سے گناہت ال جاتے۔ شام کو پیدائش کو بیچ بستر ہوا سے سب سے پہلے، ہر بات پر اندیشہ رہے کہ اب کس نے دلدلی اب
 کسی نے شجوت دلا۔ وہ ہر دور تیرہ ہو، اور ہر انگلی ہو، اور ہر وہ سوچتی کہ وہ قریب ہے، ایک دیکر دین تیرہ کی انگلی کا زخم
 اٹھا ہوئی جاتے گا۔ بچھے اس کے اندر کا زخم اٹھا ہو گیا تھا، کس کال سے بھٹانے خزان نے اندر کے دم کو مائل کر کے بھٹوں کو ہر سے
 بھڑوا تھا کہ اب کہیں زخم کا بڑھنگ نہ تھا، مگر تیرہ ہی دلی، پیپ سے دلی ہوئی انگلی کے باوجود بچے اب تھا کہ ہر باتے بھٹتے
 پر ہر ہو، اور ہر ہوا دلی کا، شہسودلی کا دیکر بستر ہوا کو بھٹتی ہوئی ریت کا مقابلہ کرے، کیونکہ دلہان کو موسم تھا کہ اس کہیں
 نہیں، اور کبھی نہیں نصیب ہوگا۔ اس کی دنیا ہی دلی تھی، جہاں بھٹانے کے ہاتھوں کی طرح رہتے تھے، ایک دوسرے کی فکری
 بھٹے، دوسروں کی فکری میں کیٹ بھرتے، کس نے کس کی دلدلی میں اس چار آواز نہیں آج سے پہلے ہر ہر سال ہر ہر کوئی دلدلی
 ٹرنگل چوٹیوں کے دوسریں خود ہوگا، پہلے تھی ہوئی دلدلی تھی جہاں بھٹتوں سے دلدلی تھی تھی پناہ کا جھوٹا ہے گا، ہر ہر اس
 سر ہر دلدلی تک پہنچے گا، اور کہ اور نہیں کو نہیں کی فکری، قاضیوں کی فکری، سرخوشوں کی دلدلی کے فکریوں، خود دلی، سب دلی انگلی
 کی فکری فکری ہے گا، بھٹے لگے لگے کی طرح آئے آئے جاتے گا، تیرہ کو قتل کرے گا اور ہر بھٹکر کو فکری مانے گا کیونکہ دنیا کا یہی دستور ہے۔
 رات کو جب تیرہ ہوا، اس کے قدموں کے قریب شیر کی کھال پر پڑی ہوئی شیر کے سر کا ٹکڑا لٹا ہے۔ دلی ہی سوچتی رہتی۔
 تیرہ کو اب بند کرنے کی تھی اور بند بہت کم ہو گیا تھا، شام سے نکلا تھا اور صبح تک اٹھ جاتا، اور اب وہ ہر پہلے کی طرح خوب
 کھانے لگتا تھا، کبھی تو فرشتہ پانا، اور آواز بھڑا گوشت اور اس ہندو دلی کے پیسے، اس کے پیسے پر دلدلی سرفرازی آگئی تھی جو دلی
 کو صحت کی سرفرازی تھی اور شام کو کھانے کی سرفرازی ہو جاتی، اور اب خدا اکیس ہو گیا تھا، اور اب ان نے فکری تھپ دیکھا بھی کم ہو گیا تھا،
 کبھی کبھی فکری صحت کرنا تو وہ اصل ماننے کے بیٹہ جاتی، پھر جلدی سے کوئی سمیت ختم کر کے خیمے کے باہر دیکھ کر فکری فکری جاتی
 جہاں گوشت کھن رانا ہو، یا جہاں جاکو بھڑا کی ٹنگی میں خیمے کے دوسرے اندر کو میں تھپ کی جاتی اور پائیوں میں تھپ کر جاتی۔
 رات کو بیٹھے بیٹھے وہ رات آئے، رات آجانی، جیسی رات ہر کس دیکے لگے، وہ رات ہر دے آئے لگے، وہ رات جو صحت کی کنگ
 میں ایک ہی باد آئی ہے، اور پھر کبھی نہیں آئی، میں رات وہ اس لوگو کو بھڑاتی ہے جس میں وہ پیدا ہوئی، پئی، بڑھی، جوان ہوئی میں
 رات وہ پہلے ہی باپ، اچانک میں، انہیں کی ساتھ کھیل ہوئی سبیلوں، کینٹری سبیل ہوئی ہے۔ وہ رات جب اس کی ایک
 تھپ کو صحت آئی ہے، وہ ایک دوسرے گھر دوسرے محل، دوسری تھپ کی میں پیدا ہوئی ہے، اور رات ہی ہر میں پیدا ہو
 کے، جہاں ہوئی ہے، اور دوسری تھپ کی مدد ہو جاتی ہے۔ میں رات وہ فکری سے صحت جیتی ہے، ایک دلی سے پئی مر جیتی



پانچویں سال کی عمر

ہے۔ اس سے پہلے مرشد کو بخش ہے۔ اور اس کی ہر دہائی ہے۔ اور وہ کہتی ہے میرا خواب جٹا تھا یا فقیر تھا، ہر حال میں کی تفسیر یہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

جب اس سے اس کے نانا کا دفن نے پہل مرتبہ کہا کافی کے بیٹے تھوڑا بڑا کر گیا تھا تو وہ کھٹکے کے منہ پر ہنسی۔ باقی خاص بچہ، خاص لکھو، خاص بیانی کے۔ اس نے تھوڑا کوئی بار دہشتہ دیکھا تھا، وہ اس کے بھائی حسین کا دوست تھا۔ اسے ہمسواری، ڈرائیو، ہائی کا جتنی تھا، اتنا اس کے۔ اسے نہ اندازہ تھی کتنی تھی۔ اس کے نام کی طرح لڑا، غور، محو۔ لیکن تھوڑی سی خوشنوازی کو اپنے کمروں کا خوشی ہی پسند تھا، اور اس امر کے باوجود کہ اس کی تربیت ہرات ہی میں ہوئی تھی۔ وہ تو تانی دیکھیں کی طرح بیٹھ کر بیٹھتا تھا۔ کے پہلو کی۔ کانون سے بڑے بڑے گوشہ دے لگتے تھے۔ وہ ہر کی ہر ٹیوں، کانی، گندھی ہوتی، بیٹے پر مہاتپوں کی طرح کوئی پرتا گیا تھا، باہر گیا تھا، باہر سرخ ہوا۔ اسے ڈرائیو انداز کے بیٹے، ہونے غن سے غلویت تھی، لیکن شکاری پر محو، شکاری یا ایک بچہ یا ہر حال میں سے کوئی اس کا مقابلہ کر کے دیکھتے۔ وہ ہر جس اس وقت جب وہ بچے آپ کا کوئی بیٹھ کر آگے دیکھتی تو اپنے ہونے دانتوں سے کٹتی تھی، کیونکہ وہ شیں تھی ہر اقرہ تھی، مگر اسے اپنے تھی کا ڈاندا غور تھا۔ شاموں کی طرح اس نے اپنے تھی کو کبھی غراؤں سے قیہ نہیں دی تھی، اور اس نے سنا تھا کہ جب وہ چودہ سال کی تھی تو اس کے تھی میں ہر ات کے کسی شاعر نے قیہ لکھا تھا۔ مگر اس کے باپ نے سلطان بیروت سے غلویت کو کہ اس کی زبان اور جودھے اتھ کی لکھیں کھڑی تھیں، ان اس کا شمس نکاہیں، کہ شکاریوں کے خاندان کا تھی تھا، جس سے گریز، غور تھی دھنا۔



اور جب اس کے نانا کا دفن نے اس سے تھوڑا بڑا کر گیا، کبھی کیا نہیں بیٹھا، صبح، دیر پر شام ایک شمس کی گز نہیں سکتا، جب تک ایک دھن کو قیہ کر کے رات کو سو نہیں سکتا، کئی کئی رات گھومتے پر سوا چلا جاتا ہے اور ایک آدھ گھنٹے گھومتے کے بال پر سر دھکے کے سوا کبھی گھڑا نہیں۔ میں نے تیرے لئے بیٹا کھانا دیکھا تھا، ہے تو اس کے خاندان پر غلویت کی اور کیا کی سہلی دہائی تھی اور وہ اتھوڑی سے کھٹکے کے منہ پر ہنسی۔

اور اس پر کسی نے سے تھوڑا اس کی اگلی نے کہا تھا آج جس، ہی ہے اگر وہ صحت ہے کہ۔ لیکن ایک دن کہنے کا کہ دونوں ہاتھوں سے سر دھکے دے گئے۔ اور وہ تھی کے اس کے دل میں بیہوش نہ تھا، بہیم مدام اور بہیم مدام فقیر پیدا ہوا تھا۔

اسے یاد آیا کہ وہ کسی طرح کا دفن تھا سے تھوڑا کے۔ اور اگلے کو ساتھ لے کے سر پر پہنا چاد، دھکے کے اور نہ کو قیہ کے شادیوں کے پیرے میں گئی تھی۔ کا دفن کے اندر میں کچھ کہ منہ شیں موجود تھے، مگر ان کا کیا تو کھڑا نہ تھا، نہ تھا کبھی جانا تھا تو کہ وہ اس تک پہنچا نہ دے وہ القاب کے نیگوں جلدوانی اسما کی پرستی کرتے تھے، اپنے آپ کو جادو کی طرح سے کے کو کو رنگری سے تروبی، لگتے تھے اور ساتھ ہی کی گھنٹی سے خان لگتے تھے، اور مستقبل اور تقدیر کا حال بتاتے تھے۔ وہ کہیں وہاں سے آتی ہوتی، مگر کی شراب کو ہر طرف سے آتی ہوتی گھنٹوں کی شراب کو ہاتھ د لگتے، تھوڑوں کے دھو سے خود شیں کو میں تیار کرتے، اور اس قدر پیچھے کر دہائی ہو جاتے۔ اور کا دفن نے انہیں صرف چھتا تھوں کے خون سے اپنی لکھا تھا، مگر ان سے مشورہ کہ تھوڑا کبھی جانا تھا۔

ایک بڑے شہان نے اپنے گیلے، اپنے پیچھے سے پیر لکے کے ساتھ کی طرف دیکھا تھا، ایک نیگوں ساتھ اس کا اس نے دیکھا تو اس کی قیہ سامان لیا، اور ایک سروٹ، انکا سامان رہے اس نے خدائی میں لپکا کہا۔ اور اپنے بڑے سے اپنے ہونے تھوڑا سے اور بالائی کے سر پر چاد ہٹا دی اور اس کے منہ کو دونوں ہاتھوں میں لے کے دیکھا۔ اور بالائی پھر کھٹکے کے منہ پر ہنسی دی۔

انگوٹے دہم اور خوف سے اُسکے ڈانٹا " خاموش رہا :

اور بڑے خاموشی سے کہا : " اس پاندی کی صورت کی تصویر اس کی پریشانی پر لکھی ہوئی ہے ۔ " اس پاندی کو دوسرا ہونے سے عاجز کرنے کے لئے ایک نہیں مٹا رہا ہے جو اس کا چہرہ مٹا رہا ہے اور جو چنگے گا " دیکھے گا پھر ٹھہر جائے گا " اور ایک سرخ مٹا رہا " لال انگوٹہ ہے جو اسے لگا ہوا ہے ، برقع میں ، عمامہ میں ، تڑپنے میں ، کچلنے کی چٹک میں ، بدلنے کی کڑک میں ساتھ ساتھ لئے پھرے گا " اور لہجہ " کوڑے سے نشان کی بائیں چلیب اور منگھو خیز موسم ہوئی ۔ ہر لالہ کو لہانے اس کے دل میں ایسا کہ راج کو دہشت مگر گنگا دشت اور دم سے کہنے لگی ۔ اور اس نے کہا :

" نشان ۔ اس رنگ پر ، دم ۔ اسے میں نے کھلوا ، اور دوسرا ہے ۔ اس کی تصویر بھی بتا :

اور قبچق لگا کے شہادت سے اولہانے بڑے نشان سے کہا : " اس کے منہ سے کوڑی کی برقع کے چنگے اچھے اچھے تھے ۔ " ان بڑے نشان پر چڑھا ، انہیں تو میں اپنے آٹے سے کہہ گئے کہ دیوہ میں چڑھا ہوں گی :

بڑے نشان نے بہت بہت سر ہلایا ، اور کہا : " بڑی تیری تصویر بڑی پریشانی پر لکھی ہے ، اسے کوئی نہیں بدل سکتا " یہ کس کے دل گھوم گئی ، اس نے اپنی پاندی انگوٹہ کے کاٹھے پر ڈالی اور اسے گھسیٹتی ہوئی اپنے چمکے حوت میں ۔

اور پھر رات آئی میں دن ، میں رات ایک آٹے کی خم اور دوسری شروع ہوتی ہے ، اور وہ سرچ کے شروع اور خوش ہوتی کہ اسے اس رات کا انتظار تھا ، گویا وہ اس رات کے لئے پیدا ہوئی تھی ، اس رات کو اس کی ٹھیل ہونے والی تھی ۔

انگوٹے اسے گرم پانی سے شہاب جس میں گلاب کی پتلیوں پر کی ہوئی تھیں اس کے ہاتھوں میں دھینک لگا کر جو ہاتھوں کے پاس ہتھوڑے کے بادشاہ نے کھنسا بھیجا تھا ، پھر وہی ہاتھوں کو کھیلوں کے گرم گرم دودھ میں دھویا ، پھر اسے سرخ سرخ میں شہاب شہاب جیسے سرخ ریشم کا ٹیوٹ پہنایا جس پر ہنر سے چھل کر رکھے ہوئے تھے ، اور جس کے ہاتھوں پر چاند کی چٹائی دو چھلے لگے جس میں ہوتی تھیں ، اس کے سر پر نہ تار کا دھانی سے کاٹھی ہوئی گنگائی ٹوٹی پینائی جس میں مل اور آفت تگے ہوئے تھے ، اس کے چہرے اور اس کے اعضاء پر پچھے ہوئے پانوں کا فائدہ لگایا اور اس کے اہر پر بیٹھوں ٹھونکے کی قرقر لگائی ، جس کی وجہ سے اس کی لمبی پٹی خدائی نکلیں چٹکیں ، اس کی پریشانی پر ساتھ کوڑی کیا ۔ اور اس کی ہاں ، اور دوسری عورتیں اُسے وسیع شامیز میں سے تیں جہاں تو انی عورتوں کا مختلف رنگ تھا اور وہاں شامیانے کے اس سے پر مسند پر کاٹھان اور قاضی کے دریاں دوہا بیٹھا تھا ، اس نے ٹکسیوں سے ٹھونکے پٹے اور گتے پچھے پچھے ، اور دھب دار سیاہی میں دھبوں کو دیکھا اور دشت سے کھسک کر ہنسا ہوا اگر پیر ، ٹھیلے بند کر کے ہنسی جھٹکی ، اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ وہ دوسری سب اس کی حوت دیکھ رہے ہیں ۔ اس کی ہاں نے ہی کہ نہ تار ، لکھ پر سفید گئی شیک کی ، اندازہ پر جواب دہی ، دائرہ ، چنگ مٹے بچنے لگے ، کینڑوں نے دھن کرتے کرتے بہاؤں کے لئے باجم بھرے شروع کئے ، اور توڑی تندہ سے آہی کرتے لگی ۔

یاد بہ قبول کے وقت وہ ذرا خدائی کیا کہ کچھ بھی ، پھر ٹھیلے ہو کے اس نے اس کہا ، اور پہلی درجہ بہت سے تیر کی حوت دیکھا اس کے چہرے پر ہنسی ، دھن ، مختصر میں دشت ، ایک چلیب حوت کی خشک حوت جو اس پر شرم اور دھبہ ہر سے لہری ہوئی دہلی کی کھوئی دانی اور اس نے پھر دیکھ کر کھسک کر ہنسا ہوا اور بڑی ٹھیل سے ہنسی دہلی ۔

ایک باب و قبول کے بعد قاضی زین الدین نے اُسے دل کھلی کے دھاوی ۔ وہ جاتی تھی کہ قاضی کو نمبر سے بہت بہت ہے اور



پہلیاں

یہ کہ جو دعا لگی، یہی ہے وہ قاضی زبیر الدین کے دل سے نکل رہی ہے جو ان دونوں کا نکاح پڑھانے کے پھرنا نہیں سہارا تھا، اس نے قاضی زبیر الدین کی خزانہ صحت دیکھی، سید علی مر سرخ پشانی، اور ایک نیک بہرائی مولیٰ سفید داغی، جوڑی سرخ پشانی پر کچھ کافرائی، اور قاضی زبیر الدین کے اخلاق اس کے دل میں ٹھہر گئے۔ "بیٹی تجھے اللہ تعالیٰ تجھ کے ساتھ خوش رکھے، تجھے ہاکہ میں جوئی اور مقدس ماس نہائے، تجھے دشمنوں سے پناہ میں رکھے، تیری عزت محفوظ رکھے، خاتمہ دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے جنت ڈالے، تو اس کی اجازت کر، اور اس کے لئے سعادت مند بچے پیدا کر، جن میں چنگیزی جہانگیر اور تھانی اور تھانی کی شہادت ہو۔

پھر اس کے بعد اس کے مانا کا زمانہ نے کہاں ہی کر دیا۔ وہ باجی خلی کر اس کا مانا اسے جیت پاتا تھا، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس قدر، اور وہ کہ جب فکر کا کر خواں دشمنوں سے ڈھکے ہوئے چلے بڑے خواں سے کہتے، اور کافرائی نے ایک پیر خواں پشانی بٹھا تو اس میں تقسیم کے لئے نکل نہیں تھے، پہلے مورتی تھے، کافرائی نے مورتی پر تیرہ مورتی پیسے، اور تھانی پر کے لئے سدا علی محمد اور بنگلہ کار کا بن گیا۔ لوگ جیت جیت کے قاضیوں کے طرف پر دلاؤ اور مولیٰ مورتی رہے تھے۔ وارثے اور جہ کی قادیان تھی، ہم میں ہر ترکاں کو بڑی نص کر کے مہربان ہو گئی۔ مورتوں کے پیسے خزانے کے بعد کافرائی نے پھر دوسرا خواں اس طرح کھولا اور کھل دیا۔ اور قاضی زبیر الدین میں نے کئی نکاح پڑھائے تھے لیکن ابھی دیا ہی نہ ہوئی تھی، اور ابھی اس کی کافرائی سے توفیق کی تھی، اب اس کی مورتوں کو کھینچنے کے جو اس کی عیب میں آکر سے تھے، قس کے دافنہ کر لیا، وہ مار دیتے تھے۔



ادبائی قاضیوں آخانہ عمری کیا کہ اس کی کان کی ٹوٹی گم ہو رہی ہیں، یہ کہ اندر سے اس کا سینہ دیکر، راجے، فرار خود سے، اور ساتھ میں راجے پر ہی جیسے جنگ کا اعلان ہو کر ہے۔ فخر سے، بچے، کافرائی نے اشارہ کیا اور سر میں ہر بچہ کے کوئی گنت کرنے لگی، اس میں ہر بچہ کے لئے انگور کی کھینچ کی ہوتی، اور ان شراب جو جبر پر کے جہانوں اور امینان اور شیراز کے بادشاہوں کے پاس سے تحفہ آئی تھی، اور میں چاند کی شراب قاضی زبیر الدین نے سر شہر کیا۔

کوس کا ایک بڑا سا گھونٹ لے کے کافرائی اٹھ کھڑا ہوا، قدا ڈکھڑا، اور پھر ایک قدم کے کاغذ کا سہارا دیا، اور فخر میں بٹے ہوئے آگے بڑھے، کافرائی کا قدم اس میں پھریں اور اس کا پیلا معلوم ہوا، اس نے دوسرے ڈکھڑا، اور پھر کے بچا۔ "باغیہ چوڑا؟

ادبائی نے، پتہ چپ کو اٹھتے دیکھا، اور تھوڑی دور میں سونک بھاری صفت جس کے ان میں پر تیری افسوس تھی، اس کے کہہ میں برا گئی۔ جابر شہزادہ سے نے تلک کے کافرائی کے ہاتھ پڑے، اور پھر کافرائی کی بنے جگہ آگے بڑھے۔

"کافرائی بڑا اس"

اور ادبائی نے تیرے کے چپ کا اپنے چپ سے مقابہ کیا۔ اپنے چپ میں مٹل کوڑ اور مٹل اور شہزادہ کی کا جو باجی تھا، وہ مٹل بڑا اس میں نہیں تھا۔

کافرائی نے پھر کیا، "تھا کافرائی، کافرائی بڑا اس" یہ تیرے کے باپ کا نام تھا۔ ادبائی نے دوسرا دوسرا نظر پھاٹ کے دیکھا، اس نے اپنے فخر کے ڈبہ اور جگہ کے مشفق بہت ہی دیکھا تھا، یہ کہ وہ ادب بڑا اس سے بہت آگے ہے، سب کی نظروں نے ناگانی کو دوسرا دوسرا دیکھا، اور تیرے نظریں چپ کر گئی، آج ہی صبح کہ جب تیرے دوزخو نے کافرائی کی فافافا میں اس سے اپنی خدای میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی، تو اس نے کہا تھا: "تو تجھے دہہ اور فوفی ختم رکھے، لیکن جس ٹیٹا میں تو پہل نہیں پہنے کے

نے داغ لگا دیا ہے۔ اس دنیا سے رہی یا وہ برس پیسے میں نہ رہا۔ یا وہ برس سے اس خاندان سے باہر قدم نہیں رکھا۔ اور طرکائی کی درختی پر حتیٰ کریم بھارتوں میں سے ایک اس دنیا کی فکر کرے۔ اور وہ تیرنچا عادی ہوا میں ہے اور ایک اسی دنیا کی۔ اور وہ یہی ہوں۔ جا اور اپنی تہذیبوں کو لاکھ اپنا خیر آباد کر۔ خدا تجھے خوش رکھے۔

جب تیسری بار کہانیاں نے ہر گاہ کی کام یہ تو کافی ہیں ایسی کے تسبیح اپنے نام پر رکھ کر، اپنی سفید دھڑلے پر ہاتھ پیرا اور کہا۔ کاغذی وہ آج سے جسے سردار کے وہاں ہیں۔ اور اسے اس کا قرب حاصل ہے۔ ہم سب دنیا کے گئے ہیں، ایک سردار کو یاد کرتے ہیں اور وہ سوتے کے بار سے گھٹکے، ناگتے ہیں۔ وہ تھک ہے۔ اور اسے کس اور سردار کے حضور میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔ عادی ہوا اس نے ہمدی سے کہا۔ "تو ایسی، عجیب بات ہے، میرے بھائی نے دہانت اختیار کی ہے کہ جہاد مت، داسے کہتے ہیں یا عیسائی کرتے ہیں، ہمارے خلیفہ میں دہانت کہاں جانتا ہے۔ اور تو میرے بھائی کی حمایت کر رہا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی میں شریک نہیں ہوا۔"

لوہس کا ایک اور کام ایک نوکر نے جیسا، اسے خالی کر کے کاغذی نے سردار کے علم میں مقبول لگایا۔ اور پگلی سے کے بے ساختہ ترک کر دی کہ۔ "ہی ایسی کہانیاں" بھائی، خلیفہ کی باتیں چھوڑو، یہ شادی ہے، متاخر نہیں، اور پھر اس نے ہی ایسی کو غفلت دے پھر عقل، اور نہ تو عقل، ہوا میں، بھائی، خلیفہ کی سردار آگے گئے، اور نصیحتیں، مرنے کی کوئی، وہاں ہی ہم کے غریبے گئے پھر کاغذی منہ پر کر کے غریب چڑ گیا، اب سوتے کے سوتے پر لڑا کا علم جاری تھا، لیکن اس خلیفہ کی حرج کی بیوی دھڑلے دھڑلے کہانیاں، انکار کہ جب شہزادہ ہوا تو کبھی کا کھڑا ہوا عقل سے باہر چھوڑا، اسے عقل میں انگلیاں مٹھوئی کے تے کر گئے، اور وہ اس کے کے ہر کوئی پر کھڑا شروع کر دے۔ دانت سے اور وہی دھما دھما کر رہے تھے، اور نے سے شریک صوفیانہ فانیوں میں دہانتیں اور جب دھڑلے دھڑلے سردار کے سفر سے تھک گئے، تو کاغذی نے انکار کیا، دھڑلے دھڑلے ان کی کھڑی پر تھک کے پڑ، اور کئی شخصوں نے اپنے کے اس ہتھ میں جا، بھٹیں، ہوا میں خلیفہ کی بیٹی تھیں، اور وہ ان کے دھڑلے دھڑلے تھیں، رادی اور دانتوں کو پکے غلام کی کھڑی میں کبھی ترک کر دی گئیں انہوں نے دانتوں میں شروع کیں۔

اور انہیں دھڑلے میں سے ایک نے ہر نے ان کا تھک لگایا، اور ان کی بہت ہو کے یہ تھک لگتی رہی، اور ایک دھڑلے ہوا میں اس کے دل پر چھانے لگا اور وہی کی کوئی جو کبھی گانا تھا اور کبھی غلامی کے کاغذی کو بچنے لگی۔

"اسی ایک بہت دانتی تھی کہ عقلی ہوا میں اس کی سب کچھ میں ہندو نہیں، جیسے شرارت گئے، جیسے دیکھ گئے، جیسے دلا دیا، جیسے بڑا ہی کاغذی کا تھک لگایا، لیکن وہ انہوں نے لکھا تھا اور انہوں کے حوش ان کی حوشوں کو ایک سے گئے۔"

جب یہ تھک لگ کر وہ دھڑلے دھڑلے ہو گئے، اور ان کی آواز اس کے سوتے کو کسی کی جڑ کے بچکے نکل رہے تھے، اور جس کے ساتھ کے تھے جڑے دانتوں پر ان کی حرج دھڑلے میں ہوتی تھیں، جس کی سفید دھڑلے بہت تھک دانت اس کے کاغذی پر تھک رہی تھیں، جنہیں دیکھ کر کئی ہوتی تھی۔ "مٹی جڑی تھک رہی تھی، یہ تھک رہی تھی، اسے کوئی نہیں دلتا۔"

پھر وہ سوتے داسے نے ہر نے ان کا دھڑلے شروع کیا، اور سب دھڑلے ہوتی گئی ہو کے گئے تھیں، یہ بیگنہ کی دھڑلے شادی کا تھک تھا، اور یہ تھک مرگیت قیود پر بیگنہ کے دھڑلے تھکے کا تھک تھا، جب اس نے تھک کے دھڑلے میں ہر نے ان کے ان کا جادو پلنے کے لئے مرگیت قیود کی ایک دھڑلے دھڑلے میں دانتوں کے انہوں نے، اور اپنے گھٹکے پر دانتوں، اور اس نے کھانوں کو



اس وقت اعلیت پایا۔ خبریں صوبے کی طرف، کانڈہ روٹ کی ٹھٹھک کی طرف، کہ اسے باتے اپنی کینٹر کے اپنی دوری کی بنا پایا۔ اور اب وہ
پردہ نشین تھا کہ جیسے تو اس کی اطلاع کیجے کہ ہے۔

مادری کی آمد تو ٹکے کی طرح کی طرف ابھری۔ "فانی اعظم پینکٹرن کے فوسہ دار تھے جو عرفی کیا کرتے تھے۔ ہی فو کے فوسہ داروں نے
گھر کے چٹے کا پانی پیا تھا۔ چٹا ہے چٹے کا پانی پیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی، اسگنڈ کھائی تھی، ایک دوسرے کا صف دیں گے اور پینکٹرن سے وفادار
ہیں گے، پینکٹرن جو بھی توہمیں تھا۔ اور توہمیں نے من فو کے فوسہ داروں کو عرفی کا نام دیا۔ وہ فو فانی سب سے پہلے تھے۔ فو کی
توہم، اس کی اپنی ٹوہم تھی۔ اور توہمیں کا اس میں قصہ نہیں تھا۔ فو فانی اس کی فضا سواہ تھی۔ اور دھوڑ جھلارہ، جیسے سزا تھی، انہیں فو فانی
سواہ تھے۔ اور دھوڑ فانی پر سزا تھی کہ توہمیں کی کسی مرضی تھی اور میں مرضی نہیں تھا۔ فو فانی اس کی تھی۔

"اور پھر توہمیں نے فو کے فو فو فانی کو دیا۔ اور اب "تم میرے دوسرے میرے عرفی، جیسے ہی نے میرے ساتھ کہہ چکے
کا پانی پیو ہے اور سوگنڈ کھائی ہے کہ تو میرے بے وفائی کرے گا اور ایک دوسرے کا ساتھ دے گا۔" وہ اس کی گتہ پیٹے تھے کہ پانی
کی طرف گنگا اور پاک پر جہاز تھا۔ اب مجھے بتادو کہ میں کیا کروں۔ پورے ہی میری جیوی پت۔ جسے مرگیتے پرانے گئے تھے اور جسے
میں مرگیتوں سے نہیں لیا پھر میں نے مرگیتوں پر سوگنڈ کھائی کہ پوچھا دیا اور اسے اپنی دوری پر ہی بنا یا۔ اس طرف کو اس کے ساتھ
میں جیسے ہی "کا کیجئے سواہ کروں۔ اور وہ فو فو فانی کے سب بہادریوں کو پتیا رکھا تھا۔ میں نے میں پتیا کی۔ فرنگ پتیا کی۔ ایک موت
کا مہار اسے سے ٹوٹا تھا۔ تب توہمیں نے ایک ایک کر کے فو کے فو فو فانی سے پوچھا کہ کون پیٹے جا کے پورے ہی کو "کا کہ کرے گا۔
توہمیں نے پوچھا۔



تم جیسے ہی؟

جیسے ہی وفادار تھا، مگر جس کی اگرچہ ٹھٹھک گئی:

تم بے بی بی؟

جیسے ہی بی بی تھا مگر اس کی گوتی ٹھٹھک گئی:

تم جگہ رہی؟

جگہ رہی پینکٹرن کا سب سے پہلا فو فو فانی نے گوتی ٹھٹھکائی:

تم سوگنڈ شہزاد؟

سوگنڈ شہزاد تھا اور وفادار تھا۔ اس نے اپنی جان فو فو فانی کے توہمیں کی جس پانی تھی مگر اس نے میں گوتی ٹھٹھکائی:

لی:

تم تو کوئی؟

مگر تو کوئی آٹھ گزرا ہوا۔ اور اس سے کہا میں نے شہزاد سے میں اور فو فانی سے میں اور پینکٹرن کا فو فانی پتیا ہے۔ پینکٹرن کا سب

سے ٹھٹھک ہے۔ ٹھٹھک ہے پینکٹرن کی جگہ کا اور پورے ہی سے بات کہیں گا۔

"مادری نے ٹوہم ہے کہ مٹا ہے کہ تو کوئی اور فو فانی کے ساتھ مٹے پر شہزاد میں فو فانی پتیا پتیا پر چھ کے پورے

مردوں کی دایم کا اعتبار کر رہی ہیں۔ اور اس نے دیکھا کہ پورے ہی توہمیں کے ٹھٹھک گئے پورے ہی فو فانی پتیا ہے۔ اور تو کوئی

اس کے سگے آگے بڑھ گیا۔ اور دسے ٹی نے اُس سے نوپس کا حال پوچھا، پھر اُس کا پانا حال پوچھا اور پھر نوپس کا حال پوچھا۔
 "پھر نوگولی نے جو سہرا تھا پہنے دل میں کہا میں نے ملکی شہر دے دیں، اور سہرا کا شکر کیا ہے۔ میں نے حریت دے دی
 میں اور کائنات دے دیں۔ میں اسی حریت سے کیا بات کروں۔ اُس نے کہا جہتے کی کھن۔ پیسے نہیں اور بہت کم۔ نوپس جو تیرا
 اور میرا ملک ہے اس نے جیتنے کی کھال کے لیے جسے میں پیش کیا ہے۔ اُس نے جیتنے کی کھال کے رنگ پر رنگ رنگ میں پیش کیا ہے۔
 اس نے بڑے سوال کی ہے۔ اور بات کے انصاف و استقامت نہیں یا۔ اور نوگولی کو کتنی چاہی رہا ہے۔
 "پھر نوگولی نے دسے ٹی کی طرف دیکھا، اور دسے ٹی نے سر ہکا رہا۔ اور دسے ٹی نے کہا۔ نوگولی نہیں اور نوپس سے جا
 کے کہہ دے۔ جو تیرا اور میرا ملک ہے۔ اُس سے کہہ دے۔ ۰۰۰۰

"اوس نے ٹپنے پر اکیٹاٹ کر دسے ٹی نے نوگولی سے کہا۔ نوپس سے کہہ دے کہ وہ میرا اور سب کا ملک ہے۔ وہ
 وہ عہد اور کیرو میں کا اور ان تھوڑوں کے کسانے کی گھاس کا ملک ہے۔ اسی گھاس میں بہت ترغابیاں اور بیٹیں ہیں کہہ دے کہ
 دسے ٹی اکیٹاٹ ہے ملک کو اختیار ہے کہ جتنی ترغابیاں چاہے شکر کرے، جتنے چاہے ترغاب دے۔ اور پھر نوگولی اپنے نیچے کے اندھا
 نگاہی ہوش کے اس نے سرکول سے کہا۔ نوگولی اپنے ملک سے کہہ دے جسے میں لوگوں کے لئے بنا رہا ہوں۔ اُس کے لئے ملک
 غیر کھلم کھتے؟

دو تین چوتھے گاڑی پر برہماری کو لٹکتے ہمارے تھے کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 کی ہوا لٹکتے خبر دے اور شہر کا گانا تھا۔ اور دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اُس نے اُس کے کان گرم ہو گئے۔
 اب دسے ٹی نے نوگولی کو لٹکتے ہمارے تھے کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 ہوسے کیسوں کی پٹی کی پٹی پر ہوا لٹکتے ہمارے تھے کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 بہاؤں کے گاڑی میں اُس کو لٹکتے ہمارے تھے کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی

نقدیں پر پھر چوٹ پڑی جیسے جنگ کا انداز۔ اور دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 شہر دے دیں کا سا ہے۔ دسے ٹی کا دل دھڑکیا اور دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 پر دھڑکتا۔ اُس کی کھاس پتہ دسے ٹی نے اور دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 اُس کے اوس کے گھوڑے کے لئے دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 سے پھر دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 سر سے دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 فلت کا دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 گئی اور دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 زبردستی کے اُس نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 یہ۔ ہم نوپس میں سہرا لٹکتے ہمارے تھے کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی
 دسے ٹی نے نوگولی سے کہا کہ اب کیا کھاس کر۔ ایسے ۷۰۰۰ یوں ہیں ہیں ہے۔ اور دسے ٹی



اور پھر تیر اور اسی کے مافیٰ سماج بروکے قانون کی مخالفت میں نکلا۔ اُن اور کئی دن غائب رہے تھے۔ اسی برس اس ناہنجی نے سواکھائی تھی۔ وجہ تک قانون سے انتقام دینے کے اسی آسمان سے چہ نہ تمام کریں گے۔ ماسوکی گئے۔ اسی آسمان کے پیچھے اسی نے حراج کا قتل جواب دہ تھیں۔ وہ تھیں پادکر کے اسی عرصہ پہلے اور دشت اور سوارو چھان مارا اور پانچ فریڈ ٹیڈ کی پڑھ لکھوں میں قانون کو جا پایا۔

اور تھیں وہ بھی پادکر کے اسی کا دل غز سے، دھڑک اٹھا۔ وہ سر سے تیر تک خاک سے ڈاٹا تو آتا۔ اسی کا رنگ صوبہ میں پوریا کرتے کرتے ماسو کو ہو گیا تھا۔ اسی کی آنکھیں بند کے نقطہ سے پھر اگنی تھیں اور اپنے پیچھے جی کے پہلے وہ اپنے کی تصویر بنائی رہی پر اور چہ اپنے جسر پر اسی طرح کر کر کہ اسی کھی اور چہ کا ہوش بھی نہیں۔ اسی نے اولہائی کی عزت دیکھا تھا اور دیکھا تھیں کہ وہ گھسٹری، ڈورجھ دی تھوہ کی طرح داخل سوتا رہا۔

اور تھیں اولہائی کو اندازہ پورا کر ڈاٹے تھیں سے اسی تھیں ہے کہ میں کی کوئی آتھیا نہیں۔

اس پر پھر غور کی گئی ہوئی، مگر وہ سنا سکا۔ اب پیچھے جی مسیح کا ٹھنڈا ٹھنڈا کہ بھت کی جانی، اور دلوں سے، اعلیٰ ہو رہا تھا۔ اسی نے کھلا کر گوشت بدن کی آتھیا جی پھر خوشی طور پر اسی نے تھوہ کی آواز میں جی میں گرج کے ساتھ مٹھ کی گھلا دت اعلیٰ۔

”اولہائی تو رات بھر سوتی ہیں؟“

”تھیں کچھ صوم“ اسی نے سر اٹھا کے پوچھا۔

”پیری آنکھوں میں ہے غور کی کا نقطہ ہے؟“

”بہت کم تھیں۔ اسی تا حری کرنا تھا۔ اولہائی جی پڑی۔“

”اولہائی تھیں تھانت بہت تھیں صوم؟“

”وہ غور کی کوئی اسی کی کھی ہیں یا کہ کیا جواب دے۔ اسی نے کہا۔“ قہار دکر گیا ہے؟“

”بھنڈا کر تھوہ نے کہا۔“ دوسرا جی ہے اسی، اب خود اٹھ کر تھوہ سے پر جھیں گا؟“

”بھلی نہیں۔ اسی نہیں؟ اولہائی تھیں خوشامد کے لیے جی میں اسے مسخ کیا۔ قہار سے لیے کھنی لے کھنی؟“

”تھوہ نے جی اب نہیں دیا۔“

”جی نے تھیں دشت دست سے تھوہ نے سنا پوچھا۔ پھر اولہائی سے پوچھا۔“

”اولہائی تو سوتا کیوں نہیں؟“

”جی صوبہ ہی تھی؟“

”وہ تھیں پھر تھیں تھیں جی میں۔ تو کیا صوبہ ہی تھی؟“

”اولہائی نے کان کھڑے ہوئے۔ کوئی تھوہ میں کوئی۔ پتہ رہا؟“

”کوئی نہیں۔ جی اور کی صورت کو تھیں جانتا۔ تو تھوہ ہی رہتی ہے؟“

”اولہائی کی آنکھیں جھپکے۔ تھیں ہو گئی۔“ یہ ہماری دہائی تھوہ کا ہے؟“

”تھوہ کا صوبہ ہی تھی؟“

”اب سوال میں تھیں کھا دنگ تھا۔“



بہار کے پھسے کے پاس سے گزر رہا تھا اس نے ایک دکان پر ہی کو دیکھا کہ اس کے گھر جاتے کے بعد اس نے اپنے ماضی سے اس کا نام خیر نگاہ لے کر لیا۔ اور میر کی انھوں میں غریب خیر نگاہ اس نے اسی وقت کام کھینچ لی۔ اور ٹرانسٹ کے راجہ بیہار کو حکم دیا کہ اس دکان کی کھال کھینچ لی جائے۔ اس کی لاشیں ہیں دن تک وہی پڑی مڑتی رہیں۔ اور اس پر سختیاں کھینچتی رہیں اور ماضی کھٹے اور کھٹے دھڑکتے رہے۔ پھر تمام جاہلوں کے دل میں اپنے آکا کے لئے تعظیم اور محبت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور اس واقعہ کے کچھ دن بعد۔ اور اجماع کے بعد کہ جس کی ہر آنکھ میں نے گھڑی سے پرچم کے کوچ کا حکم دے دیا۔

[illegible]

Page 2

1. *Pharmaceutical Innovation and the Role of Government*
 2. *The Impact of Patent Law on Drug Development*
 3. *The Role of Clinical Trials in Drug Approval*
 4. *The Importance of Post-Market Surveillance*
 5. *The Role of Regulatory Agencies in Drug Safety*
 6. *The Impact of Globalization on Drug Development*
 7. *The Role of Biotechnology in Drug Development*
 8. *The Importance of Patient Access to New Drugs*
 9. *The Role of Health Economics in Drug Development*
 10. *The Impact of Intellectual Property on Drug Development*

دست بدارد و ملا تو عجب دلاور داشتند
و کس عجب میانه که مکتوب بگوئی خالی از خود نیستی
و کس داشتند که را که میسر پوشیده تنهایش

سینہ نہ کیا کہ یاد آجیے کیا ہوا ہے یہ
 دوسرے کیا کہ غمزدوں کی عطا ہے یہ
 سینہ نہ کیا کہ غمزدوں تو صبر کی ہے
 دوسرے کیا کہ نگر و نگر کی سزا ہے یہ
 سینہ نہ کیا کہ سو قیادتا تو میں بھی ہوں
 دوسرے کیا کہ آئینہ رکھتا ہوا ہے یہ

دیکھتا تو میرا رینج میں مفسس علی تھا وہ
میں نے کھڑے ہوئے تھا اور دعا کرتے ہوئے تھا وہ

10

فصلی تقریبی - مقامات علمی و فنی



حسن کی دیوی

Figure 1

اس نے کسی کی دین کو دیکھی، اس کی التحسین دین کے تاج پر نہ پہن کر دیکھ کر چھینا نہیں۔ وہ بھی کرتا تھا کہ عین سعادت، دولت اور کام کی سعادت سے مرثبہ بچے عرصے نے کھل کر دیکھی کہ شہر میں کھریں بجائے ہی ہی کس کس کے دریاں کے پار پوری زمین، دریاں کا کھنچ کر لیا جوں کی بکریہ تھا اور وہ ہی اس کے پہاڑوں پر بہت آسیر مسکراہٹ تھی جس کا دگر و ستارہ آیا تھا۔ ایسا بہتر دین کے ہوں ہر عرصہ کیوں، واقعہ عرصے میں بہتر میں اگر بہتر نہیں تو کم از کم عرصہ، اور وہ بہتر میں کے ہوں کبھی عرصہ و عرصہ میں بہتر کا کس کا ان آنکھوں میں نہیں جھپکتا تھا، جس کی تعریف میں شعراء نے مشرق و مغرب سدا سے ترانہ گا رہے تھے بھیج کے دھند کھینچا پانی کی جھلک ایسے دریاں تھی کہ اس کے آہیں میں دین کا ہوں، ایک سے کہیں افضل ہیں کہ وہ ایسا۔ ایسے نے انھیں ہیں، وہی کا کچھ سادہ کے کا نام و شرفی سے ظاہر ہے جس میں وہ رہنے سے آئے ہیں۔

[illegible]

طوت پر لڑی تھی، اُن میں کیا اور وہ یہاں کسی شخص سے باتیں ہی نہ لے، اپنی طرف کیسہا تو سب کچھ ٹھیک ہوتے گا۔ بڑے بڑے
 اس ہمدان میں باؤں اٹھنے لگتا، ایک کوئی گھر توڑ دے جس میں ارجیت ہو گی یہی بڑی نہیں لگا رہا، ہاں نہیں کھیتا، لفظ ایاں رکھتا ہوں کہ
 جس کی طرف سے اُن کی طرف سے۔ خداوند جہاں سے اور وہ پہلے کر پڑنے کر کے۔ "مادر سے خدا پرست !

"میں نے کہا۔" اس کے ذہن نے چمک چمکایا۔ "دیکھتے دیکھتے اُن کے گھر کا سب سے بڑا گروہ۔ وہ خدا سے باپ کے دوست
 ہیں اور ان کی دینی کے بنگلے میں ملا دی ہو رہی گویا کیا کہیں گے، ہاتھ لگا۔ "مہتمم جتنے ہے۔" میں نے کہا، "دیکھتے دیکھتے ان کی زبان
 شناس ہے، بہت جلدی میں گروہ کی باپ کی طرف سے اُن کی ہی۔ وہ خدا سے پیچھے خدائے کی طرف سے اُن کا بھی نہ دیکھیں گی، کچھ
 لگا نہ دیکھیں میں تو اُن کو دیکھ لیا کرتا ہوں۔"

"مگر کون کو کہتا ہے، وہ تو جتنے نہیں ہیں، جتنوں کے نیچے ہے۔"

"مہتمم ان باتوں کو نہیں کہتے، اور جہاں وہ اصل ایک ہیں، ایک ٹالی ہے جس پر جہاں جہاں ہیں، یہی خدا کی صفت کا نشانہ
 کرتا ہوں، تم اپنے شخصیت، دماغ سے صوم نہیں کیا کیا نہیں کرتے ہو۔"

"میاں اسی میں جہاں میں خدائے کر دہی، دیکھو، وہاں کرم بہت سی چیزوں سے بڑا مذہب ہے۔ مہتمم کے کرم سے۔
 مہتمم کے ذہنی طور پر ہوں۔"

"مہتمم اور بات ہے، میرا گھر خدا مگر ہے، میری جہاں میں ہاں میں سے زیادہ پیدا کرتا ہے، میرا بیچ تم سے اسی طرف
 "اس سے خدا ہے، میرے والد کو اپنا حقیقی بیٹا کہتے ہیں، میری طرف سے تم کیلئے کیا ہو گے، مگر دعا کا کی ہے۔" دانش پڑا تھا
 خدا سے ہوتی کہ ہے، وہ تو وہ ہے، تھے مٹا ہوں کرتا اپنی والدہ کے خدا کا عذاب بھی دینا ٹھیک جانتے ہو، خدا سے ایمانی
 جیسے کچھ ہیں کہ نہیں کہ پتا تازہ۔ "دین میں شتا ہے، تم سے کئی دفعہ پرسش ہو چکی ہے اور تم چو کہوں کہ ہے، قوت بناتے ہو۔
 "مہتمم اس بار کو باپ کی گئی، مگر تھکا، "اگر میں چلنا تھی، پس پڑے ہوتے، ابا پر گئی، ابا سے جانا رہا۔" وہ یہ بھی کہی تھی، نہ پاپا
 "میں نے کہتے کہ میں نہیں۔"

"ایک ماہ پرانے سکول سے کے ساتھ لڑا، کیا جادو؟"

"یہ تازہ نہیں ہو گیا کیا ہے؟"

"کچھ کہ نہیں ہو میں نہیں، نہ ہو گیا نہیں۔"

"خوشی نہ؟"

"جہاں نہ۔"

پھر کہ دیر غافل طاری ہو گئی، "مہتمم کو سنت آیا، زندگی کے ہم رفتار پر زندگی جہاں کو، تھکوں کو، اچھے کی طرف کو، مہتمم کے
 قتلوں کو، کیا سب سے کہتے، کام نہیں ہونا چاہیے، جس ایک تحریری صفت ہے، مہتمم کے لکھوں کو کیا ہوا، ان میں صداقت کی کو کیا
 کرتی تھی، اہم سب سے کہتے کہ اس کے خیالات ہیں، کی تبلیغ میں مہتمم نے زندگی کے ہی سال گزار دیتے تھے، جہاں مضمون پر مہتمم
 کام دیا کہتے تھے، یہ حقیقت ہے، یہی ہے، ہم نہیں چھوڑتے، جس کا چھوڑا، اس طرف، باہر میں اور وہاں اس قدر مضمون اور طرز
 نہیں ہونا چاہیے، مہتمم کو، کی طرف سے کہتے، دھت کے اور ہی ہو جایا کرتا تھا، اس کی آواز دھت کرتی اور اس کی



کیا؟ "اے! مسئلہ چار کر رہا۔

نہیں! وہ بالکل بے خبر ہے۔ اسے حکایت کا مفہوم یا شمس و سمر ہی نہیں آ سکتا کہ وہ اتنی ڈاڑھ بستہ نہیں ہے، اس نے تو جیسی اپنی جیسی اس لیے خبراً بالکل بے خبراً عرض کر دی کہ ان کی تو ایک ڈھائی انگوٹوں میں ڈال دیا کرتا ہے۔

"اس کی پونہیں جانتی ہی؟"

"اور وہ!"

اسے خبر ہی نہیں۔

خبر ہی نہیں کہ یہ ماہ ہی نہیں؟

نہیں! وہ تنگ دل نہیں، اس کی کوئی بہت نرم ہے، بہت نرم ہے۔ وہ چھٹی چھٹی باتوں سے متاثر ہوتا ہے کہیں کی ڈاکہ بھری کہانی سے بے تاب ہوتا ہے، ٹہنی کا قلعہ پڑاں کا چہرہ چمک اٹھتا ہے، صوم جاتا ہے کہ مر کے کہتے میں شریعت کی ذرا تکی ہے۔ لڑکا ذرا ذرا اس بات سے غور ہوتا ہے، ان کا گھر صحت ہی صحت ہی جاتا ہے، بچوں کی خوشیوں کی بے پرواہی سے دائرہ میں کہ کہتی ہیں، وہ سن کی خدمت میں ہے مگر اس کے لیے ایک دانا ہی ہوں ایک پانا دانا ہے، وہ کتنی مال سے دلچسپی ہے جس کے خدو حال باتوں ہی، جس کے کمر کات و شکست جانے پہنچتے ہوتے ہیں جیسا کہ باقی ایک دہرائی ہوئی کہانی ہے، وہیں اس کے لیے ایک ایسی سطر کی شیشی ہیں جس کا صفر ختم ہر چمک ہے، باتوں میں خوشنمائی ہے مگر صفر سے غالی ہے بیکار ہے مگر بیکار گاہی نہیں چاہتا؟

"گراں ہی ہے! دلچسپی نہیں کرتی اس کے معاملے میں ہے جو؟"

حاکم کو کیا کرے، پورا دانا ہے تو شمع کی طرح کھتی ہے؟

"چھوٹا یہ فرستہ دشا مسی؟"

"افسوس ہے ہی، جی پورا دانا دشا کی کہانی مت بدل ہی کیا کرتا تھا، باب دلچسپا میں کر رہا وہ حقیقت ہے جس کے متناظر اظہار نے ہمیں اس سے بیگانہ کر دیا، نظر پورا دانا ہے، لکھ جانا دیتا ہے، یہی نے اپنے گھر سے ہی کئی بار شمع جلا کر پورا دانا کمرنگ مانع رکھا ہے۔ یہ صحت کا ناک ہیا کہ مسرور ہے مگر ہم ہی سے کیا ایک یہ باغ حور دنا چھتے ہیں فقط دیکھنے میں فرق ہے؟"

"وہی فلسفہ بازی؟"

"اب نہیں غم ہے اب کی بات ملک کے دماغ پاؤں کو؟"

مگر غم نہیں کہ تو کہنا چاہیے، میں آبا جی سے کہوں کہ غم سے اب صاف بے حال کر رہی؟

مگر تو یہ! ایسی بات ہو کر دکھائی کہ میں کہیں نہیں جانتا تھا۔

کیوں؟

"اب تو نہیں کہہ سکتے، وہ دنیا نے تو مسخر قوت سے تمہارے حال میں ایسے قائم اور صابر پیدا کیے ہیں کہ ان بات کے گواہ نہ دے سکتے ہیں، اب ہی میں کہتا ہوں کہ وہ کھینکتے ہو؟"

"چھوٹی کڑواؤ؟"

کیا کہیں؟ کہ تانہ میں ہم گاہ و کی میں دماغ رکھتے ہیں دل رکھتے ہیں۔ جہاں ہے۔ اس کے دل میں ہی حرکت ہوگی۔ ذرا



جو کوئی کر رہا ہے گی میں جانتا ہوں۔ اپنی طرح جانتا ہوں کہ اس میں محبت کرنے والی دوسرہ ہے۔ مگر یہ وہ غرض نیست انسان نہیں میری عزت ہی اس کی غور و فکر ہے مگر اس کی آنکھیں بچے کا نہیں کرتیں۔ وہ اگر میری عزت دیکھتی ہے تو اسی طرح جس طرح کسی دلچسپ حالت کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ بچے پر دیا ہے بچہ کو اس کی زندگی میں میرا کوئی حصہ نہیں کوئی دخل نہیں۔

”مگر بچے نہیں؟“

”تم اسے بچہ دیکھ کر کہتے ہو۔ یہ اس کا قصہ نہیں کہ میں اسے جہو نہیں سکتا کہ وہ میرے لگ لگ میں، انہی کے غور و فکر سے کیا سانس کے ہر شے میں رہی ہوئی ہے۔ اور میں اسے کیسے تصور اور غور و فکر اس کیسے دیکھ رہی ہوں؟“

”مگر نہیں؟“

”یہ تو کیا ہے؟“

”اس کا بچہ تو دیکھ کر پتا چلتے؟“

”مگر صبح اور رات کے نزدیک ہر رنگ کا صبح ہوتا ہے مگر جانے وہ یہی ٹھیک ہوا ہوگا؟“

”اچھے ہر شے ہر کوئی کچھ تک لڑھکے ہو گئے ہیں؟“

”تو کیا صبح ہے؟“

”وہ کہتا ہے کہ تم کوئی گن وقت کا نہیں کہتے؟“

”جستہ جانتا ہے۔ اور اسے جانے دو۔ مانتا تھا اور غراب کہتا ہے اب چلتا ہوں؟“

”کہنا تو کہتا ہے ہاؤ؟“

”نہیں بھئی بچے ہر گز نہیں۔ خدا جانتا؟“



ایک جہت ہو گیا تھا اور خیم کیسے وہیں سے زیادہ بچے خیمیں رہا تھا ابھی تک اس کے دل سے آتا تھا اور وہی احمد صوم کو سکا تھا وہ کہاں رہتا ہے صبح سویرے کراہتا پھر جاتا تھا۔ مگر خیم کا خیم کی کاشی میں دو گھنٹے پہنچتا رہا۔ ابھی سنا کہ ان کی آواز میں چلتا تھا ابھی کہ جنات بڑھتے تھے مگر وہ بچے کیسے نہیں کہتا تھا کہ وہ ان کا غور و فکر نہیں تھا۔ ساری رات آواز میں گھر میں رہا۔ بچا اٹھتے ہی پورا خیم خفاقت لے آئیں مگر اگر اسے صوم ہوا کہ وہ خیم کا وہی ہے کہ وہ پورا ہر رات سے لگا رہا ہے دیکھ کر صوم ہوا کہ وہ خیم کی دلیلی خیم کی دلیلی نہیں۔ اس کی آنکھوں میں جسم نہیں۔ اس کی شکر پست میں پھر وہی اور محبت نہیں۔ اسے ایک جہت جس کے ساتھ صوم ہوا کہ خیم کی دلیلی وہ اصل دھم کی دلیلی نہیں تھی۔ اس نے سچا سچا نہیں دیکھا۔ اسی لیے صوم ہے۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء

ایک دن اسی نے مجھ سے کہا "سعادت" اسی نے اسرار ایک ڈاکہ مٹی ہی لی ہے۔ خدا کی قسم چھوٹے آفتاب، چھوٹے بڑا ہے۔ اسی کی جگہ میرے گئے تھے۔ بہت سی ڈاکیں مٹی کے ساتھ اسکوں جا رہی تھیں۔ ان میں ایک برقی ڈاکہ نے ہوائی آفتاب بٹانی تو اس کا چہرہ دیکھ کر میری آنکھیں خیر ہو گئیں کیا حسن و جمال تھا، بس میں نے وہی فیصلہ کر لیا کہ میں اب مزید بنگ و درم چھوڑ۔ اسی مسجد ہی کے مٹی میں قیام کو گذار دینا چاہیے۔ ہونا کیا؟ تم ہر چلے ہو؟

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر دم مٹی کے ساتھ رہیں جس میں نے اس کا غریب صلیب کو دیکھا، خدا ہی چاہے ہوا کہ اسے کہ اور اسی کو اپنی حیات خیر کرنے کی کوشش کرتے گا۔

اس کے لئے اس کے فرجی دوست نے بہت سے پانی سوئے تھے۔ ایک سو دو سو ان کے منجھنے میں زیادہ قابل عمل اور نادر اثر تھا اسی نے مجھے بتا دیا تھا۔

اس نے صاحب لک کر سوچا تھا کہ اس دن خیر اسی ڈاکہ کو ایک ہی مقام پر رکھو گے، وہ کو دیکھتے ہو گھر سے آتا ہو گا۔ صوم پر جانے لگا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ اس میں وہ کیا چاہتا ہے۔ اس وقت کے بعد وہ اس کا بوجھن سامنے کرے گا اور اسی بکھرے کھانے کے لیے کوئی فیصلہ رتبہ کرے گا۔

یہ صاحب تھا کہ وہ ڈاکہ اس کا دیکھتے گھر پہنچ کر سے۔ مٹی سے باہر تھے، دایر میں سے اس کے غیر مٹی کے شعلہ کی شکست کو دے۔ یہ مٹی مٹی تھا کہ وہ مٹی ہو جاتی، اسی کی بہت تھری اسی پر آتا، افر کوئی کہ اس کے ساتھ بھاگ جانے کو تیار ہو جاتی۔

میں نے تمام بیوقوفوں پر بھی حرج کر لیا تھا، شراب، عورت سے زیادہ۔ اس نے کہ سو گھر سے رد و جب وہ اہم دیکھتے ہو گھا تو اس نے اسی مقام پر جہاں اسی ڈاکہ سے اسی کی پہلی مٹی شہر ہوئی تھی، مٹانے کا خیال رکھ کر دیا۔

اس نے مجھ سے کہا۔ "سعادت" میں نے یہ سوچا ہے کہ ہر ملک ہے اسکوں پر مٹی ہو۔ کیونکہ جو صوم نہیں مٹی اسکوں ہی پر مٹی ہے یا کسی گھر کے آس پاس اسکوں ہی۔ پھر یہ مٹی مٹی تھا کہ اگر میں اسے زیادہ شہر سے گھر کا تو وہ بہت جاتی۔ اس کے ساتھ اسی بات کی کیا خدمت تھی کہ اس دن کے بعد خدا کے اسی کا توکل مٹی پر موصوم ہو جاتا تھا۔ اگر مٹی کا وہ خدا سے ہو جاتی۔ یہ صاحب ہے ابھی ہلاک و گھٹکا کا موقع دے دیتی، تو میں اس سے کیا کہتا؟

میں نے کہا: یہی کہ تم اس سے قیمت کرنے ہو؟

میں نے حیرت پر کیا۔ "یار، مجھ سے کبھی کیا رہتا۔" تم سوچو اگر یہ مٹی کہ وہ میرے گھر پر پھر سے مٹی کو صاحب کہ کو اس کا کیا حق حاصل ہے، تو میں کیا جواب دیتا۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کہہ سکتا کہ مسخر قیمت کہنے کی ہر انداز کو حاصل ہے۔ مگر ایک ان پختہ میرے ہر مٹی مٹی کی تم کو کس کو کہتے ہو، کوئی کہتا ہے کہ تم ان میں ہو؟

فخر انصر یہ کہ میں اسی میں وہی ڈاکہ کی قیمت ہی خود کو اپنے عزیز خودی کے باعث کو گذار کر اسے، مگر اسی کی مٹی ہی پختہ ہو جاتی تھی۔ ایک اور شہر ڈاکہ کی کاخش کو کھنڈن لگا ہوں گے، مٹانے کا اور اسی نے فخر قیمت کہ لیا کہ اس سے مٹی (انا) خیر کر دے گا۔

میں نے سوچا کہ اس سے خدا کو کس کی جگہ۔ چنانچہ میں نے پہلے خاک کے کئی سو سے پہلے کے بعد ایک مٹی مٹی دے قیمت میں شہر اور مٹی مٹی کی، مگر میں یہاں سے مٹی مٹی کر رہا ہوں۔



اپنے دل کی دھڑکنیں صدم کے طور پر مٹ کر رہ گئیں۔ میرا دل نہ ہونے لگا کہ یہ کون ہے ہر اک سے یوں بے جھڑک ہم تھا ہے۔
 یہ عرض کرتے دیتا ہوں۔ کل شام کو سنا چھوٹے — نہیں چھوٹا کر گیا وہ منٹ پر جب آپ امرت پیمانہ کے پاس لگے میں سے
 انہیں قوم نے آپ کو دیکھا۔ بس ایک ہی نظر میں آپ نے مجھے سمجھ کر لیا۔

آپ اپنی سیسوں کے ساتھ بکھر دیکھتے چائے گئیں اور میں باہر کھڑا آپ کو اپنی فطرت کی آنکھوں سے شفقت دیدوں میں دیکھتا رہا۔
 مدد گئے کے بعد آپ باہر نکلیں۔ پھر زیارت نعیم ہوئی اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا خاتم ہو گیا۔
 میری گھر میں نہیں آتا۔ میں آپ کو اور کیا کہوں۔ میں آتا ہوں یا جا رہا ہوں۔ کیا آپ میری محبت کو اپنے شمن وصال کے شایان
 شان سمجھیں گے یا نہیں۔

اگر آپ نے مجھے شکوہ اور تو میں خود کوئی نہیں کہوں گا۔ فقہاء ہیں گا تاکہ آپ کے دودھ ہونے دیں۔
 آپ کے شمن وصال کو پرستار
 جمیل

یہ خط اسی نے میرے گھر میں ایک خوشبودار کاغذ پر اپنی دلت قریب سے متعلق کیا تھا۔ غلط پھول والا اور خوشبودار تھا جس کو
 جودانی کوئی نے پتہ نہیں کیا تھا۔

ہندوؤں کے بعد جمیل کہہ رہے تھے کہ موسم ہوا کہ اسی نے یہ خط اسی کی ایک اینٹ پر بندھا۔
 اتفاقاً اسی نے اسے اس خط کا آغاز خط سے کیا تھا سب ہے۔

تو اسی نے اسے اس خط کی تحریر ہے۔ بعد ازاں اس نے اسے اس خط کی شہرت کر کے یہ خط پڑھا اور اسی کو بہت مسکراتے
 موسم ہوا۔

ٹاٹا اسی نے اسے فطرت کر کے اسے اس موسم ہوا کہ ایک ہندو ہے۔
 یہ وہاں ہی شروع ہونے سے پہلے ہی تمام ہو گیا۔

اس کے گھر میں میرا کانا جاتا تھا۔ گھر سے کوئی پردہ دیکھنا نہیں تھا۔ ہم گھنٹوں بیٹھ کر اسی کی ایک پارٹی میں مشغول رہتے۔ اس کی
 دوا نہیں تھیں چھٹی چھٹی اس سے بڑی پلاٹہ فرم کی پڑھت تھیں۔ بڑی۔ اس کی مری کی ایک انتہا دیکھ کر سادہ موت کی حد تھی۔
 میری کوئی شہرہ تھا وہ بڑی ہو گئی۔ اسی کا ہم دونوں بہت مذاق آتا کرتے تھے۔

جمیل کی دوسری کوشش اس سے جب باکس بہت دہرائی تو وہ دو چھتے تک خاموش رہا۔ اس دوران میں اس نے حلق میں گرفتار ہونے
 کی کوئی نئی کوشش نہ کی۔ لیکن اس کے بعد اس کو ایک ہم دھڑکا اس نے اسے ایک پتے کے اندر اندر پانچ پھولیں اپنی حلق کی
 بندھ کر لے لئے فٹلے کے طور پر منتخب کریں۔ یہ تصویر ہی ڈھاک کے تین پتے۔ صورت چار دیکھوں کے متعلق مجھے اس کی تشبیہ ہم
 کے ہرے میں مل جاتی ہے۔

پتے نے جو اس کی فٹلے دیکھا۔ تھے۔ درحقیقت، اپنی اس کے خدے مجھے سے اس کی اس ایک یہ اپنی بڑی سمجھو اور اگر میں نے اس کو کبیر
 میری نظروں سے دیکھا تو اس کے حق میں اچھا نہ ہو گا۔

دوسری، خود سے دیکھنے پر چھپک کے دافن، اسی تھی۔



اٹھا اس لئے اس کی خرابی تھی کہ اس باپ سے بیٹو اپنا گھر بناتے۔ یہ ایک ہونا چاہیے۔ اس میں اس کی قربانی کا فریضہ ہو۔ ذکر کئے
ہوں ماحیر و فریضہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا کیا سوچا ہوا۔ ان تمام اُمم کے بارے میں اس نے کافی سوچا ہوا کہ۔ بخیر یہ ہوا کہ
دائے تک آگئے وہ چاہتے تھے کہ شخص کا جو بد و بدست ہو۔

میں اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ لیکن اس کی اتنی تے ایک تاریخ سفر کر دی۔ کارٹوڈرڈ چھپ گئے۔ دیکھ کر دولت
کے لیے فروری میں کا بندہ دست کر دیا۔ اس کے والد بزرگوار شیخ محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ انجینئر بہت مسودہ لکھیں
بہت پریشان تھا اس لئے کہ وہ اپنے بیٹے دائے گھر کا کوئی نقشہ تیار نہیں کر سکتا تھا۔

شخصی کی تاریخ ۹۔ اکتوبر ۱۹۷۱ کی تھی۔ ۵۔ کی ٹیم کو ہم دفنی بہت دردناک — میرا خیال ہے رات کے دو بجے تک،
اس نے دائے دائے کے سختی تہذیبیال کرتے رہے لیکن اس کی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ آخر طے ہوا کہ جو ہر تہ ہے ہونے دیا جائے۔

اب نہ جانے کہ ڈاکٹر کی میچ کا — سہ ماہیہ میں برسہا برس کثرت اضطراب اور کرب کے عالم میں آیا اس نے مجھے بہتر
تفصیل کہ اس کی ڈاکٹر کے مرنے سے پہلے وہ کئی کئی سال تک، متعدد مرتبہ قتل خود کشی کر چکا ہے۔ اس لئے کہ اس کو میں سے دھماکا مٹی تھا،
وہ برداشت نہ کر سکی کہ اس کے محبوب و محبوب کی شادی کسی اور لڑکی سے ہو۔ اس ضمن میں اس نے میں کے نام ایک خط لکھا، جس کی
معدت بہت دور تھا مٹی میرا خیال ہے کہ یہ تقریباً دو سال گزر چکا ہو۔ اس کے پاس موقوف ہوگی۔

گشت ۱۹۸۴ء



دو بہر کی سلطنت میں

فاختہ کچھ بولتی ہے

زندگی پر کھولتی ہے

نہند سے باہر نکل کر

میں نے اس کے ہنٹ جھکتے

آئینے پر بھول رکھے

دو بہر کی سلطنت میں

○

چو چو

منازعت

اس نے حج انجام دے کر یہی ہم دو حج کیلئے دونوں ہی ایک تھ۔ اگر ہم دونوں ایک ایک کرتے تو قریباً اس قدر کچھ دھرتے ہم پہلا
ایک دوسرے سے بہت دور تھے بہت دور۔ لیکن پھر آخر میں اس سے بڑا رخا۔ پھر میں نے ایک دوسرے کے ساتھ بہت قریب تھے۔
پھر میں نے پہلی ایک دوسرے سے بہت قریب تھا۔ ایک دوسرے کے درمیان تھا۔ ایک ایک ٹکڑے اس کی طرف گئے۔ لیکن وہاں تو یہی
کیا کروں گا۔ ایک طرف تھا اگر چہ وہی تو زندگی میں یہی بھانے کی طرف تھا۔ بہت ہی گنتی ہم پہنچے۔ وہاں میں ٹھک رہا تھا۔ ایک ٹھکری
سویا گیا۔ پھر ایک ایک میں قریب میں نہایت بہت ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ تھے۔ میں اس کے ساتھ تھا۔

پھر یہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے چڑھ گیا کہ میں نہیں ہوں جو کہ گنتی کی کہ میں بہت سے بہت ہے۔ پھر لیکن وہی ہم دیکھ کر اس
کی کہ میں نے وہاں بہت سے چڑھ گیا کہ میں نہیں ہوں جو کہ گنتی کی کہ میں بہت سے بہت ہے۔ پھر لیکن وہی ہم دیکھ کر اس
یہ میں نے اس قدر بڑھ گیا کہ میں نے گنتی کے ساتھ میں ایک دوسرے کے ساتھ گنتی کرنا شروع کر دیا۔
اور اب یہ اب ہم دونوں دوسرے سے بڑھ رہے ہیں۔ وہ وہی گنتی کر رہا تھا۔ لیکن میں اب اس قدر نہیں ہوں کہ ایک دوسرے سے بڑھ رہا
گنتی اب ہم ایک دوسرے کو بہت سے کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایک کر رہے ہیں۔ لیکن وہی ہم دیکھ کر اس قدر نہیں ہوں کہ ایک دوسرے سے بڑھ رہا
قریب ہے۔ یہ ایک ایک کر رہا ہے۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔

یہی ہم ایک دوسرے کے ساتھ۔ لیکن ایک دوسرے سے دور گنتی کی طرف میں بڑھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
وہ اگر چہ بڑھ رہے ہیں۔ لیکن اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔

اب یہی ہم دونوں کو ایک ایک کر رہے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے سے بہت سے کر رہے ہیں۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔

یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔

یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔
یہی ہم ایک ایک کر رہے ہیں۔ اس قدر دھرتے ہے یہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس کو کشش بہت ہے۔



میرے اپنے سسپیکر کو مخاطب کر کے کہا چلو ہم دلائلیوں میں بیٹھ کیسے چلتے۔
 کرے میں دوسرے کے ساتھ خوشی ملتا رہے گی۔

پھر وہ چیت سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے اللہ کی طرف سے آئے ہوئے لوگو!

اس پر مجھے بہت غصہ آیا۔ اس حالت کا کہ مجھے یہ نہیں پتا تھا جب گاؤں میں قتل کی اطلاع ہوئی تو میں نے اب کبھی یہ خبر نہ سنی تھی۔

کاؤن میں چرچے کو بات چیت کی شکل میں چاروں کی رائے میں ایک رات میں جانک تو لیکر کا عہدہ چاروں کی پہ نظر ہی سے کر چکے ہیں۔
میں نے سوچا چاروں میں سے کون سا ہے اپنا کیا جانتے ہیں چرچے میں نے غور سے دیکھا تو ان قدر سنا نہ رہا ہی تھا۔
کہ جہاں میں نے پڑھا۔

[illegible]

سب پر اچھا غصہ آگیا۔ جو بڑے توپنا ہو گا، ان کوں میں ہوا تو پھٹکا۔ میں نے کوئی چوہن نہ دیکھا تھا کہ ایسا پھر سے سولایا۔
رو بہ رو جاگا تو دیکھا کہ وہ جوں کا توں بیٹھتا ہے۔

سورۃ النحل: ۱۰۱

1000



132

1999

11/20/2011

اللہ عز و جل: یہ فرقہ گنہگار ہے، اس کا گوشت اسی قدر لذیذ ہے کہ حورائے کاٹنے کے لئے آفتاب خود سے جلیں گے۔

لگے خدا اس نے لیے ایک سوراخ دکھایا کچھ گڑبڑ وہاں سے آ رہی تھی۔ میں نے اس سوراخ کی صفائی ایک پتھر کا ٹکڑا کر کے کر لی۔

ہاتھ کھاس نے کچھ بچکا۔ بولا جیڑا تو کیا جیڑا ہے، توڑا منو تو۔

میں نے کئی سالوں کی کوششوں کے بعد

اگلی دن اس نے ان کی اور سولہ نو صفوں کی جلی سیلی سے آئندے کا خود بخود ہی چھ سولہ نو صفوں کی اور جن کو کہتے تھے اسی کے بارے میں

474

پوری سے ایک کتاب سچی میں نے کیا دیکھ رہا تھے جسے آج تک نہیں دیکھا ہے اگر ڈراموں میں کہتے



کے لئے کوئی چیز نہ دیکھ جائے تو وہ رو کر ہل چلنے میں ملے گا۔ ہمارے کہنے میں کسے لگا۔
اس نے یہ کہ بات سنا لی۔ دو تین دنوں وہ سلسلے گھر میں بیٹھ کر کھڑے ہو کر جو دکان میں ہر خوشی سے کھاتا ہے۔ اچھے کیا پتہ تھا کہ پتا
کیا لکھتا ہے اس نے میں خدا خوشی، دلا تیرے دل پہ نہیں وہ، کہاں سے تھی آلا کر پڑا بغیر بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ روز روز وہ مال میں دیا
بانہر کہ شادی کا کارنامہ مل گیا پھر میرا بیٹا ہے۔

لگے روز بھی سر سبز وہ، وہ روزی روزی کا، جو بے سارا پتہ کیا ایسا ہے اس کے بعد جب مج میں باہر نکلا تو پتہ پتہ نہیں چھو
کا تھا کہ خوشی سے دیکھ کر کہہ چکے گا ایسا ہے یا نہیں۔ رات کا انکو کھلیں تو ان کا شکر آواز سننا دیکھ کر چر دیکھ کر کہہ چکے ہیں۔
دس چندہ دلی کے بعد عادیہ من شکانے ہوئے کہیں میں داخل ہوئی، رات میں چر نہیں آوا۔

چرا نہیں آیا؟ اس پر سزا ہے گل گلیا، کیوں نہیں آیا؟

دیکھ تو وہ لانا نہ لایا، چرواہے ہی پڑے ہیں تھالی میں۔

میں آٹا کھڑی کر دیتی ہوں گی، دیکھ تو مجھے کہ تھالی پر ایک چڑیا بیٹھی ہو گئی، اور جب ہے۔ میں نے عادیہ کو آواز دی یہ دیکھو چڑی کا
چر چر دیکھ کر کہتا ہے۔

وہ نہ دانستے میں آٹا کھڑی ہو کر لایا، دیکھتے دوپے چرنا بھول گیا ہے۔

اس کے بعد روز بھی عادیہ لگے آواز دیتی، چر آواز میں نہیں آیا یا نہیں، سکھنے لگیا اور زبردستی جیوں کر کہنے لگا۔

کھڑی ہوئی اس نے کے بعد میں چرے کہ انکل جھول چکا ہے، اس میں نہ دیکھ اس نے چرے کہ بات چیر کر مجھے پریشان کر دیا۔
دراصل میں اس بات پر خوش نہ تھا، محسوس کر رہا تھا کہ گاؤں میں اس نے چرے کہ بات چیر کر مجھے احمق بنایا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا
کہ چرے کہ بات کا جواب نہیں دوں گا۔

روز روز وہ کسی نہ کسی پہلے چرے کہ بات کرتے رہی مگر میں نے جواب نہ دیا۔

تیسرے دن وہ دو تین گانا گائی جانے کے لئے تیار ہو گئی، سکھنے نے بڑی کوشش کی کہ وہ ناک چائے لکھیں وہ نہ مانا، لگے روز مجھ کو
میں سوار ہو گئی۔

راتے میں وہ بابا گروا چنپ کے کہتی رہی، چر دیکھ کر وہ دیکھ کر ہل گیا، لکھنے میں نے جواب نہ دیا۔

لگے روز مجھ کو اسی کے سسٹن پر آئے، جہاں سے ناگہر میں چل کر گاؤں جاتا تھا، ان کو وہی غصہ مل گیا
میں نے کہا غصہ تو کہاں سے آ رہا ہے۔

وہ براہ صبر ہے آٹا، میں سامنے لے کر سامنے بیٹھنے کا ڈر جا رہی ہوں۔

میں نے کہا غصہ تو سامنے سوت کو کھاتے کیا۔

اس نے تو میں سچ دیا براہ میں سے سامنے کو دیکھ ہی نہیں تھی دیکھ کر۔

پھر تو مزید چر دیتی کیوں نہ کہ ہے، اتنا صبر۔ میں نے پوچھا۔

اس میں ایک سید ہے وہ برا۔

کیا خبیث ہے میں نے پوچھا۔



[illegible]

”جانتا ہے کہ عیوض حضرت خاتم الاولینؑ ”مجھے تو میں سمجھنے سے بھر رہا ہوں“

”کیا ہے اس؟“ تجا بولی۔ ”اس میں نقصان کو تپا ہے، اسکا بہت سا پھیر ہے۔“

تم میں تو اتنے بڑے لہر کی بہری کر گئی تھیں : عسکریت خاتمہ ہو گئی۔ : بھلا کیا حال !

عجیب و تمیزہ ہوش و فکر کا

تینوں بچوں جنہیں میرے جیسے نوں کی تصویر دکھانے والی ہے، سبھی میں سے وہ سب سے کم چاہنے والی ہے۔ اس کے پاس وہ سب سے کم پیسے ہیں۔ اس کے پاس وہ سب سے کم دوست ہیں۔ اس کے پاس وہ سب سے کم ہوشیاری ہے۔ اس کے پاس وہ سب سے کم ہوشیاری ہے۔ اس کے پاس وہ سب سے کم ہوشیاری ہے۔

نور احمد پر وہ ہنسنے لگے، "معاذ اللہ! شہر خانے کی کرنسی بات ہے۔ اپنی تعداد میں، اپنی دلی تہنیتیں ہیں جسے کوئی مستحکم کرے گا۔ لیکن اس کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا۔"

مستحور کی صورت میں دشمن اور انہوں کا ایک ٹھیسرہ روانہ خانے میں داخل ہوا۔ دھڑا لوب سے کھڑا ہو گیا، عسکرت خاتم اور تانے مستحور کے سر پر اٹھ کھڑے اور انہوں نے مستحور کو قتل کیے۔ ہاتھوں کے سامنے اسے صوف پر بٹھا دیا۔

مستحق ایک دودھ پیر سے کہنے پر وہ اپنے دوست کو کہنے کے لئے اپنا نام نہیں لے رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنے دوست سے

خود کو بڑی غم کیس دیکھیں۔ خود کو ملکہ جانتے کہ وہ ملک کے اس مختصری نظم میں جو صحت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

جہاں سے وہ ہے ہمیں کہنے کی کوشش کرنا ہی نہ کرنا۔ ”یہاں میں نہیں“ سے نیا ہے اسے کہیں سوال کہ جہاں وہ ہے۔ ”جہاں“۔ محصور کو پوچھا

میرزا میرزا کا تختہ راجا جیسے اپنے مکان کی چھت پر لگا کر ہے۔ تو اس کے مستور کی سیاق میں ہیں اور کئی کئی لوگوں کے قتلے لگائی ہیں۔ میں اور حضرت ختم - بادشاہ - شاہ - بادشاہ - شاہ سے جو اس طرح - میرزا -

ہر صبح نعلی کی صاف ستھری شوارٹھیں جس میں حلام نے نعلوں کے کپڑے کا دواوا کھول کر پھونکا اور صبح الگ صبح نام لہری نعلوں پر تھامے تو عجیب تو جیسے لگتی کہ ہر گناہ گشتیں۔ اتنی جھٹی بیزر کیجیے جسے شیشے کا گلاس پر انہیں دوس کی لڑکی نظر آتی تھی۔ جس کے ایسے

میں اپنی نے بازار میں سے گھسنے لگے تھے کئی بار کہا تھا کہ ایسے برتنوں کے لئے دوری چلیجیں مناسب ہے۔ وہاں کے شکر گیسو یا قندیر وندہ

کی عدم گواہی مگر یہ تو عامی مقصد! اس کا گھر تھا جس کے باہر میں تھا اسے انہیں دیکھ دیا تھا کہ مقبوضہ کی دیواروں پر چھ اور پانچ کھانے پینے کا سامان

ہیں۔ ” تو نہ جانتے کہ ان کے بچے جھوٹے کلامی موسم جیسے ہی بہ مشورت غافل سے سوچا۔ خدا کا نام لے کر یہ سچی کو صرف ایکسٹریکٹ کر لیں۔

کا کہنے نہیں پس! کچھ شخص مسعود کی تہیہ و جد کی خرم و میلنے مسعود نے دو ٹوٹے گھوڑوں کی زنجیروں کا خرچ کرکے ایک کرچہ بنائے

بہائی نہ کوئی عیثیٰ تھا نہ کوئی مہم جو، تھا اور عشقِ خاتمِ ملک سے کہا کہ یہ خاص میرے انھوں کی ذیلی برائی چیز ہے۔ اس نے کسی کو

سب بات پر فراصافیت پر نگاہ اور نہ اسی انداز سے خوب لاخبر کیا کہ سب لوگوں کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں اور اس کی بھڑکی کے نتیجے

یہ جتنا تھکوں کے جو خیر خواہوں و عرض میں ہے کہ ہمیں کبھی کبھی مرگ کا کھانا کھانے کے آگے اپنی نفس کے درمیان میں

۱۔ سبکدوش کی تعلیم کو زیادہ دلچسپی کی اور پڑائی میں حصے ایک ایک طور پر چاہئے۔ پڑا کر پڑھائی میں حصے لیں۔ ان کی نگاہ پر آگے بڑھنا چاہئے۔

[illegible]

1. $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ $\frac{d}{dx} x^{-2} = -2x^{-3} = -\frac{2}{x^3}$



کر پولیں۔ یہ تو تیار رہا نام ہے۔

نور احمد، عام کر کے پٹ گیا تو مشورت ختم دودھ بند کر کے جتنے گئیں، پھر وہ اسی طرح آہستی ہوئی اور نو ہفتا سے بڑے کر پولیں۔ اسے بہن نور احمد خدا کے لئے جتنے کیا وہ سب کی بات نہیں ہے! اسے بہن کیا وہ سب کی بات نہیں ہے کہ انسان اپنے گھر سے نکل کر کسی دوسرے کے گھر جانے کو اپنے ہی گھر جانے کے برابر ہے۔ اور بہن، میری مسعود بھی اپنے گھر سے پہلے گھر تو اپنے ہی گھر جاتے گی۔

اب نور احمد گھس کر سکڑ رہی تھیں۔

باہر کار ٹھہرٹ ہوئی اور نور احمد نے شخصیت کا اردن دیا تو وقار جھٹ کر دیوان خانے پر آیا۔ "تمہاں جی، کار تو تیار ہی ہے؟"

"تیار ہی ہے تو جانتے دو" حضرت خاتم پولیں۔ "کیا یہ تیار ہے ہاپ کی گاڑی ہے؟"

وقار نے ہاپ کی گاڑی پر قبضہ کر کے حضرت خاتم سے پٹ گئیں۔ دونوں کی جہنم وقار اور ہاپ کی ایک باہر ہو رہی تھی۔ خاتم کے دودھ سے پر کھینچ رہی تھی وہ سب کچھ تو کئی ہی گولی گولی چھوڑ کر پڑا تھا۔ اچھوں سے دونوں کو دیکھنے لگے۔ اچھوں نے سب سے پہلے مولا پر مسعود کو کھڑا کر کے ہاپ دیکھ کر بیٹھی بیٹھی نے گولی کے نیچے ہاپ کو اٹھانے دیکھنے کے بعد اسی میں سے کچھ تو نکال دیکھے اور حضرت خاتم اب۔ یہ نہیں۔ "ہائے بہن نور احمد بہت تو پٹ رہی ہیں پڑ گئے ختم تو کئی ہی گولی سے سرخ ہو کر رہا ہے مگر تو بیک سے کچھ ہے اور گھر سے چھٹ نکل آئے ہیں۔ اسے کچھ گتار دیکھ آؤ اب آپ پر آیت خدا پر کہ اگر ہاپ جی خانے کے گتے تو کئی رہا نہیں۔"



عزت ۱۲۴

اے ہواٹے ہنر و جلالِ جل مجھے خانے اب سے ہار کر
مجھے توڑ شاخِ سکوت سے کسی موجِ تند کا بار کر
جو ہلا سہ خواہشِ خون میں مجھے اس تپا کر سے دور کر
جو بنا ہو سگبِ فساد سے نہ وہ شہر میرا دنیا کر
علیٰ علیہ



گوندنی والا تکیہ

غلام عباس

خدا خدا کر کے دیکھ لیا کہ لڑائی سراسر ختم ہو گئی اور میں اپنا سمیت کس اور ایک اثنا سافروں کے چلنے سے نکلا اور اپنے لیے کچھ کے پکھڑے سے استخفیہ پر اتر پڑا۔

میں ایک لمبی مدت کے بعد اس خطہ فراموشی و دوبارہ قدم رکھ رہا تھا جو میرا آبائی وطن تھا۔ مگر سرکاری محکمات، سروی و بے غلاب کی وجہ سے دل و دماغ پر کچھ ایسا بوجھ تھا کہ ان کو مثبت اوستی نے میرے دل میں سوز و گداز کی کوئی کیفیت پیدا نہ کی اور نہ وہ عرواقی صورت اور نہ ہی آسودگی ہی حاصل ہوئی جو وہ دل واپس آتے پر غور و فکر کو بھرا کرتی ہے۔ اس کے برعکس میں پہلے اگر ایک اجنبیت ہی محسوس کرنے لگا تھا اور پھر جتنا تھا کہ حیلہ سے حیلہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔

میں ابھی یہ ہی تھا کہ والدہ کا سارے سر سے آٹھ لیا تھا اور جب والدہ نے اتفاق کیا تو میری طرف سے بے اختیار وہیں کی تھی۔ اس وقت سے دل لپٹا ہوا گیا تھا۔ نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن۔ انھیں کوئی تھی اور میں انھیں نہیں، میری آنکھ کی کٹھن میں ایسی سماں کی ایک بات پہنچے سے گہرے کل کھڑا ہوا اور ہرگز آٹھ چل رہا تھا۔

سب سے بڑی شوق اور مسرت کی حالت میں نے کہ سے ٹک ٹک کی تاک چھوٹی تھی اور اسلام آباد میں صفا ایک فریڈ سے ہی جا کے بس لیا تھا۔ تین ماہ کے دوست یا قریب حاصل نہیں کی تھی۔ صوفی چھوڑنے کا لا دیا تھا۔ مگر میں اس میں کچھ ایسی بڑی فریڈ نہیں لیا تھا کہ نہ لکھنے سے تھی نہ چھوڑتے۔ میری سب سے خدایاں ہوئی کر لی تھی جس نے اور بھی پافڑی میں، میری بے دہلی و دلی تھیں اور میں وہی کا بوجھ رہ گیا تھا۔

اب جبکہ کوئی دس چھبیس برس کے بعد بسولہ کا وہ بادی انہوں کے سلسلے میں میری طرح کا پکڑ لگا تا اگر برہان لیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ وہیں پر ایسا ہی تمام جو ہم کو ایک ایک شوقین تھا۔ میرے اس واسطے کو اس وجہ سے اور بھی تقویت حاصل ہوئی کہ اس قبیلہ میں بادی کے کوئی جائیداد تھی جس کی طرف سے ایک میرے سے بود ہی تھی۔ مگر یہی اس کے دو بیٹوں میں بے نامی تھا اس نے میری عدم موجودگی میں اس کی چھین ڈھول کی تھی۔ لہذا اس سلسلے میں میرا یہاں کا کاروبار ہو گیا تھا۔

اس قبیلہ میں جس کے غریب میرے میں ہو میں نے باہر گزارا تھا، قبیلہ کے استیشن میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ ابھی استیشن سے باہر نکلتے ہی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نئی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ قصبہ چھوٹا، نسبت بہت چھل گیا تھا جو مٹنے میرے پوتوں میں تھا۔ بڑے سونے سے تھا اور اب چھوٹے چھوٹے بڈا رہ گئے تھے۔ ہر طرف میں میں بڑا اچھی تھی۔ استیشن کے باہر میں کچھ ایسا کوئی سے لڑا تھا وہاں یہ انگوں اور کھجور کے کٹے تھیں، ڈالروں اور بے سے ہوئے تھے۔

نہ انھیں یہ وہ تھیں نہ ان کے والد تھے نہ پاتے ہوئے کچھ میرے ایک کو انہوں کوئی کاتہ بچھا جس میں میرے کی دیکھ سے مجھے ہائی کی تھا اور ابھی میرے صاحب اس کے کٹنگ کر کے کہ سولہ ہو گیا۔ جاپیدا کے دو سرے و راتوں کو جو میرے چھوٹے چھوٹے



خبریں مل رہی تھیں۔ میں نے اس سے ایک روز پہلے اس سے آگیا تھا کہ اپنے مولد کو اطمینان دے دو کہ وہ لوگوں۔

تاہم چونکہ تو میں نے اپنے گرو ویشاک کا حلقہ اپنا شروع کیا۔ جاہلیا کا پتہ فینٹ کی جڑی ہوئی حالت میں نکلا۔ ایک گروہ نے مجھ کو بلایا۔ دیکھ کر انا حال۔ اسٹیج سے کچھ فاصلے پر ایک چور ہوا ہارنگ میں دیکھنے میں آیا جس میں لوگ گھبراہٹ سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب کہا ہے جے مافری تھے کہ وہ یہ مافری پرانے کپڑوں کی کوشش کی جا رہی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ میرے بعد اس قصبے سے دور جانے کی ترقی کر لی تھا اور مجھے اس پر خوشی ہوئی چاہیے تھی۔ لیکن اس کو کیا کہیں کہ میں جوں جوں اسے دیکھتا تھا میرے دل میں بڑا بڑا کام اس پر بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ اسٹیج کے سامنے ایک سب کوئی جانی پہچانی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ کوئی ایسی چیز جس کو دیکھ کر کچھ عین کی کوئی بھولی بھری یاد آتا ہو جاتی۔

تو وہی دور میں تاگر ہوئی کہ پاس سے کچھ آگیا۔ باہر سے دیکھنے میں یہ دیکھا جاتا ہے شہر میں مولی دیکھ کر بے چارے ہو جاتے ہیں۔ تاہم اسے دیکھ کر اس پاس سے دور گئی ہوئی ہیں مگر سب میں اچھا نہیں ہے۔ قصبے میں بڑوں کا مکمل جانا ہی جا رہا تھا اس کی ترقی کی علامتوں میں سے تھا۔ کیونکہ میرے زمانے میں تو وہاں ایک مٹکا ایک مٹکا ہی ہو کر رہی تھی۔

بھائی کا خیال یہ تھا کہ میں وہ تھا۔ چنانچہ اسے کھڑے ملاؤ اس نے کہا:

میں ہی آپ کا اپنے شہر کا سا آرام تو نہیں مل سکتا۔ البتہ جس چیز کی ضرورت ہو، بالکل کتبہ دیکھ چکے ہو۔ ہم تو انا مکان آئے قریب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اپنے لیے کی طرف اپنا دھنسا قطعاً اور لبا سے بھی وہ خاصا مہذب معلوم ہوتا تھا۔ وہ اوپر سے کچھ مگر خوب ٹھٹھا اور توانا کاروباری آدمی تھا۔ ابھی تک جس سے اس کا قصباتی لہجہ تھا ہر نہیں ہوا تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ وہ میرے آگے یہ بتاتا کہ میں مناسب نہیں سمجھا کہ میں اسی قصبے کا قدرتی باشندہ ہوں۔

ایک غلطی کرو جو سب میں بڑا اور صاف تھا جیسے کچھ کو دے دیا گیا اس میں ایک نوازشی چنگ جس کی ٹوڑ میں سیل ہو چکی تھی۔ ایک پرانی بیزارہ دو کرپاں تھیں۔ علاوہ ان میں ایک دوسرا ساخت کا آئینہ اور تین کھٹات چوکھٹوں میں رہنے ہوئے۔ بعض ٹی سٹور کے دھینگے غواؤ اور ایک پچھلے سال کا کینڈہ جس پر کسی چاہنے والے کے سر پر دیا ہوئی تصویر تھی۔ دیواروں پر مختلف سازوں سے لگے ہوئے کرتے کی زینت رہتا دیکھتے تھے۔ بیز پر پتیل کی ایک مشت گولہ سا کھوٹا ہوائی بم دیکھ کر تھی۔ غرض مسافروں کے کہ نام کا تھا عقود خیال دیکھا گیا تھا۔

میں نے اپنا سوٹ کیس اور بیگ کرتے میں ایک طرف رکھوا دیا۔ غسل خانے میں ہمارا ہاتھ منہ دھو کر پیر کے کھانے کا وقت نکلی ہی چکا تھا اس نے صرف جانتے اور اندازے پر اکتفا کیا۔ اس کے بعد ایک سے اپنا منکر سا بیستر نکالا اور کبل اوڑھ کر ہانگ پر دوڑا ہو گیا۔ وہاں ہی آٹھ گھنٹے گئے۔

کوئی دو گھنٹے کے اندر تو غریب بھال تھی۔ سفر کی مکان بڑی حد تک دور ہو چکی تھی۔ شام چمکنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ جلدی صدی دس جاس تبدیلی کیا اور قصبے میں گھومنے کے لئے نکل گیا۔

میں نے ایک سب سے آگاہی دیکھ کر کچھ حیرت ہو چکی تھی۔ چنانچہ اب میرے قدم مکان میں اس کے لیے کی طرف لے جا رہے تھے۔ اماں نے میرے پناہ چھوڑ کر اٹھا۔ وہ علاقہ تو بھول سے نواہ دور نہیں تھا۔ البتہ نے سننے ڈانڈ اور سر میں یہ حال سے مجھے دو چار رنگ ماسٹر سلوکھنے میں وقت ہوئی۔ لیکن ماڈل نہیں لے اپنے کو اس قدر کی مکان کے دونوں کے سامنے ڈانڈ میں میری نکل گئی تھی یہ اور اس کے ساتھ وہاں مکان جو تقریباً ایک ہی دھنگ کے تھے، میرے چچا احمد نے تعمیر کرانے تھے۔



جب سنت رام نے بیل اٹھایا

ادھو ناتھ اشک

سنت رام میرا کر رہا تھا۔ میں سلام دھا ہی کا رشتہ تھا، میرے بھائی کے آٹھ دوسری سڑکیں تھیں۔ پہلے واسے ایک خاندانی چٹا کے ہاں وہ کام کرتا تھا۔ کانگڑے کا پہلے والا تھا۔ کبھی خود پھانسی میرے پاس آتا تھا اور وہی ہاتھ سے میرے چھوٹے سونے کام کو دیتا۔ سارے دن کانگڑا ہاتھ کا میچا پٹا غریبوں سے ادھ منہ دے کر دے لیکن پھر وہ انکار کر دیتا۔ بیل کی تو کبھی کانگڑا ٹوپ نہ اٹھاتا۔ ایک دی پرانی بیل کی شرمیلی کر لی۔ اپنے دھانے کے پھانسی میں کانگڑا ہوا، تب ہی سنت رام میرے سامنے سے بھاگتے ہوئے گیا۔

”کیا بات ہے؟ میں سہم رہا ہوں۔“

”بیل کی شرمیلی ہو رہا ہے، ابھی کانگڑا ہوا ہے۔“

چند ہی منٹ بعد وہاں دایرہ بچا، سلام ہو کر پرانی کے سڑک کی برقی بجلی آئی ہے وہ انکار چھوڑے گا اور پھر بیلش کرتی ہے۔ ابھی میں اس چھوڑے گا لگا دی، چھوڑا ہوا ہے، اس سے بدھانتے نہیں ہوتی۔ اس نے التجا کیا تو پرصوکی اس کا ٹانگہ تھوڑے دھڑ سے ایک تھوڑی سی کھڑکی پر آ رہا۔ چھوڑے کے لئے چاروں طرف دیکھا تو کہنے لگی کہ چند دن کا تو میچ دھننے بیڑا ہوا ہے، چھوڑے کے لئے نہ نہ کہ تو پرصوکی اپنی ڈاؤنی کی حد کو اگلا۔ چارچ تھوڑی سی نے جڑ سے۔ شرمیلی کو پرانی دیکھنے پر گئے، لیکن کھیر ہو گیا ہے۔ چھوڑے کے لئے چند دن کام کرنا سفر کر لیا ہے اور سڑک سے چند دن کے پیرا سے ٹھنڈی دیکھ کر بات مان لیا ہے۔

”سالام ہاتھ کانگڑا ہوا ہے؟“ سنت رام نے چھوڑے کی پرہٹ دے کر اپنی طرف سے بڑا دی کی۔ ”تھوڑا دھانیاں کھا کر جو اب دھانے لگتا تھا تو کام تو چھوڑ لگتا تھا، وہی چند دن کی پٹھری چھوڑ کر حوت؟“

میں حوت سے سنت رام کی طرف دیکھتا رہا۔ میں نے کبھی اسے بدھانتے نہ دیکھا تھا، لیکن اس وقت دوستوں کی کانگڑا میں دیکھ اس کی آنکھیں میں دل لگا رہی تھیں۔ گلیا ہے قرق چھوڑے کی نہیں خود اس کی بھائی ہو۔

”اب تو صاحب پر ہی ہے، پتھر میں اوگر کی ضرورت تو نے خون کی رقم گرمی نکال دی ہے۔ چار تیس ٹن کر میں ٹپ ہونا کیلئے گئے ہیں؟“ سنت رام کہنے لگا۔ ”وہ جب میں ہی چھوڑے کی حاکم تھا ایک ماہی نے میں ہی لکھے گا، دی نہیں کھانا پکا، ہاتھ میں سے پٹھری اٹھایا، وہ بھال کر کاڑھتہ کر لیں تو میں اس کا سر پٹھری دیتا؟“

انھوں نے کہا ہے ”خدا بہرہ کچھ کہ اس کو نہیں جانا جاسکتا، کبہ میں گھر سے میں ماہر کی شخص نے اس کو دھوا کر اس طرف دیکھ کر دیا ہے کہ“ ”سب پر لکھا ہے سنا نہیں ہوتا“ ”میں میں شخص کو حاکمیت اور دھوا کر کبہ کہتا تھا، وہ آتا تو اس پر لکھا ہے، اس کا کچھ خیال نہ تھا۔ لیکن کی بات اس کی میرا گھٹس گھٹس میں نے پوچھا۔“ بات کیا ہوئی تھی سنت رام؟

نہ ہلا، میری کی صحت ج میں خود۔



"مگر جنس صاحب" سے سامنے کے مکان کی میز پر اکٹریٹھا ہوا ہوا "میں ان دونوں جانا ایک بڑے صاحب کے گھر دوکر ہوا تھا۔ میں برسی کی طرح بیٹھ کر تمنا کام سے کہیں ہی دھڑکا تھا اور سوائس سامنے پڑا ہوا تو ہاتھ دنگا تھا۔ میرا ہی ان صاحب کے دفتر میں بیٹھ کر تھا۔ ان کو اپنے ہاں ہی کی ضرورت تھی۔ ایک ٹیسٹ ہوئی میں کام کرنے کی وجہ سے میں سمیت اچھا کھانا کھا کر آیا تھا۔ اپنے بچے کے اندر دیتے پر میں ان کے اہل نوکر ہو گیا۔

صاحب اب جڑھر کے کوئی تھے۔ بدو تو سو پیر مہینہ پاتے تھے۔ اور بڑی اچھی طبیعت کے ایک تھے۔ ہم صاحب ان سے عمر میں بہت کم تھیں۔ شروع قرار اور فحش۔ لوگوں کو تنگ کرتی تھیں۔ جب سے کوئی تھیں ان کو دیکھ کر ان کی تھیں۔ ہم شروع کرنے سے پہلے ہی سے صاف فحش میں صاحب سے کہہ دیا تھا۔ صاحب ہم کام دیں گے مگر قدرت نہیں دیں گے۔ وہی کھانا لکھنے کی بات تو آپ کی ہوتی کو کہتے ہیں میں کہ دن تک ہاں میں گے۔ ایک بار پتہ چل گیا میرا کام پڑا سے آگئے۔ پیسے ہاں کا نقصان ہو جانے تو کوئی مدد نہ کی۔ لیکن پتھر لگا ہی ہم دیکھیں گے۔ یہ ہمیں نہیں غویں یا کسی مدد سے نکال دیتے۔

صاحب کو میرا کھانا نہ ہر پتہ تھا۔ اور مجھے ان سے کوئی شکایت نہ تھی لیکن ہم صاحب ان کی کسی برسی کی تھیں اور تھیں میں کسی چھوٹے خاندان کی۔ گالی دینا ان کی عادت تھی۔ ایک دن میں مٹھا دلی میل رہا تھا کہ انہوں نے پڑھا۔ "پانچ روپے کا نوٹ دیکھا تھا کیا گیا؟"

میں نے کہا "دیکھا نہیں؟"

اس پر بہت جھگڑا، اور گلیں اٹھ سٹھ کھنے۔

میں نے کہا "یہ تو پانچ روپے ہے پانچ سو ہی تو میں تھوڑا نہیں..."

پتہ نہ کر رہی ہمارے دہے کی تھوڑے کے تھے میں، کیا بکنا ہے عوامی..."

لیکن گالی ابھی ان کے ہونٹوں ہی پر تھی کہ میں بتاؤں "کیا گالی دی آپ نے؟" اور میں انہوں میں لئے ہوئے تھا۔

انہوں نے جھگڑا کر دنا نہ نہ کر لیا اور اسی وقت تک نہ کھوڑا جب تک صاحب داسگے کھانا کھانے میں دبا ہوا نہیں لگیں۔

سنت ہم ٹیپ ہو گیا لیکن میرا تھنس اپنی آنت پر پہنچ گیا۔ میں نے چوہا تو صاحب کہہ کر لئے جنس؟

"جراتے ان سے اتنے ہی کہہ دیا تھا" سنت دم ہوا۔ ہم صاحب نے چوہی لگان اور بڑی بھاری گالی اسے ڈالی ہے۔ ہمارے آٹھ

مرد ہیں تھا وہاں نے فتنے میں کیا ہو جانا آپ میرا ان کے بیچ تھیں دسے دیکھے۔ جتنے دن کام کیا ہے اس کی آٹھ روپے میں دیکھے نہ دونا

چوہی نہ دیکھے۔ پتا لگ رہا تھا کہ یہ کچھ جانتی ہے؟

صاحب دفتر سے آتے تھے تھکے ہوئے تھے انہوں نے ٹیپ لیا اور کہہ نہ کیا ہوں جب ہم صاحب نے ان کے اندر جانے پر

دھواں کھولا اور میری شکایت کی تو انہوں نے مجھے چڑا ہوا "میں نے تم کیا کرنا ہے؟"

"مدد کی۔ میں دانتا۔"

تب ہم صاحب کو کھاتے ہوئے لوئے "بھلی تو اس کے اتھ ہی میں تھا۔ وہ انہیں اس سے مدد نہ تھوڑی ہی کیا تھا۔ میں پتہ ہے

دسنت دم؟ انہوں نے جواب دیا

"کیا؟" میں نے انہوں سے جواب دیا۔ اس کی جواب دیا۔ وہ جھگڑا کر دنا نہ نہ نہ کر لیا اور میں سر توڑ دنا۔ لیکن صاحب کی بات نہ



فصل

میرزا و بیگم



کوچ رحمت خاں خاصا عربی تھا، خود دھڑنگ پرانے مکانوں کی حدود پر قنارہ پر پہلی پہلی انٹیمیں پہنچی جہاں آگے جانے والوں کے لیے راستہ بند کرنے کی خاطر ایکسٹرا ڈیوڑھی لڑائی تھی کہتے مانتے پانچ دکانیں اسی کوچہ میں، پہنچے والوں کی خدمت میں پہنچ کر ہی تھیں۔ ان دکانوں سے کچھ خود دکان کے ساتھ کڑائی کا ایک تخت بچھا رہا تھا۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ تخت کب بچھا گیا تھا اور اسی کا بچھنا دکانوں کا تھا۔ اور یہ جانتے کے پہلے کسی کو ضرورت بھی نہیں تھی۔ دکانداروں کو اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی وقت نہیں تھی اور نہ ہی اس پر کسی کی اعتراض تھا کہی دکان دار کو دن بھر کے لیے نہیں مانتا مگر دکان بکھڑانے کی جگہ ہی تھی تو وہ بالکل اپنی پر جیسی اس تخت پر ناخوش کر رہا تھا اور دکان بند کرنے وقت انہیں اٹھوا رہا تھا۔

یہ تخت عام طور پر مکان بکھڑانے ہی کے کام آتا تھا مگر یہاں سے اسی معرفت کے ساتھ ساتھ ایک ٹیبلر عموماً لگا کر رکھی جاتی تھی۔ کامیتر صرف گروہنے کا تھا۔ یہ شخص جس کام میں آتا تھا، خود اس کو دے ہی نہیں دیتا تھا دوسرے شخص سے لیتا تھا۔ ٹیبلر سب سے کہتا تھا اور دھیرے کے آدھ پر نہ گھٹنے کے دھنے کے ساتھ ٹپک رہی ہوتا تھا۔

دکاندار اس سے خوش تھے کیونکہ انہیں اس شخص کے ٹپک ہی ایک قسم کا لوگوں کا لیا تھا۔ ایک دن تو گرہ کی سے ایک سپر ہی نہیں بیٹا تھا اور ہر ایک کام بخوشی کر رہا تھا۔ کسی کو کسی خدمت سے ٹکڑا دیا پڑتا تھا تو اسے اپنی دکان میں بٹھا کر چاہا تھا اور دکان کی طرف سے بے ٹکڑا دیا تھا۔

میں سمجھ کے لیے ان پانچ دکانوں میں سے چارہ دکانوں کے اندر چل کر ڈیڑھ دو گھنٹے کے لیے سو رہا کوئی شکل نہ رہی تھا غیر اور دکان کی دکانوں میں دایرہ، انڈیا اور ایسی ہی جیسے خدمت گئی تھیں اور وہ ان کے بارے میں بنیادی سمجھات حاصل کر چکا تھا۔ تیسری دکان بڑھوں اور پانچ مگر بیٹ کی شخص اس سے ملنے دکان میں کڑی دھڑائی، اتنے اچھا، جام اور اس قسم کی چیزیں دستیاب تھیں۔ پانچ مگر بیٹ کی دکان کا گریہ دار اور بیگم تھا اور وہ بڑی دھڑائی کی دکان میں خود بیٹھا تھا۔ ان دکانوں میں بھی بیٹھے اور دکانی طور پر انہیں بیٹھے ہیں۔ میں ان کو کوئی شکل نہیں آتی تھی۔ البتہ پانچویں دکان جو افضلہ دھڑائی کی تھی وہاں وہ معرفت لگا کر دکان کی چیزوں کی گرانی ہی کر سکتا تھا۔ وہی کام کرنا اس کے لیے کامیاب نہیں تھا۔

میں سمجھ کہ تخت پر چل کر دکان داروں کی کچھ دیر کے لیے اسے دایرہ نہانا ایک دھڑائی کا تجربہ تھا۔ اس نے اپنی دکان کی دکاندار ہی نہیں کی تھی وہ تو بیڑا کرنے کے لیے ایک دفتر میں بھروسہ کر کے بھرتی ہوا تھا اور ان کی رفتار سے ترقی کرتے کرتے بہتر شہرت کے چوبیسے پر پہنچا تھا اور جب اس چوبیسے پر پہنچا تھا تو اس سے معرفت ایک سال پر مقررہ معمول کی مطابق رہتا رہا رہا تھا۔

اُس نے اپنے فریبِ دل کو اسی بہن اور اسی کے بھائی کو توڑ کر اجڑا دیا۔ اسی کے کچھ نورِ بھانگ رہے تھے۔
 سید میرا ہے۔^۲

100

وقت بلائی کے پیش کے یہی فراموشی اور ایک وقت پر نہ تھے تھے انہی کی جوت بڑھے ہوئے تھے۔

۱۰- اوجھیزو! اگرچہ کہ وہ کسی شخص پر غصہ کو ڈالتا تھا

پچھنا موش پر گئے تھے مگر انہوں نے اپنے اتھو نہیں کھینچے تھے۔

سید احمد علی شاہ صاحب

100

تجربہ گفت و گو میں ملے۔ اسی نے غصہ بال کچی کا گود میں رکھ دیا اور اگلے گھنٹے کے اندر مرنے والی فریڈا کو دیکھ کر اٹھی۔ اُس کا صدمہ اس کے چہرے پر عیاں تھا۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس کے گود میں رہے۔

پہلے حجاب! پھر یک خاصہ امر کی طرف رجوع کیا۔

اسی سید اعجاز نقیہ ام ایچ ایم ڈاکٹریٹ کو سرکاری طور پر جگہ دے رکھتے ہیں۔

1992

اُسے اس میں ہوا کہ کب اُس نے اپنی عیب میں اذہم تھا کہ اب غافل کے پیچہ شہر کے اذہم تھے۔
 یہ اُس کا فتنہ رہ گئے۔ کاسہ خمر تھا۔

مذہب کا اعتدال اور سب کو اپنے حلقہ میں جڑے رکھنے کے لیے کوشش کرنا۔

ترتيب: ايجير، ائنه كلى حرمى ملى بىر توپىدا بىر ياكى بىر

100

تیسری میں لایا کرتے تھے: "اے اے اللہ تعالیٰ۔"

پچھلے تجربے نے اسے اپنی نئی دلی خواہش کو سمجھانے کے لیے سب سے اچھی جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اسے بہت اچھا لگا۔ اس طرح قسمت اس کے لیے ایک اور کام کا سامنے کر دی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں کیا کرے گا، اس کے بارے میں وہ سوچ رہا تھا۔ اس کے لیے وہ اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ ان کے کہنے پر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایک نیا کام شروع کر دیا۔ اس کا نام تھا "سٹیٹ بینک"۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ لوگوں کو بچت کی سہولت فراہم کرے۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ لوگوں کو بچت کی سہولت فراہم کرے۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ لوگوں کو بچت کی سہولت فراہم کرے۔

دکان پر خود دوسروں سے پہلے سودا بیچنے کی جدوجہد، ایک ایسی لڑائی تھی، جس نے، مذاق، غلو، بازی، — ان سب چیزوں سے، دکاندار کو، دکانداروں کے بنیادی تقاضے کی طرف سے غائب کر دیا۔ پہلے وہ اسے جیتا کر بیٹھنے لگے، پھر گھر لے گئے، پھر موت کی آغوش میں اس کے ساتھ ہی دفن کیا گیا۔ اہل عمر کا قصہ اور ان کی کسی خصوصیت، اچھے، بُرے، گھبرائے، گھبراہٹ سے، دکاندار کی



بسمِ ادب اور احترام سے اپنا سرٹکا لئے اسی کے سامنے کھڑی تھی۔ بچے سینہ دار اور خوب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ مٹا باپ سے لڑائی کے ساتھ پیش گیر ہونے کے بعد چہرہ بدلتا تھا۔

”آبا جان! آپ باہل ٹھیک ہیں نا؟“

”ہاں بھئی۔ ٹھیک ہوں۔ آج پتھری میں ہوتی تو تھی خوشی ہوئی۔“ حسین احمد کے آنکھیں جھپک جھپک اٹھیں۔

”یہ تو بہت ہی بہتر ہے آبا جان؟“

انہر چوٹ کے بھر سفید رنگ کی ایک شاندار لاکھڑی تھی۔ یہ اعلان کا ایک دوست اعلان ہی اسی کی کٹی ہوئی کے لیے دیا تھا۔

اگرچہ تو اعلان باپ سے وہ ملاقات پر تھا، راجو اسی کی خوشخبری میں اُسے پیش کئے تھے مگر زمین تھوہ دیکھ کر میراں کو رونا تھا کہ اگر شہر کے اندر جانے کی بجائے کہیں اور جا رہی تھی اور میں راستہ پر جا رہی تھی۔ اس سے وہ واقف نہیں تھا۔ شہر میں وہ بہت لم ٹھکانا پھر تھا۔ اسی آبادیوں کے ساتھ میں تو باہل کر رہا تھا۔

پنشن میں منتقل ہو کر، ایک شاندار برٹلی کے دھبے پر پکا میں ٹنگ گئی۔

”آبا جی! اعلان کر کے اُترتے ہوئے ہوا۔“ سبب تک۔ باہل کا سترہ میں نہیں کر رہا۔ آبا میرا قیام میں ہے نا؟“

”ہاں جی! جی!“

”ہاں آبا جی!“

”مگر اعلان اپنا لکھ۔“

”اب اس لکھ میں کون ہوتا ہے، بالکل ایک کا دینا تو لکھ ہی کی لکھی دیکھیں لے کر آیا ہے۔ وہاں دینا اس کی شان کے خلاف ہے۔“ اعلان کو دیکھتے اُس کے دوست نے حجاب سے کہا۔

”میں لکھ کر آؤں گا۔“ مگر بھی نہیں ابھی تو گفت و بازی میں وہ لکھی زینب سے کہہ دی۔ میں نکلی گا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اعلان نے ٹیبل فرنیچر میں لایا اور کھانچے کے بعد لوگ کھٹے گئے۔

تھپتھپے، مباد کہیں۔ بے گفتار، گفتگو، مبالغہ، مبالغہ، میں احمد ایک حوت پیشا رہ سب کچھ دیکھت۔ اُسے وہی طرح خوشی کر دیا گیا تھا جیسے وہ ایک زندہ انسان نہیں کمرے کے فرش پر کا کوئی قصہ ہے۔ جیسے سوز سیٹ، میز، دیوار پر لگی ہوئی تصویر، ٹیبل پر سب اُسے وہاں اچھی ما، غیر خوشی لگ رہا تھا۔ میرا باہل چاہتے لے کر کر رہا تھا۔ آبا اُن کے آکر اعلان باپ سے بچ رہا تھا۔

”چاہتے ہیں گے آبا جی؟“

”نہیں۔ بہت ہی بچہ؟“

آبا جی کے غصہ پر اعلان کا کیا کہنے والا دوست حسین احمد پر ایک تعریفی کلام کے انداز میں اپنا سرٹکا قائم کر دیا۔ وہ پھر غافل ہو گئی۔

”نام لکھو گے آبا جی، برٹلی میں۔“

بچے نے یہ غصہ کر دیا کہ اب ہر ہر، ناچے۔ اُنکی سے اُنھ کو اُس کے قریب آیا۔

”آبا جی۔ آپ کچھ؟“



ستارے ڈویر میں

تو کت مروتی

نظر آج اس عالمی فوجی گھڑی کی

وہ چپ رہا۔ پہلی آنکھ میں اس کی سادھے حوائج موجود تھے اس نے اپنی سسکی گئی تھی جس میں کس کو کیا پتا تھا۔ تو
کروٹوں کو اُن کے لئے کھجوریں دیں گے۔ ہر ایک کو کھجوریں کھانے کا بہت بڑا شوق تھا۔ ایک ہار کے اس کو بھائی کا مینا آیا۔ اگلے دن وہ
وہ جوتے دھستے گئے کہ گھر پر کراہ مچا رہا تھا۔

نہیں! کھانڈو دوس سے کھانا نہ تھا۔ ہوا وہ اس کا سس پکھل گیا۔ آپس میں حسن کی تیسری منزل پر اس کا خیال تھا۔ وہ ہر گز گرتا
تھا۔ وہ اپنے کپڑے پہنا کر ہوا دھندل دیں گے۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔
اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

مگر یہ؟

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔ اس نے اس کی طرف سے ہر گز گرتا تھا۔

دور ہو کر افسوس پڑ گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے آج تک یہ غور ہی نہیں کیا تھا کہ کوئی ایسا ہی معمول ہے جس کو سب سے
موزوں پسند ہے۔ میری جواب تو یہی دیکھ دیجائی تھا۔ لیکن اس سے کہہ دو۔

”جی تو جہل کے معمول دیوہ تر پسند آتے ہیں؟“

اوہ چیز تو بڑے آدمی کے لیے ایک بارہیں اس کو زیر سب مسکرا کر دیکھیں اور میں کاغذ پر اس نے ناچھڑ جا کر تیار کیا تھا۔ اس کو کھٹ کر اس
کے منہ سے کہہ دیا، ایک کونے میں بیٹھ کر یہ ہند کی ہوا تھا۔ ”میں جی نہیں کہتا کہ اسے لگا۔ اب اس آدمی کے چہرے پر یہ حد
طبعی ہی جھلک رہا تھا۔ وہ کچھ صبر نہ کر سکتا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا،
”میں تو انداز تو آپ کا سبب ہوتا ہوں نہیں کیا؟“

اسند کے چہرے پر غور نہ کیا جی گئی۔ وہ نظری جھلک کر فرشتہ کو کھینچ لگا۔ وہ آدمی فستق دیکھ کے سے انداز میں کہنے لگا۔

”تو کچھ نہیں بات دے۔ اس سے تو کچھ نہیں رہا۔ اس کی جانب کا حال تو غلط ہی بہتر ہے۔ آپ یہ تو صرف ہندو سوں کا سبب ہے آپ دل
پر انداز نہیں انداز ہے جس پر کہہ دیکھنے تو کیا ہوتا ہے؟ لیکن اس صبر انداز کے سے انداز کے خفا شد ہو کر اسے اس شخص نے خود راہ توڑی ہوئی
آواز میں دیکھ کر کہا، ”آپ یہ تو کیا ہے؟ گناہ کیا ہوئے؟“

وہ کہنے لگا، ”اے تو آپ کا سبب بڑی گڑبڑ ہے۔ کہہ چیک سے نہیں کہہ سکتا۔ اس وقت اطمینان سے ہے۔ اے تو آپ کا کل
ناچ کر تیار رہا۔ یہ ات کہنے کے بعد اس نے کاغذ اور پتلی اٹھا کر میز پر رکھی اور اس نے کہہ پھر اس کو پڑھنے لگا۔ اس
ات کے ساتھ کہہ کر اگر وہ اب مزید کھٹک کر نہیں پتا تھا۔ اسند کہہ کر صبر انداز میں، ”اگر اس سے اجازت ہے کہ کہہ دے۔“

آگیا۔

سورک پر اس نے اس کی دھمپ کی پیش اور پھر گئی۔ یہ اس کا چہرہ نہیں کہ تیرا منزل پر پہنچے ہوئے اوہ چیز نہ
نہیں کہ بہرہ دہانگیوں کی چیز میں غائب ہوتا تھا۔ یہ اس کی عہد کی آواز غور سے لایا کہ یہ حق ہی گئی ہے۔ اس کے ذہن میں کچھ
قدیم کہیں ہو رہی تھی۔

دو تیرے بیچ اس بات سے اس کو غور انداز میں ہندو کہ اس پر دلوں کی خداوندیہ مدد تھی۔ لیکن جب پھر اس نے اس کے قریب ہاکر
اسد جانے کے لیے کہا تو وہ گھبرا گیا۔ کہتے ہیں، ”اس سے شہت سے چلو ایک میں سے پڑ کر کینیاں لگنے کے ناگوشی خفا تھا۔ وہ بڑے
کاؤر تھا۔ لیکن جھلک کے بڑے سے فریق اور فریق کٹ دے اس نے اس کو اس پر دیکھ کر دیا۔ اس نے بڑی محنت
کے ساتھ اس کو کہیں پر پہنچے کا خدا دیا اور پھر اسے میز پر رکھے ہوئے کا حدت کو دیکھے لگا۔ اسند نے ایک ہی غلطی سے اندازہ
لگا دیا کہ وہ ”اس“ کو دیکھتے کا چاہتے تھے۔ اس پر جگر جگر رہا۔ اس کی منہ لگے ہوئے تھے۔ خداوندیہ اس نے نظری اٹھا
کہ اس کو دیکھ دیکھا۔ اسند انداز میں کے فریق کر دیکھ کر کہنے کے لیے مسخ کر دیکھ لیں۔ لیکن خلاف توقع اس نے بڑا عیب سا سونپ
پر اس کیلئے لگا۔ ”آپ کہیں کے پہنچ گئے ہیں؟“

اسند نے جھلکے سے ہنسنے لگا۔ ”اگر کچھ پڑا“

”کچھ دیکھ رہا ہے۔ کچھ انداز میں ہوا۔“

اس دھڑاں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا، ”جی ہاں، کچھ مڑنا آگیا۔ آج ہی کے ساتھ وہ دیکھ چکا ہوں۔ وہ ہی وہی



وہ دیکھ کر رو کر کہنے لگے:

”اسسٹنٹ جنرل کے پاس یہ سب کچھ کس پرست ہو چکا ہے؟ ذرا اس کا نام تو بتائیے؟“

اس نے جلدی سے بتا دیا: ”لٹل ماسٹر مشقانی احمد“

چوڑے ذرا دلائیک کے پیچھے جنرل کی انہیں سکریٹ سے بھرنے لگی: ”خانہ میں اللہ سے مل چکا ہوں، آج کل وہ کہاں ہیں؟“

انصار جانتے گا: ”اب تو وہ یہاں سے ہٹ چکے ہیں اور اگر کچھ رہیں ہر گز نہیں کرے پے ہیں“

”تب تو آپ یہاں تیار ہوں گے؟“

انصار کو اپنی کامیابی کی کچھ امید ہونے لگی تھی، اس نے سوچا کہ اب بات ایک ایسے کو کر رہی ہے جس پر سچ لگتا ہے کہ اسسٹنٹ جنرل وہ

جس قدر بھی جلدی سے حاصل کر سکتا ہے، اس کے لئے جھگڑنے سے کام نہیں چلے گا، لہذا اس نے کہہ دیا:

”جی ہاں، سب سے بڑی دشواری تو یہ ہے کہ بال بچے ساتھ ہیں، ان کے علاوہ میری جوتھ میں اور ان کا کتہہ بھی ہے۔“ اس

نے اپنی بات کو زیادہ سے زیادہ صاف کر دیا، لیکن خانے کے واسطے یہاں آکر ان کی تکلیف پر بھی عمل کیا۔

فریج کھل کر دیکھ کر انہوں نے جنرل کے پیچھے پر ایک بانگ سنبھو کی چھا لگائی، اس نے حسب توقع جلدی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”مخا

جگہ پر اسے کھڑا کر دیا، فریج پریشانی میں، یہ جوتھ میں کپ کے لئے سخت اوجھ کو کشش کر رہا تھا، اس نے کراختاب تو جلدی پیچھے
کے طور سے سے چل گیا“

انصار نے جھٹ سے چڑھا، کپ تک اس بات کا پتہ چل گیا؟

”جلدی سے معلوم ہو جائے گا، آپ یہاں باکر پریشانی میں ہیں، ٹاک کے اندر سے اطلاع پہنچا دی جائے گی“

کوئی کے اندر دروازہ کھلے گا تو مٹائی چھا لگے، پھر جنرل کی آواز اُبھر آئی: ”اچھا اب کپ جا سکتے ہیں“ انصار نے چپے چپے ایک بار
پھر اپنی پریشانی میں اظہار کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

وزیر زعم میں ترقی اس کا اظہار کر رہا تھا، وہیں میں اسٹینڈل پوسٹ تھا، اس کو دیکھتے ہی وہ چپے لگا، کچھ بھی نہیں کیا

کر آئے؟“

انصار مسکرا کر کہنے لگا: ”میں امید تو بہت معلوم ہوتی ہے وہ تو انہاں کا خانہ وہ ٹھکانا؟“

لیکن زیادہ باتیں کرنے کی فوری ضرورت تھی، اس وقت اس نے اس کے پاس پہنچ کر کہا: ”اب بار ہے میں“ اور وہ اندر چلا گیا، کوئی دوس

مشت بعد صوبہ وہ باہر آ تو اس کا چہرہ ہلکا ہوا تھا، انصار کو اس نے صاف صاف بتا دیا، لیکن تھپڑا اندازہ تو خود نکلا، وہ تو کس

اور کا پائنتھ کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے سوچا: ”اس نے دھت سے وہاں سے جوئے کا خزانہ اس کے ساتھ کر دیا۔“

انصار ایک دم سے ٹھکر کر گیا، پھر اس نے بڑے آواز میں پوچھا: ”میں وہ تو بڑی جلدی کا اظہار کر رہا تھا، میں نے تو اس

سے پہلے تک کہہ دیا کہ بال بچے اور دوسرے بچے وہاں نہ رہیں۔“ راقم جیسے لیکچرنگ ٹیبل پر۔

”میں تو تم نے غصہ کر دیا، اس کا پارٹیکلر بیان ہو چکا ہے، ابھی کہ شادی کے لئے وہ ہر وقت پریشان رہتا ہے، تم نے اس کے

متعلق ابھی سے کچھ معلوم کر لیا ہے۔“ بڑی ہلک ہو گئی۔

انصار کو جیسے نہیں تھا، لیکن لگا: ”نہیں، میں اس کوئی بات نہیں، یہ سب کچھ ہے وہ پچھلی سے کچھ کچھ کچھ میں تو اس نے



نظر میں کوئی بھی خاصہ نہ تھا سوال نہیں پوچھا، دونوں میں دیر تک اس بات پر بحث ہوئی کہ جی، آخر جب وہ وہاں سے واپس
وہاں تو بہت مختصر ہوا تھا۔

گھر پہنچ کر وہ نہ حال دریافت پر ہمارے حوازی ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی بیوی کسی بات پر بڑبڑاتی ہوئی گھر کے
اندراکشی، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، وہ پوچھنے لگی "کیا ہوا؟" اس نے کوئی جواب دیا، پتہ چپ کھد کھد ہلکے مزے دوسری
طرف پھریا، وہ دوسری کے ساتھ واپس لوٹ گئی۔ اس کے بعد وہ کٹھارہ کر کے اندراکشی سے وہ دفعہ انعقاد نے اس کے قدموں کا تہت
گھر میں کیا لیکن دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ تمام دن کا بھوکا تھا، اس سے ہر داس کی آمد پر انعقاد کو یہ امید ہوئی کہ شاید
وہ کھانے کے لئے کچھ لے گی۔ لیکن ہر مرتبہ اس کو خفیس پہنچتی۔ وہ دوسری بیٹا ہمارے میں ہوتی، ہمارے گھر کے اندر جی اٹھتی اور جی کو سختی میں
خام سے کھدے پر چپے سے آوازیں بجا ک جیسے ٹھہر گئی۔ اب لڑو اپنے دفتر سے واپس نہ آیا تھا۔ برا بھلا کرتے میں اس کی بیوی قوی
سے کہہ رہی تھی۔

"بھائی جان، آج میری قوت آیا نہیں، سو سلف بھی نہیں آیا، اب کیا ہو گا؟"

وہ جی کی باتیں تو خیر کچھ کر لیا، آخر یہ انعقاد کس مرض کی وجہ سے کسی دوسرے میں دیکھنے کو آئے تو ان سے دیکھا جی نہیں ہو سکتا کہ
ہمارے ارض میں نہ آئے۔ اب اگر ان سے اندازہ جی نہیں ہو سکتا تو پھر کام کیسے چلے گا؟ اس کی بیوی کھانے کی دیں میں ہاں دے گی؟ آپ
میں سے کہتے ہیں کہ ہونے کی قریب سے ہوا ہے، ان کو تو سوائے دارمندی کے کوئی کام بھی نہیں ہے، انعقاد چپ چاپ ٹٹا ہوا دیکھ
ہاں میں شہنا، وہ بار بیٹھے اس کے پیرو میں خستہ سا لگتا، اور وہ کھلا آٹھت، آخر آج پانچ میں پر اس کی آنکھیں نہاک ہو گئیں
وہ غور کرنے لگا کہ وہ ایک ملک پہنچے ہوئے ہے، ایک ملک میں وہ اس طرح وقت برداشت کر رہا ہے کہ وہ اپنے وہ اٹھ کر سب سے
بچ گیا۔ ہر اس نے کوئی کی چیزیں مثال کر کے ہونے والی بات نہ تھا، کیا اور کس سے بڑھ کر کہہ سکتے تھے کہ ہر چاہا۔

انفاق سے ملک ہونے والی اپنی کوئی پر موجود تھی، ان کو ایک پرائیویٹ ٹیوشن کی ضرورت تھی، ٹیوشن سو روپے ہمارے پر
انہوں نے انعقاد کو حاکم رکھا لیا، انگریزوں کا بنیادی خط یہ تھی کہ ان کی کوئی کھد ہی اس کو نہ چاہتے تھے، انعقاد نے اس خط
کو بھی منظور کر لیا۔ دوسرے روز جب وہ ضروری مدد کے لئے گئے تو جی نے اسے مسترد کر دیا، لیکن اس نے یہ کہہ کر اس
کو کسی حد تک مطمئن کر دیا کہ وہ مقابلے کے امتحان کی تیاری کر رہا ہے، اس نے کہہ دیا کہ اس کے لئے ایک دوست کے مکان
پر جا کر رہے گا۔ یہاں بچوں کے شور وغل میں پڑھائی ٹھیک سے نہیں ہوگی۔ بات نہ لگتی ہو گئی، اور وہ ملک ہونے کے ساتھ پہنچے گا۔
ملک کے دوسرے کو تو ان وقت میں ہی پڑھائی تھیں، وہ اپنے تھے۔ دونوں خوب لگتی مثال اس کے بعد ضرورت تھی لیکن اس کا ہر طرف
سے اعزاز کرتے تھے۔ اجڑا ملک بنی، کم سخن اور سخیہ تھی، وہ بیرونی کی تیاری کر رہی تھی، دن بھر میں وہ کوئی ہار سب کو ٹھنڈا
الکے ساتھ بیٹھ کر ہر طرح کی باتیں کرتا، ملک صاحب کا انعقاد کا کوئی تھے، اس نے وہ دنیا بھر میں گھر سے باہر تھے۔ انعقاد سے ان کی
بیعت مکمل ثابت ہوئی، اب کچھ کچھ بات کے وقت کھدے پر ان سے گفتگو ہو جاتی تو وہ سب کی پڑھائی کے مشغول رہا، ان کو کچھ
اور اپنے گھر کے ایک فرد کی طرح بیٹھا، اس کی ذلت میں بھی اپنے دلچسپی کا اظہار کرتے۔

دوسرے دن صبح سے اس کی طرف میں کیا سوچنے کا اور انداز ہو گیا۔ اب اس کی جی کوئی ہو گئی تھی کہ صبح اٹھ کر بیٹھ گیا، ہمارے
اندرون میں سے ہر ایک چٹھک سے سوتے، سو پر وہ نہ لگتی تھیں کہ وہ اس مشکل کو نہیں تھا، مگر معیت سے حق کر دینے کو دانی



[illegible]

راجہ و فاضل کا ذکر ہے کہ ایک روز جب وہ تنخواہ کے واسطے حویلی میں آکر مال بیکل کرنے لگے کچھ سامان خریدتے گئے تو کچھ اسٹور پر اس کو اصرار ہوا کہ وہ کچھ بھی خرید لیں، جس سے اس کی پہلی عداوت اچھڑنے لگی۔ قریب ایک گھنٹے میں یہی واقعہ۔ اس پر آخر اس نے اتفاقاً کوئی دکان سے پانچ گانے خرید لیے۔ دکاندار نے یہ سچوٹی بھرتی کر رکھی، ہاتھوں میں ایک ڈبہ اور اٹلی درجہ کا سا بڑا بکا سٹریٹ سوٹ پہنچے وہ بڑا اسٹارٹ لگا کر باقاعدہ وہ کچھ میرٹ نہ دے ہوئے۔ آخر اس نے پتہ چھوڑ دیا۔

”ایک طرزِ فکر میں اس وقت غور ہو گیا۔“

وہ اس کے متعلق کہہ اور بھی معلوم کرتا رہا تھا اس نے کہنے لگا: "تھوڑا کپڑا ہی ہے۔"

لیکن انھیں دیکھ کر وہ اس کو مرعوب کر کے نہ چرکھو اٹھا، بلکہ ایک تھکان سے بھرا "فی الحال تو یہ کچھ سول ہے چرن، وہ اس کی باتوں سے واقف نہ ہو گا۔ مرعوب ہو گا، پھر وہ اپنی باتیں کرنے کے لئے ایک ریستوران میں پہنچے گا، اسے ایک دفعہ پھر اس کا ناچنا پھر دیکھا اور چارے لگا دیں تو آپ اس قدر غرا کر رہ گئے، مگر کوئی خدمت ہے جو تاکہ کھڑے آپ کی راہ میں نہ آجائے۔ کیا آپ کی فضا ہی جو چٹکی ہے؟ لیکن انھیں نے اس سے مزید کچھ حوصلہ نہ لے کر کہہ دیا، صاف ٹھکر گئے، "جی نہیں، ایسی باتوں کو کوئی بات نہیں، وہ نہ دانا دیر تک ماموشی میں غور کر رہا۔ پھر اس نے سٹون میں کچے سے انداز میں کہا "خیر یہی ہو گا، لیکن اگر کہیں یہ مسئلہ حل نہ ہو تو اس کو ختم کر دیں گے۔" انھارے غور، خواہ اس کی تاخیر کرنے کی کوشش کی "جی ہاں، میری گھنٹی قہقہہ مگر بولتی ہے؟"

اور اجڑا کر اس کو ایک ہڈی پر لگا چڑا دیکھتے ہیں آپ نے پتہ کیا ہے، یہاں اس پرشتہ کو جس قدر چھڑ جوئے متعلق کر رہے ہیں، اسی پرستش اور بگاڑ جوئے کو توڑ دیا کر رہے ہیں۔ پھر دیکھیں آپ کا سارے کس جلدی پرستش ہے۔ مگر خدا نے اس کو صاف فرمایا ہے کہ اس کے لئے یہی نہیں، بلکہ تو کوئی ایسا راہ نہیں ہے۔

لیکن وہ اپنے آپ کو کھانے کا "میں آپ کی بہتر کے لئے فکر رہا ہوں۔" ایسا تاہم وہ سوال، "کیا ان کا جہاد کا کرنے سے
 پہلے تم سے راجح ہوا ہے؟" اس کے جواب میں وہ نے کہا کہ "میں نے تو خود کو کافی افسوس پہنچا ہوں جو اسے تو کب تک نہیں؟" اس
 موضوع پر وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آخر میں وہ ایک دوسرے سے کہتے ہوئے کہنے لگے کہ "اس لئے خدا سے دعا ہے کہ وہ افسوس نہ
 کرے۔"

$$^{\circ}\text{C} = \text{C} \times \frac{9}{5} + 32$$

نصارت نے تیار کیا۔ میں اپنے خاں کے ساتھ مقیم ہوں۔ اللہ اس کے حکم کو عملی کارپس بنا دے۔

اس نثری سے اخذ ہے جو کہ اس نے ان کا نثری پردہ جاکر مدنی پردہ پہنچا دیا۔ اور کہتے ہیں کہ اس نے چار کتابیں لکھیں جن میں سے پہلی کتاب "مکملہ" ہے۔



وہ ہمدردانہ کہتے کہ انکار کیا کرتے تھے، لیکن وہاں ہیں کہ اس طرح کی شہادت انکار کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ وہ اپنی الجھنوں کو دیکھ کے سامنے کسی طرح بیان کر سکتے تھے، لہذا وہ بات کو ٹھیک لگے، اسی تو کوئی بات نہیں، بلکہ آپ کے یہی قول تھا کہ اس قدر آدم اور سکون حاصل ہے کہ میں اس شہر میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

وہ کہنے لگے، "تم کچھ کو خود بخود، شرمندہ کر رہے ہو۔ یقیناً فوٹو میں تو شہر کے بے بہت کچھ نہ دکھایا جاتا ہو، تم پر ایسا نہ ہو۔ انکار، انصاف، بہتر ہی ہوگا۔ وقت آنے پر تم کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کچھ کو خود بخود انکار کیا جاتا ہے، وہ اس طرح کی اور بہت سی باتیں کر کے دہلی چلے گئے، لیکن وہ دیر تک اس گفتگو پر غور کرتا رہا، میرا اس کو قدر رفتہ رفتہ یہ محسوس ہونے لگا کہ کچھ صاحب کچھ درد میں ڈاس رہے ہیں جو وہاں ہی ہیں، کچھ اس کو بے در خواست، کیے بھانے بھانے ہیں کہ کچھ صاحب کرتے تھے، وہ تمام باتیں پر اس نے ہنس بولتی تھانے سوچنا شروع کر دیا، ایک روز جب کچھ بھوکے تھے، اس کی پھر ان کی پرانی قاسم جھلک رہی تھی، اس نے کیا کیا کہہ دیا، کچھ کچھ غور کرتا رہا، اس نے کتنا کچھ زندگی اس کے پاس خود صاحب بیان کیا تھا کہ وہ کسی دوسری طرح اس جھلکے ہاتھ سے یہاں اپنا دنیا بہتر ہی لکھ لکھ۔

دات لگے، شک و شبہ ہے، یہاں کہہ دیا، آخر اس نے بہت کچھ سوچ کر کچھ صاحب کے "خدا تھا" میں میں اس نے وہ دن اس سے اس بات کو تسلیم کر دیا کہ اگر اس کو یہ حیثیت دیا تو قبول کر لیا جائے تو وہ میری طرح ان کو اس طور سے حاصل کرنے کی کوشش کیسے کر لیا، لیکن تمام دن وہ اس خدا کو کچھ شہر دیا، اس میں ایک وہ کوئی شخص کی بات نہیں لے کر سکا تھا۔ آخر اس نے رات کو اٹھا، اٹھانے کے بعد کچھ صاحب کو بہت کچھ کہے، اپنا خدا ہے، میں اسے دات ہی ہے، چوں میں کوئی کچھ تو اور میری کوئی بات اور کچھ صاحب کے بہتر ہے اس کو بھی تھا کہ کچھ کہہ دیکر بہتر ہی لکھا گا۔

لیکن صبح یہ دیکھ کر اس کو تعجب ہوا کہ تو وہ خود ان کے چڑھنے کے واسطے اس کے پاس آئے اور کچھ صاحب نے اس کو ٹھہرایا، بہتر دن چڑھنے کے بعد صاحب خود اس کے کمرے میں آئے، اس کے ہاتھ پر پائی دیکھ کر وہ گھر گیا، وہ وہاں خود خاموشی کھڑی رہے، پھر انہوں نے عجیب سے ایک سو پتھر دے نکال کر اس کے سامنے ڈالی دیے اور آہستہ آہستہ کہنے لگے، یہ آپ کا حق ہے، خاتم ایک آپ کو فعال کر کے اپنا کہیں اور اس کام کو کیجئے۔

اس پر کچھ صاحب کا انکار، لیکن یہ وہ حق نہ کہہ سکتے تھے، پھر چلے گئے، انصار ایک باغستان میں آگیا، اس نے بیگ صاحب سے ملنا چاہا تو وہ اس قدر بلا واسطہ کہیں کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ، بہر حال اب سوائے اس کے اور کوئی پادشہ نہ تھا کہ وہ اپنے گھر واپس جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

گھر جا کر کچھ روز تک وہ اس کو گفت میں رہے، وہ اس میں اس میں وہاں تمام باتوں پر غور کرتے کہتے اس کو خود کا قبول آگیا، اس نے سوچا کہ کہیں وہ کچھ صاحب کی کوئی پرہیز بھیج جائے اور ان سے اس کی ملاقات ہو جائے، یہ قول خود بھی بڑا ہوگا، اس نے کہ وہ ان کی فکر میں تھا، اس قدر ذلیل بننا نہیں چاہتا تھا، لہذا اس سے دعا کی کہ وہ خوش رہے، خود ہی بہت کچھ دیکھ کر کچھ لکھائی وہاں موجود تھا، اس نے بیخوشی سے دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ کئی روز سے یہاں نہیں آ رہا ہے۔ پھر اس نے مزید معلومات کے لئے پوچھا، وہ کسی دفتر میں ملازم تھا۔

تو یہ بھی کہ اس کو تعجب ہوا کہ وہ کچھ پرہیز کر کے کھانا نے میں ان کا شکریہ ادا کیا، وہ اس سے دعا کی کہ کسی طرح اس سے غور



چاندی کے محلہ میں واقع

میں رہا ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے گھر کا پتہ معلوم کر کے وہ وہیں پہنچ گیا۔ مگر وہ سب لوگ پہنچے ہی تھے۔ اس نے کہا کہ صبح سے وہ ایک وہ گھر نہیں پہنچا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کو بڑا دکھ ہوا کہ اس کے گھر پہنچے ہی تھے اور گھر پر سوانے پاس پر دوس کے لوگوں کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ اس کی تلاش میں لڑی سہجی سے کام لے۔

جب وہ وہاں سے لوٹا تو اس کے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ راستہ میں اس نے شام کو فٹ پاتھ پہننے والا اظہارِ طریقہ اور اس کو پڑھنے لگا۔ اچانک غبار کی ایک گول میں اس کی نظر پڑی۔ تو وہ چونک پڑا۔ پچھلے سال کے ایک لڑکے کی تصویر عبادتِ حق پر تھی۔ یہ شخص میں ہزاروں بچے کا شبیہ کے ایک اور صورت سے سفر و سب، پائیس اس کی تلاش میں رہے۔ جو کہ اس کی گرفتاری میں اعانت کرنے کا، اس کو مبلغ ایک ہزار روپیہ بطور اتمامِ عینی کیا جائے گا۔

اس اشتہار کو کس قسم کا جانب سے ملاحظہ کیا گیا تھا۔ اشتہار نے فروغ کو فور سے دیکھا، مگر یہ اس کی نظر کے بجائے کاغذ پر نہیں تھا بلکہ کسی اور شخص کا تھیلہ تھا، لیکن پھر اس کو کچھ ایسا محسوس ہوا، گویا کسی نے اس کا سراغ لگایا ہوگا۔ پتہ لگا ہے اور وہ بالکل نرود ہو کر رہ گیا ہے۔

(اگست ۱۹۵۸ء)



جیون کے

بے انت سفر میں

میں نے تیری

دو تون آتھیں

اپنا ذرا راہ مسہر کر

تھو رکھی ہیں

یہ میرا کا قلبی تارا

بچ مسو رہیں سیر آسار

تسایں سخی

ملکس لکڑی:۔۔ شاہی ملحق

دوسرے دن جنگ پر پڑی چلی پہلی پہلی نے لشکروں سے اپنی انگلیوں کو کھڑا۔
 "کون ہے اور میں کون؟"

"ہاں بیگم صاحب! کہتے نہ کیا جگہ ہے کپ کا؟"

"اچھی ہوں تو دارنگہ، مگر سرسخت ہوتے اور سلاہم تو آباد ہے؟"

"تو میری کپڑوں پر لی آؤ، میں کھانسی دینا نہیں چاہتی تھی، تم جانتی ہو، جتنے بھی چاہو کہہ سکتے، رات بھر میں چہرے، اور جو ہر چیز کرنا۔
 صحت سے بدلتے، چہرے تواری گھڑی تم آگے کھینچتے ہو؟"

"ہاں کھانسی ہو،" جانے کیوں، دل ہی گھبرا رہا ہے، اس کی جڑ کے عالم میں رات آئی مگر وہ کو خواب میں دیکھتا تھا کہ یہاں آئی ہیں، گھر
 کپ کپ میں سو گئی، سو گئی ہوئی؟"

"پارہیلی ٹوٹی سڑک کا، کاج کے گار گھر کی پہلی پڑی کو بیاہ ہو، اور گھر سے دور، اٹھ جانے والی پہلی نے مردوں کو بھی بچا دیا تھا
 یا نہیں، بھلا پہلا پہلا بیاہ، اور وہ جو سے تھیالی میں،" اچھا تو میں ہوا میرا سزا دھما کر ٹیٹھ کا گرم گرم چٹاٹھ چٹاٹھ، سووی جیسے بکڑ
 کے وہ گئی ہے؟"

"بیگم صاحب!، اور وہ شند، وہ شند، کے کچھ نہ ہو گا، میں خوشی کی سے کہہ کے فاکٹر جلاوے؟"

میں نے تو انہی سے پہلی ہوئی یہ کہتے، اور بنگل گئیں، دیکھ کے کھاندہ، ہم دیکھتے، ایک ہلکا سا بچہ، "کون ہے؟" پہلی پہلی
 نے غیبت آواز میں پوچھا، "میں ہوں بیگم صاحب،" پھر سے دیکھ کے اسلاف سے کئی ہوئی تو گئیں چھوٹی گھڑی تھی۔

"صحت کے پاس پادہ نہیں، نہیں، بیگم صاحب نے بھیجا ہے کہ اب آپ کا خراج کیا ہے؟" اور ان کی خدمت ہو تو ہم کپ کی خدمت کے
 چہ حاضر ہیں، "انجرب و صلیتہ تو گئیں، اپنی بیگم صاحب کو بیٹھا ہم پہنچا دیا۔"

پہلی پہلی کے گھر پہنچے، جہرے ہوا، لی بیاہ جھوٹی گھڑی گئیں، اور کھانسی میں پہلی پہلی چھائی گھر اہلک انہوں نے اپنے کو
 سینہ، اور اپنی غیبت کہ اس میں، وفادار کے ساتھ وہیں، "اپنی بیگم صاحب کو میرا سلام اور شکر یہ کہ بچا، اور یہ کہ بچا، اگر ایک کپ تو اٹھنے
 فضل کیا ہے، اور آٹھا اٹھ سپر گھر یہ بھی دیکھنے دے، موجود ہیں؟"

استغفر اللہ! میری فوجی ہوتی ہوئی تھی، اٹھ کھلتے کہ اب اسے ٹیگروں سے، دوسرے ڈاکٹر، ابھی سنو میں، وہ کا ڈاکٹر ہوتا ہے چلے، اب جیہ
 کہ ہے، میں کہ ڈاکٹر گرائی نہیں کیا ہے؟"

اور جیہ وہ، جگہ کے پہلی پہلی کا پیر، جس جگہ سے ڈیڈ، اٹھ کھڑی، ٹیگروں کے کچھ، اور تیر ہزار کو کچھ کر میں، اور اٹھ کھڑی، اور دونوں
 کی دونوں دوسرے گئیں، پہلی پہلی نے یہ سمجھ دیا نہیں، خوشی اور کاشٹھی، اور اس سے ہر اگر فریہ دریافت کرتے تھے، ڈاکٹر صاحب، میری
 تائب تھے، اور بیگم صاحب کی لگتے پہلے پڑتے کھڑے تھے۔

"ات کو اس شخص نے پہچانی جو میری گھڑی کے پاس آئی،" اسے چھو یا نہیں تو، کیا یہاں، "کیا ہے؟" جو یہاں شان سے اکھڑا ہوا ہے۔
 پہلے دیکھنا ہوتا ہے تو اس کی کھاتے کی، "ہاں، میں گئے، ہم کوئی بات آؤت،" وہ اتنی ہی پہلی پہلی تھی، "اچھا میں
 یہاں جو کچھ دیکھتے، یہاں جہرے ہوا، اس کے کھانسی، "جو یہاں کھانسی آئے، جیہ؟" اسے کون؟ آپ؟ پادہ لی، "اور شکر یہ
 گئی ہیں،" اس کے ساتھ پہلے سے پہنچا تھا، "میں میں اب تیری بیگم صاحب،" پادہ جیہ ہی آہستہ سے ہوئی، "بیگم صاحب تو بے سہم ہر کے سو



— 100 —

04/24/10

[illegible][illegible]

”ذاتی طور پر“ اگر کوئی شخص اس کے لئے ایک ایسی چیز چاہے جس سے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے، تو اسے اس کے لئے ایک ایسی چیز چاہیے جس سے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔

[illegible]

1994, 1995, 1996, 1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 26

دُوبتے اور ابھرتے ہیں ستارے شب بھر
اور یہ صورت تیرا افلاک فقط میری ہے

پھلتا جاتا ہے آئینہ ہستی پہ نگار
اس خراپے میں یہی خاک فقط مری ہے

مسجد خاں

کے لئے



..... غمزدہ کو اس کو کہاں سنا کر وہ کیا کرنے سے پہلے اسے پانچواں تھا بس مارے لڑکے مر گئے اور جھٹ سے چلے آئی اس
 گڑھے دو سڑک پر اچھٹا جسم کی پوسٹ ڈالیں کرتے
 "تو یہ ایسے سڑک ہے کہ....."

خاتون نے اپنے اور ایک کچھ کرنا پڑا غصے اس کی بات کاٹ کر غصہ ہر غلط وہی باتیں وہاں وہیں جنہیں وہ کہتی رہا کہ چھٹا تھا۔
 "اگر نہ آئے آپ کو رہنے سے پہلے یہ کیا تھا۔ آپ کے نام کی ایسی رٹ لگا رہی تھی کہ گھر تک پہنچنا یاد نہ رہا،
 نیاز غم نے ایک میں ٹھنڈی آہ بھری۔ خاتون نے سڑک کی سوئی سوئی زد و رد و شتی میں دیکھا کہ نیاز غم کی بڑی بڑی آنکھیں
 میں پانی چمک رہا تھا۔ جیٹھ بھولی سوسن پر بیٹھ کے سوتے سوتے کھڑے ٹھہرے ہونے لگے اور پھر پتے پر پڑی ہے بس چھٹی بھولی
 تھی۔ خاتون یہ دیکھ کر غمزدہ بھی رو لے کے چلے گئے تھے۔ آہ..... اور یہ چاروی جادوی آواز کی موت نے اس سب کے دلوں پر کیا اثر
 کیا ہر ایک کیس قدر غمت کرنے والی تھیں۔ رہنے سے پہلے ہوائے خدا کے اسے یاد کرتی تھیں۔ آہ..... آہ..... مائے مائے اسما میں ہر گنا
 کے خاتون کی آنکھیں میں وہ گرم گرم آنسو بہ رہے تھے اور اس کا چھٹا ہوا سر جیسے تانگے کی پھٹ سے لگ گیا۔

وچرو چور کرتا ہوا لگا لگا ایک گھر چڑی لگی کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جس کے داخل قریب سڑک کے کنارے دکان کی دکان
 میں ایک کانا کھانا کوئی شے ٹھکت گئے وہاں دھبے تھوڑے روٹی لگا رہا تھا۔ کچروگ وہیں زمین پر آگڑی بیٹھے بڑے بڑے
 ذرائع غرضت تھے۔ لیکن ڈاکس واہ آواز نہ پائی بلکہ پر رگے ہونے بڑے سے بڑے تھوڑے تھوڑے میں جاکر جھلک کر سٹی کے پیالوں میں
 ساتھ نکال رہا تھا اور دکان کے باہر سامنے سڑک کے سامنے بیٹھا ہوا وہ غرضت دینے والا چلایا دھنڈلہ دھنڈلے کے ساتھ دھڑکیں
 کے باہر لگی۔ دکان خاتون نے اپنے گمزدہ میں ایک گہری نظر ڈالی اور پھر برقی سمجھائی تانگے سے اُتر آئی۔ جس کی کھلی کرتانگے
 کا کرایہ دہا گیا اور جیسے ہی نیاز غم کے پیچھے کی میں داخل ہوئی پھر ایک دکانا کھڑا دیتے والا وہاں اس کی ناک میں گھس
 گیا۔ خاتون کو مارے کھڑے نہ کے دو میں چھریں آگئی۔ وہ بیچ بچہ چھٹیوں میں تیزی سے پھٹنے کی کوشش کرنے لگی ٹھکر دبو
 بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی جیسے وہ غمزدہ تھی اکھلی تانگی میں ڈال اور پانی کا سر سرامٹ کے ساتھ بدلتا رہی تھی۔
 نیڈا غمزدہ نہ دھت قرظا وہ تھے۔ مارے بد پر کے خاتون کو اپنا دنا پھٹا ہوا مسوس ہونے لگا۔

"کھٹو دوسرے گھر؟"

"بھلا کیا چاہتا ہے؟"

نیاز غم نے حاکم کو اب دیکھا پھر چوری چوری قدم اٹھانے لگا۔ لگی کے ایک موڑ پر تھمبہ باندھے دو آواز کی کھڑنے
 باہر نکلتے تھے۔

"بڑا بڑا نہ دکان لگا ہے ہر وقت ہاں کا غمزدہ رہتا ہے۔ جیسے غمزدہ کی مصیبت ہے؟"

"ہاں ایک وقت ہے کبھی کیا بھائی ہمارا خطاب کر دینا مسلمانوں کو بھرنے کھائے ہیں اور مسلمان ہندوؤں کو۔"

"واہ۔۔۔ کی آواز کی کہ بھائی بھائی کا غمزدہ بھلا رہا ہے؟"

"گھمزدہ دوسرے گھر تو یہ جانتے ہیں کہ....."

خاتون نے اسے وہ غمزدہ سے پچا کر گائے نکل چا ڈا تو ایک نے اپنا تھمبہ صیٹ کر ایک بھائی کی ایک کمر جیسے بڑے



دے کے کہ میں یہ جانتی تھی کہ وہ خاتون کو کھانا کھادی سے آگے بڑھ گئی۔ کسی مکان میں کئی محنت سے جڑی کر لئی کا کار
میں رو کر خون کی گتیاں پک رہی تھی۔

”اے اے رے دم۔ دم۔ دم۔“

اور ساتھ ہی کوئی جیسے کسی عالم خیز پرست آواز مل کر رہا تھا۔ نیاز محمد کے خیم خیز ہو گئے اور پھر وہ ایک مکان کے
ساتھ ٹکڑا ہو گیا جہاں گلی پر چوڑی ہو گئی تھی۔ مکان کے سامنے تالیوں کے دونوں طرف دو بچی چلے بائیں کی کھانسی میں پڑے ہوئے
تھیں جن پر چرسات کھڑی بیٹھی مقررہ ہے تھی اور نیاز محمد کا ہاں پر تھا کہ ان سب کے رنج میں بیٹھا تھا۔ خاتون کے
پچھے ہی سب اے گرو میں اُپکا اُپکا کر دیکھنے لگے۔

”اے سب لوگ خدائے مہربان۔“

نیاز محمد کے ہاں نے کہا اور سب نے اپنے منہ اوپر اُٹھ کر کہنے۔

”خدا آجیے بھیا۔“

نیاز محمد نے کہا اور انہوں نے کئی سیریاں چڑھ کر ہدی سے اندر ہو گیا۔ وہاں اس کے لیے اندر چل گئی۔ پتی لہی
فریاد میں ایک چڑھی سی آواز تھی جیسے لوگ جارہی تھی، کھانسی کو نے ہی چپا ہوا جیسے کھانسی کر رہا تھا اور میں ہر طرف غائب
چھائی ہوئی تھی۔

”آیاں! کیا بچا کو نے آیا۔“

نیاز محمد نے ٹاٹ کے پچھے ہونے پر وہ میں منڈال کر اس طرح کہا جیسے اس نے جڑا کھانا منہم دیا ہو۔

”دائے میری آواز۔“



نیاز محمد کی بات ختم ہونے کے ایک ہی لمحے بعد گھر کے اندر ایک بھیا تک پہنچ جہاں نیاز محمد چلا اور خاتون پچھے ہونے لگا کی
تصویروں میں اُلجھ کر رہ گئی۔ پھر حسرتی ہوئی اندر چل گئی۔ جیسے وہ وہاں میں سامنے خاتون پر چڑھتے ہوئے بھراؤ کی آواز
روشنی میں اس کی پہلی نظر اس کھٹ پر پڑی جس پر دادی ادا کی دھن میں پاؤں سے ڈھکی پڑی تھی مڑانے کر چلے میں
تو وہاں سنگ راجھا۔ کھٹ کے ارد گرد زمین پر دس بارہ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اور نیاز محمد کی ماں پٹی سے سر لٹکے میں
کر رہی تھی۔

”دائے اس۔۔۔ کچھ تو لو۔۔۔ میں ابی کہہ کر کہے چکا ہوں گی۔۔۔ دائے ایک بار تو بل دو۔۔۔ دیکھو

تمہاری دوٹی گروں کی کھٹ ہوئی آئی ہے۔۔۔ انھیں لکھو۔۔۔ دائے۔“

نیاز محمد کی ماں جانے اور کیا کہہ رہی تھی خاتون کو کچھ بھی سنائی نہ دیا۔ وہ محنت کا ٹکڑا پتے ہوئی میں دوسری بار دیکھ
رہی تھی اور اسے طعوس جو رہا تھا کہ دادی ادا کی محنت کا یہ صدمہ اس کے لٹے چڑا صدمہ ہے۔ اس کا ہی گٹھا جا رہا ہے ٹھنڈا
جا رہا ہے۔ اس کا ہی چاکر دھوب بیچ بیچ کر دے لگے اور دوڑ کر دادی ادا کی دھن سے پٹ جانے، اہی کا منہ کھول دے اس
کے سروہ جوتھ جہم سے اور اس سے کہہ کر کہنے لگے ادا کیا تھا، دیکھو میں آگئی، اب یوں انھیں ہڈ کے چنپ چاپ کیوں
پڑی ہو میری اچھی دادی ادا!۔۔۔ لیکن خاتون وہ سب کچھ نہ کہہ سکی، نہ کہہ سکی اس کے دل میں اچانک پھیلے ہوئے دلے

یا لکھتا ہوا انکار کرتا یا پھر دم دھاتے ہوئے نکلتے۔

نیز حضرت نے کیا ہی سیٹ پر چڑھا سوک کی سونے سونی روغن میں نہانے کیا دیکھ ، لاحقہ کبھی کبھی ایک طرحی کہ اس کے ہوں پر دم توڑ دیتا اور قانون بھیگنے اور ہوا پر پڑنے کے خیال سے بیزار ہو رہی تھی ، لیکن مگر تو اس کا ابھی بہت دور تھا ، ”نیز۔ دہلی آنا کہ اسات کب سے غراب ہوئی تھی“ قانون وقت گزارنے کے لئے ہاتھیں کرنے لگی۔ بجلی زور سے کونڈا

اور ہاتھ لگاتا اٹھ۔

”آج صبح سے“ ، نواز نے بڑے کسب سے جواب دیا۔

”اور اشغال کس وقت سے ہوا؟“

”کوئی بارہ بجے ختم کو“ نواز نے ایک ہی سانس بے کمر کہا۔

”ا۔۔۔۔۔“ بھاری دھاری آتا۔۔۔۔۔ اور قانون کو ایک دم وہی سر جھٹک کر دینے والا عیال آگیا۔ دہلی آنا خدا کے کہنے اس کے نام کا کمر پڑتے تھے جسٹس جی۔

”کیا کیا کہو نصیب سرنے سے پیچھے آ نواز سے پھر وہی بات سننے کی توفیق تو ان کو کس نے تھی۔

”کیسے بھی تو رہا کہنا آؤ! ا۔۔۔۔۔“ بس کمر پڑھتے پڑھتے خدا کی بڑی ہر گیش!

”کسی کا کمر ادا!“ قانون اپنے سوال پر ایک دم صنیع لگن۔ صبح یہ بھی کوئی پانچ بجے کی بات تھی کہ دہلی آنا اس کا کمر پڑھتے ہوئے میری بات کو کھڑے معقول سوال کیا ہے اس نے۔

”کمر کس کا جوتا ہے۔۔۔۔۔“ حارہ سوال کا کمر تھا۔ آپ بھی بعض وقت بکوں میں بات کرتے ہیں بھیا! نواز کھڑے سر ہوا تھا ایک عجیب سا جی جس پڑا اور قانون کا جیسے کس نے کچھ تو چاہا ہو۔

”تم بھی کیسے تھوڑے تھوڑے کی صحبت پر توجہ کرتے ہو یہ تو بہت کا دھوکہ دیا کہ کوئی جی کیسینا۔۔۔۔۔“ قانون کو اپنی ان کی بات پر آگے جب انہوں نے قانون کے دل پہ لیچے پر ایک بار بہت جگڑا کر کہا تھا۔

”نیز چاہو تو ان کے“ قانون نے توجہ پڑی۔

”سڑاک۔۔۔۔۔“ چاک پر کمر نہ دے کھڑے کی بیڑ پر پڑی اور گھوڑا پیسے جان چھوڑ کر تباہا ، مگر قانون کو عیسوی ہو رہا تھا کہ تاگر اور جی ہے اس سے دھڑ دھڑ کر رہا ہے۔ بھلا زور سے گڑ کی اور اس کی پر پیسے بہت سے ہم بہت لگے۔

(ختمی ۱۱۳۳)



”میں جو کہی م۔ اس سے پہلے رشتہ کو خوب کر کے ایسا کرنا نظر کیا کرتے تھے۔ خدا را۔“ کہ انھیں کبھی کبھار ۶۰ برس سے
 رہنے کے لیے اس کا سوال کرتا ہے کہ کچھ ملے۔ ”جپ راتھ۔“ میں کہہ کر گریب کی مری۔ وہ انھیں تو وہاں میں ۶۰ برس تک رہا۔ وہ
 آپ اس سے پہلے ہی چری کرنا کہ اس کو کہتے تھے کہ۔ ”میں ہم کو کچھ چھ۔“ اس کے اس کی تیری تک پہنچ کر چری تھیں۔
 ”اگر کوہ الہی آتھیں کچھ چھ چھ چھ“

”میں کہتے ہیں کہ اگر کیا میرا ہے۔ آپ بات اس کا کہہ سکتے تھے۔“ کیا یہ میرے چھ ہیں میں جسے کہہ دیا۔ غم۔ چھ نکلی۔ چھ غم۔ چھ غم۔
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ کوئی اور بات۔ ”اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“

”چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“

”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“

”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“

”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“
 ”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“

”میں کہتے ہیں کہ ۶۰ برس تک چھ چھ چھ۔“ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“ اس کے چھ چھ چھ۔“



انسان دعا کرتا ہے۔ دیکھئے، جیسے — تو یہ وہی کہ جس بات کو خدا بوجہ الٰہی سے انجام کو بخشنے کے لئے مہم لگاتا ہے۔ اسی کو ہم دعا کہتے ہیں۔

— علامہ غزالیؒ

پیشہ ورانہ تعلیم

4. *Chlorophyll*

منه تیرا تا این زمان می باشد:

[illegible][illegible]

کرائسٹ پر مبنی تھا۔۔۔۔۔ دینا میں اگر مروجہ نہ چھوٹے نوکرانے بٹوں بھرتے۔ راستے کے کانٹوں اور غصوں سے محمدؐ کو لہان
 کا جلتے اور کھرم سے پاک کرنا خود ہی جانتے۔ مگر میرا توبہ نہ چھوٹا جانا کا ارادہ کر رہا تھا آپ کے لئے اور۔ آج تک جنت میں ہے۔
 ”جانتے کہ جہان غصوں سے تھک رہی تھی۔“ میں نے کہا۔

مگر کچھ غور و فکر کیا کہ جو اسے صاحبِ آنی بنا کر ان کی خدمت کو گنجشک بنایا نہیں، ہمارے لئے یہی ہے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی ابتدا احمق باپ پر ان دونوں بستر گر کر ہوا کہنے لگے کہ تم ہمارے بیٹے ہو جس حکم کے گواہ ہیں میں ان سے کہنے لگیں: اس میں پہاڑ کا رت ہے جس کو یہ بدست یاد رکھنا چاہئے کہ تم کے پاس ہے اور وہ یہ کہ اگر ان کے تم سے ملے اور یہ دیکھ کر کہ ان کو ان کے پاس جانے سے متعلق جو باتوں کے بارے میں اس سے پہلے جو کہ کو غرض کہ کہنے کا ان کو یہ کہ تم اس طرح سے سوچو گے کہ تم جانو گے اور ان کے لئے اس میں تیرے کہنے کے لئے تیرے جانوروں کی کہانوں کے سونے رہ جائو گے۔ چنانچہ تمہارے ان کو غرضتے دیکھنے کے بجائے ان کی قسمیں لگانا اور دیکھنے کے لئے ان کے لئے نام سے کہ تم سے ان کی غرضتے کی۔

میں نے شوروں پر ہنسنے لگا، یہ سچا دکھائی اور یہ سچا کہ اچیل کی بکھری ہوئی ہے کیا۔

مذہبی طریقہ کو قرار دیا اور چہاں اس نے مشورہ کے نیچے غفلتوں پر اٹھنا اور کمزور گناہوں کا شکار ہونے لگا۔ اس کی باتوں میں مجھے غلط فہمی کے ساتھ ساتھ اس شخص کے عجیب کی بھی ایک بات تھی کہ وہ باتیں کرتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے کو صرف ایک گراں کی بات کی شکل اختیار کر رہی تھی اور کہ انہیں جانتا تھا کہ انھیں کس قسم کے اصولوں کے تحت وہ کیا رنگ اختیار کر سکتا۔ میں نے اپنا جتنا تھا کہ وہ اسی رویہ میں قائم رہا اور ایک بار وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔

”میرزا ابوالحسن بن ابوالفتح بن ابی طالب“

ابواب حق و باطل کی کھینچ دے کہ انصاف! اس کا قصور میں ہوتا ہے جہاں حیرت و حجاب کے لیے ایک ہی سب سے بڑا فریب ہے جس نے ہمیں



[illegible]

جیسا کہ مندرجہ ذیل فقرہ کا مجموعہ میں: "انہی کے گناہوں کی بنا پر انہی کو جہنم میں ڈال دیا گیا۔" ایک ایسا دور ہے کہ جہنم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

فلسفہ سے میری مخالفت ایسی ہے جو سرسبز سوسائٹی میں اپنے گھٹے پر گرنے کا اصولی ضابطہ کاغذ پر لکھا ہے اور وہ اپنی جہت پر اگر زور دے گا کہ رتی سیسہ کی طرح اندر کی طرف آئے اور چاروں طرف سے جبر باقی۔ جسے موت سے دیا میں پرتا گا گلی پر ٹٹاں پر اس کا گھڑی سے بدل گھڑی سے بدلے گا اتنا برا ہو سکے گا گھٹے پر گناہ اور میں اس کی آواز کی خبر پر کہ وہ الگ کیا ہے گھٹے سے اس کی خبر یہ ہے کہ وہ ایک آپ کا بدلہ ہے۔ اگر کہہ دے کہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس سے آپ زیادہ بڑے شکر کا ایک قصہ دہرائی ہوتا۔ میرے خدا کی کو دیر نہ لگا کہ وہ کیونکر تھی۔ وہ میرے اس طرح بدل لگے کہ یہ ہے بہت ہیں۔ ہمیں جوت ہوا کہ اگر ایک ہی قصہ نہ لگتا کہ کسی طرح اسے ایک ایک جگہ کا اعلیٰ کر کے مستعد اور خدا اور اسے



اس بارے سے بالکل کے اسکا بہت حاصل اور پھر جب مقررہ وقت پہنچا اور اس جگہ سے ٹری اسکا دوسرا رات ہو گیا تھا تو وہ
 دیکھتا تھا کہ گھر میں داخل ہوا اور ٹھٹھے ٹھٹھے ان کی ایک ایسی ہی افواہ کے لیے جس نے وہ لکھ دیا تھا کہ ان کا بھروسہ بڑھ گیا تھا
 وہ وقت ضیافت الاٹھ لنگھیں میں تو چشمہ رمل و اجیں کو دیکھتا تھا کچھ دکانوں کو گھبراہٹ ہو سکتا ہے اور نہ کچھ کو کام ہو سکتا ہے ۔
 جی ہونکہ انہیں وہاں کے مقررہ کام کو کرنا تھا اس دن بھی یہی کام کیا جانا چاہیے تھا۔ ان کے ان میں سب سے پہلے وہ
 جیسے تھے وہ اپنے چکر لگاتے رہا وہ لگے سے لگتا رہا تھا ۔ کچھ صوم پر لگا کر کوئی ڈھونڈو دے دینا چاہیے تھا کہ وہاں پہنچا ہے ۔ اور اس کوئی تجربہ
 کے ساتھ وہ ان کو ان کی ہر سکتا تھا :

میں نے اپنی ساری باتیں یاد میں لگائی ۔ اسے اپنی تربیت سے متاثر کیا اور اس کی ایک ایک اور پر سے کھینچ کر نکال دیا ۔ میرا خیال تھا
 وہاں کہ وہ اپنے صوم سے کچھ نکال کر شہر کے کوئی دوسرے اور وہی کچھ پختہ پختہ ایچے جا کر سب سے پہلے جواب دے دیتا تھا ۔
 جب وہ اپنے صوم سے نکلا کہ اس کے پاس لگی ہوئی کھڑکی کے نیچے لگا کر پر ہوا کتہے ہوتے تھے میرا انتظار نہ کیا ۔ میں اس کا ہوا
 نہیں تھا تو ان کو اس نے ایک لمبے کے لیے ایسی تیز آوازوں سے دیکھا اور پھر ڈھونڈا اور وہ اپنے صوم میں چلا گیا وہاں سے سرے سے نکلے گا
 انا گونہ کر رہی تھی کہ وہ اپنے صوم سے نکلتا تھا ۔

پتا نہیں کہ کتنی دیر تک میں مقررہ کام چاہتا رہی میں اس کے چارے پر پٹیاں کا انتظار کرتا رہا جب وہ وہاں سے کھینچ کر نکلتا تھا
 میں اسے دیکھتا تھا اور میں چارے دہاڑے کو دیکھتا تھا کہ وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا
 کہ وہ اپنے صوم سے نکلا کہ اس کے پاس لگی ہوئی کھڑکی کے نیچے لگا کر پر ہوا کتہے ہوتے تھے میرا انتظار نہ کیا ۔ میں اس کا ہوا
 نہیں تھا تو ان کو اس نے ایک لمبے کے لیے ایسی تیز آوازوں سے دیکھا اور پھر ڈھونڈا اور وہ اپنے صوم میں چلا گیا وہاں سے سرے سے نکلے گا
 انا گونہ کر رہی تھی کہ وہ اپنے صوم سے نکلتا تھا ۔



اس صوم سے جواب کے بعد میں نے اس سے کہہ دیا کہ اپنے چارے کی حالت میں اس کا وہ چپ چپ کرنا کہ یہ غریبوں کو دیکھتا تھا ۔ اور یہ بھوک
 میں نے دیکھا کہ ایک غریبوں کا وہ صوم سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا

وہ اپنے صوم سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا
 جب وہ اپنے صوم سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا
 ہر گز نہیں ۔ شاید وہ اس کے ساتھ ساتھ ہی صوم سے نکلتا تھا ۔

جب اس نے دیکھا کہ سب یہ غریبوں کی طرح کرنا تو میں نے اس کو اس کے صوم سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا
 کہنے لگا کہ اپنے صوم سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا
 " آپ کو کیا ہے ؟ "

میں نے کہا کہ " ہر قاتل نے یہ سوال مجھ سے نہ کیا تھا ۔ میں اب جو چاہتا ہوں ہے تو سننا ہی دے دینا چاہتا ہوں ۔ تم صوم
 اپنے چپ سے نکلتے ہو تو میں نہیں دیکھتا کہ اس کے صوم سے نکلتا تھا اور وہ اس کے قریب سے نکلتا تھا ۔ ایک لمبے کے قریب سے نکلتا تھا
 " آپ کو کیا ہے ؟ "

اور میرے دہرے ہلکے ہیں؟

اس پر وہ مسکراتے گی اور اس کے کانوں میں دو نچے گئے جیسے پیدا ہو گئے۔ رنگے بولے، غمزہ دار اور تھکے ہوئے کاندھے پر دھکا کر دیا۔
 "بچے معلوم نہ تھا کہ میں اس قدر بے قرار ہوں۔ میں نے سوچا کہ وہ میری کڑی تنقید کرے گا۔ لیکن میں اس سے بڑا ہلکا ہوں اور تم ہلکا
 کا طرح لگتی ہو۔ چارھا کر سنی چند سوچو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تم اُنھیں کے کپٹے نکالے۔ آؤ اب ہم دونوں مل کر اس طرح کی گردن
 مروڑ دیں۔"

میں نے کہا "اس طرح کو نہ دینا، اس میں میری ہاں ہے اگر میری ہاں نکلی گئی تو تم مر جاؤ گی؟

اس نے کہا "بچے اپنی زندگی کا پورا نہیں؟

میرے جواب میں "بچے اپنی زندگی کی پورا نہیں۔ لیکن بچے طرح کی زندگی نہیں ہے۔"

اس نے اُنھیں میں اس سوچ کر کہا "لیکن میرا چہرہ، زاد میں اُس طرح کو نہ دے گا، کیونکہ اس کی ہاں بچے جیسے چارھا میں

کی آنکھیں شکر سے کھل کر تیر ہیں۔"

میں نے اس کے سر کو کندھے سے لگا کر چپکا اور کہا "تم ٹکڑے کر دو، وہ اسے گزند نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ بھی

میں میں آگے ایک چارھا ہے۔ لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا وہ، جب سے اور تا جراتیں چیزیں جنس پانا کرتے ہیں میں، اچھا خاصہ نقیہ

نہ ہوں۔"

اس کی آنکھیں غرض سے چمک اٹھیں اور اس نے میری ٹانگی پر ہاتھ رکھ کر کہا "ایک مرتبہ میں کوئی اتھوڑی میں ہوں

میں کہہ رہی ہوں تو تم نے ایک ان کے لیے لگا لیا تھا اور میں نے اس کے لیے کیا تھا کہ میں نے آؤنگ لگائی اب میرا

وقت خراب کرنے کو یہاں بھی پہنچ گئے ہیں تو تم نے قسم لیا کہ صاب و اسٹاک میں نہیں لایا میں تمہیں وہم ہو رہا ہے۔ اس پر میں نے

ٹنگا کر کہہ دیا تھا کہ اُنھوں نے جوتے ہیں کپ، جوتہ میں جاؤنگے، کیا تم میرا مطلب سمجھتے؟

میں نے سر ہٹا کر کہا "نہیں؟"

اس نے اپنا ہاتھ میری چھاتی پر بولے بولے کہہ کہا "آپ سے ملنے کا تمنا ہے ایک چارھا میری ہر شگفتہ رہی۔ اس کے

سہارا ہر ایک اس کے اندر لگے، اس کی شگفتوں نے مجھے دن رات جھانکنا شروع کر دیا۔ میں آپ کو سوچتا ہوں میں جین چاہتی ہوں۔

میں نے کہا "تمہارا ہاتھ تو سیدھا ہیں اور میں صرف مسکرا رہی ہوں۔ ہاتھ لگنے کا اہمیت رکھتا ہوں، تمہارے اس سفر

کو کیونکر مل کر؟"

پھر ہم دونوں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ میں نے اس کی گود میں سر دھکا دیا جس میں وہ اپنی آنکھوں سے لنگھ کر تدریج اور اُست

است کہ لگتا ہے۔

تھوڑے روز بعد میں میری بیڑیوں سے قدموں کی چاب اور پٹے بولے ماحول سے باہر نکلتے آنے لگیں۔ میں

اس کی گود سے سر اٹھا کر سیدھا بیٹھ گیا۔ گھبراہٹ ہوئی لگا ہوں سے میں نے اس کو دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں سکون اور جھون پر

جگہ اس مسئلہ ثابت تھی۔ اس نے اپنا پایاں اٹھا اٹھا کر کہا

"یہ میرے کا دھوکہ ہے اور میری زندگی ختم کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ اس طرح میں اپنی آنکھ اور اپنی بیڑیوں کی گھس آئینہ دیتی



مجھے سے بچ جائیگا۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ سیر کی طرف چڑھایا لیکن میں نے اس کا ہاتھ منجھلی سے پکڑ لیا۔ اس نے دھڑکایا اور اس دور کا زمانہ میں ہم آٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اپنی مدد کی قوت سے اُسے فری پریگڑا کر ایک صحت مندانہ لڑکائی کی منت اور عزت پر فخر رکھنے کے لئے میں دیکر کہ ہندو سے بچے گا اور لڑے گا۔

(صفحہ ۲۰۵)

۲۰۶

جس وقت تیرہ سالہ سری گنگا بارو
تیرہ سالہ بچہ گنگا بارو

پہلے پہلے تیرہ سالہ سری گنگا بارو
پہلے پہلے تیرہ سالہ سری گنگا بارو

پہلے پہلے تیرہ سالہ سری گنگا بارو
پہلے پہلے تیرہ سالہ سری گنگا بارو

جس وقت تیرہ سالہ سری گنگا بارو

جس وقت تیرہ سالہ سری گنگا بارو



بہار

مکمل طور پر - احمد راجی

اپنی طرف سے دے رہے تھے کہ جہاں آکر اڑے سے پیسے چلے، لیکن سب دھوکے دے دئے اور جہاز اٹھ کر بہت گھنٹہ بعد اپنے
گھر نہ آئے کہ جاہکبیر کہہ اپنی دعا کی کامیابی کیا۔ جہاز نے اگرچہ اپنے اگلے کاروائے کے معاملے میں تسلیم کر دیا تھا لیکن جب
دور دراز گئے پڑے تو یہاں سے خواجہ بہار کی جود کو ہن قسم کر لگے لگنے لگے تو جود سے بازو کر پوچھا کہ اسی وہ ہے مگر چہ
گیا لیکن خواجہ کی جود نے جہاز کی بات سننے سے صاف انکار کر دیا اور سوچی ہوئی اڑنے کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد بھی کرب اس نے
ایک گھوڑی کو سہ ہفتوں کے مدتے ہونے تکھا تو اس کی نیت میں ہر قسم کا ایسا اور صوابی کے استحقاق کے باوجود اس نے اسے
دعوت دے ہی ڈالی۔

حدادی اگرچہ وہ سب مگر چل رہی اسے ؟

گھوڑی نے جہاز کے سوال کا جواب سوال سے دیا : ”اچھا وہی کا کیا صورت ہے بے ؟“

”آج بھ چاہتی رہے دیکھو“

چلتی گاتھی اڑ گھوڑی بلک گئی اور سیدھی اپنے رستے پر چل کر جہاز نے اسے ہر نوک اور گوشہ سے نوچوٹ، تو کیا
دیکھ سکے تھا۔

”سو وہ تو آئی اسے ؟“

”وہ نہیں ہی۔ مرنے پہلے پہل اڑتا تھا اور تازہ آگے اس نے گھون کے کوڑاں سے جاہکبیر کیا۔“

جہاز آکر اپنے اٹھانے سے اگلے محل آگیا اتنے میں چھپے کہ اگرچہ ہمارا دارو آئی۔ اسے وہ جہاز آکر لگا کر بچ جہاز
نے انکار کیا۔ شعلہ کی آبی لاشی بھاگتے ہوئے گھون کو آؤ دیتے چلے آئے تھے۔ سواری کا اندر بھاگ کر خون بہت کھولا اور جہاز کی
اس فی ساری کے ہاتھ میں یہ زیادہ بڑھوٹ نہیں تھا لیکن وہ بڑھنے کی ہالی میں کھڑی۔ شیخ نے اسے اور بغیر سواری چکائے راستے
میں آئی چلے۔ غرضی رحمت علی کو شیخ بھی نہ دیکھا تو اس کی کل گئے ؟ انعام غرضی ہی ہیں۔ اللہ کو مر کر ؟“

”اللہ نہ کرے کہ کو کیا۔ وہی تھی کہ دفتر میں لکھ۔ اس عوام نامہ کی تحصیل کو جان تو رہی ہیں جانے کے لیے ہی بد پر کار۔“

اس انعام نے تو دیر بھئی سو رہی تھا کہ شیخ کی محبت لبردار کا ذکر کیاں کیجئے۔ غرضی ہی تم تحصیل سے آنا کیوں دیکھتے ہو ایک
اپنے لبردار کی تو چہ۔ لبردار کی ہی کھڑے بیٹے ہیں۔ اور چھٹے بیٹے ایک سول مندر کو کر دیتے ہیں۔ جس روز حالت کا مندر نہیں
دیکھتے ہیں کا کار نامہ نہیں پڑا۔“

صلوات شیخ ہی بات ہے کہ غرضی محبت علی صاحب ایسے بڑے بڑے ہونے والے تھے اور نہ لبردار تو یہی کہاں کے غرضی کے تھے
میرزا کا نام تھا۔ ”ان اپنی حالت جوتی ہے۔ بیٹ بڑی ہے۔ یہ سب بڑے کرانے ہیں اور غرضی کا مندر تو اسے ہی ہے کہ وہ جہاز
تھیں۔ ان کو بڑے دتو۔ لبردار صاحب سے ہی غور کر لیں اور لبردار سے جہاز چاہے۔ یہی سرت چشتی جڑ کے کھڑا گئی
مرنے کی بل تو نے پہنچا۔ یہاں تک گئی ہے۔ آگ اس پر نازل ہوئی۔ کل اس پر ہفتہ بھر رہا۔ برسوں خود کو فری کرانی کیجئے۔ اس
غور سے جہاز ان کے غرضی علی لبردار کو کہہ دے۔ لبردار کو جان دیا۔ جہاز تو اتنا دیکھا ہو گیا اب یہ کہ رحمت کی لکھ کر لکھ۔“

بدن کا شیخ ہی نے ان کا انگلیوں کا سلسلہ متعلق کر دیا شیخ ہی نے بھی زیادہ بھی غور کے حصول نہیں دیکھتے تھے اور رحمت کے
قد پر ان کے ہاتھ سے مرکا داس بائیں پر چھوٹ گیا۔ ہاتھ کاٹ کے بے کسی رحمت کی لکھ۔ تو یہ کچھ غرضی ہی ایسے



تھے۔ فریاد ہو کر کہ کائنات چھڑی ٹٹانے لگی کہ انکار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے ان کا خلق ہونے میں، رجسٹر ہونے کا ہوتا ہوا تھا۔ کڑا تھا۔ منطقی
رحمت الہی نے فریاد کو دیکھا تو ہنسنے لگے۔ "ہاں فریاد صاحب نے آپ کو اٹھ کر بہت عرصہ پہلے کہا تھا کہ اٹھ جائیں
" غصہ ہی پہلے گھومتے تھے۔ میں نے یہ کہہ دیا لیکن فریاد نے اپنے بہت عرصہ پہلے ہی فریاد صاحب نے منطقی کے جوش و خروش
کا جواب لیتے ہی خوش و خرم دل سے دینا شروع کر دیا تھا۔

شیخ کی آواز سے بڑے "فریاد صاحب" اپنی توراہ ہی ہو گئی۔

فریاد صاحب نے سوچتے ہوئے جواب دیا: "ہاں دیکھو آج یہ تحصیلدار و مسلم کس وقت تک رہیں گے؟"

اچھے سے جتنا بولے۔ فریاد صاحب آگے بڑھ کر کہیں سے پہنچ گئے۔

"اچھے گھبرا کر چلے جاؤ؟"

"ہاں گھبرا کر۔ کیا کہہ رہے ہیں فریاد صاحب؟" جتنا نے ساتھ میں چلنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اپنی جگہوں کو۔ اور صریحاً فریاد

اور بڑے سے گھر رہا۔

فریاد



سہم ان کے
دود ان کے
تہ قہر ہے نہ

تو میں نہ ہر جہ ایسے آدمی کا نہیں اُٹھا ہوا تم سے سچا جو اب الود

تعلک کے ساتھ ہیں کیا ایسے آدمی ہر وہم سے سچا ہی اسے اور

سہم یاد زمین تہ ہن کر رہے تھے
نام ان کے ہیں تہ ہن کر رہے تھے

سہم ان کے ہر دود ان کے ہر



فکر مرید سے خدا پروردگار کی آیتوں اور احکامات کو نظر میں رکھو۔

”آمین“

پچھلے پچھلے آدمیوں کی زندگیوں پر غور کریں، طایفہ ایسا ہے جو جتنے سے جتنے بہتر ہوئی تو زندگی انھیں سے بہتر ہوئی نہ تھی، انہیں اللہ ہی اس لئے بھیجی تھی تاکہ انھیں بھی اس کی تعلیم دے اور ان کو اس کی تعلیم دے کہ وہ اس کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔

فکر مرید سے خدا پروردگار کی آیتوں اور احکامات کو نظر میں رکھو۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

فکر مرید سے خدا پروردگار کی آیتوں اور احکامات کو نظر میں رکھو۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔

فکر مرید سے خدا پروردگار کی آیتوں اور احکامات کو نظر میں رکھو۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔

”آمین“

”آمین“

”آمین“

فکر مرید سے خدا پروردگار کی آیتوں اور احکامات کو نظر میں رکھو۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

فکر مرید سے خدا پروردگار کی آیتوں اور احکامات کو نظر میں رکھو۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔ ان کی تعلیم سے بہتر ہو جائیں۔

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“

”آمین“



- قیادت و سرپرستی محترمہ -

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

[illegible]

تو سب کو دیکھ کر ہنس پڑا۔ "میں کیا چاہتا ہوں؟ میں تو آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی باتیں سنتا ہوں۔"

[illegible][illegible][illegible][illegible]

1999-2000

١٠٠٠

تقریریں کیا کرے گا، یہ وہی ہے جو ان کے پیشتر نے کیا ہے، جس قدر کہ ان کے پاس ہے، ان کے پاس ہی ان کے نظریات کو لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔

14-00000

ہم نے، ان تمام باتوں کے سوا کہ ان کے لئے ان کے سر پر ہے جو ان کے لئے ہے۔" (پیش، مرکز اخبار، جلد ۱، صفحہ ۱۰۰)

یہاں سے ان کے نام و رسم پھر کے دیوے کی شکل میں نمودار ہوئے۔

100

Figure 1

• کیا فلاحی و معنوی امور میں چھوڑ کر ایک ہی چیز پر توجہ دیں؟

المجلس الأعلى للدراسات الإسلامية

تاریخ و جغرافیہ کے شعبہ میں

1. *Chlorophyll a*

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

توانا بے پروا کی طرح

• ڈاکٹر صاحبہ کا کہنا تھا کہ سوشل میڈیا پر ایسی باتیں نہ پھیلانیں جو لوگوں کے مابین نفرت پھیلاتی ہیں۔

[illegible]

انگریزوں نے ان کے ہاتھ پیر کے سر پر لٹکوا کر ان کے ساتھ لے کر آئے۔

ان کے ساتھ کہیں کہیں بھڑکے ہوئے لڑکے اور بچے بھی نظر آتے تھے۔ خود سڑک دوسری لاشیں کھڑی تھیں۔ طریت ہوائی کی سڑک

[illegible]
$$u^{\alpha\beta\gamma} = g^{\alpha\beta}u^{\gamma} - g^{\alpha\gamma}u^{\beta} + g^{\beta\gamma}u^{\alpha}$$

۱۳۳۳

[illegible]

اگرچہ کہ یہ سطور اس وقت کے لیے مانتے ہیں کہ وہ مذہبی اور اخلاقی اقدار کے لیے ایک نیا دور کا آغاز تھے۔



[illegible]

عراقی حکمرانوں نے اب وہاں سے ان کے ہمدردی پیشین گوئی کے، سخت حد تک ایسا ہی ثابت کر دیا ہے۔

اس کے اندر سے اسے فتنہ کرنے کے لیے بھیجی جی ہاں! "تم میری ایک کائنات رکھتے ہو یہاں تک کہ اس کے لیے ایک جوتہ رکھا جائے۔"

[illegible]

”آپ نے گفتگو کرتے ہوئے صاحب! ”میں نے آپ کو یہ سب یاد دلایا اور ان کے لیے کچھ اور بھی یاد دلایا۔“ ”آپ نے یاد کیا ہے؟“

“مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ”

Journal of Management Inquiry 18(6)

اسمعیل، قرآن و تورات میں انہیں یہودی نہیں بلکہ: "افریقہ میں ایک عربی شاخ" کہتے ہیں۔ یہودیوں کا تعلق "مہندہ" کہتے ہیں۔

— *Journal of the American Medical Association*

سید صاحبزادہ نے اپنے والد کی تعلیم کے تحت پست کی تعلیم پائی:

www.elsevier.com/locate/jmb

[illegible]

ہر ایک کے لئے ایک ہی نسخہ نہیں ہے۔ اور، بالکل سچ ہے:

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم منارة للهدى، وهدى إلى صراط مستقيم.

میرزا صاحب کی رائے یہ ہے کہ ”اس اقلیت کی عزت کو کھنکھاتا ہے۔“ یہ سخت اور غور کی بات ہے۔

اعلیٰ است والکونہ و انکارہ کی ہے۔ اس دنیا کی غیبت پر ہے۔ بہت عرصہ پہلے غیب پر مومنان کی زندگی بھی غفلت کی تھی وہ ان کی ہے۔ جتنی

۱۰. ایک شخص نے کہا کہ میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہے۔

اس کے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے کیا ہے؟ میری کہانی یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے کیا ہے؟ اللہ نے ہمارے لیے کیا ہے؟ اللہ نے ہمارے لیے کیا ہے؟

تاکڑی سوچ اور اعلیٰ رد آؤ کہ ایک قوس سے صاحبِ خیال کی زبان پر آئیں گے جس پر ان کی تمام دنیا کے گوشہ گوشہ کو لگے، لیکن پھر اسے محبت کی رنگ باری، اپنے ہر لمحہ میں

عقار (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

[illegible][illegible]

وہجہ عام : "انگزشتہ پنے دل کو تئیں کے لئے ہر چیز کا کر دیا۔" یہی بات جنت میں ہم دیکھیں گی کہ کائنات میں جو کچھ ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔



رضائی

مسعود ملتان

آج کے پھر ڈرگ، ردا تھا۔

پتا ہر کوئی دیر دھو، جگ وطن طور پر بند ہو چکا تھا۔ انہیں کے دہلے سے میری ڈولنا جلی چکی تھی۔ میں نے میں بیٹھ کر فتنہ برپا
میں انداز کرتا اور بھائیوں، کپڑے اور تھے دوسرے کرتا تھا۔ وقت گزرتا تھا مگر مجھے سے کڑے میں بڑے بڑے باب
روشنی کر رہے تھے۔ اس روشنی کے باوجود بچے ڈرگ، ردا تھا۔

میں نے یہ سنا ہے ہی ڈرگ، جگ میں اور بچے کھڑا کھڑے تھے۔ مگر وہ بچے ڈرگ، جگ میں، مومن ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے
گنا ہے۔ اگر آواز دلاتی ہو، ہر کچھ چیز کے لئے تیار ہو اور وہ اچانک ہو جائے تو ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے۔ مگر آواز دلاتی ہو، بچے کا دور ہے۔
بیس کرسی پر بیٹھ بیٹھ بیٹھ ہی تھی۔

ایک دفعہ پچھلی بچے ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے۔ وہ مسٹر ۱۹۹۰ کا دور تھا۔ اس دور کو میری آنکھیں دیکھ کر کسی کو
غائب کے کھلی گھر میں پسینہ میں ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے۔ جیسے صحت و ہیئت میں ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور تھا۔ میں نے آنکھ کھول کر کوئی دیکھتے
کا کوشش نہ کی، بالکل صحت میں کچھ نہ تھی۔ مگر یہ کہ ہونے ہی نہ ہیں، یہاں وہ انہماک تھا کہ بچے کو ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور تھا۔
دیکھ کر بچے کا دور ہے۔ کافی دیر بعد تو صبح کی کائنات کے پہلے اچھے تو میرا دل پا کر دوڑ کر کہتے ہیں، مگر دوسرے شخص کو بیوی پاکستان
کتاب کے دوران پر ملے ہی پیشیاں ہونے لگی۔ اگر وہ یہ صورت نہ تھا۔

اچھے میں ایک صحت مند کے ساتھ اور کچھ خوش فہم کا نام رہا خوش فہم کی گئی۔ میں ایک دم کھل کر اور ہنس کر اچھے
سے ہاتھ دھو کر بچے کا دور ہے۔ آج کل بچے کا دور ہے۔

ہر شخص کو یہ بدھت ہے کہ بچے کا کائنات نے گئی۔ قدیم باقی سب نے گئے مگر یہ ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے۔ . . . جیسے بچے کا دور ہے۔
انتہا تھا اور اب طبیعی ہو گیا ہے۔

بچے کا دور ہے جس کا جس پر چھ گئے، ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے۔ گناہ گروں بچے کا کائنات ہی تھا جیسے کہ اس نے بچے کا دور ہے۔ گناہ
بچے کا دور ہے جس کا جس پر چھ گئے، ڈرگ، جگ میں، بچے کا دور ہے۔ گناہ گروں بچے کا کائنات ہی تھا جیسے کہ اس نے بچے کا دور ہے۔ گناہ

گناہ گروں بچے کا دور ہے۔ گناہ گروں بچے کا کائنات ہی تھا جیسے کہ اس نے بچے کا دور ہے۔ گناہ گروں بچے کا کائنات ہی تھا جیسے کہ اس نے بچے کا دور ہے۔ گناہ
پر تھے کسی قسم کا غور نہ تھا۔

”اگر خدا انہیں نے ہم کو کرے۔ وہ انہیں اور کھڑکیوں پر نظر ڈالے، وہ بند تھے۔ باب، بالکل خاموشی سے ملے ہوئے روشتی دے گا۔“



مانا تو کہاں سے آئی ہو؟

اس نے رونا کر لہجے دیکھا۔ . . . اور دیکھتے رہی۔ . . . جب میں دوسرے ہو گئی تو اس نے ہونے سے کسی گائی

۲۰۰۶ء

”یہ کہہ رہی ہے“

”اچھا سے میرے، بالکل سرحد کے پاس ہے، لیکن۔۔۔ میری توڑیوں کے ساتھ کیا ہندوستان فروغ ہو جاتا ہے؟“

”تم یہاں کب آئیں گی؟“

”جب پاکستان نے ہمارا گھائی فتح کیا؟“

”تمہارا مطلب ہے ہندوستان نے؟“

اس نے نفق میں سر ہٹا دیا۔ اس وقت اس کو تو کہیں اس کو دیکھ جوتی۔

میں کچھ۔۔۔ کچھ کی گھر میں مقرر ہوئی۔

میں نے پرمیا کے کونکے دروازے پر کھڑا تھا، اس نے وہ خود ہی بولنے لگی، لیکن ابھی اس نے کھینچنے کو بہت ہی جلدی نہ تھی۔ یہ اس کا صبح صبح کشتیوں کو والی دیکھ گیا تھا، میں نے اسے وہ دوازے کے طاق سے اپنی چادر اور گھڑی دیکھتے دیکھتے دیکھا تھا اور وہ وہ بے باقیہم بڑھتی تو میں ہلکے پڑھوں گھر میں تو وہ وہ بولنے کے لئے اٹھنے میں والی تھی۔ میں اٹھ کر اندر سے میں ٹھوٹا کر بیٹھنے میں تھا، ڈان رہتی تھی کراتے میں ایک دم گھوموں پتے کی آواز آئی جیسے ہمارے میں رہا ہو۔ میرا تو سارا پنڈا جیسے سو گیا۔ تب گویوں کی آواز بڑھنے لگی، اس میں آواز گوروانے کی طرف بھاگی۔ سر ٹکان کر دیکھ تو کچھ غور سے غور سے وہاں کا خود اور اندر سے میں بھاگنے والے مانتے تھے۔ میں نے غور سے وہ جکر اپنے بڑے کو کھلا رکھی آواز میں وہی۔ اسٹیشن۔۔۔ وہ اسٹیشن گھر جواب کون دیتا۔ وہاں تو قیمت ناگنی تھی، میں کٹھنی بند کر کے اندر آئی تو زور صبح کر بستر میں بیٹھی تھی اور کانوں پر اتھر۔ کچھ آواز میرے رہی تھی۔ میں نے بیک کر اسے سینے سے لگایا۔

”کیا تم بھی تھوڑی؟“

”وہی سال ہی۔۔۔ اگلے سال میں آئی گی اور پورے ہونے تھے۔“

پھر۔۔۔

پھر کیا کچھ۔۔۔ جیسے توجہ ہی تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ میں نے کہا کونئی ڈاکٹر بننا ہے۔۔۔ ڈاکٹر بننا کہ میرا بہن آئی اور ساتھ لائے ہائیکھیں کے گھر میں آؤں گی وہی۔۔۔ بدو۔۔۔ وہی بدو!! اگر کون بولتا۔۔۔ میری توڑی میں اپنے وہ وہوں میں سے ہمارے ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں، کئی سو بھی اس پر لگتا تھے تھے۔ اتنے میں صبح کا اہلا بھی جیسے لگتا تھا، خود زور دیتا تھا۔ میں نے آنا تھا کیا کہیں، میں نے توجہ کئے رہا تھی، پڑھ کر ہے۔

اتنے میں لگی کے کونے سے چند فریج بھاگے جوتے ٹرے اور اندر سے گویوں میرے لگے، لگی میں جتنے لوگ اپنے زور لگا کر کھاتے تھے ان میں سے اکثر قرطبہ کر گئے اور سارا لگی شہر اور پھیلے سے ہو گئی۔

میں تو اس میں ہم کر بھائی کر دھانے کو کٹھنی لگتا بھی بھول گئی، ہمارے زور کو گور میں چھاپا اور نوچ۔۔۔ وہاں کھال کھنڈ



لیکن آپ کو کیا کام ہے؟ اس کو اس نے کوئی جواب نہ دیا لیکن وہ بیہوش سکرا بیٹھ اور اس کے چہرے پر ہنسنے لگا جو کھانسی اور دھن کی آواز کی
 بد آواز تھی تھکتے اور جھنجھٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے سوچا کہ ایسے ذلیل اور بیہوش انسان دراصل اس ٹیڑھی نظر سے دیکھتے
 ہیں جو اس کے اپنے حاشیہ پر حاوی ہے، لیکن ایک نیا ہیئت، دستوران ہے، ہاں لوگوں کے وہ خون میں تو کامیابیت پر اور بے پرواہی
 رہتے ہیں، لیکن اس کو داور بدردھن کی خشکی اور نظروں کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ تو ویسے بھی بے حیائی کے ساتھ سکرا رہا اور ہر ایک دم سے
 جیسے اٹھتے، ہم کبھی یہاں خفا ہوتے ہیں؟ وہ کوئی کہانی ہی تھی؟ اس کی آواز بہت ہی بیہوش طریق پر قائم حال ہی گونجی گئی اور بال
 میں جیسے ہنسے لوگ ان کا قوت دیکھتے گئے۔ اور پھر وہ داور دیکھتے ہی رہے تھے ویسے ہی ہنسنے شروع کیا، ہوا باہر چلا گیا، اور ان فوجیوں کے
 ہتھیار اور اس ہند ہو گئے۔ اور بدھن کا کونٹ اور کناٹ اور تھکتے ہیں بے پرواہی ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے کے واسطے سوچا کہ وہ
 شہم سے اٹھتا ہے پھر ہی کیے کیے کہ شرابی آدمی اس قدر بے حیائی کے ساتھ اس کے پاس میں آتا کہ، اٹھنا لیکن اس نے دیکھا کہ شہم پر سوار
 اس کو لے کر گئے گروہ جیسے توجہ ان کے لئے تھی ان کے ساتھ لاکھ کرتی ہوا ہے، اور ان کے ہتھیاروں کے شرکاء سمجھتے تھے تھے تھے
 اور اس کے چہرے پر وہی پائی پائی سکرا بیٹھ چلا پرتی ہے۔ اور وہ ویسے ہی اپنی جگہ فوجیوں پر ہنسا رہا

اور وہ سب وہ جب ڈیڑھ اور داری دستور اور پانچ تو ان کے چہروں پر بھی ایک طرح سے سکرا بیٹھ تھے، اور ان کے منہ پر تھکوتوں
 کے ساتھ بدھن کو بتایا اگر ضرورت پڑے تو سب وہ کام ختم کر کے رہیں مگر ہمارے ہی میں تو سب ایک ایک گئی ہیں، انہوں نے شہم کو اس شرابی
 کے ساتھ دیکھا تھا، وہ دونوں بے عقلی کے ساتھ قریب سب میل رہے تھے اور وہ آدمی اپنے مخصوص طریقہ انفرادی اور انفرادی میں رہتا کہ
 رہا تھا!

دھن نے سوچا کہ جانے اس کو کون سا آدمی کی باتوں پر سب طرح فقر آیا تھا اب دیکھو اس کا کونٹ ذلیل ہو چکا تھا، وہ ان باتوں
 کا شہنشاہ نہ رہا، جس کو کہنے کے لئے تیار تھا، اور اس کو اپنی کونٹ اور جھنجھٹ سے سنی معلوم ہونے لگا، اور اس کو لڑائی پر سوار
 منی فوجیوں پر ہتھیار لگا رہی تھیں۔

ڈیڑھ کے کہہ سونے وہ اب کناٹ دستوران میں دھن کو لگا ہے، اور اس کے حاشیہ میں ہی کی کی آواز ہے! اور پھر وہ اپنی فوجیوں
 کے جھجھکوں پر ہنسنے لگا۔

اور اس نے کہا: "جی شہم اصل بہت ڈر لگا رہی ہو ہے، وہ پہلے ہی کہانی ختم کر کے ان کی زبان میں گھس رہا ہے، جانتے ہوئے وہ
 کام دانت لیک: اس فوجیوں میں گھر رہے تھے۔ عورتوں سے پہلے دفعہ شہم نے سوار ہوا تھا اب اب اس کے صاحب ہند میں ہے؟
 اور جانے کیا کیا ان کی باتیں ختمی تھیں، وہی گئی اور بدھن کی کھانسی نے اس پران کی جھن میں شریک ہو گیا۔ لیکن ہر لمحہ ہنسنے
 ہو گیا اس بات کے بعد اس کو دیکھ کر بدھن نے یہ کہیں دیکھا اور نہ بدھن نے شہم کی شہادت بدھن کو اس کی باتوں کا ہنسنے پر ہنسا کی سب سا
 معلوم ہوا اور اس کو بدھن نے دیکھ سوچا کہ نہ جانے وہ کون سا آدمی ہے جس نے شہم کو اپنے جھجھکوں سے سوار دھن کی طرف سے سوار دھن کی طرف سے سوار
 ہوا ہے سوچا کہ دراصل یہ شہم بہت زیادہ دیکھتا ہے اور ایک جیسے جاننے والوں کو اس کی آواز کے ساتھ شہم کے ہے۔ اور اس کے
 خدشات میں تو اس کی آواز کے خدشات کا حال نہ جانتے لوں اپنے کو شہم کا خوش متوجہ ہوا، اور نہ ہی کہیں دیکھتا ہے، پھر اس کی لڑائی میں کتنی
 کتنی فحشا ہوتی ہے۔ کچھ گھر کی کتنی کتنی فحشا ہے، اور اس پر شہم دیکھ رہا ہے، لیکن نہ کہہ رہا ہے۔ دھن سوچا کہ یہ
 لوگوں کو فحشا سوار دیکھ کر ہی ہے، تمام اہم ایک ایک دیکھ رہے ہیں، ایک سے زیادہ لوگوں کا تو شہم ہے، دانت ہے، لیکن ہے، اور



ہمسفر وہ اپنی بات ختم کر چکی تو کاؤنٹر کے پاس سے چلت گئی، پھر اس نے کچے کچے قدموں کے ساتھ ریسٹوران کے وال کی لپائی دی کہ۔
 دوسرا شخص کے قریب آگئی جہاں کچلے ہوئے اس نے اپنا جھوٹا اظہار اور پھر گھومتے والے درد کو دیکھتی ہوئی ڈاڑھ لگی گئی۔ پھر جلتے
 جانے اس کا ہاتھ ایک سرور پر چتا ہوا دھان کی کھال کے پٹائی میں لٹکا لیکن اس نے لپٹ کر گرنے سے منع دلایا اور پھر ڈاڑھ لگی گئی۔

— اور پھر وہ گھومتے والا دوسرا وہ ایک فلم ڈانزہ بنا کر لپٹے طور پر لپٹ کر گیا، وہ ملن نے لپٹا آپ کے کپڑے حساب قرار دیا بھی
 بھی گئی اس سے پہلے اس کی کچی پاؤں کا وہ بھی اٹھ کر پھر پڑا جانے۔ ریسٹوران کے دم گھونٹ دینے والی فضا سے پھر لپٹ جانے اور کم از کم ایک لپٹا
 کو دیکھیں جا رہے، لیکن پھر پھر شوشے طور پر وہ خود کو لپٹ کر شوشے اور ٹھکانا جو اسی کی تار مار اور دھڑکیوں کا طرز کے کچھ نا موافق اور
 ہمارے چٹا مارا — اور پھر لپٹ آپ کو اس دھڑلے کے بہرہ کر دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

دسمبر ۱۹۵۲ء



میں اس پر دشبیت فریب ہوں تو میں شیشہ دیر ہے
 نرے درکے سے شیشہ نرے درکے سے لپٹ نہیں

میں کھڑے ہو کر آؤں، تو ہوا زخمی ہو جائے،
 کہ تیار مشعل دوام ہے پھر زخمی ہو جائے

میں کھڑے ہو کر آؤں،
 کہ تیار مشعل دوام ہے پھر زخمی ہو جائے

میں کھڑے ہو کر آؤں،
 کہ تیار مشعل دوام ہے پھر زخمی ہو جائے

پہری ہوتی تھیں اور ہنر مند کو اس معاملے سے متنبہ تھا۔ ہاں ہنرمندوں پر ہی منحرف جاتا۔ بلاشبہ الف بیل کی داستان تھی۔ اس بازار میں کوئی ہاشم دین کرکھی، داخل نہ رہا بلکہ وہ خود چیلے پیچھے پر چلے گا۔ پھر یہی اس کی باتوں میں حادثہ تھا۔ وہ علی کو سزا سناتے لاقظ جانتا تھا۔ اس کی نظر ہمارے شکل، اس کا انداز گفتگو کی مختلف تھا کہ وہ انہماکی کی اس بات میں بھی جلی جاتی۔ یہاں میں سے شام تک محنت پسینہ لیک کر کے وہاں کا گھر پیچھے چلے گئے سرگرواں رہتا۔ جب باخیر و بیرون میں ملے جھپٹتے دیکھ کر انہیں ہر چست تھی تو ان کو ان کی اپنی نگاہ دور پریشانی سے ملے تھیں، اس سے بھی سوچنے لگے کہ کاش پیچھے نہ لے گا کوئی پہل نظر آتا رہتا تو وہ بھی واقعہ پر افسوس کر کے کام سے ہٹ چکے ہوتے۔ کوئی ٹھکر ہوتا نہ تھا۔ دیکھ کر ان کی ہر چیز پر ہر جاتی۔ مسیروں قصائی بڑا چہرہ دیکھنے شان کے سپرد کر کے آگے بڑھتا۔ پھر یہی وہاں اپنا دریا پانی پاس کھسکا کہ آہ اور مولد کئی نری کے پڑے کو پر کھنچ کر چلتا۔ کیوں یا باہن چہرے خوشے کا سبب؟

بلاشبہ مولد کی بات کا جواب کبھی نہ دیتا اور کہتا: "دیکھتے کچھ جلدی ہے۔ اگر صبر کرو تو اسے دھڑ سے دھڑ میں چلا۔"

پیدا ہر مولد کی لڑائی میں سے بہت بڑی باتوں کی خواہش کھینچتا تھا۔ سارے بازار کا بیٹ لیتا۔ وہ بھی کر کے جاتا۔ باخیر و بیرون سے تو سب سے پہلے وہ اصناف کو لے کر اپنے ساتھ نکلتے تو سفر جاتی تھی۔ قسم اللہ کہ یہاں والے کے ہر پرچوں کی چادر چڑھا لی۔ سب سے پہلے پانچویں پانچویں شہر میں لپی ہے۔ پانچویں پانچویں ہے۔ باخیر و بیرون جاتا ہے۔

باخیر و بیرون ایک آٹھ سے گئے شہر کے کاندہ کو لڑائی لڑ کر پڑھتا تھا۔ پھر وہ بڑے سے صاحب ہوتا۔ پھر وہاں کو قتلے دیکھ کر کبھی ہر ٹھیکہ ذرا قحطی سے منت الہی۔

وہ انداز پر ٹھہریں ہی نہ تھا۔ باخیر و بیرون کے لئے کہتا: "خود دیکھو کہ باخیر و بیرون اپنی دکان ہے۔ جتنے قحطی کی بات کہیں کی ہے؟" مولد کھانے کے گوش ہرگز نہ لیتا۔ وہ قحطی کا نام نہ کر سکتا۔ ہونے لگتی۔ وہ دیکھ کر کہتا: "دیکھو کہ باخیر و بیرون کیا کہیں کی قحطی ہے؟" گراہی ٹانگہ ڈالنا نہ پھر جاتا۔ باخیر و بیرون کے جبر کو سزا دے تقریباً آٹھ کر مولد کھانے کو گھر پر کر لیتا۔ باخیر و بیرون سارا دن دھڑائی کے لئے نہیں بیٹھتا۔ ہر ایک کام کرتا۔ ہر ایک کام۔ تیری جگہ میں جتنا تو چھانڈا کہ کسی دن مولد کی بیگاری کو پڑی ہی چاندی کر لیتا؟ مولد کھانے میں رہی باتوں کا کبھی کبھار نہ ہوا۔ وہ اپنے احمق راستہ پیچھے دیکھنے پہلے لپیہ جاکر جملے جملے ہنسنے لگا۔ پھر دیکھ دیا غور اپنی تعلیم یا کوئی چیز کہتے ہوئے کہتا: "اے باخیر و بیرون! شے کے دو منہ ہی شے کاٹھ، باجے کا دھور۔ جتنے کہ جاتا ہے میرے ہتھ میں؟" مولد نہ کہ کوئی لڑائی پڑا دیا۔ باخیر و بیرون کہتے ہوئے کہتا: "ایا تو پانچ پانچ پانچ ہے۔ ایک منہ میں چم لگی ہو جاتی ہے۔ ساری کی ساری؟"

باخیر و بیرون سے لگاؤ تو دم بھر کر کھانے میں کر لیتی کہنے لگتا۔ اسی کی باتوں میں بڑی ترنگ آجاتی۔ وہ کہتا: "جیب جان تھی تو آخر پانچا اب تو لے لیا کہتا۔" دیکھ کر کھانے کا دم لگا دیا کہیں چرس پی۔ کمال فانی دھڑائی میں کیا دھڑا ہے۔ لے جاتی ہے تھی تھی سے وہ تو لے چکے کے تو قحطی سے لکھ رہے جاتی ہے۔

اب وہاں لڑائی لگتا۔ کہتا: "ہاں پھر باجے نہیں دیا۔ کچھ کھنڈہ کھنڈے سے آگاہ تو بھی وہ گھڑی بیٹھ جاتی۔ باجے کر پھر جاتا۔ ہڈیاں چاٹنے پانچویں تا کر کے قحطی، راستہ ہے کہ شے تیرے پیچھے کر لیتی ہے؟"

باخیر و بیرون کھانے کا شہر لگا دیا۔ دیکھ کر کھانے میں لگایا۔ پھر یہی کہتا: "پانچویں۔" اس سے پانچویں بنانا کیا مشکل ہے یہاں تو پھر یہی اور ہیں۔ جب دیکھ کر کھانے کا شہر لگا دیا کہ ایک دن تم سب میں مولد پانچویں لگائی گا۔



”اور کیا، بابا خیر تو جہاد کرے۔۔۔۔۔ خیر کے لئے جہاد ہے جس میں اس کے تابع ہیں۔ چاہے تو انوں حالت ہوں میں صاحب کی چار پاؤں، اسی طرح کہہ رہا تھا۔“



فیضانِ اہل حق میں چھوٹے لڑکا : اصرار کیا : میرا ہانا یا تمیں کا کرنا ہے۔ چاہا کہ کہتا ہے : ایک دیں : بابا غریبوں سے ملتی کو : آخر لڑکا : انور وہ چاندی ہی
گنتی : اصرار : میرا وہ چاندی سے کہہ بیٹھے : فیضانِ اہل حق :

وطلبہ نے پریشانی جو کہ چھپا، تو چھپا یا اس میں نہ پڑی میں کہوں، رہتا ہے، اپنی کٹھنی کیوں نہیں لہو ایسا تفصیل وار صاحب کی طرف سے۔
فیروز نے تھوڑے دن بعد پیش کر دیا: مروی صاحب ٹیکس کتنے ہیں، بے فوٹ پڑ گیا۔ اسے یہ ہمارا دگر بلی جوتے ہیں غلطی... انہیں
شکر کرتا ہے لینے کام کا... چاہا کہ کتبہ ہے اگر یہ لایا گیا جس میں تو میری کسبت جاتی رہتا ہے؟

فقیر نے منہ کی بات، دھڑا کر گویا جانے لگا کہ شہت دہا صاحب کو کڑا کھلے گا، سو دہا ایک چیز مرنے لگا۔ اسی وقت چہرہ سے تلخے ان چیزوں کی کمر نہیں، ہلکتے دھڑا آئی کمر آجائے گی۔

فقرے کی بات نہیں کرنا چاہئے اور اگر کوئی اس کو بتا چلا کہ، لیکن بلا غیر، اگر وہ اس پر کھینچے کی گھنٹا اور بھی جانے لگے۔

[illegible]

دھندلے میں ساری جہری ادویہ لگا کر کھڑے کر دی گئے اور کچھ سا مہر دیا۔ کسی ایسی ہی جگہ بیٹھ ہی جاتی تو کاجے کا ٹم جتا۔ میں خاموش رہا۔
 دھندلے کان کھڑا نہیں.... جب سے آئی ہے سوئے کا دیر در کشاد کا پکا کی چڑیاں بھی قید سے ملے نہیں۔ اسکا قہقہہ لایا نہیں ہے۔
 بھانے باؤں کا نہیں ہی تپتی آگ؟ قہقہہ لیل ہر کچھ نہیں کس مٹوانے کے لئے مدام پتا میں ہیں؟

بھین کی دھیمیں کھل گئیں۔ دھندلے انداز سے چاندنی کی طرف پلکی اٹھ کر دیکھ رہی ہی سارا فوج کو بیٹھ گئی۔ دھندلے سے پہلے کہ اس کی طرف
 دیکھا اور کہنے لگا۔ جیسا کہ میں نے آؤری کا کشش کی تھی۔ کس طرح ہلکے سے متحرک جانتی تھیں؟ اسی کے نزدیک تو ہر طرح کا فوج چوری ہے۔
 ڈاکر ہے، ہر طرف ہے۔ یہاں آجیے کام ہی ہیرا چوری ہے کہ آئی کیا کرتے۔؟

جیسا کہ میں نے چور سے پوچھا۔ لیکن چاندنی ہی تو مدام کا غلامی کی کہتی ہیں؟

اس دکان سے تو اتنی سبب نہیں ہر تارک کو دھندلے کا کھانا کیا ہیں؟

”چور“

دھندلے نے چور کہا۔ میں نے ایک بد مشورہ مدام کو چند سال ہی اندر کثرت کا کام چور کو مجھ بھی نصیحت کر لی تھیں۔ انہیں تو چور ہے میں ام
 میں نظر ہر گاس سے انہیں لغت ہو گی۔ ایک۔ اور میں نے شہر ہر کثرت کا کھانا مدام دیا تو ڈال گئے۔ کچھ نہیں۔ اسی مکان میں خدا رکھتے ہوں
 اگر سونے چاندنی میں کچھ نہیں ہی جانتے گئے۔

”چور کا کیا سہارا ہے میں پڑنے سے تو کہہ دیتے گا؟“

دھندلے نے ہلے سے کہہ جوری اور پورا دیکھ کر کہا کہ پانچ پوتی میں اپنا کچھ کام چور؟

”قہقہہ....“ چاندنی چاندنی کو پچھو سار میں چور ہوتے۔؟

دھندلے نے تلک کر کہا: ”تو کیا تم نے ان کا مہر کا فیکٹر دیکھا؟“

بھین نے نرمی سے اس کے ہاتھ میں انگلیاں ڈال کر کہا: ”نہیں ٹھیکہ تو نہیں لیا تھیں اس مہر میں انہیں دھندلے ہیں تو نہیں دے سکتے۔
 کوئی جیسا کام کوں میں کہتے ہیں کہ میرا چاندنی کو پچھو۔ نظام تو مدام ہی کہتے۔ دھندلے کے مٹوانے آؤں گی کثرت میں ہی جانتے؟
 دھندلے نے دھکی دھکی جواب دیا۔ جھگڑنے تک کام تو بہت سے ہیں لیکن انہوں نے کہا ہے؟“

بھین نے نظری میں دھکی دھکی کی طرف دھندلے سے دیکھا اور چور دلی۔ ”نہ لیکن تو میری نہیں دے سکتی میری ماں کی
 نشانہ میں لیکن میری دھندلے کی پچھو۔ پچھو سارا دھندلے کے کہتے ہیں ایک شرط ہے؟
 دھندلے نے دھندلے کی کاشی دھندلے کے کہتے ہیں ہے؟“ ”شرط اور کیسی؟“

بھین نے لیکن گھڑتے ہلے کہا۔ شرط ہے کہ چاندنی کو پچھو۔ کہ آپ کو کام کر دے۔ دھندلے نے اپنی دکان پر بڑی صحت
 کہ ہے۔ اپنی اولاد کی طرف سے پڑنے بھی نہیں کہوں کی طرح غریب ہے۔ اگر انہیں پڑ چلا کہ آپ دکان سے بے دھندلے اگر ہے میں تو انہیں بلایا
 رنج مرگا؟

”اور اگر انہوں نے پوچھا کہ میں کہاں سے رہنے لگا ہے تو۔۔۔؟“

”کہہ دیجئے گا دکان سے زیادہ فوجیوں سے لکھتے۔ آج کل وہ دکان پر کم جلتے ہیں انہیں لکھ دگتے گا؟“

چور بہت سے بھین نے پوچھا کہ میں کہاں سے رہنے لگا ہے؟



مولانا کش ہنسنا اور کہنے لگا: "شیعوں نے جگہ بنایا تھا کہ اس نے مولانا خیرداد کو چاند سی پناہ دے رکھا ہے۔ بابائیسو کے گھر میں چاند ہی کی پوری دیکھ رکھی ہے؟"

توبہ کی دعا

عمر کی کٹھن جلد ہی جاگزیں ہو ا۔ اب تو شیدا اپنے محبوب کو کیا ہے سزا میں تھیں مانتے کچھ اور کیا۔ انہیں اس کے غصے ۛ بازار مارے کر خرید رہا۔ ریشم نکلی، تنے کی بنی ہوئی شاد میں چڑھوں کر گنہگار کچھ کچھ گتے تھیں اس کے۔ باہر صبر و تحمل کا پھیلنا پڑا کیا؟

فقیر سے فیض میں گئے ہوئے سونے کے پتے کا کہتے ہوئے کہا: "پر میں نے سنا تھا کہ چاندی سے چھوٹے پر ہونے کی سزا مرنا تھا۔"
 مولانا خلق نے ملو کر کہا: "وہ آقا کو اولیٰ نے بت دیا تھا حق! اسی بابا میرو کے ساتھ ہی کاظم چاندی سے سزا دیے جانے کا کہہ کر گناہ دیکھے گئے۔"
 مکتوب: پڑا گیا اور کہا: "؟"

دھندلے کے پھل اپنی دکھان کی طرف متوجہ ہو کر تھیرے سے ادا تھیرے کے کھنڈ میں چلے گا۔ اگرچہ تھیرے کے دو تھیں آواز ہی نہیں بلکہ رشید
سنانی سن کر کہے چلتا ہے ہاں جو کہ تھیرے گھڑاؤں سے ہر چہ جس کی آواز ہی نہ ہو کہ تھیرے تھیں ہاں ہی سے بہت دور گھڑاؤں کا جھنڈا اور جھنڈوں کا
سیرھا تھا۔ یہاں پہنچ کر دھندلے اور دھندلے میں صرف ہندو گھڑاؤں کا شور مچا رہا۔ رشید کی چال آنکھ سے بڑھتی ہے کہ اسے کچھ نہ کہہ رہی تھی کہ وہ بہا نہیں جیت
کے گا کیا۔؟

انکار و ایمان کے تقابل کو جسے رشید پر ایک نظریاتی اور خود ہی جواب۔ حق کا تصور ہے جسے دین کے لیے کھول دیا گیا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مشرق میں پہلے پہلے اس کے دامن میں پرانے پرانے کے دینوں کی شام کا چمکا شکستہ جادوئی خدمت میں حاضر کرنا ہو گا۔ جس پرانے کے دینوں کے دامن میں اس کے مہیب پر تصور کا اثر ہو گا :

رشتہ بننے والے ہونے کی۔ یہی تو بڑا دلچسپ کھیل ہے۔

“*My Little Pony*”

اب رخصت ہو کر فریب آگیا اور یہ گفت کہتے گئے: "خیر، یہاں یہ بات نہیں ہے۔"

۱۱) غیر صرفہ دہلیہ کو سر پر رکھ کر چاروں جہروں کو سرچ کر پٹن دیا۔ اس کے پیرے تمام جیدیکس بنی غم و گما اور شہیدانہ افتخاردار

پھر کہ: ”مجھے اپنے ساتھ لگائے اور انہیں خراجِ جسم و مال کا“

١٠٠٠

ہاں! میرے سر پر کد رنگ بٹنی ہے۔ کلب ڈنٹ ہے۔ ٹیڈ کٹ ہے لیکن ہم چھوٹا سا قہر رہتا ہے۔ ہر کام بل مشکل ہے۔ یہ جانتا ہے۔

“برای حفظ و ترویج این میراث فرهنگی، باید اقدامات لازم را در زمینه حفاظت، مرمت و ترمیم بناها و محله‌ها انجام داد و همچنین باید به ترویج و معرفی این میراث فرهنگی به نسل‌های آینده پرداخت.”

”اگر اے سرچے، پڑھ لکھے میں روز میں گنت، اکی پانے کی آہزاروں میں کچھ ہر میں جیک اکی چھوڑا“

وطلبہ نے اسی سنت صحیحہ کو لازم میں کیا۔ یہی ساتھ پھر اپنے دلائل سے:

۱۰. حجر شام کو اپنے خندہ چاند سے کھینچ لیا۔ شام کی کوئی ٹالکانہ کھیل نہیں رہی تھی۔ چنگ اور گے ۲۰ صوبہ ۵۰ ٹالکانہ کو اپنے خندہ چاند سے کھینچ لیا۔

بلکہ شیخ کی اسے اس قدر اذیت دینے لگے کہ وہ ان کے گھر سے نکال دیے گئے تھے۔

اپنی دیرپائی کا دور دورہ بناتے ہوئے ان کو نظر آیا کہ قریب چھ ماہوں سے ایک سادے کھادارے میں کھڑے یا لیٹے ہوئے ایک مسکین یا پیر و امیر کا حال کرکھتا ہوا آگے آگے، چاہا ہی جاگ رہے ہیں؟

”ہاں۔“

”جیسا کہ پہلے سے کہا: یہ سب اسی سے کہہ دیا کہ آپ سب سے ہیں؟“

”کہتے ہیں بچا کہ اس نے وہاں نہ بند کیا تو جیسا کہ پہلے ہی؟“

”میرے تو ہے؟“

”جیسا کہ پہلے سے ہوئی؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جیسا کہ پہلے سے ہوئی؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جیسا کہ پہلے سے ہوئی؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“

”جس میں کسی سے کہیں؟“



و علیہ بیانی پر دیکھا کہ اس چٹان پر چاہتا ہواں کچھ نہیں وہ اور فقیر اہل دیکھنے ہوا کہتے تھے۔ چٹان بند تھا۔ اس کا ہی چادر
 لٹکی اٹھا کر پٹری پر رکھ دے اور اہل کے پیچھے سے چڑی کر لکل جاتی تھی کہ آرام سے مگر چڑی جلتے اور دور سے انہیں جلتی بہتا ہوا اور صراخ آتا ہوا
 نکلا اس کے پیروں سے زمین کا پتھر لگی۔ لڑکوں میں بٹے جو بے لکھنوں کے ٹکس اور دھن کے گھنٹے زمین پر بھاگتے چلتے تھے۔ جڑی خور سے گاڑی
 دیکھا۔ ڈا۔

پھر وہ جگہوں کی قطار میں نظروں سے دو چیل ہو گئی۔ عربی لٹری میں گاڑی کے پیروں کا ٹھوڑا گیا۔ جیسے اب بھی وہ اناکھڑا کاہر و کوی
 چل رہا ہے جو۔۔۔ لٹکی اٹھا میں پچھلے جھٹکے پیچے کی طرف سمجھاتے وہ لٹکرو کی جڑ پٹری کی طرف پڑتا گیا۔

جوانی مسند

حققت کو چھوڑ کر فضا میں بھٹک رہا ہے
 وہ ہر صورت نہ طے کر رہا ہے دھڑلہ چاہے
 صحت اس کی صورت چھوڑ کر کس کی بدلت ہے
 وہ ہر صورت میں کچھ شہر شہیا پر چڑھ چاہے
 کولہن دار اس کی بات کا مائل میں جانا
 وہ اپنی کاموں کے رضا میں بھٹک رہا ہے
 اثر بہ صحت کے وطن و اس وہ آگے ہے
 جیسے ناچنے والے کی لٹکا لٹکا لٹکا لٹکا ہے
 کس اس کو چھوڑ کر اس کی نظر سن رہی ہے
 وہ خود بخود کا تنہا وہ ۱۵۰ کا تپیل
 کس اس کو چھوڑ کر اس کی نظر سن رہی ہے
 وہ خود بخود کا تنہا وہ ۱۵۰ کا تپیل
 کمال چنگ چراغ صحت کا نہیں ہو تا
 وہ زخمی ہے۔ ایسا دیکھ کر خود بخود چاہے
 آگے صحت سرفراز ہے نہ وہ دیکھ رہی
 طبیعت کے نقصان کے مزاج خود بخود چاہے
 شہد و یہ کس کو چھوڑ کر اس کی نظر سن رہی ہے
 وہ خود بخود کا تنہا وہ ۱۵۰ کا تپیل

میں کس کو چھوڑ کر اس کی نظر سن رہی ہے

وہ کس کو چھوڑ کر اس کی نظر سن رہی ہے

ادب و عقلمانی

کس کو چھوڑ کر اس کی نظر سن رہی ہے



[illegible][illegible]

جس رفعت نے جہاں کرات اس نے کافا کیب سامان کر کے من پھرتا چور کر کے اور وہی اس نے فتح کی کوشش کی تو سامنے ہاتھوں
خوار رہے اس کی گون کی عزت جھوٹا ہے اور وہ اسے خوف کرات دیکر پیچ بھاگے کہ گئی۔ اے خوف نہ ہو بلکہ گون کی کوشش کے لیے
مصلحت ہے بلکہ اس میں اس۔

”یہی کوئی بات نہیں تم نے مزید کوئی نئی بات نہ کہو اب دیکھو کہ کیا؟“ یہاں تک پہنچی جہاں کوئی اور تھوڑی سی دیر بعد دوسرا شخص پیش آیا۔ وہ تھوڑا سا حیران کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس سے ایک جہت پر اصرار کرنا وہاں ہی بالکل نہیں مگر بالآخر وہ ان قدر غور کر گیا کہ ایک



[illegible]

میں نے کہا: یہ تو ممکن ہے کہ ان کمزری نے کبھی یہ سنا نہیں، میرا خیال ہے اس سے اسے قطع ہو کر، ہر جگہ گا۔

چھوڑ کر گری سوچ میں پڑ گیا، اس اٹھارہ سال کے لڑکے کا دل تڑپا گیا۔ اب اس کی پڑائو اس خطیبی نواز اور گھنگھریلے نئے سرہاء اداکار سے ہو گئی تھی۔ اس خطیبی نواز نے اس کی پڑائو میں اپنے لیے ایک نئے سرہاء چہرہ پیش کیا تھا۔ اس کے لیے اس کی پڑائو میں اس کے لیے ایک نئے سرہاء چہرہ پیش کیا تھا۔ اس کے لیے اس کی پڑائو میں اس کے لیے ایک نئے سرہاء چہرہ پیش کیا تھا۔

[illegible]

یہ نکلانے والے ہندو کے لئے 20 روپے سے زیادہ کی رقم پر پابندی ہے۔

”جی نہیں! اے کانگریس! مجھ نہیں! عورتیں ہیں جن کی اس طرح سے ہمت پر ہر اور ملے گئے اور ان کو معلوم ہے کہ وہ اپنی جی کو تارتی ہیں۔ چلتے چلتے کہیں جو اس رنگ سے ٹھنڈی کرنا چاہتا ہے۔ میری تو یہ محض اپنے واسطے کا علم کر کہ ہے میری یا اس کی اس رنگ کو فراموش کرنا چاہیے۔“

فوج ان کے آگے دھک دے گا، اس نے جہاد کو جس حد تک چاہے اس حد تک لے گا اور جہاد کے لئے اس کی ہر شے کھڑی کرے گا۔ یہاں تک کہ
شہر کی تمام حالتیں اس کے لئے ٹھیک رہیں اور وہ اس کے لئے جہاد کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے جہاد کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے جہاد کرے گا۔

[illegible]

وہ لوگوں کا کیا فائدہ؟ دوسرے مفروضوں کی تحسیلات میں اچھا لگا کر یہ ثابت کیا گیا کہ پھر بھی انگریزوں نے خود کو ان سے اپنے لیے کوئی فائدہ نہیں دیکھا۔

چند دن گزرتے ہیں کہ کوئی دن تو ایسا بھی میرے ذہن میں آتا، اس وقت اس کا ساتھ لگا کر اسی دن میں اس کو اپنے چہرے پر۔۔۔ جب وہ
 دلوں پر سے سدا کے سر پر چڑھ کر آتا ہے کہ اس کے ساتھ میرے کیا۔۔۔ انہیں کہ جسے میں اس دن میں سنا ہے کہ وہ لڑکی کا
 چہرہ سنے لڑکی کو نام سے پکار رہے ہیں کیا۔۔۔ آپ نے نقاب اٹھا کر اس لڑکی کے کچھ پر اس نے نقاب اٹھا دیا۔۔۔ اٹھا دیا انہیں پر اس کی
 اس خوش حال لڑکی تھی، غریب گھر سے آ کر اس کی ہر ہر چیز میں اس کی ہر ہر چیز میں۔۔۔

أب الجحيم إلى استعبد ليديا في مصر^{١٢}

[illegible]

444



فاخت

جادو کا نسخہ

بیتاڑی اچھی بند ہے۔ اٹھ کر گئی تھی۔ اس کے ہاتھ کی گری سے پتھر گر کر پلیمبر دھڑکا۔ سر کے باڑے کیلئے کے بجے ہمارے کمرے
میں سے چڑھ کر چلا گیا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔
پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

۱۰۔ جیسے فاخت کے پر نہ

سورن گری کے پتھروں سے اندر سے ماسٹرلی۔ اور آگ سے چوٹی چوٹی ٹوٹ رہی تھی۔ دل کی آگ تھی۔ اکبر، پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔
پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

اور وہ شکر کے کہ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

اسے فاخت کے پر نہ اور فاخت کے پر نہ

فاخت کے پر نہ اور فاخت کے پر نہ

۱۱۔ جیسے فاخت کے پر نہ

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔ پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔

پتھر پتھر کی گری سے ہمارے ہاتھ پر لگا ہوا تھا۔



”آئیے پاسے ہاں آ جائیے گا۔ یہاں اس کی جگہ چلی۔ پہلے اس کی جگہ چلی۔“
 ”میں آؤ جاؤں۔ مگر خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“

عالمی بی بی نے اس بات کو رد کر دیا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

”اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“

”اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“

خیر میں اس کی جگہ نہ چلیں گے۔ ”خدا تعالیٰ اس سے کہا کہ وہ اس کی جگہ نہ چلیں گے۔“
 ”اسے کام سے کام لے۔ کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔“



المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

پہلے دوست کی روایت کے تحت ہے۔ اگلے پیر کے۔ حضور اکرمؐ پہلی انگلی لگا رہے تھے۔ وہ صحن سے اپنے آنکھوں میں پھر رہے۔ 31۔
پہلی انگلی کو اکبر لگا تھا۔

نام کو ملے یہاں ہے۔ گول پکڑا ہونے پر اس قوم میں کی گئی گھٹ گھٹ سنائی دی ہے جیسے میں آؤں گا،
 "نارنگاں کی آگ لگے۔ یہاں آگ لگے۔"

دستور نام بخندے کہ اس کی جیتا کا اٹھ کر اٹھتا ہوا ہے۔

۱۰- بیان آیه و حدیث در خصوص این موضوع.

۱۰۰۰ سالہ بڑی جنگ میں ہندوؤں نے ۱۰۰۰ سالہ جنگ سے کھانے سے پہلے کھانے کے بعد ان کی ٹول کر رہا ہے پر پچھلے
 کہیں آگیا۔ افسوس کہ یہ سچ ہے۔

اور اڑھتے کے لئے گھٹا تھا، جہاں کیجے تیرہ پہچے، جہاں ٹاپا، مشیر ہاتھ اس کی طرف دیکھا، اس کی سعادت پر کہ کہا پانچ تھے۔ مگر کہہ دو کہ، سادگی سے کہو۔

”ہوئے میرے بھی غور کی خبر کیا۔ میں تیار رہی آگھیں کتنی خوب صورت ہیں“ وہ زخماؤں کے رشتے میں ہر ایک کو کہنے لگی۔

”اگر کسی نے ان کی تصویریت آگھوں کی تعریف نہ کرے تو اس کی تعریف ہی ہے۔ وہ بالکل۔ یہ ہم سب کا ہے!“

جناو کھڑکے اُڑا کر جہاں تیرا سوا ہے اچھا سو رہ کر تیرے چہرے پر مائل ہو کر ایک ایک اٹھایا، نرم نرم گرم گرم روں والے فاختے کو اڑھتوں میں اٹھایا، سدا کے دیوے :

نور جنیل کے نہیں چلتے، ابی کہلا جو اچھٹا چوڑا اور ڈھالے میں بیٹا اسرار کی ملک سے اکابر پہونگا کہ صوفیوں میں سے نور جنیل
۱۹۸۴ء کو دہلی کی ملک گیا۔

شیریں بیان ہے، اس زمانہ اور احوال کا مزور و یقیناً اگر کوئی نام لے گا۔ ستارہ و سیدان کا نام جو خبر کیلئے ہے۔ تو وہ سٹٹنگ کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ سٹٹ سے کسی نئے سٹٹ پر گولیاں پھینکتا رہتا ہے۔ وہ سٹٹ سے وہ سٹٹ کھٹ کھٹ سنائی دیتی ہیں۔ انہوں نے چار اخبار لکھے کہ ان میں گریور واد و ملک کر لیا۔ ہے کہ اس کا وہ کہنے والا کہ ان کے ڈیوڑھی پر اسے جاسے جاسے ہوا۔ گھبر کر رہا ہے۔

[illegible]

ایک دفعہ انار میں بھیج کر انکھڑے ہوئے تھے تو میں نے انہیں شروع دیا تھا۔

کتاب کا ایک نہیں کہنے والا: اگر کوئی ایک ہزار بار کہتا رہے گا: ”

اب انہیں قتل کیا گیا۔ یہ ساری کیوں نہیں کر سکتے تھے کہ وہ ایک بھلا اور اچھا شخص تھا جس کو چاہیے کہ وہ اپنا نہیں مینا اور مائی کی کے احسان کا نشانہ
 انہوں نے دلا میں چھپ کر ایک کھیت کے اگلی کوئی تیرھواں گھاسا گئے۔ مینا اپنی بیوی اپنی خوبصورت اپنی سنگھڑ اپنی تعلیم اپنی فاضلہ اس کے
 جان کر مجھ کو کہے۔ (مینا کا دل کا تڑپا تھا۔) اور اس کی آنکھوں میں مائی کی بچے کے لئے سب سے اچھا کر کے کہتے کہ وہ فائدہ منگ کر کیا کیا
 اس کو بچا اور شرف دے گا۔ بچی سے قرب و دور اپنی بھائی کی آنکھوں کو فائدہ منگ کر کیا کیا بچلے گا۔ بچے اب جان سمجھ رہے تھے۔ وہ نے سمجھنے نہ تھے
 اور صورت پر بھی نا اچھا تھا۔

”اے مولیٰ! میں نے یہاں سے سوچا کہ میں کیا کروں؟ انسانی چوں وہ تو مجھ سے میرے بچوں سے اتنا کمزور ہے کہ اس کی قیادت میں وہ لوگوں کو اپنا خدا بناتا ہے اور ان کے لیے کھڑے ہو جاتا ہے۔“

[illegible]

بیس منٹ کی جنت

رشید احمد خویہ

جوتے تھے جب نہیں کھلے، قرقر پرے سنگدیز سے قنبلی اٹھا کر تھے ہی کاٹ ڈالے، تقریباً چند منٹ سے وہ آسمان سے ابل رہا تھا۔ اب یہ قوی کی کا فرض تھا کہ اس کام میں اس کی مدد کی حاجت ہوتی۔ جب کہ جیسے کے جوتے پانی میں ڈال کر پانی کی بجلی کی سی دم کی مانند جو گئے تھے۔ اور قوی چٹوٹ کے پانچوں پرے گھنٹوں تک کھڑا رہا تھا، سڑک پر پھٹے پانی کے گندے گلاب میں جب موز چھین لگی تھی تو اسے قوی دھکے دگا ڈالے تھے، کس کو اس کی پریشانی کی عقل پر وادھن، ہر شخص اپنی نگاہ کے بہتے موز غور کی اپنے کندھوں پر اٹھائے اٹھائے پھر رہا تھا۔

جوتے دور پہنچ کر موز پر گئے تبدیل کر لے گا۔ پانی میں بیٹا بیٹا وہ کس قدر محکوم نظر آ رہا تھا۔ گویا دم ٹٹا ہو کر ہو۔ جو اپنی دم کھٹے کا آسمان کو تا ہو۔ لوگوں کے غصے کو جس کی ہنسی آگئی، موز پہنچ کے نیچے فرش پر بھی دوی پر گاؤں گئے۔ گائے جیسی تھی۔ چنگ پرانی وضع کا تھا۔ بس بس ٹانگوں والا، پروڑا پروڑا جس کے نیچے دنیا بھر کی بیڑیاں سما جائیں۔ اور جس کی پاؤں پر چنگ کر کام اٹھا کر اپنے اندر پیالے۔ یہ چنگ دراصل موز کی آبی دانگا تھا۔ کافی اٹاں سے موز کی دانگا ملا۔ اور اب موز کی قوت میں تھا۔ اس چنگ لے خواہ خواہ بڑے گھبرو گھس تھی۔ آج کل زمانہ تھا ایسے لیے بڑے پٹنگوں کا۔ اور پٹنگوں کے لئے بڑی بڑی اساطیری داستانوں جیسے ٹوبہ کا ہوں کا۔ گاما ویکس کے انسانے سپر ایس مشین کی اجازت دیتے تھے وہاں دونوں تو جیسے گھروں اور کچے پھلے فرنگ کا رواج تھا۔ جیسے موز کو کچے فرنگ سے چکھتی۔ پھر وہی اور پٹے کیس کیس ہیں۔ کی تو آتی تھی۔ فرنگ پر۔ قوی و گھنٹوں میں پٹے کا پھل بھر کر۔ اور گھر پر قوی موز والا۔ اونچے اونچے درختوں میں گھبرا گھبرا۔ جہاں چنگا دلیرا رہتی ہوں۔ سکڑا ہوا ہاتھ تھپتھپ رہا۔ جس سے بے شمار کہانیاں وابستہ ہوں۔ اور جہاں ہنوت پر چنگ کے سچے کا گمان ہو۔ اسے بھی قوی بچے اے سہل برائی روایات سے بچک رہتا ہوں کی نقاب کشی ہے۔

شہر پرے قصبے سے پہنچ کر دیکھا، اس کا ہی پا چا تھا کہ چنگ پندوڑوں سے بھریوں کو روکے کرے ٹوٹ ٹوٹ جاتے کس دستور اور غیر ملکی مداخلت کے مانند بھر بھر جاتے۔ جیسے اس پہنچ سے ہی تو زندگی وابستہ تھی۔ زندگی کی شدت اور دور کا جیسے چند گھنٹوں کے لئے اس پہنچ پر قوت ملتا تھا۔

ہاں میں انگلیں کر کے وہ کوسے سے باہر نکلا۔ اسے جانے کی طلب ہو رہی تھی، لیکن خاصا ماں نامی تھا۔ اور اب اسے سے میری پیراں کر کے مینگی کرنا کہا ہی سنائی دیتی تھی۔ کہا یہاں زندگی سے جتن ہیں۔ واقعات انسانوں کی پھوٹا حرکت سے جنم لیتے ہیں، لیکن شہر پرے کے لئے کیا تھیوں اور واقعات کا وقت درم تھا۔ وہ جانے تیار کے بغیر وہ وہاں چلے گا۔ کیونکہ گھر میں وہ وہ رہتا تھا۔ اور وہ وہاں ہی نہیں تھا۔ اور مینی والا عالی بڑا تھا۔ کو مینی کے گھر سے رتی باری قوی بچے نے اپنی کپڑوں کی اداری میں موز رکھے تھے۔ اور اداری کو نقل دگا تھا۔ اور پانی ڈالنے کہاں تھی۔

ان زندگی میں کس قدر تنگ ہو گئی تھی۔ اور شہر کو یقین کا دل تھا کہ ایک ایسا وقت میں آئے گا۔ جب کہ کھانا کس



اُسے خود تیار کرنا پڑے گا۔ اللہ کچھ بھی خود ہی پالنا پڑیگا۔ بلکہ کئی کروڑ کروڑ کروڑ کا پیسہ ہی پٹیا لیا۔

بارش بدستور چھوڑی تھی۔ دیکھ کر کئی کشیشوں پر قطرے پڑی فرما کر وہاں سے سہرہ دے گئے۔ سبھی سارہوٹن پھینکا جا رہا تھا۔ لہذا میں بعض ہاتھ کی آواز دینی۔ ورنہ ایک کیفیت آدھری خانو کی تھی۔ آئی کی کہانی اور کچھ کی شریعت بھی آواز دینی بھی میں نظر میں پڑی تھی۔ جو توجہ بجز ان کی جانب سے ملتی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ آئی کیوں کو کھینچا کر منگوائے گا۔ خواہ مخواہ کے لئے اُس کا دل مجروح ہو جائے گا کہ خود بھگتی کو اور خود کو دیکھے۔ لیکن میرے ارادہ کتاب کے ختم ہونے پر منتظر کیڑا۔ جاتے کہیں میں بد فاقی کی کتاب تھی۔ دو ماہ سے وہی تھی۔ نہ کوئی فریضہ مستقل غیر کتاب تھی۔ اسے کیا اشاک اسٹیجنگ یا بھکت کی کوئی کتاب تھی۔ غالباً کسی ٹرک سے ورنے کی کتاب تھی۔ جب کوئی برسوں اور شکایت کا وقت گزر گیا تھا اور شوہر کا پیسہ پہلے کے بعد اب کرتے ہیں اگر پبلک کو گھڑ دیا تھا۔ خواہ نے ہاؤس کے ایک سرور سے بھانگ کر شوہر کو دیکھا، اور پھر بے نیاز سی سے کتاب پر نگاہیں جمادیں۔ شوہر بھی سر پہ بھی نہ سکتا تھا کہ عورت کہاں بھی بیٹھتی ہے۔ گھر آئے ہیں اُن نے شوہر کو آواز دی دی تھیں اور کوئی جواب نہ پا کر سوچا تھا کہ اس بات میں ہی کل تھی ہے، لیکن سبیل کے گھر

شوہر کا دل مشقت سے جانتا تھا۔ اس بیٹگی نہانی میں کوئی اُن کے پاس بیٹھ کر تسکین کی باتیں کرے۔ عورت کا چہرہ یہ تو ایسی بے نیازی اور عشقی تھی کہ اس کی تمام تر طاقت و افقت خود ساختہ عورتی برتی تھی۔ لیکن عورت ہی تھی۔ کیا عظیم جنگ میں بھی کا نام دیا ہے تو یہاں جو دوسرے رہتے ہیں اُن میں اس قدر لڑائی اور منافق پاپا کا ہے۔ وہاں امر سنی شوہر یا سوار کی تو ایک ایسا سادہ ہے کہ کسی ایسی کہیں کا کوئی نہ لڑائی ہو جاتا ہے، جیسے ہمدردی اور مصلحت کی کوئی عزت نہ ہو تو یہ لڑائی اور ہاتھ سے بہتر ہے کہ انسان بے نیازی اور عشقی اختیار کرے۔

لیکن میں اس بات پر بھی نہیں ہوں، بلکہ شوہر بھی ہوں، سارے نقشے کے شوہر نے ہی۔ وہی کہوں دیا، کسی قدر صبر و تحمل بات تھی کہ۔ وہی پاکستان کے شوہر ہیں اُن کی کیا تھا اور کراچی میں بھی سال بھر کے کام کرنا تھا، لیکن زیادہ صبر و تحمل بات تو یہ تھی کہ عورت جو عورتی میں کوئی بھی نہ۔ وہی کہیں دیکھنا اور سنی تھی۔ کراچی ہی۔ وہی کے کہیں مطلق نہ کہیں تھی اور شوہر کو ہی۔ وہی بڑا ہی دھنستہ دیکھ کر مرزا ہو جاتا تھی۔ اور وہ ایک ایسی کرتے دے جاتے تھے کہ اپنا سارے ہی کی قدر سات اور دیکھی بیٹگی ہے۔ زندگی کے مختلف رنگ کہیں کی صورت میں دیکھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی تھی۔

اب اس عورتی عورتہ بیگ نے اپنے ڈھیروں ڈھیروں کی موجودگی میں کتنی جفا کی کا ثبوت دیا تھا۔ سب کو ہی وہی تھا بارش بھی چوری تھی، لیکن بارش میں خدشہ نہ تھی، میں اپنی اپنی سہرا تھی۔ ہاتھ منہ نہ پر سکون لہذا ہر صبح دھیرے دھیرے ہوا چل رہی ہو، لیکن وہ عورت کے کتارے پھیلنے زندگی بڑی مسرور اور مطمئن تھی، ہر طرف عشقی اور بے شائبہ ہی بے شائبہ تھی، ایک جیسے سب ہی تالاب میں رہ رہے تھے، عورت کا دل جانتا تھا، وہ ایک تالاب میں کوہا جاتے۔ لیکن وہ تیرا کہ جیسا صبر نہیں دیتی تھی، اور مسرور اس حالت میں بھی نہ تھی کہ کبھی کبھی تھکوت کی مانند پانی کی نیلے نیلے پر پرواز کر کے چلی جاتے اور ہر ایک اشک کے کھاتے کھاتے وہ ایک کتاب بھی پڑھ رہی تھی، یہ کتاب جیسے کسی کی داستانی حیات تھی، جس کسی بھی کتابیں دل جانتا تھا کہ اپنی کہانی سناتے، لیکن اس کی کوئی کہانی ہی نہیں تھی، کہانی تو دیکھوں اور عورت کی کہانی ہے، اس کی، تو کوئی زندگی کی کہانی کہتی ہے۔ سب سے دل جہت ماضی کر کے بعد مزید شہرت ماضی کر کے اور لوگوں کی نگاہوں میں ایک ایک انسان کا دم پیسے کے لئے اپنی کہانی بنا کر ہاتھ سے ساتھ پیش کر رہی ہیں، لیکن عورت کے پاس ایسی کوئی بات نہ تھی اور وہ دم پیسے کے لئے دیکھتی تو ایک شاندار دہلے اور اطمینان و مسرور کے ساتھ کچھ نظر نہیں آتا تھا، اس کا دکھ بھی۔ وہ بہت خود کرتی تو کوئی دکھ بھی میں دانا تھا، اُن کے لئے دکھ کا مذاق ہی نہ تھا کہ اس کی مانند تھا۔

سرتنگ دل کے کنارے میں وہ اشک کریم نکالتی رہی، آواز دھول بجے کے تیرا تھا، باپ کی کو ترنا سکھا رہا تھا، چارنگ پول دھول کے اندر تھا اور دھول کے دوسری جانب سبز چرکریاں بھی تھیں، اسے قریب آجائے گا، ہاتھ اور کوئی صاحب نظر فریاد



ہم سے کہہ رہی تار پڑھاؤ اور کادری کی سمرات کھانا ہے۔ لیکن یہاں جسم کی ایک ایک ہڈی اور کادری کے ایک ایک زبر اور کچھ کہیں قند لودر دیا جاتا ہے، لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارا منہ کھٹکھٹا سمجھنے لگی، زیادہ بڑبڑائی تو ایک ہڈی کا ٹکڑا کیوں سے ہوئی، اس کے مجموع میں جہاں ہڈی نہیں کہیں نظر آتا تھا، وہ صورت کہیں نہ ملتی تھی، ہر ایک ہڈی اور کادری کی ایک ایک اور تہائی اس کی زندگی میں بڑا سبب رہی تھی۔

مردوں اور عورتوں کے جسم میں ایک جیسے کا تشبیہ میں لگی، گو کہ کچھ فرق ہے، قریب قریب، شہر شہر گھومتے پھرتے ہیں، اور پتا چلا ہے، اگرچہ ایک ایک اور تہائی ایک ایسا چہرہ نظر آتا ہے جسے دیکھ کر ہم چلا اٹھتے ہیں، اسے یہ تو دیکھ ہے، جس کی ہم جہتوں کو دیکھتے ہیں۔

شہر کے ایک ایک ایک جان میں غلبہ، ایک ایک گروہ کوئی کھیل پیش کر رہا تھا، اور آواز کے ایک ایک کھڑی کوئی کھڑا سکرپٹ سے مشعل کر رہا تھا، اور ہر ارسا پر وہ سکرپٹ اس کے لئے تمام سکرپٹیں بدل گیا، سانس کے طریق ایک ایک شکل اندر داخل ہوا اور وہ سکرپٹ کوئی کھڑی ہو گئی، کسی کو اس کے وجود کی امپٹ تک سمجھ نہ ہوئی، وہ تو ایک ایک ایک ہڈی ہڈی کی زندگی میں سمرات کر گئی، سمرات کا ترسنگ کے پہلے اسے ایک نئی تانہ سامنے پایا۔

دل کے باہر صرف گردی گئی، جسے زمین میں اچھے اچھے خیالات آ رہے ہوں، اور وہ ہوسرت چلے گئے کسی کاغذ پر اترتے جاتے ہیں، اور الفاظ سے ایک نئی اور پچھلے دنیا کی تعمیر ہوتی ہے۔ جھڑپا پر لگتا وہ تمام شہر سے اترتے تھے جو لندن کے پہاڑوں پر کھینچے نظر نہ آتے تھے، گھروں میں غلبہ کے پھول کی ایک کھٹی، اور کائنات میں عوارث شاعرانہ طور پر دیکھ دیکھ کے ساتھ کھینچ لیتے تھے۔ اور عین وہاں کھڑی تمام قریبی منزلوں سے داخل ایک مختلف نظریاتی شکل، جاتے ہیں، انہیں دنیا سے ہر طرف کے ساتھ ساتھ آتی آتی چلائی تھی، ہوں کسی چہرہ تھا، پھولوں، گھروں، قندیلوں سے کھینچے کھینچے پائیلٹ، اور اس کی کیم کھاتے کھاتے اور کھینچے اس کی کیم میں پھینک کر پھول کی کھانا بنا دیتے تھے، پتے چل آتا ہے، اس کی کیم سے کھینچے کوئی دیکھ ہی نہیں کر سکتا، جو ایک زندگی نہیں بدلتی، زندگیوں کے وہ پتے، پتے۔

قوتیہ کے پھر سے برعزت، اور سکون پہنچا تھا، اور کھڑا دوان دوانا تھا، آواز کی تمام تر کیفیتیں یک وقت داخل کھینچیں۔ سرور کی تمام تر کیفیت، باطل کے طریق اس کے ذہن پر پڑتے تھے، اور ایک ہی لمحہ میں وہ آواز کے دل میں اتر گئی، آواز کو فراہم ہوا، کس پر سکون چہرے کو اپنے قریب کئے، جہاں میں اس کے مانند تھا، جس میں جس طرف اسے آتا ہو، ایک باطل سمجھ کے سربراہان اس کے داخل قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ ساری قوتوں کی وہ دھڑلہ دھڑلہ کھڑا، اس کے ہاتھوں میں آواز کے دل میں خوبیت ان کی زبردست بھاری ہوئی اور کھڑا اس کے ہاتھ سے لگ گیا۔ آواز پر غور ہوئی، بدلتی آواز، اس کے چہرے پر آواز اور پتے لگا۔ اور ان کے ایک کے میں قوتیہ نے آواز کو پورا نہیں پڑھ لیا، اور ناگہانی سے سامنے دیکھنے لگی، قوتیہ کے اندر اور بیروں میں اس قوتیہ نے نہایت ہی اور مصروف تھی کہ آواز کو سمجھ سارو گیا۔ اس کی دنیا میں جہاں اس کے سامنے تھا، اس کے سامنے نہایت ہی سہل رہی، اس سے پہلے اس کی دنیا میں آواز تھا، اور تہہ ہی اسے سمجھ ہی ہوا کہ وہ خوش کو کون جانتا ہے۔ قوتیہ سامنے کی مانند پیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہی ہے، چاندنی راتوں میں، انی دھڑلے میں اس کے چہرہ گھوم رہی ہے، جہاں چلا لوں کے پہلے پہلے پہلے تھے، اور وہ ہمیشہ اس کا انتظار کرتا رہا ہے، جو وہ انتظاروں پہ کھڑی پتے پتے کر دیکھتی ہے، اور کہیں تو داخل رات کی طرف میں کسی ہوئی ہے، اور کہیں دھڑلہ کھڑی نہ چلائی ہے، اور کہیں کسی چہرے کے خاموش سے تنہا گھومتے ہیں، آواز کی کہانی سن رہی ہے، اور اپنی کہانی سن رہی ہے، لیکن عین کی خوب سے کوئی کہانی ہی نہ تھی، اسودہ گھر کی اسودہ لڑکی تھی، جسے کائنات کی ہر شے بڑی خوبصورت نظر آتی تھی، جو اپنے وجود سے ہی ہڈی ہڈی سن رہی تھی، ان کے سینہ پہنے دیکھنے کے لئے وہ کسی قند پائی کو کھینچ کر لے گئی تھی، وہ کسی گھر کے آگے آگے میں، پتھر کے ڈھانچے پر تھی تھی، اور تصویر پر بنائی تھی کہ ایک دھڑلہ ایک بہت ہی خوبصورت اور پشیمانہ شہر اس کی تصویروں اور کھڑیوں سے مل کر سامنے



اکٹھ ہوا، اس شخص کے چہرے میں دھوپ کی عزت تھی اور بڑی بڑی کاریاں تک کھینچ آئیں، جو کوئی اور صوبہ یا ضلع میں تھی، اور اس کی فکرت میں شام اور دو جہیں ملکیت اور حسن تھا۔ لیکن ان تمام تر غریبوں کے باوجود اس سے عشق عونیہ کو انتہائی مستطیع مضمون دیا، عشق کو آہنی بالکل ٹکڑے جیسا معلوم دیتا ہے، عونیہ کو اس تصور سے ہی دھشت ہونے لگی کہ ایک قورہ اس شخص اسطر حقیقہ کے عشق کا پرآب دے۔ اور پھر اس سے شادی کرنا اور مختلف سفارت خانوں اور اداریوں مختلفوں میں شرکت کرنا، اور ہر روز کی دولت و دیگر شکایات کی فصل میں پیش آسکتی سازش کرے، لہذا وہ گراچی چھوڑ کر لاہور چلی گئی، لیکن وہاں اہل انہم سامنے آکھڑا ہوا جو اسطر حقیقہ سے عشق مختلف تھا۔ اخلاقی سطح سے کافی نیچے ہو کر بات کرتا تھا، اور ہر بڑی میں اپنی حسرتوں کی تکمیل چاہتا تھا، وہ کسی دھیلے دھالے کا شخص تھا۔ اس کے پاس دنیا بھر کا انجینئریں، عونیہ کو، لہذا اس سے دلچسپی نہ تھی، یوں بھی اس کے لندن کے راہ اختیار کرنا تھی۔

یہاں وہ مختلف یونیورسٹی میں لکچر دے رہی تھی، اور ٹیٹ گیلری اور پرفیشن میوزیم میں ہمارے تصویریں بناتی تھی، چھٹی ایک اتفاق تھا کہ یہاں آڈیو اس کے سامنے آیا۔

تم ہمیشہ میرے قریب رہو گے، دہانے آئی، ایک ہال میں کھڑے کھڑے پیار سے عونیہ کے ہال سے اسے عونیہ کے ہال سے جب تک تھی، وہ مدد میں سامہو گیا۔

اور جب وہ عالم کیفیت و مردود سے جوتکا تو سامنے آٹھ پیر کھیل رہے تھے، اور عونیہ اپنی طومسہ پھر کر چاچکی تھی، آواز کے اس سہانے طراب کی مدت بعض دس منٹ کی تھی، لیکن عونیہ سے ایک رشتہ قائم ہو گیا تھا جو کسی وقت نہ سکتا تھا۔

ہزارا فی پشیل انسان تھا، چہرے کے غروش کہہ دو بہات سے تھے۔ ایک نقش کی دوسرے نقش سے کھوٹا ہشت ڈالتی، مجموعی طور پر یہ صورت ایسی تھی جس کا تجربہ کیا جاتا تو کہہ بھی نہ دیتا، عونیہ کی انکار و نفرت نے ہی چہرے کو رنگوں میں گھس لیا تھا، لیکن مصیبت یہ تھی کہ کوئی بھی رنگ اس چہرے کو قبول نہ کرتا تھا، عونیہ کی تصویریں نہ آتا تھا اس چہرے کے پیچھے وہ حقیقت ہے کیا، اس کے تمام رنگوں کے تجربے کرتا ہے، لیکن ہر رنگ اسے سیاہ رنگ کی ترغیب دیتا تھا، اور آواز کے تمام تر کرداروں کو، اسے سیاہ رات قرار دیتا تھا، آواز کی تصویر کو سیاہ رنگ سے رنگ کر عونیہ نے انکار کیا۔

اور چہرے کی سائوں بعد از ان دنوں آیا تو بڑا آہنی بن چکا تھا، اور لوگوں کے ہجوم میں رہتا تھا، لیکن یہ تمام لوگیاں، تمام خوبصورت چہرے اس کی طرف سے گزشتہ دہائی میں نہیں دے سکتے تھے، جس کی ایک جھلک اندر کی آنکس ہوتی، اور لہذا ہمیں ہمیں منٹ کے اندر اندر دیکھیں تھی، ہجوم میں اس کی تنہائی اور تنہائی، بے یقین اندر بڑی اپنی اپنی جگہ پر جھومتے، جمال ہم نشین کی آنکس جاری تھی۔

ایک شام وہ گراچی کے اس کلب میں بیٹھا جاسے ہی سما تھا کہ برتانی کی ڈیڑھوں کی دہری آواز قدیم سے نکل کر ملنے لگی، وہ ایک منور کے سہارے کھڑی بے نیاز لڑکی سے چٹا ہوا دھندلے پہر رہی تھی۔

”عونیہ“ وہ آنکھیں مٹنے لگا، لیکن عونیہ اب بھی اُسے پہچان نہ پائی۔ اس چہرے کو اب بھی اُس نے ایک فنکار کی نگاہ سے دیکھا، لیکن اب بھی وہ چہرہ کوئی رنگ قبول نہ کر سکا، ایک مرتبہ پھر عونیہ نے اس کی تصویر کو سیاہ کر ڈالا اور اس سیاہی کی وجہ معلوم کرنے کے قریب چلی آئی۔

”نصایح قریب کے باوجود وہیں میں جھٹکتا پھرتا ہوا، تنہائی اور ستا ہوا، ہنسنے والا، متعجب ہے،“ شوہر نے جھٹکے سے ہلک کی جانب دیکھا، عونیہ گراچی کے تین بچوں کی ماں تھی، لیکن ان تمام سائوں میں بھی وہ آواز کی تصویر کو کوئی اچھا رنگ نہ دے پائی تھی، اور آواز کی تصویریں نہ آتا تھا کہ اس صورت پر آواز کے کون سا انتقام لینے کے لئے اس کی زندگی کو سیاہ رنگ کی ایک تصویر بنا ڈالا ہے۔



جیسے پہچانی کی تازہ کاری، کم لکھنے سے بچنا، اسے جیسا تھا تادیک کے کرپٹ محسوس ہو۔

بانی کی چار پائی پر کم سے کم جگہ گھر سے۔ سٹریٹ سٹائی، سائٹ اسٹریٹ ہی محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اس تادیک سائٹ والی دیوار کی اندر وہی انتظار میں بیٹھے ہیں۔
یوں بیٹھتے، غرضتے کے لئے۔

وہ اپنی چار پائی پر بیٹھ تک نہیں۔ اسٹریٹوں گتا جیسے اس کی اس صورت حال سے اس کا گھر پیش آگیا اس سے بے تعلق نہیں تو اسے قدرتی توجہ مل جاتی کہ سٹریٹ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ جب کوئی اس پر پر لٹکے وہ اسے رکھ دے۔

اور سٹریٹ میں کہانیاں سناٹ، غیر خطائی بنے رنگ سکھ میں دیکھے۔

اسی سٹریٹ میں جو پر چڑھنے والے کا کوئی نشان نہیں، یا وہ کا کوئی نقش تک نہیں۔

اور جب کوئی تنگ و تادیک غلام گدلی سے کہے اس گھر سے میں پیچھے۔

گھر کی پر پڑے چیدہ، لئے اسٹ کے ہر سے کہ کسی ہی جیسے باہر جہانک کر سٹ کے گھروں کی تعداد دیکھے۔

دکانوں پر کھنڈہ ہر سے اور جہانک کو گی میں؟ کھنڈہ جہانک کی بڑی کاٹا یا پھر کھنڈہ دیکھے۔

آوردہ گھروں اور بیٹوں کو ایک دھڑ سے سے بیٹا دہے پردا۔

اور وہی محسوس توں کو گی کی، انہی چلنے کی فراغت کھنڈہ ایوں کے بار سے میں آہیں میں ہر گھنڈہ کی کھنڈہ بانی میں ہنڈہ دیکھے۔

تو یہ امر یقینی ہاں کہ جہانک ہر سے گادہ اس گھنڈہ ہر سے گی۔

چار پائی پر سٹریٹ سٹائی، اسے کم جگہ گھر سے سائٹ۔

اس کی گھر میں تو بیکار آئے کہ وہ کچھ ذکر سے

زیادہ سے زیادہ، ہو سکتا ہے کہ وہ اس اختیار سے اسٹے کر کوئی ہانگ ڈالنے تادیک مردہ غلام گدلی اور مردہ ہر سٹریٹوں کو انکھول میں اسے بڑے گھر سے باہر نکلے۔

گی میں گھروں کی دیواروں کے ساتھ چلتی رہے گھوم چر کے تازہ ہوا کو اپنے جیسے بڑوں میں بیٹھتے۔

مطلقاً اپنے چٹوں ہر سٹریٹوں کو گدلی کا احساس دہنے کی خاطر۔ یا سٹے ہر سے بڑے گھر کو کہیں چار پائی سے کہیں چار پائی سے کہیں

کیو گڑھ کا عدم وجود۔

اور ہر اس تادیک سٹے والی دیوار کو ذریعہ نکالا جہانک سے دیکھیں کہ جہانک کی اندر وہ نکلے کے خدا سے چڑھ جاتے پر پہچانی کی

کئی نام کی طرح غرضتے، بیٹھنے کو تیار بیٹھتے ہیں، اپنے گھر دے آئے۔

اس سٹریٹ میں اور غلام گدلی کے تادیک مردہ ہر سٹے کہ گھنڈوں میں دے بیٹے ہر سے کہیں ہر سے کہیں دالوں کا، ہاں کوئی نشان نہیں۔

یاد کوئی نقش نہیں

اپنے گھر سے میں آئے۔

ایک بار چار پائی کی چار پائی پر بیٹھ جاتے۔



نہ سہم بلکہ غیر کے، کھانا کھائی، سہاگت۔

ایک یاد پر غفلت آتا ہے۔

تاریک، اول وقت، کبھی دھنم ہونے والا سنا۔

اسی جیسی، کبھی، صاحب میں ایک بہت بڑا غلا۔

جنوری ۱۹۶۹



جس طرح حیرا میں پیاسے کو سڑاب ۔
آسیب بلاؤں نہ دیتا ہے اسی طرح ادیب اثر
عزت کے سڑاب کی طرف نہ جوازوار، حالانکہ
اسے تو یہ دور سالس لیتے تو باوجود بوجھلی
لہو، پر بلاؤں ہو جاتا ہے۔

ادب کے ایک کتاب علم کی حیثیت سے ہیں
کہ اس جہت پر پیچھا سوس کہ ایک حد میں
حیات، خواہ اس کا عمل کرنے والے اور بسوں کو
ریا اور علم، ریاء، اور نفی، جہتوں کی انگلیوں
پر لکنا چاہئے۔ یہ۔ یہاں ہی جس قسم ہونے کو ہے
اس لئے آپ حیات کی زندگی کے ہر لمحوں میں
نہلے اور کٹر رہ کر رہنا چاہئے

سید

عکس تحریر: سید اکرم علی خان

پیاسے کو قطرہ

اور

میری دلی خواہش ہے کہ اس کتاب کو ہر آدمی مل سکے۔ یہ ایک ایسا علمی تجربہ ہے کہ اس کا مقصد ہے کہ ہر آدمی اس سے استفادہ کرے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔



یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔

یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔ یہ کتاب اس کے لئے ہے جو اس کے لئے ہے۔



تجربہ کار اور بڑا شخص ہے کام کرنے والا تھا اور وہ سالانہ سودیہ خرچہ کرنے والا تھا اس نے بڑے معمول سے ٹھکانوں پر قرضوں کا سود کروا کر ان کا ایک مکان بنوا لیا تھا اس کا سود بڑے پیشانیوں پر لینے کے لئے ہو گیا تھا اور اس کے بٹھنے پر ایک شخص پر مقرر کیا گیا تھا۔ باقی تمام لاکھ اچھے بڑے قرضوں پر تھے۔ یہی وہی شخص ہے کہ اس کے ساتھ تھا، ان لوگوں کو جہاں تباہی کے بعد چاہا تھا وہ ایک سودا خانہ ملا تھا، جہاں قابل فاعل قرضوں کا سود کوئی چھوٹا سا بہت لالچہ نہ تھا، ایک سو فی صدی سے زائد سودیہ خرچہ تھا، جہاں تک کام سودیہ اور سودیہ کے کسبیت کے لئے سود کو ملتا تھا وہی تھا۔

نامہ کار کے لئے کہتے ہوئے اچھے چاروں سے زیادہ نہیں ہوئے تھے اور میں سویت پر اسے کام کرنا تھا، وہ ایک بنامیت ام اند ۱۹۱۵ء کی سویت تھی، اسے طریق اس میں جانے کے لئے بڑے غیر ملکی امور کی موجودگی کی ضرورت تھی اور میں یہ سویت میں ہی رہا، سویت میں ایک سویت تھی اور اسے اس کا کرنے کے لئے ایک بڑی ٹیم دودھ کرنے اور بڑے لوگوں کی سفارشیں سے کرتے تھے یہاں تک کہ حکام میں ہی اس میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ سویت پر سویت کی کمی تھی اس میں ہی بدنام ہونے کے مواقع بھی تھے، اس بات کا خیال کرتے ہوئے میں نے نامہ کار کو سویت میں نہ لایا، ایک ایسا آدمی تھا جس کے ساتھ میرے دوست مستقبل کے مستقبل کے ساتھ موجود تھے، جسے اپنی ترقی کی مثال بڑی احتیاط سے لے کرنا تھیں، اس کا ایک ہی جائیداد اور نقد ہوا میں یہ کہہ کر کہ اس کی دہائی میں سویت کی ترقی میں یہ تو میں نے سمجھا کہ یہ تھا کہ اس کے غیر ملکی میں اور مفادہ خطیہ وہ اپنی ساری صلاحیتیں بھڑک رہا تھا، اچھی کرنا چاہتا تھا، اس کے لئے وہ دفتر کے دوسرے لوگوں سے اپنے آپ کو ایک رکھتا تھا اور ان لوگوں سے اسے نفرت تھی اور وہ ۱۹۱۵ء کی سویت تھا، اس کے لئے ایک منصب حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، اس کی یہ خواہش قابل قدر تھی، اور اس کا جذبہ قابل تفسیر، چنانچہ میں اسے دفتری ملازمتوں سے دور رکھنا چاہتا تھا۔

مگر نامہ کار کو میرا نہیں پسند آیا، اس سویت سے وہ ایک ہونا چاہتا تھا، اس کے جذبہ انکار کو بھی حد نہیں لگی تھی، میں نے کہا کہ میرا حال وہ میرے پاس احتجاج کرنے آیا، اس کے چہرے پر پہلے پہنچتی تھی۔ میں نے مشفقانہ انداز میں اسے کہا کہ چلا، دفتری کام پہنچا، اور میرے ان نفسانیت پہنچنے کے امکانات، مگر وہ میرے باتوں سے مطمئن نہ ہوا، بلکہ ایک دفعہ قہقہوں پر تو کچھ نکال کر پھر آتا تھا، میرے لئے جبراً کی جگہ بن گیا تھا، میرا خیال نہیں تھا کہ وہ اس سویت پر کام کرنے کے لئے تیار رہے، مگر اس کے ہاتھ کے بعد میں نے اپنے فیصلے کے بارے میں بہت خود کیا، بالکل غیر جانبدار اور اس میں تعصب کے بغیر اور مجھے اپنے اس اقدام کے بارے میں کیا قسم کے شک کا احساس نہ ہوا، بہت استغنائی کا تھا، کوئی ذہنیات نہ تھی، حالانکہ میں اسے ذہنیات پسند کرتے تھا، بلکہ دوسروں کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہتر سمجھتا تھا!

سوائے ان حالات کے میرے جیسے سوائے تھا اور اسے اکثر کہیں میری فکر نہ ملتا، اس کا عرصہ یا پھر اس کا کرنا بھی میری زندگی کی ضرورت ثابت نہ ہوا، یہ میرا تھا، چھوٹا موٹا لگایا تو وہ میری ہوتی رہتی ہیں۔ مجھے کے دونوں میں انہیں بھی ہوتی ہیں، میں کا کہنا کہ جب کہ کچھ دیکھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس میں انہیں بھی کچھ نہیں نظر نہ آتا، یہاں تک کہ اس سے اور فخر نہ ملے، اس بات کو دیکھتا ہوں، یہی ہے، دیکھتا ہوں کہ اس میں کوئی ایسا فنکارانہ اور فنیات کا اثر بھی نہیں ہوتا، بلکہ غرضات سے دو گنا، کہ نامہ کار کا طریقہ

۱۰ ہے۔

غرض کہ اس کے بعد میں نے وہی نامہ کار کو اپنی سلیج ۱۹۱۷ء میں پیدا کیا، میں نے اسے دوسرے دفتر میں کام



اپنے دل سے لے رکھے تھے۔ یہ ضرب پہل ضرب سے زیادہ کاری تھی، لہذا کارروائی نے کئے قابل دھاک پہنچا یا تھا میرا بھی سکون نہ پایا تھا اور میرا وہ نفل لے لئے دیا نے جو میری دلچسپی اور صواب کو روکا تھا اس لئے کہ یہ میرا اختیار اور اس میں جو چاہے گا تھا۔
 مجھے میری بیوی نے باز رکھنا مانا اور دستوں نے بجا کیا یا، میرے غلے کے چند ایک ٹکڑے، قیدیوں نے مجھے مشورہ دیا کہ اس کے بارے میں صواب سے رجوع کرنا چاہئے اور اس کے حق میں سکون اور نہ انہوں نے بتایا کہ اس کے قسم کو رد کیا ہے کہ وہ میرا بیڑا کیسی کارروائی ہے گا، بلکہ صوفیہ سستی سے متاثر ہے گا، میں نے اسی بہت سوچا، مگر اس کے حق میں اپنی رائے نہ بدل سکا۔

مگر پھر ایک دم ناگہانی چھا گیا، وہ دوسری تھوڑی دیر کے بعد ۱۲۰۲ء ۱۱۹۹ء میں جہانگیریت نام کرنا اور چار ماہ بعد اس کے بعد وفیات اپنے گریو کے لئے جتھہ جو رہی تھیں اور اس طرح سے میں گیا وہ میرے خیال سے کافی تھی، ۱۱۹۹ء چنے سے گریو کے لئے اس کی ساز و سامان کا خشک بہتا اس کے لئے پہلی مرتبہ نام اور اس میں ضروری مشائخہ اس نے جو دوسری حالت میں میرے غلے میں ایک مختصر دائرہ کو یا تھا جس کی ضمانت کے لئے مجھے پکڑ کر لیا کے پکڑ کاٹنے پر پڑے تھے، میرا کہ میری زندگی حق جانے اس کے اختتام کی آگاہی کہ تم پکڑا اور میں سوچتا تھا کہ یہ اختتام انہیں سے اختتام میں جو یہ اختتام و

مقابلے کے اختتام میں بھی وہ کامیاب ہو گیا، اس نے دوسری پوزیشن حاصل کی تھی جسے حاصل کرنے کے لئے اس نے کیا کیا نہ کیا تھا، میں اس کی قیادت کے بارے میں مانتا تھا، اس میں اتنی اہلیت اور استعداد اور کون نہ تھا مگر اس کا مقابلہ قیادت کا مقابلہ تھا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ مجھے نہ ہوتا تھا، اس میں وہ اس کے ساتھ جاتا سرگرمی سے جانتے تھے پھر وہ فتح کے پیچھے جاتا تھا، لہذا کہ اس کا مقابلہ چھاپا، باپ کو ساتھ لے کر اسے ایک منظر کی شان میں لے کر کے کہیں مشق میں لے کر گیا، اس وقت وہی اور کچھ کا شہر آباد تھا۔

پھر حال اس کا مندرجہ ذیل سے مل گیا ہے جب کہ میرا سفیر بیچ ضرور ہوا ہے، اس نے جانتے وقت کہا تھا کہ وہ ساز و سامان نہ لے گئے، آدم سکون سے نہ چلے دے گا، سو اب جانے کتنا عرصہ لے گا، لہذا کی خاک چھانٹا ہو گا، کامیابی کے بعد کہ وہ خود ایک وہ میرا قسور (نار) کا را تھا اور اس کے حالات بھی گوارہ رکھتے تھے کہ ان کی رہائی تھی۔

وہ ایک نام مقام پر تھیں جس سے قلمزمت کرتے ہوئے اسے اب چار سال ہو چکے ہیں، اور میں ایک سال پہلے پڑھتا ہوں وہ دن رات لوگ اسے سنیں کہتے ہیں، اور اس کی ان کو تشکیب تھی ہے اس کا سامان کا تمام حالت ایک ایک کر کے پڑی ہو رہی تھی۔
 عین حال میں کہ اب اس کے پاس ایک نئی قیدی ہو کر ہے اور میں اب تک صواب سے اپنی شکل پر دیکھتا آ جا تا ہوں اور اس میں کوئی کامیابی نہیں اور میں انہیں کوئی کام کر رہا ہوں، اس کا ایک شاندار لڑکا اور جو میرا عزیز تھیں ہے، اور میں چند مہینوں بعد ہو گا داخل گا، چھڑ کر جانے کہ ان کے کسکند و صوفیہ چھڑوں کا؟

میرا خیال تھا کہ ان کی نکل ہو جاتی تو اسے کھتا میرے صوبہ دوست کہتے ہیں کہ ان کی تو کبانی پڑی نہیں ہے اور اگر ان کی نکل جاتی کہ یہ کہا نہ ہے کہ پھر کھانچا ہے۔

گو میرا صوبہ یہ تھا کہ ہے کہ یہ کیا ہی اور میرے کہ کہ میں ہو گا؟

مثالیہ۔

گر کہ جانے — کہوں ہو گا میں یا نہیں!



کیا اس کہانی

معمود اشعر

”گمانت میرا کتنی ہی“

”پیش خوابی؟“

میرے دے ہے جانتو تو کہ تھا میرے اس صدمہ، طلاق سے عذاب پہنچا ہے تھرا لیکن، نہ مٹا رہی یہ دھڑکی، نہ کھپا ہے جتان یہ لڑپا ہے۔ کہہ گا تھا اس کے کچھ بہت ہے کہ ایسا دلکش اور آقا میرے ملاؤں پر اس نے میرا طوفان کچھ اٹھایا، چلے کے اس کہ یہی انداز ہی بدیہی گویا میں ہی دانتے اٹھتے رہے کہ یہ تو کچھ چھانے کے پیرا ہے کہ نظر قدم۔ اور کچھ بھلاؤں پر اس نے تان لیا۔ ہر گھڑی وہ تو نہیں کہہ سکتا ہے کہ جتنا افسانہ مصلحتوں سے بنی ہو گیا ہو، تو میرا یہ بڑی بڑی بندہ اس سے نکلتا تھا، گویا اس کے نظر میں گویا اس کے دل پہ لگا ہوا ہے، نہ کہ یہ صدمہ میں ہی بدل رہا تھا۔

”میں یہ سوچتا ہوں اس سے خفا ہے کہ یہ میرا طوفان ہے جس سے اس کا دل کھلے ہو کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”میں... انا ہم سوچتا ہوں کہ یہ تو کچھ ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”بہت ہے کہ یہ... میں یہ سوچتا ہوں کہ اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”میں... انا ہم سوچتا ہوں کہ اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”I mean, I love you“

”That's better“ میرے دے ہے جانتو تو کہ تھا میرے اس صدمہ، طلاق سے عذاب پہنچا ہے تھرا لیکن، نہ مٹا رہی یہ دھڑکی، نہ کھپا ہے جتان یہ لڑپا ہے۔ کہہ گا تھا اس کے کچھ بہت ہے کہ ایسا دلکش اور آقا میرے ملاؤں پر اس نے میرا طوفان کچھ اٹھایا، چلے کے اس کہ یہی انداز ہی بدیہی گویا میں ہی دانتے اٹھتے رہے کہ یہ تو کچھ چھانے کے پیرا ہے کہ نظر قدم۔ اور کچھ بھلاؤں پر اس نے تان لیا۔ ہر گھڑی وہ تو نہیں کہہ سکتا ہے کہ جتنا افسانہ مصلحتوں سے بنی ہو گیا ہو، تو میرا یہ بڑی بڑی بندہ اس سے نکلتا تھا، گویا اس کے نظر میں گویا اس کے دل پہ لگا ہوا ہے، نہ کہ یہ صدمہ میں ہی بدل رہا تھا۔

”میں یہ سوچتا ہوں اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”میں... انا ہم سوچتا ہوں کہ اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”I mean, I love you“

”That's better“ میرے دے ہے جانتو تو کہ تھا میرے اس صدمہ، طلاق سے عذاب پہنچا ہے تھرا لیکن، نہ مٹا رہی یہ دھڑکی، نہ کھپا ہے جتان یہ لڑپا ہے۔ کہہ گا تھا اس کے کچھ بہت ہے کہ ایسا دلکش اور آقا میرے ملاؤں پر اس نے میرا طوفان کچھ اٹھایا، چلے کے اس کہ یہی انداز ہی بدیہی گویا میں ہی دانتے اٹھتے رہے کہ یہ تو کچھ چھانے کے پیرا ہے کہ نظر قدم۔ اور کچھ بھلاؤں پر اس نے تان لیا۔ ہر گھڑی وہ تو نہیں کہہ سکتا ہے کہ جتنا افسانہ مصلحتوں سے بنی ہو گیا ہو، تو میرا یہ بڑی بڑی بندہ اس سے نکلتا تھا، گویا اس کے نظر میں گویا اس کے دل پہ لگا ہوا ہے، نہ کہ یہ صدمہ میں ہی بدل رہا تھا۔

”میں یہ سوچتا ہوں اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”میں... انا ہم سوچتا ہوں کہ اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”I mean, I love you“

”That's better“ میرے دے ہے جانتو تو کہ تھا میرے اس صدمہ، طلاق سے عذاب پہنچا ہے تھرا لیکن، نہ مٹا رہی یہ دھڑکی، نہ کھپا ہے جتان یہ لڑپا ہے۔ کہہ گا تھا اس کے کچھ بہت ہے کہ ایسا دلکش اور آقا میرے ملاؤں پر اس نے میرا طوفان کچھ اٹھایا، چلے کے اس کہ یہی انداز ہی بدیہی گویا میں ہی دانتے اٹھتے رہے کہ یہ تو کچھ چھانے کے پیرا ہے کہ نظر قدم۔ اور کچھ بھلاؤں پر اس نے تان لیا۔ ہر گھڑی وہ تو نہیں کہہ سکتا ہے کہ جتنا افسانہ مصلحتوں سے بنی ہو گیا ہو، تو میرا یہ بڑی بڑی بندہ اس سے نکلتا تھا، گویا اس کے نظر میں گویا اس کے دل پہ لگا ہوا ہے، نہ کہ یہ صدمہ میں ہی بدل رہا تھا۔

”میں یہ سوچتا ہوں اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”میں... انا ہم سوچتا ہوں کہ اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”I mean, I love you“

”That's better“ میرے دے ہے جانتو تو کہ تھا میرے اس صدمہ، طلاق سے عذاب پہنچا ہے تھرا لیکن، نہ مٹا رہی یہ دھڑکی، نہ کھپا ہے جتان یہ لڑپا ہے۔ کہہ گا تھا اس کے کچھ بہت ہے کہ ایسا دلکش اور آقا میرے ملاؤں پر اس نے میرا طوفان کچھ اٹھایا، چلے کے اس کہ یہی انداز ہی بدیہی گویا میں ہی دانتے اٹھتے رہے کہ یہ تو کچھ چھانے کے پیرا ہے کہ نظر قدم۔ اور کچھ بھلاؤں پر اس نے تان لیا۔ ہر گھڑی وہ تو نہیں کہہ سکتا ہے کہ جتنا افسانہ مصلحتوں سے بنی ہو گیا ہو، تو میرا یہ بڑی بڑی بندہ اس سے نکلتا تھا، گویا اس کے نظر میں گویا اس کے دل پہ لگا ہوا ہے، نہ کہ یہ صدمہ میں ہی بدل رہا تھا۔

”میں یہ سوچتا ہوں اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔

”میں... انا ہم سوچتا ہوں کہ اس سے خفا ہے کہ اس کا دل کھلا گیا ہے کہ تو کچھ کے ساتھ کہہ کر ہی لے گیا۔



”میری بات سنو۔ میں نے تیرے ہی گھر سے آکر کھانا کھا کر سڑک چھوڑ کر لڑائی میں رہ کر پچھلے دو۔ تیرے لیے یہاں پہنچا ہوا ہے۔ یہی بات کہہ کر وہ صوف پر گر پڑا۔“

”یقیناً، اچھے صوف تو تمام سے بڑے ہیں، لیکن ان آداب تک پہنچ کر جیت سے کٹا کر۔ اور جتنا؟“
 ”نہ تو یقین۔ سب سے بڑا صوف وہ ہے جس کا شایہ قضا سے زیادہ کھانا کھا کر کھڑے ہو کر رہا ہو۔ اور وہی آداب ہے جس کا نام صوف ہے۔ لیکن یہ کچھ تھا۔
 ”مگر کون سی چیز تیرے لیے ہے؟“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔ کتنی درد کا ٹھیک ٹھیک نہیں ہے۔ اور کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس نے دیکھ کر ہنس کر کہا۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“

”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“
 ”یہ کتنی نفرت کا کھانا ہے۔“
 ”اس کا نام کٹی ہوئی ہے۔“



فہم کا سہیل یہ کہ اس فقرے کے اکولہ میں نہیں ہے جو اس فقرے کے پہلے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس فقرے کے پہلے کے الفاظ میں بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس فقرے کے پہلے کے الفاظ میں بھی ہے۔

[illegible]

۱۰- در صورتی که در این قرارداد، هیچ یک از طرفین، اقدام به انتقال یا واگذاری کلیه یا بخشی از حقوق و تعهدات خود به شخص ثالث نماید، این قرارداد باطل و بی اثر خواهد بود.

[illegible][illegible][illegible]

(Signature)

[illegible][illegible][illegible]

”وہ خداوند کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔“ انھوں نے اس کا حق تعالیٰ کے فضل سے جان لیا۔ انھوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی اطاعت کی۔

— *Chlorophyll *a** (mg/g)

بسم الله الرحمن الرحيم

تم نے اہل بدعتوں کو انتہائی حد تک غلام کر دیا ہے کہ ان کے لیے جس چیز پر بھی غلامی ہو جائے وہ ان کے لیے حرام ہے۔

ہیں ان میراثیوں کے ساتھ ان کے بھائی کے بیٹے کا۔ اگرچہ وہ اس کا وارث نہیں ہے۔

[illegible]

اسلام پر ایمان نہ، اعلیٰ خداوند کے لئے دعا کی جائے کہ اس کی طرف سے اعلیٰ اور اب بھی تمام دعاؤں پر آمین ہو۔

میں نے کہا: "میں نے یہاں پہنچا، جیسا کہ وہ بھی تو فرمایا۔" تم نے کہا: "میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک گھر بنا دیا، جو اس کے ساتھ ساتھ ہے۔"

ہم ان کے ساتھ سمجھوتہ کرتے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ کسی طرح کے معاہدے پر دستخط نہیں کرتے۔ اس معاہدے کی وجہ سے ان کے خلاف

۱- در این بخش از کتاب، به بررسی و تحلیل کلیه سندهای موجود در بایگ مربوط به تاریخچه و تحول نظام قضایی ایران پرداخته شده است.

تم اور میری بیٹی جو بچہ کو اپنے قریب رکھ کر بیٹھ رہی تھیں، اس وقت فیصلہ کرنا تھا کہ اسے کون سا کھانا کرائیں۔ یہ فیصلہ بھی

دانشگاه تهران، دانشکده مدیریت، تهران، ایران

STOP IT!

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث في جامعة القاهرة
البحوث والدراسات في جامعة القاهرة

۱- این کتاب را به همه کسانی که در راه خدا کوشش می‌کنند، تقدیم می‌نمایم.



سے ۱۵۰۰ روپے کی رقم اور فائدہ کی چمک آنکھوں کو بندھا رہی ہے۔

”میں نہیں، میں سے عرب شریف میں پانی نہ لائے نہ لگے میں پریشان رہا۔ اس کے اپنے من کے نکلے کا پانی کھانا ہو گیا، اب چہ دے گے؟
 کہ سے کہ، یہ اور نہ ملے گا کہ سے، میں نے مستری کو لوٹا کہ کیا کہی بات اب بھلے سے کہیں کام کا نہیں رہا، اس نے متورہ دیا کہ اگر بھلے
 رہا کہ یہ پہلا سے تو میں نہیں اور کہہ رہا ہوں اکثر چٹا ہوں کہ عرب شریف میں غریب لوگ نہیں کچھ کچھ بہت گھبرائے گئے آسمان کے
 چہ آگے بھگے یقین نہیں کہ اگر میں اپنی زمین میں خود کھدائی تو کہا بھلے پانی کا قلعہ میں نے گا یا نہیں، اصرار پہلے ختم آنا بند کر لیا ہے۔
 یہ کہانہ ہے کہ عدائے ساتو اس کی ساتھی میں نہ ملے گی۔ جس میں سب سے پہلے بیٹے کو کہا کہ روک روک کھجے کہ آگ نہ کہیں نہیں چلتی
 ہوں بھلے رہا پانی انہی انہی ہی پر کڑی تھی کہ مشرک کے دہر ہم اپنے سرسوں کے ساتھی ہی اٹھائے جا رہے تھے۔

تو پھر غنڈی کوئی دن ساتھی اٹھائے کہ ساتو اٹھ گیا۔

اور رہا میرے سر کے ساتو۔

اور میں، جو پہلے سے پانی والی عین افسوس میں تھا، عرب شریف جاتے کے خواب دیکھتا رہا، میں اس کے ساتو اٹھا جا رہا تھا؟
 جہاں اٹھ گیا، وہاں ہی صاحب کھانہ گھر نہ، جو تھے تو میں ان سے پہنچا: میں ہی نہ، تو یہ شکر میں اس جہاں میں کھانا پانی چھوٹا پچھو
 دیا کہ کہ، میں نہیں بھلا ہوا چلے گئے گا: آپ کی ساتھی کیا لڑائی ہے۔ پچ اس شکر کے؟

پچ اس شکر؟



خیرے بھگے میں جواب نہ دہل گئے

اس کا سچے کوئی سرگرم عمل گئے

تو نے کس رت میں نہی شاخوں سے چھوٹا ہوا

ایسے موسم میں تو شہار کو بھل گئے

ختم حسین کو

آج وہ سب تک وہ ہے کہ ہر سینہ کی سیل آج
سرت تیار ہو غلم کی تہہ سے بافتا نہ تیار کیا تھا
مجھے کلا طور پر سر ہے کہ اس وقت میں کس کے نام میں
عمر کو جسے چاہا وہ

ہمارا آفت کی کو جب جبر جسے لوٹا کوئی میں
نہ نہ کہوں پھر دیا جا رہا ہے وہ ہر دم ہم جو رہا
یہاں وہ لوہے کی انجنت (عمر کا تروہ جیسے) تھے تیاروں
ے کے قلم سنانے کی دعوت دہائی وہ جب اسوں نے
جبر جسے وہ مفلکوں سے اس علم کہ خدا کسما عبدیکر
پہر دیا۔ تو میں سے رہی نظم آتی ہے رتہ کی الفاظ یہ تھے۔
پاکستان کی بٹیا کی (جس میں) یہ لٹا دے

حمزہ شہر



کچھ کھڑتا ہے، کیا اور یہ کچھ وقت سات کے چیروں کے طرف پشت کر رہا ہے !

”اسے تھارے آٹھیں“

”کیا ہوا میری آٹھیں کو؟“ اس نے سیک کے رگڑ کر پوچھا۔

”جے۔۔۔۔۔ جے۔۔۔۔۔“

”کیا یہ یہ رگڑ کر ہے؟“

”وہ۔۔۔۔۔ جیسے کرا ہے؟“

”جیسے گڑس ہے رو رہا ہے؟“

وہ اسے غور کر دیکھتا تھا، گلاب بھلا دھتے جیسے غبار کے اتنے نامور مدیر کو وہ یہ کچھ بتائے گا اس کی آٹھیں تو پریشانی سے کھیں اور مشکل ہو چکی ہیں۔ وہ مریخ دوست میں لکھا تھا کہ وہ یہ بات تو دراصل نکلے گا اور وہ یہ کہیں کر نکلے گا پھر یہ کار اپنا خدائی کھولنے کا کیا نام لے گا؟

”یو جے کھیں نہیں؟“

”کچھ نہیں رہا۔۔۔۔۔ ایسے ذرا تم سے مذاق کر رہا تھا؟“

”تم ایسے دھند ہو کہ آٹھ کے مذاق بھی کرنا نہیں سکتا؟“

اس پر وہ جھل کر ہوا ”تھارے آٹھیں دیکھنے لگی ہیں؟“

”ہاں ہاں؟“ اس کا تعجب غبار کے رگڑ میں رہا کہ کچھ ایسے ایسے ہیں کہ رگڑتے ہوئے ان کی آٹھیں

”میں دیکھتا تھا کہ تم رگڑتے ہو کہ آٹھیں آٹھ کے مذاق بھی کرنا نہیں سکتا؟“ وہ پھر دھند سے جھٹکا۔

جیسے جیسے اس کی آٹھیں سے پانی پھینکے گا اس نے سیک کے رگڑ کر دھال سے آٹھیں پوچھیں۔ وہ فوراً آٹھ کر اس کی پشت کے طرف لگاؤ کر دیکھا کہ پشت کی آٹھیں میں پانی پھینکے گا اور وہ اس نے پوچھ کر سوچا۔ میں آٹھیں بچھ کر اسے پشت کی آٹھیں کا اس کا کہی ہو، اس نے جب پلنگہ پھینکے وہ ان کی آٹھیں میں دوڑی آٹھیں کا تھوڑے تھوڑے پتھیں تھا کہ آٹھیں کے سرے اس کی پوچھ پتائی تھیں وہ چھوٹے ہیں۔

وہ جھل کر ہوا ”یہ یہ میرے آٹھیں کھینچ رہے ہیں۔“

”ہائیں! آٹھیں کچھ نہیں سمجھتی ہو؟“

”آٹھ کھینچتے تو خود سمجھتی ہو گی۔“

”ہیں؟“

”ہر سیک؟“

جب وہ خفیف سا ہو کر ہار دھتا تھا تو اسے پتھیں تھا کہ پشت کی آٹھ نے خرابی سے آٹھ ماری ہے؟

کال ہے اس کا بڑا غبار! اس کا بڑا غبار! وہ گار!

وہ پتھیں ان ایسے پتھیں دوست سے ملتا تھا کہ پتھیں گار کے سے ہمارا گار کمان میں پتھیں میں دالے نکل رہا تھا



وہ سمجھ لے لے۔ یہ ظاہر ہے کہ میری آنکھیں بھی پُختہ ہو چکی ہیں۔ ہر وقت سر ٹوٹنے کی حالت میں لگی تھی اور میرا
خود انگشتوں کی ہڈیوں پر دھرتی کی آواز سننے والی آنکھیں تھیں۔ یہی دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ وقت کے ساتھ اس کی پہچان میں اضافہ ہوا
جدا تھا۔ یہ کہ پُختہ ہونے والی آنکھوں کی تعلیم میں اضافہ ہوا تھا۔ گزشتہ وقت کے ساتھ اس کی پہچان میں اضافہ ہوا تھا۔
حقائق کی آنکھیں پُختہ ہو گئیں۔ سینا الی میں علم حقیقی کا شریعت پُختہ ہونے لگی تھی۔ یہاں پہچان کے ساتھ ساتھ گزشتہ
پُختہ ہو گئیں۔ یہ خود بخود ہی تھا۔ کائنات کی وہی گزشتہ آنکھیں تھیں۔ گزشتہ ہونے لگی تھیں۔ سوچنا ہمارے انتہا ہمت کو کہ ہر گز
ہے اگرچہ کی پہچان کی خبر تو وہاں ہے۔ یہی گزشتہ آنکھوں کی اس چار سو چار ہزار کی پہچان کی خبر تو وہاں ہے۔
یہ آنکھوں پر مسدود کو فروغیت حاصل ہے :

ایک حالت اس پر لپٹا رہی تھی۔ نیند نہ آئی۔ اس نے اندر سے بیٹی جی کی چٹا پٹا کر اٹھا کر تو اس کی آنکھیں سمجھ پُختہ ہو
نکل آئیں۔ وہ پُختہ نہ ہو کر کونو سے نکل چکا۔

صبح اٹھ کر میری پہلی شہدائی آنکھیں خوب ہو رہی ہیں۔
”کیوں؟“

”میں اچھے صبحی ہو رہا ہے۔ میری شہدائی آنکھوں میں کچھ خرابی ہو۔“
”خواب اس نے کہ پُختہ ہو رہی ہیں؟“

”کیا کہ بہ جو“ وہ حیرت سے ہوئی۔

”ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں۔ اگرچہ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔
ہے۔“

وہ کھڑی ایسے گھومتی رہی تھی۔ اگرچہ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔
”کچھ نہیں، کچھ نہیں“ وہ بھی پُختہ نہ ہو رہی۔

”تو پھر چلتے ہو؟“

”کہاں؟“

”کون سے پاس — اور کہاں؟“

”جگہ۔“

”ماں، تمہیں اس میں بھی گھر شہدائی آنکھیں واقعہ خراب ہیں۔“

وہ اسے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔
”بہنہ، یہ کہہ کر ہی چلتے ہیں۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔
پہلے آنکھیں نظر آنے لگیں۔ جب ان کی سہیل پُختہ کی آنکھیں بھی پُختہ ہو گئیں۔ یہ نظر آئیں تو میری گھر میں ہو گئی۔
خبر بھی اگرچہ سب پُختہ ہو گئیں۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔
ہو گئی۔ اس کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ ان کے منہ سے کچھ غلطی ہو رہی ہے۔



کمال اور سرور پہنچی ہوں کہ تاریخ اپنا شاہک قیامت سے لگا کر گھر کے تمام اہل دار کا آنکھیں پینٹت، ہر شخصیں ملنے اس وقت تو گھبراہٹ
دوست کا بھولے لگا جب میں نے پھر گورو میں ہوا تو پینٹت پر دو خوشنکشا معصوم آنکھیں پائیں۔

خبریں اب ہر شخص کی آنکھیں پینٹت پر جا رہی تھیں۔ بھوکے کے بعد ہوا کی آنکھیں بھی پینٹت پر دیکھیں تو تہذیب کے مذاق
کا اس میں جو درد مگر بھلا تو پینٹت پر لگی آنکھوں کے جہنم میں خود کو گم شدہ بھوکے کی طرح محسوس کرتا۔ تمام زندگی کا نظام پینٹت
کی آنکھوں پر چل رہا تھا۔ ایک دہر تھا جو اپنی آنکھوں کے عذاب میں جیتا تھا۔

ایک دن کرم بند کے رویا اٹھلا! اگرے کوئی مائٹ میٹر ہے تو اب اسے ختم کر دے اور نیچے دیکھنے کے اس عذاب سے
چھٹکا دے! اگر میں سر پہنچا ہوں اور جہنم ہے تو نیچے آنکھوں کے اس جہنم سے نکال کر آگ والے جہنم میں ڈال دے۔ میں آنکھوں
والا ہوں وہ عذروں سے بھر ہوں۔ خدا! میری آنکھیں چھو لے، مجھے لندھا کر دے مجھے اپنا اتنا بے حسی آنکھوں کے عذاب سے
نجات دلا تب اس کی آنکھوں سے سادوں مہادیوں برسے، بیوں روکر اور آنکھوں کو کسٹھ میں ڈال کر اسے قدرے سکون کا
احساس چھو۔

وہ آئندہ سامر جھانے بیٹھا تھا کہ میں بڑے کھٹی نغز آؤں۔ اس نے پہلی مرتبہ گندگی کی اس پرکھ کو دیکھ کر
جیتا کھٹی انسان سے افضل ہے کہ ایک آنکھ میں گندگی نہیں دیکھتے ہے یہی نہیں بلکہ اس صفت سے کام لے کر میں جیتے ہے! میری جان!
میرے قریب! میرے پیلوں میں آ جاؤ وہ پیار بھری سرگوشیوں میں اے بھائی راجا! لیکن اگلے لمحہ کھٹی اڑ چکی تھی۔
اب یہ سب لائق الہی برداشت تھا۔ جب وہ وہاں روکر اٹھا تو ان کے دہلیز تو پھری لے کر آنکھیں نوچ ڈالیں۔

۱۶۷



مگر میں ہی رہتا ہے، نظر میں نہیں رہتا
کس سبب اگر دست سیر میں نہیں رہتا

جانا ہے کہاں اور رہنا ہے کہاں پر
کچھ بھی تو مجھے یاد سنو میں نہیں رہتا
گمبائے، جب ملتے انسان کا ستار

انسان خود اپنی بھی نظریں نہیں رہتا

میرا استاد چیلان

مکس ٹوی۔ سٹیڈیاد ہوان



لے۔ اسی جلدی سے غلام اور دو مالی نہ جہانے کہاں یا پہنچنے کا۔ اور چلوں کی چڑیاں پھیلایں تک چمچر پھر پھیل گئی اور پھر وہ کیچے کرکھٹے چمپ کا دھس کے اور ہمارے گھر کی خستہ زانی ڈھانچے پتھر بھی تو چھینے دو بیٹے میں کسی اور صبح کے پتھر پر میرے نام ایب غلط لکھا دیتی ہے۔ تو کیا میں عزت اس چار کو نکلتے رہوں گی خود سے کبھی نہ دیکھ سکوں گی انہیں وہ ضرور کہہ دے کہ اسے کہہ دیا۔ اس کے گھومنے کی نفی نہیں تو اگر گھر کا کھس اس کے قدموں پر حرام تھا اس گھر کی خفاہی سے اپنے ہم صحن کر لیا تھا۔ آتش چہلے دواؤں کے غلاموں کو رکھتے تھے۔ اور پھر وہ صبح کو پریشان ہوئی رہی کہ وہ اتنی اور دیکھ اس صبح جتنے کہیہ دانتہ ہے ہر ہفتہ اپنے مہر کی کہ اس دواؤں کے، اپنی چھٹیکے سوسلے، انوشادوں کے طرہ پر اس گھر کی طاعت کرنے آتا ہے مگر جب وقت آئے تو اس کے دیا اتنی اس کی دھن ڈال کی یاد رکھیں اور انکار نہ کر دیں۔ دوا مستد کا یہ امر راج عوامت کرتا جلد تھا۔ اسی کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ اس کو گھر کے دے دے گھر سے نہیں نکھایا چا سکتا تھا۔ اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ گھر والے گھر پر نہیں ہیں۔ دوا آتا تھا تو بچے بارگاہ آج کے بارگاہ ایک لڑا سر سگڑا ہوا تھا اور وہ آئے یاد رکھتی اس ہدائی کو ان کے انتظار میں اپنی نفی جس کا کوئی دن کی وقت ستر تھی تھا مگر میرے میں ایک باہر دہائی دیتی تھی وہ لڑا بھارت اور اس چار کو ایک کھٹے تصویر کی طرح اس کی نظروں میں سمائی تھا۔ یہاں اس کو جہان کے حق حق لڑائی میں اگر تھکتی ہیں اس کی انھوں کے سلفے تھے کہ تھے۔

اور افسوس کہ وہ روز اس کی بدرفت سے باہر ہو گیا جب وہ چار پر بارہی۔ جلد آج کے سہ سے لڑائی تو اس نے جھک کر قتلے کا رہ گیا۔ نہ جانتے ہیں اس چار میں کیوں ہے؟

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“

”اے اے اے! — دوتے پاگ پر ہے کب۔“



وراثت داتی ہے۔ یہ انگلیاں نیکوئی کے عمل میں مصروف ہیں لیکن اس عجیب کا ہی اہم امداد کے آپ سے کہا نصیب ہے۔۔۔۔۔ اور یہ انگلیاں دھڑک رہی ہیں کہ خوف لگایں گی۔ اس سے کہیں کاپیت کے فعل و عمل پر تدار نہیں۔

خدا کا ہے اس کے لئے نیکوئی کے صاحب نام کا وہی ششدر اور سرگرداں ہے۔ اس کا وہی اور قدم چلنے سے جا رہا ہے۔
حق شکار لاہوری کو یہ طبیعت:

پانچ اس طرف اور چار اس طرف امداد ہی پانچ امداد کے درمیان کالی آنکھوں اور متغیر ہونے والے دالوں والا کلا شہید دلی کو بوجھ کے سے اچک ہے ہوا ہوا ہے۔ ہر رنگ اور سرسلا کھل طور پر اُس کی گرفت میں ہے۔ اُس کی آنکھیں ہنسنے میں اور آنکھیں میکیں۔
حق دیکھیں اور لاگو کائی ہے۔

”فرستہ دانی اور کوبہ نالی ایک طرفی۔“ لکھے؟
”موجہ؟“

تھریائی انگلیاں، ”آن دیکھی آواز“ آہی دلی یہ خدا اس سب کا نام طہیت ہے۔

طہیت جو میں پہلے والا شہید ہے، دالے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سر ڈالتا ہے اور گانگیک اپنے شانہ سے اٹھنے سے ٹکت کر رہا ہے۔
اس تمام عمل کا نام طہیت ہے۔ ایک چٹائی مہینتی میں اس کے ہاتھ سے سر اٹھیں میں کہا تھا:
طہیت کے ہاتھ ایک نام نہیں پڑتے۔

اور طہیت کے بغیر شکار کا وہی ہی خم نہیں بیٹھتا۔ کوئی ایک بار ہی ساری نیکوئی کو توڑ دے اور دیکھو تو وہی ایک نامعلوم ہی آہ اس کے وجود میں نہونے لگی تھی۔

اوسے یہ لڑاکا اور اس کے تو اب دادوں سے ہنسنے ہی چڑھ آئی ہے۔ انہوں نے چند کے تھوڑے سے ٹپک ڈال کر ارمان تیار کئے اور ایک ایک حوالہ کی کئی پشتوں سے کھل کر ہے۔ ان کی آنکھیں یہ لگتی ہیں۔ اس گھولنے کی انگلیوں کی توجہ دے دے۔
مونا سے دے جاگوں کی چھری دیوار کے اس طرف چلتے ہے۔ شامل پر بادشاہی کی کسی اکا اور کھ اور چڑھنے سے ٹکتے ہوا رہا ہے۔
اسات اس کے اقراری میں یہاں جہتے لغزش دلا دیا دیا بدنا کا فذ ہے۔ اس نے کا فذ کی طرف اشارہ کیا ہے۔
میر ہی تھکے گا، کا فذ ہے؟ اس کا زمین دلی کے مغز کی بدستوری کے لئے کھڑا ایک دھجہ۔

”یہ تم کہنا چاہا کہ اس کے ہاتھ پٹ کر کا فذ کر دیکھا میں پر کو ہاتھ آکا کا فذ نظر نہیں آتا۔“

”یہ ہی میرے خیال کے ہذا ہے۔ اس کے گھولنے میں آپ دادوں سے ٹکتے ہاتھ ہاتھ کی ہیں، بہت استاد لوگ میرے ہی آگے ہیں؟
معدود تہی ہی ہر چیز آپ دادوں سے مل رہی ہے۔ نسوں اور پشتوں کا یہ پتھر ہی تو مٹھی کا وہی ہو کر رہتا ہے، مگر اوگ کہتے ہیں نسوں اور پشتوں کے وہ کھیلنے سے طہیت کا نام آسانی ہو جاتا ہے؟

لیکن یہ نہ پڑھنا سکین لکھا اپنا تھوڑے سے اس کے باپ دادوں نے اواز میں تیار کی ہیں اور ان سے دل کے گھولنے کے اخروٹ کی گولائی پر نقش نگار ہاتھ تھے۔

خدا کی بار: اسی ایک اور چہرہ کام کہنے والی پر، اور دیشا کے جائزین اور جہاد سے دلی کیوں دقلم ہوئے؟

اس کا دل پا داکھا کر دیشا کے اسی حکم کا بیڑوں کے درمیان اپنے خیموں کو رکھ کر آگ لگا دے اور پھر وہ سب کے سب آداس



کے ذخیرہ علوم کی طبعیت بہتر اور مستوی ہے۔

اور یہ ہزاروں اشخاص مشغول ہیں اس کے گھر کے میں چہرے سبک، انھیں معلوم ہوا انھیں مشغول کر رہی ہیں، اس نے عدالت سے لڑنے کی طاقت دیکھی ہے اور اپنی دائری میں کہ نوٹ کر لے لگے۔

بیس، اس کی انگلیوں ہی تو کام کی ہیں۔ اپنی قوت کی۔۔۔ اس نے اپنے دماغ کو انھیں سے غور کیا ہے، یہ آپ اس کا ہاتھ رکھ سچ، میں ہی اس کی انگلیوں میں ہر دماغ چلا۔
اسے سنا جا رہی جس پر لگے۔

اور اس کے کاغذ واقعی کرکے ہے، اس کے ہاتھ کے اور دماغ چلا، یہ قابلِ بحث ہے تو اسے ہر طرف کڑا کر کڑائی میں اور کڑی قوت کی سب سے بڑی کڑی ہے۔

اور یہ باتیں کائنات کی تحقیق سے عقلی تعلق نہیں رکھتی، اس نے ان کا اگر بھی غور ہے۔

مشاورتوں میں لگ گیا ہے اور لڑنے کی نظریہ، اس کی طرف سے کہنے ہے، ہاتھ ہی میں ایک بڑی کڑی چلائی ہے۔
یہ کڑی اس کے جوش و اس پر مشتمل ہوئی جا رہی ہے۔ وہ کڑی سے قوت ہے، کئی مرتبہ قوت ہے جوش ہو چکا ہے، چاہے اس کے کہنے کی تبتائی میں ہاتھ کڑا کر گھر سے جڑ تو وہ آپ سے کہے کہ اس سے مشابہت ہوئے گئے ہے، اس معلوم ہوتا ہے کہ کڑی انھوں اور پیچھے سے جیسے ہم دماغی سامان اس میں اس کی سرپرست کو مستحق اپنے جانے کی پیٹ میں سے جا رہا ہے۔
یہی لڑنے سے کہنے والے عقیدے کے پانچوں کے کڑوں میں کڑوں چلائے ہیں تاکہ یہی،
کہے لڑا کئی مرتبہ کڑی کے اندر ہے جوش ہو چکا ہے۔

اور اب وہ لڑنا کڑی کو گھر سے جا رہا ہے، اس کے توجہ پر چلائے سے چک ہے، اس کا پہرہ پہن چکا ہے وہ بہت خوف زدہ ہے، تاکہ اس کا کڑی ختم ہوگی اور اس سے، لگنے لگانے کو برابر کہنے والی آپ کی تبتائی، تاکہ کڑی کی طرف پہنچے کہ وہ اپنے گھر پر ہی کے کہنے پر جا رہی ہے، اسے سنا جا رہی ہے، اس نے لڑنے کو بہت سے لپٹے لگائے ہیں۔
اور اب لڑنے کی انگلیوں میں خون اتر رہا ہے شاید چلائی ہوئی کڑی کی طرف کی تبتائی اس کو کہ جگر کر رہا ہے۔
اور یہ عقیدے لڑکے اور تپا ہے۔

۱۰۔ اس میں، اور بڑا کڑا کڑا ہوا کڑے کی پالٹ پر جا رہا ہے۔

کان، ایک چشم، پیشانی لوگوں کے نزدیک خاص اور چینی جوتا ہے اس نے کہ وہ میری اور تانگے کے تانگے ایک طرف پر نظر رکھتا ہے، تاکہ وہ لڑکے خود انھیں دیکھ کر بھی ایک ہی رخ کو دیکھتے ہیں اور یہی ان کی پادشہی قرار پاتی ہے۔
گو ان باتوں کا میری تحقیق سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

پس میں حق نے اپنے آپ کو بڑی طرح سزاؤں کی ہے اور وہ ان کا گھر سے نکل گیا ہے۔

۱۱۔ میری وہ دھکی جا رہا تھا اس لیے کہ میری وہ؟

اس نے اپنی ایک آنکھ سے لپٹے کو گھر دیا ہے، وہ بچے سزاؤں کے طور پر لپٹا دیا، اس کے پیچھے وہ لپٹے کے لپٹے۔

اور یہ دعوت ہے حال کی، اس کے چہرے آواز لگتی، جا رہا تھا اس لیے کہ میری وہ جان؟





میں سے ایک ایک پہلے کو گرا دے اور پھر ایک ایک کی جانوں سے گرا کر باہر آئی ہر ایک میں کوئی کچھ آواز جان سے دہرائی
جاتی دے رہی ہے۔

”پر بہت حال دور ہو بلکہ اسی کے بغیر ایک ایک کی جانوں سے گرا کر باہر آئی ہر ایک میں کوئی کچھ آواز جان سے دہرائی
جاتی دے رہی ہے۔“

میں نے

تنبیہ میں اس لیے کہ طرح ناگزیر ہے، یہ ایک مبہم جہد ہے۔ ہر ذریعہ کی طرف سے غماز ہے نہ وہ اس کا اس کو
بالکل دوسرے طرف روڑ دیا اور اتنی آواز نہ انداز میں سر نہیں، لیکن اس میں فیضانِ لہو علیٰ مسائل کی طرف مشورہ کر آیا۔ انہوں
نے ایک کے حوالے سے اس کے ساتھ دیکھ کر جس طرح پیشین گوئی ہے وہ خود طلب ہے۔ دیکھتے ہیں کہ:-

”تنبیہ دیکھ کر غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، اتنی ہر فطری اللہ جیسا ہی جتن کر سیکے
یا گویا ہی کہ فہمیت ہے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ۔ لیکن یہ نہ تو گویا ہی کہ فہمیت کو سمجھ
پوری طرح کب نہیں آتی ہے؟ عام طور پر تو لوگوں نے اس طرف سے کہہ دیا ہے کہ یہ جہد ہی
ہیں حالانکہ یہ جہد ہی نہیں اتنی ہی ناگزیر ہے جتنی کہ نفس کی آواز شدہ رہ گئی ہے ناگزیر ہے۔
اصل یہ ہے کہ ان فہمیت کی فطرت اور ناگزیر ہے ان کی حقیقت قدر و قیمت اور حقیقت و منزلت
کو ہمارے نظروں سے دور کر دیا ہے۔ بچہ اپنا آنکھ کو دیکھ کر کہہ دے کہ وہ ان کا استعمال خود بخود
ہی سیکھتا ہے۔ اس کی قوت کو بانی نشوونما پاتی ہے تو اس کی نشوونما ہی نشوونما آپ سے آپ ہوئی
ہے۔ اس میں ایک بات یہ ہے کہ جہد کو بچے کا حقیقی مصلحتیت و استعداد اور ہی اس طرح
بالکل فطری ہے اس لیے انداز ہے خود بخود بشر قیاس نہ آتی ہے۔ یہ مصلحتیت بڑی دھم دھماکا
آتی ہے کہ بالکل بغیر غماز سے ہے۔ اگرچہ ایک سرور ایسا ہی آتا ہے جہاں ہم اسے دیکھ ہی
سکتے ہیں کہ فرق و تمیز کی مصلحتیت بچے کے اندر صاف نمایاں ہے مثلاً وہ دیکھ کر اس کے سامنے
دکھ دیکھتے پھر دیکھتے ان میں سے ایک کو دیکھ کر لے جاتا اور دوسرے کو صاف رو کر دے گا۔“

میں نے

”کہ کون سی زبان ہے ؟“
”رومانی۔“

”تو اس زبان کی ہے؟“

”اگر ذاتی تو میں نے سراسر اچھے کہنا ہے۔“

”وہ تو کیسے ہے؟“

”جیسی۔ اس کی دانگنا قدرت ہے۔ اگنا اس آئے۔ (Xena to ad)“

”اور کون سی زبان ہے؟“

”ہیروانی۔“

”تو اس زبان کی ہے؟“

”جی ہاں۔ اس میں اتر جوں کا بڑا تھا۔“

”اچھا اب بتاؤ۔ کون ہو تم؟“

”سکندر لوداقرقین۔“

”کہہ کر وہ اٹھا اور ایک کھوکھلے ہاتھ کے پھر اس نے مجھے ٹھکرا دیا۔“

”اور تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟“

”میرے سوال کا جواب پہلے اس نے سوال کا جواب فریاد میں کیا کہ میں ایک سحر کرنے والی ہوں اور اس نے بتایا کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔“

”جی ہاں ہوں۔ تم بھول کر اس نے یہ کہہ دیا کہ میں ہی وہی چاہتی ہوں۔“

”وہ کیا ہے؟“

”تم اچھے بتاؤ۔ تم کو سنا ہے؟“

”جی ہاں۔ تم نے مجھ کو سنا ہے؟“

”اچھا تم اس پگھلاؤ کے پاس دوڑو۔ تم سے پہلے یہاں کے پہلے آکر جاؤ۔ تم نے جب میں اس کے پاس گیا تو میں

”جیسے گا۔“

”تم نے تو پہلے ہی حاصل کیا تھا۔“

”جی ہاں۔“

”تم نے کھانا کھا لیا۔ اور اگر آؤ۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“



بکھلا کھل، پھر بارش ہوئے، آپ نے ان کو اپنی بارش جو حیل کی پیروی کی تھی اس کا سرٹھن کیا، اس میں سے صرف اسی کا لگا، اور وہ اس میں لگا اور اس کو کھن پیدا ہوا اور طوفان جھیل، اس نے کہا۔

”تو نہیں لکھتا چاہیے؟“

”نہیں، دیکھئے صرف تمہارے چاہیے؟“

وہ ہر لمحہ سے کوہاں سے رہا تھا، اس نے بے غورم کے کواٹھن کھن لے اور حیل کی طرف کی مگر اپنے مسدود ہو چکے تھے، ایسا لگا تھا کہ یہ لڑائی بہت اونچی ہو گئی ہے، وہ اس ہاتھ سے گزرتی سکتا تھا، وہ وہاں آگیا اور پھر پھانسی لگا گیا، ایک سو دن تک آوار جنگل اور وادی میں صبح تک لوٹتا رہا۔

میں نے سراسر

لیکن اُسے ملنے والا کوئی نہ تھا۔

جولائی ۱۹۸۸ء



مگر نرم رنگین شاخوں پر یہ ٹھہرتی نرم رنگین چڑیاں

کوڑی سرحدوں کا کرلے وسبندوں

کو جھوٹے گزرتے چوڑوں کے آزاد چھوٹے

کھلی کھیتوں میں کھلے آسمان کے کچے کھلے سانس لے کر ٹھہرت

پڑوں کی لڑائی کے بعد نصف آسمان میں شیریں شکر سرچنے والے پہنچے

روکھن کے ساتھ سے — (جو کچھ نہیں منسکا) — مل کے دل و حور کن

کوئی ڈھکے حور دستوں پر ڈھکے آنکھوں پر آجائے والے پہ آئندہ

یہ حساس شہ خوں پر حساس چوڑوں کا انجام سے ہے منبر پر کھیت

یہ کچھ زخمیوں کو خون کا صباغ دسا

احقانہ، مگر غرض منہ جینا

خدا و فرماں کے قدسوں میں

اپنے کھلے بارے حلقے آؤ کہ کر

شکبہ دار ہونے اور اس پر

کس تفریق پر شہید ہوئی



درد افزوں سہی

۱۴۱۰ھ

بائیں ہیرے کا دانا اب چپ لگی ہو جاؤ تو پتلی ۱۰۰ کی رقم سے ان کرکسی کشوری کی ساری شراب خانی کر دیتے گا تم کو کافی ہے جنہر ہاتھ سے کھسب
خے ساحل شراب اور بلے کا لٹاری کے تھیرے دی ہے اور جی کے ہاتھ میں وہ اب کھسب کھسب رہے گا کہ جی کے انکھیں تو ایسی ہیں جیسے کوئی کی کچھڑ ہانی پر
ہو کر سے پٹنے جوں ۔

اور تو اسوج تو جب اسے پتے لگا کر جب سے اپنے انکھیں دور کر شراب کر لی ہیں اور اب وہ انکھیں اپنی تمام دیکھتی کھسب لگی ہیں تو
بٹھیں جا کر اسے بہت دلی ہو گا ۔ کیونکہ اسے کھسب سے ساقہ تہا دی انکھیں میں بہت پتا دی ہیں ۔

ہاں اب یہ ٹھیک ہے کہ اب یہ انکھیں اس کی نہیں ہو سکیں گی ۔ کیونکہ یہاں تو یہی ہے کہ جی کے ہاتھ میں دیکھ کر شراب خانی میں اتنا سے کھسب کا
بہار ہو کر سے کہ نہیں ہو چکا ہے اس کا کھسب ہو چکا اس کا پورا تو ہل کھسب انکھیں میں ہل کا پورا ہو ہیں انکھیں اس کی تھیرے پتلی اور دلی
ہے اور میں اسے کھسب کی چیز سے تھیرے دیا جا چکا ہیں جوں اس نے تھیرے تم نے چپ ہو کر کوئی نئی تھیرے سوچنے میں میری مدد کرو ۔ اچھا تو تم
کہ یہی ہو کر اسے تم کے ہیرے لٹاری چکا رہا ہے اور وہ میرے دماغ میں کسی تھیرے کے سوچنے کی صلاحیت نہیں ۔ خیر جی میں اسے سوچنے میں
تم مجھے لگی تو سوچنے کی بہت نہیں دے رہا ہو ۔ سوچے تو میری جان !! میں انکھیں کب سے کھسب دی جوں کا تو یہ عرف کھسب سے ہی ساقہ
تو نہیں ہوا ۔ کیونکہ اسے اس طرح دیکھ کر سے ہی تو جھڑھے ایسا ہو آ گیا ہے ۔

مست درد خانی دست دانا یہ سب میرا دماغ شراب ہو رہا ہے ۔ اگر تم اس طرح دلی رہی تو میرے سوچنے کی کھسب سے انکھیں یکدم
منفرد ہو جاؤ گی ۔

اور پھر یہ کوئی ایسا تم ہی تو نہیں جیسے ہمارے اس دماغ میں یہ بڑی دلی تم جو کھسب پٹنے میں انکھیں تم نے ان کے ہاتھ میں کی سوچنے
کی لٹاری کی ۔ انکھیں دیکھ کر انکھیں تو لڑتی ہو گی ۔ آؤ نا بولی جی اپنا تم جوں کر ان بے شمار کھسب کے ہاتھ میں سوچیں جو ہاتھ دگر
بکھرے ہیں ۔ کیا کہا انکھیں ان دیکھ کر کے ہاتھ میں سوچنے کی ضرورت نہیں کیونکہ انکھیں اپنا ہی تم بہت دے رہے ۔ انکھیں ڈر تہا دماغ تو جی
جے نا کہ انکھیں تھیرے کے لگ کر جا رہے ہیں یہ کھسب سے بے بہت کھسب ہے ۔

مگر سوچے تو اس کے سوا انکھیں ہی اس پر جا رہی کر جی کی کھسب نہیں تھا ۔ دے کھسب اور کوئی دوسرا ہاتھ دلی تو ان کا نہیں تھا جس کا
وہ اس کا کرکسی ۔ وہ تو ایسا کرنے پر مجبور نہیں ۔ ان کو کھسب سے کھسب اور کھسب اور کھسب کا جی تو خیال ہے ۔ کھسب کے کھسب سے انکھیں
ہیں کرکسی ۔ اس کے اگر کھسب میں انکھیں تھیرے کھسب کرنے کی کھسب سے انکھیں کرکسی کے ہاتھ سے انکھیں تو اپنی میں کرکسی
یہ خوش ہونا چاہتے ہیں کھسب سے مصمم ہیں جا کر انکھیں جوں تو تم کہہ دی انکھیں کہ تم انکھیں ہاتھ نہیں ہو کر اپنی خوشی دوسروں کی



[illegible]

اور پھر وہی اراکس وہی دانشمندی کے وہی ایمان تھے تو کیا پھر کچھ وہ اپنی ہیڑی کو اب نہیں دھاتے۔ نہیں مانتے یہ بات نہیں ہے۔ وہ اب اس بات پہنچا ہوا کہ وہ اس خوالی کو جو دشمنی ہے چھپے اس نے دیکھ رہی تھی۔ اب اس نے وہ خوفناک سے خوفناک رہنا دیا یا پھر ہٹا ہوا۔ لیکن مجھ کو بھلا اس کی اس سنگسار دھمک اور صحت کی دنیا میں ایک مسلسل طالب ہی کو کھلی ہوئی جگہ ہے۔ "تمہاری کہادت وہ غرضیہ قائم رہے گا کہ تمہاری کہادت میں غرضیہ نہیں رہ سکتا۔ سوچو تو یہی وہ دانش کے لئے کھنکھاتے کہادت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے قریب پہنچے ہیں غرضیہ نہیں رہی۔ اور اس کے اندر کہ جہاں جہاں وہ پہنچتا ہوا کہ اس کی جڑی کے بیوں پر مسکڑھٹ کا پتھر ایک نہٹے والی گڑھ قبضہ خالی ہوئے ہے۔ دیکھو تو یہ راہ دیکھتے ہوگی یہ راہ کی نظر پرانی کا کوئی نہ نہیں ہے۔ یہی حالت ہے۔ اس میں دیکھو نہاد کیوں؟ یہی کہ کہ۔ یہی کہ۔ اس اوج پہنچتا تھا کہ تمہاری اپنے عجیب سے ساتھ غرضیہ دیکھتے ہیں تو تم ہی اس الجھٹ کا یہی ہے کہ تم غرضیہ نہیں چاہو۔ اور یہ غرضیہ تم ہی جو وقت نہیں۔ اس قسم کہ اب دیکھیں یہی چوتھی ہے۔ کیا۔؟ اور۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ یہی ہمیں ہی ہوئی۔ لیکن ہوں تو تم کو ان سے مختلف۔ یہ تو دنیا ہی پر ہے گا۔ ہوں ہی نہیں ہوں ہی نہیں کہ تم



سب سے پہلے یہاں — وہ دونوں چھوٹیوں بابا آؤڑا کے قریب رہ کر ازید ایک غلام کے بغیر رہائش پزیر ہو گئے۔

وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ "ا" نے کون سے جہاز پر کون سے ہوئے یا بالوں سے سے پوچھا۔ بلکہ عجیب اس بات پر تھا کہ قریب وہ آئی تھی تو بابا آؤڑا کو اگر خاموشی ہو گیا تھا اور اس کے اسی نے ہرے دھوکے کو نظر انداز کرنے کا کوشش کیا تھا۔

"بالوں کے ہیں" اسی نے فرمایا کہ "میں نے وہاں سے جواب دیا اور میرے لئے تھوڑے بہتے کہ دوست دینے لگے۔ میں خاموشی ہو رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ اپنے چھوٹے میں بل چلا تا خود دیکھ سے۔ چونکہ میں وہاں سبزیوں اگنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

"چاہا، میں اپنے چھوٹے میں سبزیوں کا شت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بات جاری رکھی

"کا کا، تیری چیز ہے جو میری چاہیے کا شت کر۔"

"دیکھ اس کے لئے وہاں بل چلا تا خود دیکھ سے"

وہ وہ میں چاہتا تھا کہ یہ تھوڑا سا کام ہے اس کو ختم کر کے وہاں ملک جائیں گے۔ اس میں کوئی بات ہے، بابا آؤڑا نے

کہا کہ وہاں۔

اور کھیت کا کام ختم کرنے کے بعد بابا آؤڑا تمام دن اپنے چھوٹے میں بل چلا تا رہا۔

تھوڑے دن بعد آگیا۔ جب پہلوں کے پتوں پانچ سے پانچ آئے اور میں نے کھیت سے اور مردود اڑھائی سو روپے میں فروخت کر دیئے۔ اس کے ذریعہ اسے نوٹ میں شاید نو گریڈ پر بل بار دیکھ گئے۔ میں بہت خوش تھا۔ میں نے بابا آؤڑا کو بل پر بل روپے دینے کا ہے۔

"میں کھانا بھی آپ کے ان کہتا ہوں۔ بل قریب لانا اور دیکھتا ہوں کہ کچھ کھانا دے گا یا نہیں؟"

"اے وہ نہیں دے گا، اس کے لئے قریب تو نہیں کہتا۔ یہ بھیچے اپنے پاس رکھ کر تیری بھینس کی کچھ کام آنے کی ہے۔"

"میں اس شخص سے سب سے پہلے میں ایک خوبصورت سی کہانی کا پتہ معلوم رہا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ آٹا کھانی کھری ہوں۔

کوئی اور کام تو ہے نہیں۔ میں وہی کہانی لکھنے بیٹھا ہوں تھا کہ بابا آؤڑا آگیا۔

"کا کا، ایک بات ہے"

"کہا چاہا۔"

میری چاہیے تھا کہ وہ روز ہر روز کے کھانا دے کہ اس نے پہلے ہی۔ آٹا کھانا ہے۔ چلے گئے تھے کھانا کھانی کھری چاہی

نے لکھا تھا کہ جانتا ہے کہ کچھ نہیں ہو گئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

میں نے جب سے وہ وہ پتے نکال کر اسے دے دیئے

"وہ کہہ دینے کھانا دے۔ پھر دینے لگے کہ کچھ حیاں آئے۔"

"چاہا، میں جن روپے کے لئے وہ وہیوں میں لکھے گا کام میں ہے گا۔"

اس نے وہ جن روپے کے لئے وہ وہیوں میں لکھے گا کام میں ہے گا۔ وہ روپے کے قریب پہنچ کر اس نے لکھے آواز دی۔

"اے کا کا۔"

یہ پہلے کہہ گا کہ جانتا ہے گا۔



[illegible]

[illegible]

میں نے کہا کہ یہ سب کچھ میری طرف سے ہے۔



”آپ جنگ کے بارے میں کیا رہی تھیں؟“

”ہاں بیٹی۔۔۔ میں نے ہائل ٹھیک بتایا ہے۔ ہماری کسی سے لڑائی تھی نہ دشمنی۔ اگر ہمارا کوئی باور کسی دوسرے کے گھٹنوں میں چلا جاتا تو ہم ساری ہلاک ہوتے۔ کسی دوسرے کا سر لٹکی ہمارے کھیت میں لگس آتا تو ہم صاف کر دیتے۔ کوئی اور تھلا ہوتا تو ہم جی چکر لٹا ہوتے۔ ہم اچھا اور اپنے بھائی کی رہی نہیں۔ سب کے ال و میال کی ٹیڑھا ہوتے۔ کسی دوسرے کو خوش اور غم حال دیکھ کر دوسرے کی آگ میں نہیں جلتے تھے۔ ہم نے لڑائی جھگڑے اور دشمنی کی ساری باتیں بند کر دی تھیں۔ دیکھیں یہ لڑائی ہے۔ یہ تو ہمیں کہیں باہر سے آئی۔ کہیں اور سے نازل ہوئی۔ پتہ نہیں اس کے کیا اسباب تھے۔ کوئی سچا قتالہ کوئی جھوٹا کوئی حق پر تھا اور کوئی گناہ نہ تھا۔ ہم غریب لوگوں کو کیا سلام ہیں ہیں تو رستا پتہ ہے بیٹی۔ ایک دی دھماکے کی آواز سنائی دیا اور سارے عجیب و غریب لوگوں اور چمکاتا چمکتا تھا۔ مٹا مٹا کر لوگوں کی خوشیوں کی جگہ بددلی کی ٹوہیل گئی۔ اس سے پہلے کسی ہوائی جہاز گزرتا تھا تو میرا بیٹا جھانک کر کسی ٹیبلے یا چمکے پر چڑھ جاتا اور آڑ سے ہوتے ہوائی جہاز کو دیکھ کر خوش ہو کر دھماکے کی آواز سے کہتا کہ یہاں کو کر دھماکے ہوائی جہازوں نے اگلے ہیں، اور ہم کیا اور ہوائی جہاز کی آواز سنیں کہ جھگڑا کیا۔ سب سے پہلے ہی غصہ میں لگس جاتا اور ہم نے بڑے بڑے دھماکوں کی حمایت پر لوگوں کے قریب کھودی تھیں۔“

”کھنا ہے آپ کے میاں نے جلالت ہمارا دی سے لڑتے ہوتے جان دی؟“

”ہیں نہیں بیٹا۔ ذرا اور پہچان لیا۔“

”آپ کے میاں کے بارے میں کیا چہرہ تھا بیٹی؟“

”اچھا اچھا۔۔۔ میں بچی اچھا آدمی تھا۔ دشمنی اور ہمارا۔ اپنے کام سے کام دیکھتا تھا۔ بیٹے سے اسے بہت محبت تھی۔ ہمارا سے لڑنا تو سب سے پہلے اسی کو چاہتا۔ چم چم کر اس کے کال سرنگ کرتا تھا۔ کہتا تھا، اے بھائیو! اگر کے ساری لشکر وٹا تو ہمارے چکر وہ آئے نہ تھا کہیں ہاجتا تھا۔ بڑا آدمی جانا چاہتا تھا۔ باقی سال کا ہمارا تویم نے اسے بڑے گاؤں کے سکول میں داخل کر دیا۔ شروع شروع میں وہ کھانا سے کڑھائی پر بیٹھا اور سکول آگے جاتا تھا۔ چہرہ ہم بھولنے کے ساتھ خود آئے جلتے تھے۔ گھر سے اس کی بڑی نگرانی تھی۔ دھار دھار جاتی تو بے چارے پر ہاتھ کر کے سے کجی محبت کہتے ہیں۔ بیٹی کریرا بیان تو سب سے پہلے بیٹے کا داخل تھا۔ وہ تھا گھر بڑا خواہر بہن، سہرا جانا سا شہر بھی جیسے بڑے گاؤں کے پاس نہا۔ وہ بیٹی بھی جاتی ہیں۔ ہم بڑے تھے بیٹی کو گھر میں اس کی حفاظت نہ کی۔ آئے تو ہمارے گھر میں پیدا ہی نہ تھا۔ پانچویں تھا۔ وہ تو شکل و صورت سے کجی کھلی۔ بیا کی خلق نظر آتا تھا۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ وہ کسی دوسری قوم سے تھے یا کنگ۔ میں نہیں جانتا۔“

”یہ آپ کے میاں کی شہادت کے بارے میں کیا چہرہ تھا؟“

”ہاں بیٹی۔ وہ چہرہ بڑا گندہ بیٹے ہی کچھ۔ جب لڑائی طویل ہو گئی اور آدمیوں کی کجی لڑائی تو اسے میں بڑا کسے تھے۔ گھر سے بل جاتا تھا۔ خود ہی نہیں اور لڑائی جھگڑے سے تو اسے بہت ہی محبت ہوئی تھی۔“

”مگر میں نے سنا ہے اس سے نہ جاہلیت نہ تہذیب کا تعلق ہے کیا آپ نے ہم کے ساتھ ہم باہر کے کسی کے خطا کرنے میں لگس لیا؟“

”میں نے کجی سنا ہے بیٹی۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ تہذیب۔“

”آپ نے اسے اس کے ساتھ گھرا دیا ہے۔ آپ کچھ اس کے بارے میں تحقیق سے بتائیں۔“

”میں کیا جانتی ہوں۔ میری ماں انسان کو بے شک یا کویر لگتی ہے۔ میں تو اسے اس حیثیت سے جانتی تھی کہ اس نے کجی کوئی ایک کو ہلاک



ہیں کہ۔ میں نے اُن کے کئی کئی مرثیے کو لے کر اپنے پیٹے میں جنیں دیکھا۔ جو کہتے تھے حرق کے بعد اس میں ہندی آگنی ہو چکی تھی۔ ان کا دور
 چلن ہے دھرم انہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے لئے کھڑا کیجئے مرہا چتا تھا۔
 ”وگیا اس وقت آپ کو پٹا لڑو تھا؟“

”ہاں۔۔۔ اس وقت وہ بالکل سلامت تھا۔ تو بہت پہلے کا دن ہے۔ جب وہ آدی جنیں مٹے تھے اور کچھ اور تو دور
 براہمن کو مرنے کیا گیا؟“

”کیا آپ کے پیٹے کو مرنے کیا گیا تھا؟“

”میرے ہی محبوب نے۔۔۔ ایک دن سکول سے واپس آیا تو کہنے لگا کہ اگلے دن اس کے سکول کسانا کہنے بڑے افسر اسے یہاں
 لے آئے۔ وہ بات کہتے کہ وہاں تھوڑے پیرے ہیں کہ آگیا۔ میں نے اس کی ہواست بخالی تاغیر کاٹے۔ چھوٹا ڈھبہ اس کے سر میں
 ٹھوسہ درجہ لگا یا اور مجھے اچھے پیرے پہن کر نصرت کیا۔ آگے کی سلام تھا کہ وہ مجھے بہت سے پیرے پہن کر لے گیا۔ اس میں
 مٹے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ تھے۔ اسے لے کر کہیں گئے۔ پل ہائی کسی غار میں چلا۔ میں ڈانکل میں چپ جاتی۔
 ”اچھا تو وہ سکول سے واپس آیا یا؟“

”ایک دن وہیں اور میں بہت سے بچے واپس آئے۔ میں نے بتایا اس۔۔۔ وہ ان آدی میں کی صحت کی چوٹی تھی۔ ماہوں نے
 براہمن اور کھانا دیکھا۔ اسے یہ بھی پوری کرنا چاہی۔“

”کیا آپ کو بدھ میں چلتے تھے؟“

”ان کے دنے اور مرنے کے کئی کام تھے۔ ہندو ہیوں کا اصول اور فرام کرنا۔ اس کا سامان اٹھانا۔ دشمن کی نفس و حرکت کی خبر لینا
 اور پیغام پہنچانا۔ لیکن میرا چھہ

”آپ کے بچے کو ڈرونی تھی؟“

”دشمن میں ملوث تھے۔ پتا ہوا تھا کہ ان کے بیکریگ ہندو سرگھس بچا دی تھیں۔ ہاتھ اور آگے بڑھنے سے پہلے ہوں
 کو آگے بڑھ کر موسم کرتی تھی کہ وہاں ہندو سرگھس تو نہیں رہے۔ میرے بچے کا ایک ساتھی بڑی طرح ذہنی پرکھا تھا۔ کیا تھا کہ اس
 دشمن کی دوسرا لگا لگا تھی اور کہا تھا کہ وہ بیکریگ کو پہنچا۔ سمجھتا تھا کہ اسے انجام دیا جائے گا۔ وہ اس بات سے بہت بے فکر
 ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اور اسی اگلی تھی۔ اس میں ہاتھ اور بیکریگ تھا۔ بولتے تھے۔ میرا بیٹا بہت تیز و تھابہ تھا۔ وہ دل میں
 اقلی آتا تھا۔ اس میں ہی آگے نکل گیا اور ہندو سرگھس پا کر لگا۔“

”پھر آپ کے ڈاکہ کا اختراع ہے؟“

”تھیں جیسے اختراع ہو سکتے۔۔۔ چینی کسی کو بھی اختراع نہیں ہو سکتا۔ صرف اس میں میرا دھرم ہی نکلتا ہے۔ جس کا ایک
 اور چلا ہوا اور اسے ہندو سرگھس سے آگنی زمین پر دھڑا یا جا رہا ہوتا۔“

”آپ ٹھیک گفتگو میں کیا تمام سب ہندو سرگھس پہلی پھر رہے ہیں۔ پتہ نہیں کہ کب کی جنگ سے لڑے ہائے۔ اچھا آپ
 کا بہت بہت شکر ہے۔ کیا آپ بیٹوں کے نام کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں؟“

”ہاں۔۔۔ میری دیکھا تمام بیٹوں سے اپنی ہے کہ جب تک پہنچے ہوتے تو فریادیں سے باز نہ آجائیں۔ بچے پیدا کرنا

بھڑکے ہیں۔“



کوپي

فرخندہ عود گدہ



پیار کا کیا چہ چلتا ہے؟ کب ہو؟ کس سے اور کیا ہو؟ یہ تو فطرت ہے کہ چلتے تو یوں لگے ہو گیا، کچھ ہو گیا۔
بچہ حاضر اٹھا اور اشد دھڑکول نہائی، ہاتھوں تھپکتی تھیں۔ گھر میں کس کی چیخ کی چیخ؟ ہر شے دائر، اس دائر کا مہرہ ہی
جان کا رنگ ہو گیا۔ ایک رشا اور دو سیڑیاں پل پوس کر فٹا کر پٹی تھیں۔ بچے اپنی اپنی جگہ زوردار اور کھمدار تھے۔ اُن کا
سب سے پھرنا بیٹا زندہ ہوتا تو وہ بھی اسی رنگ آخہ نور میں کا ہوتا۔ چھوٹی بیٹی لچک کے لاڈ پدار ایک عرصے تک چپتے
رہے، لیکن وہ بھی سیاہی نہ رہی تھی۔ بیگم کے یہاں خاں صاحب اور عزیز عرقی آجانی مصروف زندگی بسر کر رہے تھے۔
اس طرح میں نہ تو اُن کے پاس پالنے کے رکھنے والے نہ بات تھے اور نہ ہی بڑا چاہے کی دایر سیالیاں اور پھٹا دے۔
چالو مسیحی کی طرح ہر گز نہ خٹک اور عادی تھا۔

بیگم صاحبہ کو گھر کا کام اب کام نہ لگتا تھا۔ بولیں ہی خاں صاحب اپنے جیسے ہر فرائض تھے۔ اور بیوی، چتر اسیوں
اور عرقیہ دونوں کی کمی نہ تھی، ہر کام کے لئے ہاتھ باندھے حاضر، بیکار پڑی جمائیاں لیٹ رہیں۔ بڑی لکھی تھیں، لیکن اب
کنکالوں میں کیا رکھا تھا، وہ اگر کیا کر لیں، " جوانی کیا گئی، وجہ کیا کاڑا جا تا رہا؟
ایک اور انہوں نے اچانک جانے جس خیال کے تحت، تو کوئی کر بھی کیا۔ اور اچھا خاں صاحب کی طرح رہتے ہوئے کہا:
" جا پورا قصا ہی آئندہ سنیں، میں جاہل ہی مہدی کی تم ذکر ہو۔ تمہارے بچے میں برقی مابھیں گئے اور
ہنڈیا چائیں گے۔ " تو کوئی نے جواب دیا۔
" جناب ہماری قسمت میں یہی دکھ ہے۔ کیا کریں؟ گھوڑے اور گیسے ہو جو نہ ڈھونڈیں تو بھوکے مرجائیں۔
بچہ صاحبہ کو ان کے اس اعتقاد جواب پر نہایت نفرت آیا۔ گویا انہیں شکست ہو گئی ہو۔
" جیو بھائی جیو۔ " ہماری بیٹے ہا۔

" بھلا کوئی بھرت زندگی کا راستہ نہک بھاتا ہے۔ جب کہ لوگ اُس پر چڑھا تو غلو غفلت کی نفی کرنے کے بعد
کھتے ہیں۔ وہ بیٹوں بڑبڑاتے جاتی تھیں کہ خاں صاحب آئے۔ میری کوا سال چال پر چھا تو بھٹ نہیں اپنی
ذات کے انکار کا خیال تھا یا اصلاح قوم کا جذبہ کہ انہوں نے ایک اسکول کھولنے کی تنظیم یہاں کے سامنے
پیش کی۔ خاں صاحب بیوی کا دل بھلانے رکھنا چاہتے تھے۔ بولے " بھگارتوں میں شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ میں غریب ہوں
شوہر کا کوئی یہ ایک ایسا کام ہے جو کہیں بھی ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔ بیٹے کا مشغلہ، ثواب کا ثواب۔
بیگم تو پیچھے ہی تھیں۔ غریب والدین کو امداد کرنے میں بھی دیر نہ لگی۔ بھٹے کے اندہ اندر گھر کے
پچھلے آگلی میں دو مین درج پچھلے حیدر حاصل کرنے کی غرض سے جیسے تھے۔

برائے نام کی سیر سیوں پر پہنچے بیٹے جانتے اور بیگم صاحبہ سامنے کرسی ڈالے انھوں پر بیٹھ کر چڑھانے لڑیں استانیوں
کی طرح انھیں چڑی پکھنے میں دُعا کیا کریں۔ بچے تختیوں کی جگہ کیا فرض استمال کرتے اور تعلیم کے بجائے شہادت کی
انھیں۔ کھانا تو کبھی نہ شروع ہوتا تو بچے زمین پر یوں لیٹنے لگے جیسے کڑے۔ قاعدہ اور دوسری ضروریات کی
چیزیں بیگم صاحبہ نے خاص اپنی جیب شدہ پر پائی تھیں۔ پانی کے لئے گورنر کے رکاوٹ بنے تھے۔ کھانا کی جگہ نہیں کا

منسٹر لگا دیا گیا، جیسے نئے وقت کے وقت کو کہتے ہیں، یکم صاب کا پارہ چڑھ جانا اور دل صبر اور طاقت سے بھرنا بھرا جانا۔ وہ صرف یہی کام کرنے کے لئے دنیا میں بکثرت لائے ہیں۔

ان تجربہ داروں میں بعض کندھیاں تھیں، اپنے گھر کے اعلیٰ درجے سے بڑھائی میں دلچسپی نہ لیتے تھے، بعض اوسط درجے کا وہ بن رہے تھے، دیگر صاب کسی کے ساتھ کچھ نہیں، بلکہ اور پارے سے بڑھاتیں۔ انعام اور ثنائی کا لالچ بھی دیتیں، لیکن یہ سب باتوں کے لئے کی گئی تھی، صرف یہی سمجھنا تھا جیسے وہ ان کا اپنا ہی پر۔ چھڑا سا دھبہ، ساڈا سا صبر، سادہ سادہ باتیں، یہی ایسا دھنک تھا کہ یکم صاب کی طرف انہیں کھینچ کر آتی رہیں۔

”قرب ہے قسمت کے کچھ ستروں کو بھی میں دل دیتی ہے۔ وہ گرواؤں کے سامنے اس کا ذکر کرتے پرست نہیں، پیار کی پرکھ کا انحصار کچھ ہر پر نہیں۔ بعض لوگ بڑھاپے تک اس روز کو نہیں بھٹکتے اور کچھ نہیں ہیں، اس کا شعور رکھتے ہیں۔ ہائیوں اگرچہ چھڑا سا تھا، مگر صبر بھری نگاہیں بچھڑا تھا۔ پھر بڑے گھر کی آسودگی، دیگر صاب کے ساتھ یہ انوس پر گیا کہ وہ ہر گھر کا شہ ڈرتا۔ وہ بیکار، رُکاوڑ کے سبب نہیں یا سو جانا، تو کئی شکار کے جانا، لیکن دوسری جگہ گیت پر شے تھے انھوں کی دستک ہوتی۔ “ اداں جان دابہ کھولے۔ “ آگیا ہوں؟

ساتھ یکم کے سارے حواسوں کو چکا رہی اور وہ گیت کو کھٹکے کے لئے ٹپک جلی جاتی تھی۔
جھوٹے سے چٹکے کہنے کا کھٹکے ہیں، ہشت کی طرف ڈھکا ہوا، آگے سے داسا تھا ہوا۔ ننگو شکر سا ہساریں گیت کھٹکے کا اظہار کر رہا تھا۔ یکم کو دیکھتے ہی فوراً ماسٹے پر ہاتھ رکھ دیتا۔
”بھلا ام اداں جاتی؟“ یکم صاب جھوٹ موٹ پر نکلتی۔

”اوسے۔“ تو اٹھی۔ اور تو جا آگیا کیوں نہیں بہتارے۔ شکر شکر وہ چٹکتے ہوئے اس کا ہاتھ کھینچنے اٹھنے جاتی تھی۔

جب یکم صاب تھوڑا سا کام پاک کر دی، ہوتی، ہائیوں کچھ دیر چپ چاپ مٹتا رہتا، پھر کلام پاک کے لائق کو اٹھکے سے چھوٹے کی کڑکھٹکھٹ کرنا تو یکم صاب بڑے سے ہاتھ جھٹک دیتیں۔ ”گھٹے ہاتھ ہیں جیسے؟“
پھر وہ گھٹے ہاتھ دھو لائے کے لئے دو گوں کو گچھا کر پھرتا۔

”بہی! اٹھنا۔“ آپا جاکر بھی دن پر گیا۔ اتر چھوٹے ہیں۔ اٹھنا۔
بھائی جانی کے چٹکے کے قریب جا کر وہ، اداں خانی آگیا۔ جھوٹی ہنسنے کے لئے میں گئی اور کھل آنکھ سے دیکھتا تو ہائیوں جھٹکتے تھے، چھلام “ اداں دیتا۔ اپنی پیاری باتوں سے اس کے کھٹکے تمام افراد کے سر پہ چڑھتے تھے، محنت آپا لے کر اگر بھی ادب کی طالع نہیں اس آگے بڑھتا رہتا۔ اب سارا گھرا کے کیڑے پڑتے۔
بہیوں کے گھر میں اس حق کھل مل جاتے تھے، یکم صاب کیوں تھا جیسے ان کو چھڑا دینا، غصاں دابہں آگیا وہیں کے لئے ثنائی میں چھڑا کر، آگے بڑھتی تھیں۔

بہیوں کا اسکول جیسا تھا، چل چل تھا، یکم صاب صوف رہیں، ان کی مصروفیات میں ہائیوں کا کتنا حصہ تھا انہیں معلوم نہ تھا۔ وہ ایک محبوب زور داری تھی کہ سب خوشی خوشی بھٹکتے، جھٹکتے آپا بڑھتی تھیں تو کسی خالی ہاتھ نہ آئیں۔ بھائی جان ہاتھ سے کھڑا نہ لے سکتے تو کاندھوں اور پیچوں سے پھر کیا، ہجاز زور دے جانے کیا کیا بنا کر دیتے رہتے۔ اور اپنی پہلی اپنی سلاخی، رنگائی، دھلائی کے سارے ارادے ہائیوں پر پڑے کہیں۔ گھر بھر کے کیڑوں میں سے کچھ بڑے کھٹکے خوب کام آتے تھے۔ وہ مختلف رنگوں کے کھڑوں کو بھاڑ کر لباس کے لئے نئے نئے رنگ دیا کرتی تھیں۔ ہائیوں کے سلاخی بدلنے پر ایسے بچھتے کہ سب دار چٹے۔

پہلی نے ہائیوں کو کیڑے سے لڑائی، کہنے شروع کیا تو سب لوگ بہیوں کو بکھر بکھر گئے۔ کوئی پیارا اور مختصر نام تو جو دے کر کہا کہیں پہنچتا تھا، وہ بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتا: ”میں کوئی نہیں۔ پیارا کا تیر چلنے والا ہے؟“
یاد ہے اسے صفت آپا نے اچھی طرح دیا ہی تھی۔

غریب بہی کے لوگ کوئی کو دھتکے گھرانے کا لالہ دیکھ کر جھپٹتے تھے، یکم کو طرح طرح دوسرے اور دیم ستانے لگے۔



عالمی صاب کا نشان

انہوں نے کوئی کی داس سکینڈ کو بلا کر کہا کہ اگر وہ چاہے کہ اسے تو بچے مستقل اُن ہی کے گھر میں رہے۔ وہ اُسے اپنے بچوں کی طرف دباؤ میں پر سب سے گی اور بچا نکھار کر دکر دوا دیں گی۔ سکینڈ کو اور کیا چاہتے تھے۔ اب دعا دعا کی جا رہی تھی کچھ کرکٹ کیا۔ اُسے تسلی تھی کہ بچے ہمیشہ اُنھوں کے سامنے رہے گا۔ اور اس کی زندگی میں ہی جاسکے گی۔

کبھی کبھی جاتے کہیں چھوٹے چھوٹے تھے بنا کر کوئی کے منہ میں ڈالنے کے لئے سکینڈ کا ہی ترپ اٹھتا۔ اس کے اور بھی چار چھ بچے تھے، انہیں کوئی آخر میں وصولی دے ان سے ملنے کے لئے آتا تو وہ اُسے خشن خشن کر دیتی تھیں۔ وہ بڑے بڑے سے کھلے جاتا۔ شام کو دوا میں جاتا تو کھڑے بیٹے اور بیٹیاں ہیں زیادہ کہنے کی وجہ سے انہیں دیتی۔ بھائی جان، ڈاکٹر سے، گھر پر علاج سنا کر لے لیتے۔ اس دوا کی ایک ایک سے تنگ آکر بیگ صاحب نے پیٹھ پیچ کر کہا کہ سکینڈ اپنے تمام بچوں کو جانے کے لئے آیا کرے۔ میں وہی سکینڈ بتوں سمیت آتی تو ہر اُسے میں چار پانچ ٹولی دے جاتی ہیں اور مال جہاز کی دعوت دیتی، یہیں بھائی جان ملے لگتے تو کوئی تھوڑی دیر کے لئے چپ سا ہر جاتا، سکینڈ حریف ہمیں انگریز ڈال کر چل دیتی۔ بیگ صاحب سے یہ نظریں برداشت نہ ہوتی تھیں، ایک دلی آئی سے رہا نہ گیا تو انہوں نے سکینڈ کو سمجھائے ہوئے کہا:

”دیکھو بی! اگر تو اپنے بچے کی بہتری چاہتی ہے تو خود ہی اس جذبات کی قربانی دینی پڑے گی؟“
”اچھا بیگ صاحب۔“

سکینڈ بچا ہر سکول کی بھئی رخصت ہوئی، اسکو اُس کی ڈیڑھائی ہوئی اُنھوں کے خیال میں، بیگ صاحب کا ہی ہمیشہ غوطہ کھاتا رہا۔

دفعہ دفعہ کوئی کو اپنے گھروالے اور اہول بھولے لگتے۔ اب وہ داس میں اُن کی برداشت نہ کرنا تھا۔ سڑاج کے خلاف کوئی بات ہوئی، اندر کرنے لگا۔ اسکو کے دوسرے بچوں سے اپنے آپ کو الگ اور علیحدہ سمجھنا۔ کیونکہ اس کے پاس رنگ پرگی کی بلی شریف بننے سے سوٹ اور ہٹ، سنٹر اور نو سوٹ، فری ہاں نہیں۔ اسکو کے معاملات میں وہ اچھا خاصا بیگ صاحب کا دھار جاتے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں چھری پکڑے، ابھر اُبھر بھاگتے بچوں کو گھیرا داتا اور ان کی خفیہ شہنشاہی میں کرتا۔ اپنے اس سے بچتے تھے۔ بعض ہی اور سڑج پکڑ چھوٹے سے کوئی کی اچھی طرح مرست کر چھوڑتے۔ وہ دوتا چیتا بیگ صاحب کے پاس آتا۔ وہ بچوں کی ماوی کو ہوا میں اور دھب سے کہیں۔

”دھتے تو کوئی گھبراؤ۔ میں قوسب کا ہٹ چاہتی ہوں۔ کوئی جی ہی ایسا ہے۔ خود چار رہے ہے۔“
ایک اُس نے تنگ کر کہا: ”اپنا اپنا غوسب ہے بیگ صاحب! آپ سے اُسے گودے لیا ہے تو اپنے بچوں کی جان اچھے اسکو میں بھراؤ؟“

خود ہی کی اتنی بات بیگ صاحب کے سینے کو چھیدتی چلی گئی، اب غلوس سے زیادہ انا کا سونل تھا۔ وہ اپنے پیار کو بچا نہ سمجھتا چاہتی تھیں، اچھے اسکو میں، اگلے کے تنگ وہ شروع ہوئی، بچوں کو کششوں اور سڑاؤوں سے انگریزی اسکو میں سیٹ مل گئی۔ اب کوئی بڑے معاملے سے بھائی جان کے ساتھ ہنگوڑ پر بچے کو پڑھتے جا جاتے، اسکو میں کوئی نہ جانتا تھا کہ اس کا اب پیر میں والا ترکاری فروش ہے اور اُس کی مل لوگوں کے گھر میں ہیں برقی، جانتی ہے اور اُس کے ذمہ سارے بھائی بھی نہایت خوب سے، کرور، زرہ دند اور گیس ہیں۔ بات بہ بات گلابان دیتے اور لاتے ہیں۔ کوئی آغاں سنرا صحت مند بچہ تھا اور پھر اُنھوں میں خوشیوں کی بس مسعودیت اور شرافت۔ اور ایک دھڑپ مسکو بھٹکے تھوڑے دلی کی شاہد تھی۔ دیکھتی رنگتے اپنی تھی، کھاتے پیتے گھرانے کا چترہ چراغ ہے۔ وہ اپنی عمر کے مطابق آ رہا ہے اس میں سیکر گیا۔ میز پر سو نہ ہوا تو اُسے کھانے کا نہ ہی نہ آتا۔ بڑوں کے درمیان نہایت تیز اور صلیف سے دیکھتا اٹھتا اور بات چیت کرتا۔ کچھ اُس کی اتالیق تھی اور بھری ہیں۔ وہ اُس کی بات دانتا بھی تھا اور دانتا بھی۔

کوئی کچھ سمجھتا تھا اور مال صاحب نے اچھے حالات میں تیار گھر بنایا۔ بھائی جان نے وہاں اپنا کھینک کھول لیا۔ بچوں کو اب بھی اسی طرف پڑنا تھا اور کوئی کا اسکو میں، اس کے علاوہ جب سے انہوں نے کوئی کرگور کیا تھا، خرب جیلے دہرہ وہ اُن کے خلاف ہو گئی تھا۔ بچوں میں تو رہا کہ ان کی: ”کیا دل بٹلے گئے جھگڑنے میں؟“



گھر کے ملازمین سے پوچھا گیا۔ لڑایا، دھکاپا اور تھوڑا کھانٹے ٹک کی دھکپاں دی گئیں۔ چریں گھر نے کاغذ حاصل کر ڈیڑھا
دھن دھن سے پھرتے تھے۔ کوئی پھر کوئی میں ٹھک کہنے کو تیار نہ تھا۔ پر شخص اپنی اپنی جگہ لڑائی پر الزام لگا لگا کر خیال کرتا۔
جنگم کے منہ سے بات نہ نکلا جا سکتی تھی، انہوں نے دھک کی، گویا ہر سے بڑا دہلپن تو جی کا اعتراف کرنے کا آگے میں
باراد تھا۔ ہر کوئی کے لئے اسے برسوں سے بڑا ہوا پتلا رگاہوا اتنی پختی جڑیں پکڑ چکا تھا کہ شب کی آج اسے جھلسا تو
سکتی تھی جو ٹھک جلا نہ سکتی تھی۔

کوئی اب گھر سے دلدادہ پھر غائب رہا۔ کوئی پر چھتا تو بے شک سا جواب دیتا یا ہسودے لگتا اور جنگم کا بھی اہل کار
"اسے ہے اس فریوں لڑکے ایسے ہی کرتے ہیں۔ ٹھک ہر جاتے گا؟"

دقت گزرتی گئی، جنگم صاحب بچوں کے بیاد، اشاروں کے چکر میں پڑ گئیں۔ اب کوئی کی فرستو برس تھی اس نے بڑی
پس کر لیا تھا اور جنگم صاحب سوچ رہی تھیں کہ اسے کلاں میں داخل کرادیں۔ غفلت آتا تھا وہی کے ہند بچوں والی جو گنتی
تھیں۔ بھائی جان پسند کی لڑکی کے خیال میں اب ٹھک کو مارے بیٹھے تھے۔ بچوں نے کسی کو پسند کر کے بیٹھ ہی دے دیا تھا
منگنی ہو چکی تھی۔ وہاں تو انہیں دھنوں پر تھیں۔ "کنا جلا، مہی،" ملنے والے۔ "بچہ ہر وقت مصروف رہتی۔
وہ اب کوئی کے ساتھ کہے کہ ٹھک کر لی اور کوئی اپنے آپ کو تنہا تھا محسوس کرتا۔

بچوں کے ماسا شسر آئے ہوئے تھے۔ وہ گہرائی گہرائی گھر کے کھوں میں ملتی ہوئی تھی۔ اپنے افسروں کے قہقہہ
کے کانے تیار کر کے بیٹھے لگاتے۔ انہوں نے خود اپنے سونے کی تو منگنی کی انگوٹھی غائب۔!
اتنے راتیں ہر سے دن میں ٹھک کی انگوٹھی گم ہو جاتے۔ لوگوں کے ہاتھوں کے طوطے اٹھتے۔ وہی راتیں باز پرس
ہوتی۔ بچوں کی ساس کے کان میں جھپک پڑی تو وہ بیٹھا اٹھیں۔

"کوئی سے پھر۔ اس عمر میں بچوں کو ایسی لت پڑ جاتی ہے۔ پھر بچے میں کیا حرج ہے؟"
کوئی نے بڑی بڑی کوہ بکتے سنا تو آٹھ چھلانے گھر سے چلائی۔ اس کے اس طرح چلے جاتے پر سب افراد پریشانی تھی
انہیں بڑی بڑی سے خوشی کی بھی تھی اور ان پر غصہ بھی گہرا تھا۔

گھر کو ایک مسلسل اور بدھل قسم کی خاموشی نے گھیر لیا۔ کوئی میں ایک دوسرے سے کھل کر بات نہ کرنا تھا، بات
کے کھانے میں مزید اور کشیدہ ہو چکی۔ کسی نے بھی خوشگوار موضوع پر چرچنے کی کوشش نہ کی۔ میز پر کوئی کی جنگ
خالی تھی۔ اس کی غیر موجودگی کا سب کو احساس تھا۔ وہ دیر تک اس کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ صبح کو
رات کا ڈیڑھ بج گیا۔

نیند ابھرنی لگی تھی۔ باہر کے کپاڑوں کا گیت دور سے گونگا۔ جنگم صاحب وہ پڑ سنبھل گئیں، اللہ اللہ کوئی
اٹھیں۔

"پیر کی کوئی کے ہاتھوں کی دھنگ توڑ تھی۔ وہ تو آہستہ سے بھاتا ہے۔"
جنگم سوچتی اور تپانے لگا پھیں۔ گھر کے تمام افراد کو رگ چاکر جاگ اٹھے تھے۔ بچیاں دوشن ہو گئیں۔
جنگم نے باہر جا چکے کو دیکھا۔ کوئی وہ گھر سے گئے۔
"پوہلیس۔"

جنگم صاحب کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس اٹھا میں ان کا بیٹا دیوانوں کی طرح چھٹا اٹھتا داخل ہوا۔
"اچی اچی۔ کوئی مر گیا۔ اس نے خودکشی کر لی اچی!"

پھر کیا تھا۔ ان کی آنکھیں گھر میں گہرا مچ گیا۔
کوئی کا خدا پڑا کسب لے، ان لیب کو اس نے خودکشی کی ہے۔ اس کی دشمن دیکھ کر سب کو یقین تھا کہ
وہ مر گیا۔ یقین یہ کوئی نہ جان سکا کہ وہ کیوں مر گیا۔ کیونکہ کاتیر ان کیوں چل گیا؟



ہو بہن پر وہ کالج اور زور ہے۔ یہی یہاں کیا ہوئی تھی۔ اور کچھ ہی دنوں میں وہ یہاں تھے، اسی لمحے کے پناہ تشریف فرما ہونے
 ہونے کے طریقہ پر کہنہ و غمت کو تھا، انہیں دیکھنے پر ان کی پرانی بیگم پر اس کی تھی۔

اب جا کہیں ہے تھے، اب صاحب باطمین کوئی نہیں ہے۔ آپ کی بیگم کو بدش سے پہلے ان کی جہاد کا ساتھ نہ لگتی۔ بلکہ سے کہہ کر انہیں
 لاپ کر اٹھا دے وہ دن — دیکھئے کہ کچھ بات کو آپ انہیں سے کہتے ہیں؟

”جس سے؟“ اب وہ یہاں نے گلاب سے کہہ کر انہیں کہتے ہیں۔ جیسے جیسے کہ ان کو جواب دیا، اس کے ساتھ ساتھ یہ کہہ کر انہیں ہونہ و بچا
 ہے۔ جس نے ان کو ہادی کہہ کر ایک سوز اور غمناک سے دیکھی، یہ تیری ہیکل کھلتی ہے۔

اس نے کہا تھا، وہ صورت بڑی کامیاب ہے، اچھے کھلے نہ انداز کو روکا جاتی ہے:

دسمبر ۱۹۷۰ء



دیکھو اور آواز میں ہر جگہ کہہ رہے ہیں۔

تین نے ہر جگہ کہہ رہے ہیں کہ یہاں کھانے کا روزہ کھانے رہا

پرے لکھ

نہ اس کی جواب گاہ میں اس کے جواب رکھ رہے ہیں

ہر جگہ پہلے کے نیچے پہلے والے ۱ گھنٹوں کو دیر سے دیر

رکھتے ہیں کہ دریا کا اپنی فیکٹری سے جاتے

اور شہر کی خواہشیں تمام اس کے ہاتھوں کا علم سے گزر جاتے

کھانے کے لیے اس کے بیان تھا تھا

کہ وہ میرے جواب اس کے ہاتھ جاتے

طیغ و نیرنگی



گٹھڑی

عقروا بخاری

یہ اس کے کان پر کی گٹھڑی توڑتی تھی کہ اس سے آنکھیں پڑنے شروع ہو جائیں۔

اس نے اب گٹھڑی کی کچھ آنکھوں کے ساتھ سے ہٹا دیا تھا۔ مگر اس کے بار جو دھڑے اٹھتے تھے غصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ گٹھڑی کھلا اس کے قدم پر کی گٹھڑی تھی، اور وہ بے خبر دیکھنے پر آئے دیکھ دیکھتا تھا، اور اپنے کام میں مصروف بار بار جھپٹا رہا تھا۔ کبھی سوچتے سوچتے اس کا ہر شخص سے تشا جاننا محال تھا جو ملتا اور اس کا بچہ جتا اور اونچے بلند آواز میں سوچتے۔ "اسے یوں تو لپکا کر کے کا حق لڑنا ہے کہ وہ بڑے نہیں پڑتا تھا۔ اس نے کچھ طور پر اس کی چھک کی تھی۔ اور اس تک کا احساس اسے پہنچے ڈال رہا تھا۔ کیا وہ ایسی جگہ کی گٹھڑی ہو چکی ہے؟" مگر دوسرے کے جب وہ اٹھتا ہے اس پر غور کرتی تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے۔

"ٹیک تو ہے لوگ یہ کہ وہ کہیں گے وہی کہیں گے" بات کی ہفت سے آٹھ سوچتے پڑتے ہوئے اس کا دل اس کے لیے بڑی گئی تھی۔ نئے پتے پر لے گیا ہے سراسر تھا کہ اس کی طرف دیکھا تو کچھ دیر سے گزرا۔ "اگر یہ کام نہ ہو" وہ اپنی پریشانی کو سوچ رہا تھا کہ یہ خبریں سن گئی تھیں۔ اس نے گویا اور عجیب نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ اور اسے ہنسنے ہوا جیسے یہ آواز تو اس کے من سے نہیں غور اس کے اندر سے نکلی تھی۔ اس کا دل کٹ کر رہ گیا اور وہ سنبھیر کر بلک پڑا۔ "حالت کی خبر لیا جائے مگر اس دنیا میں تو وہ دامن رو سیما ہو چکی تھی۔ وہ اس کا کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اس کا دل بڑھانے لگا۔ اس کا دل بڑھانے لگا کہ وہ اس کے من سے گھر کے در پر بعد جب اس نے بیٹے میں اپنی صورت دیکھی تو وہ اسے اس کی بیاہک لگا کہ اس نے فوراً عمل کر لیا ہے میں جا کر نہ دھوؤں گا۔

"خدا بھی بڑا ہے یا ہے۔" اس نے ہنسنا مابروں کا نشان کی طرح آخر کار رٹھڑا مارا تھا۔

بھائی کچھ دیر پہلے فوراً آئی تھی۔ اور وہ اسے دیکھتے دیکھتے پکھیل اٹھی تھی۔ فوٹا بے اندر آئی۔ اور اس نے وہ گٹھڑی جس میں کچھ چارے پائے تھے دیے۔ بڑے گھر پر پہنچے تو کو سوچے۔ اس نے اپنے اندر دست مسموم کیا تھا اور اس وقت فوٹا پر اسے دیکھ کر غصے کی طرح اٹھی تھی۔ گٹھڑی کو کھول کر دیکھ کر وہ غرا ہوا تھا اس کے اندر پیدا ہوئی تھی، مگر یہ بھی اچھا ہوا تھا کہ اس نے یہ اتفاقاً حرکت نہ کی اور قدم نہ بڑھا دیا ہے کام سے گھر نہیں کھینک دیا فوٹا پر اسے ساتھ کر کے کے اندر لگا کر فوٹا پر چوٹوں پر شریا قریباً نہ سکڑا ہٹ لے کر اس پر آٹھ چھ سے ڈھک دیا۔ بڑے اس وقت بڑی آگ لگا کر کچھ سمیڑ کر خود فوٹا پر لگا دے اس وقت بہت اور اس کا دل کٹ پڑا تھا۔ بار بار اسے خیال آتا تھا کہ فوٹا بے گھر ہے۔ بہت آگ لگے سب بیٹوں کو میں دیا ہونا چاہیے۔ ایک بار تو اس کے بی بی نے آئی تھی کہ وہ اپنے اپنے اچھے جذبات کا اظہار کر دے مگر یہاں پہنچا تو اس نے غصے سے کام لیا اور فقط اظہار کیا نہ منہ سے کام لیتا رہا۔ یہ کیا کھاؤ گی؟۔ اس نے پوچھا۔

"خدا کا شکر کریں؟"

"نہیں اس وقت خواہش نہیں۔"



”ہائے“

”ہائے یہ بھی کوئی ہائے بیٹے کا وقت ہے۔“ اچھا تھوڑی بڑیاں بنائی چلائی تو چوہ۔ ”نہیں بھئی اس وقت تو کچھ بھی کھانے کو ہی نہیں ملتا۔“ نکا نکا تو بھڑک اٹھا اس نے کھانے سے کہا۔ ”وہ اصل والی بکارتی ہے اس نے تو چوہ نہیں رہی تھی۔“
 خوشابہ مسکراتی رہی۔

”آج ماں ہے نا۔“ اس نے خود ہی شرمندگی خائے کو کہا۔

”اچھا بھئی ہمیں تو اسے کاپتہ نہیں ملتا۔ ایک دی پیٹے گوشت منگو کر فریج میں رکھ دیتے ہیں۔ دوسرے دن بھی پانی پی کر پھانے سے میرے بچے تو وال کے نام سے بھاگتے ہیں۔ اپنے لئے کھانا کھانا مانتا کی گھبراہٹ والی ہوا لیتی ہوں۔“
 ”ہاں بھئی کی بھیا وقت ہے۔ میرے بچوں کو کھانا دیکھو وال کے نام پر کیسے ناک بھون چڑھاتے ہیں۔ مگر جھوٹا ہے۔ فریج میں پڑے کون کرکٹ کھانے میں آتا ہے۔ پیٹے مکان کی کابند دہست ہو جاتے تو پھر خرید دیتا۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ خوشابہ بڑی فزغول سے مسکراتی رہی تھی اور اس کے گلے ہوتے منہم چوٹوں پر اب اسے بندھی ہوئی خوشخبر کا گلاں گلا رہا تھا۔ کچھ دیر پیٹ کی خوشی میں خود بخود ایک تکلف مانتا اور چوٹیا نکلتا۔ اسے حسوں پر ہوتا تھا جیسے اس کی خوشیوں کا کوئی منگولہ جیسے کے گر پڑے اور اس کی آواز کھوکھل ہوئی جا رہی ہے۔
 ”اچھا میں چلتی چلائی۔“ خوشابہ نے ہانگ پر سے ہاتھ اتاری تو وہ کچھ اور بچھوٹ گئی۔

”جھوٹا کوئی نہیں۔ بھئی کے پاس سے میں کچھ پانا نہیں کچھ ہی۔“

”دو لڑکیاں ٹھیک ٹھاک ہیں۔“

”آج نہیں بلکہ ماقبل آئیں۔“

”کسو دن لاؤں گی اس وقت جلدی تھی۔ آج بڑے دنوں بھڑک کر پیر و گرام بنا ہے۔“

”مگر مجھ پر تو ابھی بہت وقت خائے۔“

”ہاں آج اسے پیچھے کچھ شاہجہاں بھی کرتی ہے۔ سسوزی آ رہی ہے۔ بچوں کے لئے گرم کپڑے وغیرہ خریدنے بہا تم جاؤں گی۔ سال پہلے کے بچے کپڑوں کو تو وہ ہاتھ نہیں چھلتی۔“

”ہر قسم۔“ اس کی آواز تھیں خشک ہو چکی تھی۔ خوشابہ بھی گئی۔ مگر وہ کیوں اچانک مڑھ کر وہ گئی تھی۔

یہ بات تو دماغ کی کہ وہ اب خوش نہ تھی گھبراہٹ وہ کیوں اور کس وجہ سے خوش نہ تھی۔ اس نے اپنا ہرجم دیکھنے کو سفید جھوٹا ہونے سے۔ مگر جھوٹا وہ سفید نہ ہو سکتی تھی۔ وہ کھوئی کھوئی کسی کمرے میں چیزوں کو بے مطلب ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھتی تھی۔ پھر اچانک اسے باہر سے آواز آتی۔

”ای اے اس گھڑی پر کیا ہے؟“

وہ گواہ کا ناخوشگوار خواب سے بیدار ہو گئی۔ وہ تیز سے باہر آئی اور بھئی کی طرف جھپٹ کر خوشخبری دلا کے اٹھ سے ٹوٹا پیرو۔ وہ تیز سے اندھا لال اور خوشخبری کو بڑے ٹھیک میں دھکیلا۔ اس کا دل بڑے بے گنجی سے دھوکہ دینا تھا۔ آخر جو کیا تھا اس کے بعد بات اس قدر اٹھ اڑا تو دل کیوں پورے ہونے والی تھی اور دل کیسے ہونے لگی۔ یہ اس وقت ایک جھپٹا انداز تھا۔ اور اس کا سوا کے بعد ہوا۔ وہ اپنی تیار کی ہوئی دال کا جواب دینا۔ اسے خوشیوں اور ان کی کڑواؤ کو دھبے لگاتی ہے۔ کھانے کی ایک دھمک دال ہے گوشت کوئی دیا منتر پڑھ کر بھوکے کے زہر میں گلی سٹاپ ہو جائے اور دال پکاتے ہیں تمہیں کال کھو دوسرے کو حاصل نہ ہو جائے اس تعریف سے خوش ہونے کی بجائے اس کا دل کی اور سلیب، چوٹیا پھینک کے آخری وہ دھبے اور اصل چھوٹے سے دال کی۔ نہ تھی۔ گھبراہٹ مانتا وہ خوشخبر دھوکوں کی تاکوں کا پہنچا ہو گیا۔ مگر اب کیا لگا کیا ہاں تھا۔



مزد دھتے بات کرتے تھے ایک نور، ایسے مست آدمی ہیں دوسرے لوگ ہاتھ پاؤں مارنے ہیں کئی اور لٹکتے ہیں پھیدے لگتے ہیں گمراہ نہیں تو بس ایک کام آتا سکتا ہے شام تک و نزع میں مریا اور ہر ماہ وہاں کی بندگی تھا، چیل پر دھر کر بے فکر ہو گئے۔ کچھ اور سے چاہیے چہ بیکار گئے کہ کچھ تو تین نہ ہوئی۔ لیکن اس بار خواہ کچھ ہو جائے انہیں نہیں چار سو کی تاقوت و تم نہیں نہ کچھ سے غرور پیدا کر لے کر نہ ہو گئے۔ وہ دوسرا وقت کچھ سے بیچنے نہ دواں گے۔ رقم سے کئے اسکا بات پر غور کرنے کی بجائے وہ اخراجات کا حساب لگاتے گئے۔ دو دو سو بیڑ کچھ بیڑے اور چھتے ہیں، اتنا رقم میں غرور نہیں ہوا کہ جو بائیں گے۔ اس سونے اس کے لاجل دل اور دھن کو کچھ بیکار کر دیا، وہ یوں اطمینان سے آگے بچے ماری شخصیں مل رہی تھیں۔

اس نے کچھ کی طرف غور سے دیکھا سمجھ کے قویے اور زرد چروں پر غرور کی اور شکایت کی بجائے قناعت اور صبر کا چھاپ تھا۔ اور اس کا دل ایک اور بھر پڑا سا گیا۔ کچھ کئی دنوں سے زور دھ جاتا تھا۔ اور چھوٹی کچی روٹی اور چاول سے پہلے نہ آتی تھی۔ وہ ہر وقت دودھ کے لئے پکان ہوئی اور اس کی جان میں چینی دیتی تھانگ آکر وہ کسے بے محتاطا پہنچا۔

اس وقت وہ روٹی کا سوکا ٹکڑا منہ میں دہاتے تھے جو میں رہی تھی، یہ بگا ایک دن دوسرے ہیں بھائیوں کی طرح اس غریبوں کی شکایت کرتا بھول جانے لگا۔ اس نے کچھ کو گرو میں اٹھا کر اس کا منہ مٹا اور اپنے ہاتھ سے اس کے بھریے بالوں کو ستوا اور ان اطمینان محسوس کیا جیسے ایسے دن ہیں آتا ہی چاہتے ہوں پیسے کے محض تصور میں تھا کہ خود وقت سے نہیں سے رقم ملی جانے کی قوت سے اسے سر دے کر دیا تھا۔ اب زندگی اتنی قیمتی اور مشکل نہ رہی تھی۔

اُس دن اس نے سادہ کچھ پر شہر میں تو بھری اور اندر چلا ہوتے ہی انہیں بہتر دن میں تھک کر بٹایا۔ اس دن وہ بدتر شہر کی سڑک پر تھے۔ اس کا شوہر محلوں سے تھوڑے دیر میں آیا۔ اُس کے کھلے ہاتھ سے چہرے کو دیکھ کر اس کی روتا آنسو پڑا۔

’ہاتھ سے چاہے دن بھر کچھ کے پیادے کچھ کام کرتے ہوں گے۔ جو میں بھرتی کر لی انہیں اور ضرورت کا دوا، وہ جلدی سے محسوس تھا، بالائے آئی پائی کر اور باقی تبدیلی کرنے کے بعد اس کا شوہر مثل غلے میں آگیا تو وہ جلدی سے کھا نکال دیا اس کا شوہر جس کے خان مولیٰ مستعدی پر صحت ضرور تھا۔ مگر اس نے صحت کا اٹھا کر نہیں کیا۔ بلکہ سر جھکائے قوت لگاتے ہوئے وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا جب بیاہ چو تو پر چہرہ کتنا خوبصورت اور بھرا بھرا تھا۔ وہ بگ کبسا مٹتا تھا۔ مگر اب تو جیسے کسے چہرے پر دھول کھیرا گیا تھا۔ وہ پہلے دلی بات نہ دیتی تھی۔ کتا کئی دنوں کے مستحق شدہ بیٹھے سے شہر جانے کا وجہ چہرے پر کتا بگڑا لی آگئی تھی۔ کتا وہ محض چندا قوت کے لئے شوہر سے جھگڑا کرتے بڑا بھلا کتا رہ گیا تھا اور اپنے زور و رو سے انہیں کتا کس کی آواز ضرور ضرور سونے میں لے چکا۔ وہ بگ کتا وقت بالکل دیر لاتی ہر بات سے۔ اسے یوں تو نہیں کرتا چاہتے تھا وہ اب اس بھلا میں حرکت پر حال اور انسو میں چور رہا تھا۔ یوں لڑنے جھگڑنے سے کیا کھانکے جاتے ہیں بھلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ وہ بگ کتا کس کا غنیمت ہے۔ اب وہ ایسا بگ کتا نہیں کرے گا بلکہ اب بگ کتا جانتا ہی اپنے ڈکھول کا مارا ڈھونڈے گا۔

رات کو کئی بندک کے چپ رہنے تو سمجھتے آہستہ آہستہ گنگو کا آغا دیکھ۔

’سرور آ رہا ہے۔ کچھ دوسری سے بچنے کے لئے کچھ بھی نہ کرے گا۔ اب کے کچھ کہتے ہیں چار سو کی رقم ضرور دے دیگا۔

بھانے میں سب تھک کر لوں گے۔

’تم چار سو۔‘ اس کا شوہر صحت سے کسرا۔ تھکا وہ بھر گٹ نہیں پڑا کتا بڑے ضیو بنایا۔

’میں دے رہا ہوں۔‘



”ہوں۔“

ہوئے کام میں آئیں۔ یہ رقم میں سے کر چھوڑ دیں گی آج کل کی کوئی فراقتل نہیں کی۔ قسم کھاؤ گی دوسری طرف نہ کہ طریقت کی اب دیکھنا ہے آپ میری اس پہلی فراقتل کو کوئی احترام کہنے ہیں یا نہیں آپ کو میری بات کی قسم میرا مرد و بچہ میری بات نہ مانیں۔ میں جی چاہوں کہ میں سے دو دو۔ یہ رقم کوئی اتنی بڑی ہی نہیں کہ بڑی چھوٹی ہی اس کا شوہر دم بخود لٹا سوتا رہا تھا۔ تین چار سو پیسہ کرنا گناہا پائے سے دو دو لگا لگاسم۔ یہاں تو کسی کا مرد دیکھنے کو حوصلہ بھی نہیں ہے کیونکہ مرد و بچہ کر مرنے کو لگا لگاتے ہیں لگا لگاتے ہیں اور اس میں لگنا رقم خرچ ہوتی ہے۔ مگر اس نے وہ تو یہ تو آج ہوا کیا ہے۔ ۱۔

شوہر کی خاموشی سے اس کی آنکھیں چھلک چڑیں اب وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔

”ہیں زندگی میں کیا مار خرقہ لٹا لگا اور اپنی لے ٹپ سا وحلہ میری قسمت خراب ہے۔“ آخر یہ معمولی رقم کیا آپ کہنے بہت بڑی ہے کہ اس کے حصول کے خیال سے آپ خاموش ہیں۔ نہ ہوں نہ جان کچھ تو کہنے کیا چاہے کچھ پاگل مجھے گورہہ ہی کہ آپ انہیں شک پر نہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ میری بات سن رہے ہیں۔“

اس کا شوہر بھر گیا اس نے اندھیرے میں اسے نظر دلا سے شوق۔ پھر لگا۔

”ہیں۔“ ہمیں بھی اس کو کوئی بڑی رقم نہیں ہے کہ مشتق کروں گا کہیں سے مل جائے؟

”کو مشتق نہیں رہے کیجئے۔“

”وہ۔“

”ہاں وہ وہ چند دنوں کے اندر رقم دلوانے کا وعدہ“

”ابھی مجھے دھڑک رہی تھی۔“

اس کا دل بھی اٹھتا نہ رہے تو

”ہائے کیسا قیامت خوار وعدہ ہے پچا دھڑکیجئے۔“

اس کے بچے کے اطمینان اور شک کی ہراس کی شوہر کو چھٹی لگئی۔

”تو یہ کہیں اٹھنا نہ جی کر رہی ہے۔“ آخر یہ کی گئی کہ پھر کہ دیا کہ نہ۔ کیا وہ تو چٹا آیا۔ جھپٹت جاتو ہے

اس کے قریب شوہر کے ہے یہ رقم ہرگز معمول نہیں ہے پھر کہ جلتا کہ نہ میں چڑھ کر اٹھتا کیسے کی گئی سوچنے کے باوجود جب احمد نے غصہ نہ کیجی کہ

”ہاں پچا دھڑک خوش ہو جاؤ۔ تو اس نے اپنے دل میں فرحت محسوس کی۔ پیسہ رقم حاصل کرنا تو کوئی مشکل

بات نہ ہو۔ اسے خود اپنے ہی خیال میں یہ لگا۔ ہاں مشکل ہی ہو گئی تھی۔ بہت دن بعد شوہر اور گھر کی بندش گئی۔

مجھ وہ بہت چلا گئی۔ بات نہ دیا۔ پہلے شوہر کہ پھر کہ نہ دیا۔ پھر کہ نہ کہ سرور ہاں پھر کہ نہیں سہولت کی۔

اس وقت اسے سا دھڑک کر شفت احمد دیا سکون اور غصہ کی سخت سے بھر بھرا لگا رہا تھا۔

شوہر جب سنا کہ تھا ہے پھر کہ نہ تو اس نے آہستہ سے پوچھا۔

”۱۵۰ انعام پر چاہئے؟“

اس کا شوہر سکرا دیا۔

”اب اتنی جلدی تو نہ تو ایسا ایک جھٹکے اندر ضرور کوئی نہ کوئی انعام کر دیا گا۔“

”لیجئے۔“

اس نے کسی اور صفت گزری کی طرح کہا۔ ابی مرد کی کوئی نئی سکون میں کچھ کیڑے اور کھڑے کا موسم



جزیرہ

غلام محمد

پہلا شخص جو جزیرہ کو پہنچا وہ ایک عرب تھا جو پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔

اس کا دل دھک دھک کرتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا کہ یہاں کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔

پھر وہاں ایک بڑا بڑا شہر تھا جس کا نام جزیرہ تھا۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔



انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔

انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔

انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔

انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک بڑا بڑا شہر ہے جس کا نام جزیرہ ہے۔



رہا تھا اب ایک میاں میاں کڑوا کر دیا تھا اس کا رخسار میں شامل تھا۔ اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اس کے تینوں بیٹے امریکہ میں رہ کر قیام رکھے اور ان سب کے پاس سے اس نے پیدائش کو یہ منگنے کی کوشش کی تھی کہ پر فخر ہو تاکہ کوئی مسخرہ نہیں رکھتا۔
 "عبداللہ! آؤ کل کیا کر رہے ہو؟"

اس سوال پر ٹٹکے میں یہ بات چلی جاتی تھی کہ عبداللہ تم جھک رہا ہے۔

عبداللہ کو قندقاز سے ملنا ہی جھک رہا تھا سو اس پر

اور ایسی ہی ایک جھک رہا تھا کہ اس سے اسے جعفر اقبال سے مل کر پڑا جو نہ صرف اس کا بچپن کا دوست ہی تھا بلکہ ہم قندھار
 ہم چھ ماہ تک بچھا اور اس وقت اس کا خداداد شہر کے مرکزہ کو کیلیں میں ہوتا تھا۔ جعفر اقبال کو معلوم تھا کہ عبداللہ پر نہ فیر ہے پھر
 بھی ان کا ملاکام پوچھ ہی بیٹھا۔

"عبداللہ! آؤ کل کیا کر رہے ہو؟"

"جعفر وہ بات پوچھ رہا نہیں معلوم نہ ہوں جو ہاتھ پر وہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

اس پر جعفر اقبال نہیں پڑا اور ہنسنے لگا۔

"نہیں یاد عبداللہ! مجھے تو معلوم ہے میں تو جی نہیں کہہ سکتا تھا اور تم عارضی ہو چکے ہو؟"

"نہیں، مجھے تہہ سے سوال ہے نہیں؟" "خاندان نے نہیں بلکہ مجھے نے عارضی سا کر دیا ہے۔"

"کیوں چلے گی کیا تم بات تمہارا؟"

"اور یہ تمہاری بات تھی جو نہیں بولنا چاہیے تھی؟"

"اچھا اب قندھار کل کیا کر رہا ہے؟"

"کیلیں سب لے کر چلا گیا ہے کہ اس کے چلنے لگا۔"

"کیوں؟"

"خاندان کا انتقال ہے۔"

اس کے بعد عبداللہ نے حقائق کو مختصراً بتائے، مگر یہ خبر مزا میری لیے سے قنٹھ ہو گئی ہے۔ وہ ایک بھرا جھکڑوہ لیے سے قنٹھ ہوتا
 ہے۔ مگر قندھار بھرا جھکڑوہ میرے قنٹھ ہوتا ہے اور جھکڑوہ میرے قنٹھ ہوتا ہے۔ مگر قندھار میرے قنٹھ ہوتا ہے۔ مگر قندھار میرے قنٹھ ہوتا ہے۔
 یہ سب میرے قنٹھ ہوتا ہے۔ مگر قندھار میرے قنٹھ ہوتا ہے۔ مگر قندھار میرے قنٹھ ہوتا ہے۔ مگر قندھار میرے قنٹھ ہوتا ہے۔
 کیوں ہم اور کیوں تو وہی نہیں پتا کر رہا اور کیوں بے اثر کر رہا ہے۔

اس خیریت کے بعد عبداللہ جعفر اقبال کو بتاتا چلا جاتا کہ اس کے چچا کو وہاں رہنا چاہیے تھا جو اسے کلک لگا تھا کہ جعفر اقبال کے چچا
 موافق آئے اور سسرال انگلو ریسنگ لگا کر قرضے لیا۔ جس سے اسے ڈیڑھ لاکھ روپے ملے تھے۔ اس پر عبداللہ پور تو قرضہ ہوتا تھا کہ وہ اب جس کو
 طرز کار دیکھ چکے تھے اسے قرضہ بھی لیا۔ اور جعفر اقبال کو تو قرضوں سے معارف کر لیا۔

عبداللہ ایسی ہی مسئلہ پر سوچ رہا تھا کہ جب جعفر اقبال اس سے پوچھا تھا کہ عبداللہ آؤ کل کیا کر رہے ہو تو یہ پوچھتے ہوئے
 اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کے ساتھ ہلے تھے اور پچھلے میں ایک مذہبی اور فخریہ لہجہ میں اس کا جواب دیا تھا۔ یہی تھی جیسے وہ کہہ رہا تھا۔



”عبداللہ! میں نے تو بہت کچھ کہہ رکھا، بہت کچھ کر کے دکھایا، کچھ کھا نہیں ہوا، کھائی کچھ ہوتا تو میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت قرار کرتا، ہم غرض میں کوئی ہی بات نہیں کی، اب ہم تم کی کہہ رہا ہوں۔“

اس لمحے نے عبداللہ کے توہین پر مدعا رکھ کر جو سخت کوٹھم کر دیا، سلیم احمد اسے ایک خوش قسمت، عظیم معلوم ہوا۔ اُس کی کھلی ہوئی طبیعت میں ایک قریب آگئی، سلیم احمد نے اسے تم کیا کر رہے ہو، کے سوال کے جواب میں، ایک نئی جھپٹ سے دوستانہ دامن کر دیا تھا۔ عبداللہ نے غصہ سے کہا کہ اس پانچ منٹ کا سوال نے اسے ایک تمام جوشیدہ عداوت کر دیا ہے، ایک ایسا تمام جوشیدہ جس میں وہ لوگوں کے ہاتھ کی ایک جھک دیکھتا ہے، کوئی جھک اسے دیکھ کر قہقہہ، کوئی جھک اسے شادی اور بچوں کے قہقہے کوئی جھک اسے لائے کوئی جھک اسے کوئی جھک اسے ہوشیار کر دیتا ہے۔ اس تمام جوشیدہ میں وہ بہت کچھ دھنسا ہوا بہت کچھ سیکھا تھا۔

ایک دن یہ تمام جوشیدہ دیکھتے دیکھتے دھنسنے عبداللہ کو کہا جیسا کہ عبداللہ کے ہی میں پناہ اختیار کیا کہ تمام لوگوں کو کہیں کیا

کہتے اور چرواہے ہو رہے

تم سب یہ کیا کر رہے ہو؟

یہ تم سب کیا کر رہے ہو؟

تم سب یہ کیا کر رہے ہو؟

(فروری ۱۹۳۷ء)



خدا اک جہان ہے جو باہم ہوا ہے دکھا ہے
ہمارے دل نے بھر دیا خدا ہے دکھا ہے

بہنیں یہ حرم تمہارا نظر میں باہم فیصل
دیا ایدہ کا دستِ دعا ہے دکھا ہے
دل و نظر کا زون تھا سونگڑ مار ہم نے
وہو سائی، مرنے والا ہونا ہے دکھا ہے



”بلکہ صبح بجا اب دوا

یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

ہو اس کا کیا دھڑلہ ہے۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”منجانبہ کو نیکوئی ہے۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”آہی کے علاوہ باقی کچھ ہے۔

”باقی کچھ کی گویاں۔ چلے۔ ٹوٹی گویاں۔ اٹھنے کے اٹھنے۔

”تاجہ کی اڑت کو نیکوئی ہے۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”اچھا۔ کوئی اور بات کہو۔

اور بات تو اتنے دن سفر میں کر لی۔ اپنے گاڑی کی باتیں۔ گرم کی باتیں کہیں رہی۔ ”مستورہ کی باتیں کہیں کہیں۔

”کچھ نہیں۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”اگرچہ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”کچھ نہیں۔ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”تو تمہی۔

”ہاں ہاں۔

”نیری تو مت۔ ہاں کی بات کہو۔

”کوئی اور بات تو اتنے دن سفر میں کر لی۔

”سوت میں چرخہ خوبصورت۔ چلنے پر لے۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔

”ہاں کی بات کہیں رہی۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔

”ہاں کی بات کہیں رہی۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔

”ہاں کی بات کہیں رہی۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔ ہاں کی بات کہیں رہی۔

”ہاں کی بات کہیں رہی۔

”اگرچہ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”اچھا۔ کوئی اور بات کہو۔

”اگرچہ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔

”اچھا۔ کوئی اور بات کہو۔

”اگرچہ یہ تاجہ کی اڑت کا کیا دھڑلہ ہے۔



”بھیس دار باب۔۔۔ سوئیائی اور بھجارتی ہیں۔“

”گھم اور کیا ہو سکے گا۔“

”یا نک۔۔۔ پار جہانیاں مست سوئیشٹن ہے تہا مارا گھر نہیں۔ پولیس ولے طبریں دھریں گے۔“

”پارہ ڈی کیب آئے گی میں تو فوراً ہو گی ہوں۔“

”بس چپ چاپ بیٹھو۔ کیا بنے گا۔“

بیٹی کی گونگی اور ایٹیشن کے پھریٹے بیٹے طرح سے اٹھتی باتوں کی پیٹھ دھڑکی چھاپ کے جوں میں اسی ملک آتی ہے۔

سلاخوں پر رنگ لگاتی ہے وہ بلا تھاندہ کے خشکی آنکھوں کو سہلاتا ہے اور بڑبڑاتا ہے۔۔۔ رنگ یہ رنگ آہستہ آہستہ بلی زبان میں لنگھ کر کہیں نہیں کرتے ان کی باتوں کے خطرے سے آنے والے مسافر رنگ ہوں گے۔

اس نے گہری سانس لے کر ایٹیشن کی طرف گھبرا۔

”یا ر گاڑی کیب آئے گی؟“

”تہا مارے کسی جہان نے آکا ہے؟“

”جہان سے بھی زیادہ۔“ بل اور جہانگ آ رہی ہیں مگر تم؟

”میرے جہاں اپنے رہے ہیں مسافر سارے ہی اپنے ہوتے ہیں اس سے سارے پارتی گئے۔ پھر باہر سے چرتے ہیں گاڑی کا

سلاخوں کے باہر چلیں بفر تیب چھینیں وہاں سے ایٹیشن کی بنیادیں اور نیچے گی میں ادھی بیڑیوں کی بھری ڈھیر پانا لایوں

کے کنارے پڑی گونگی اور سحر کا اجڑتا ستارہ آئے ولے سلاخوں کا ہر زلہ دست ہے، خشکیوں کی حشریوں کے مزہ درازوں اور وہ وحشہ ان کی آواز میں ادا ان کی مسرا اور کسی پتہ سے کہ کھڑا آئے والے وقت کا آئینہ ہیں۔“

”کہتے آتے تھیں تو موشی ہے تو۔“

گاڑی جاسنے کے بعد ایٹیشن جہانگ کی طرح کا موش ہو جاتا ہے۔

”یکو گاڑی تو اچھی آئی ہی نہیں، بابو کیا کہتا ہے؟“

”اے سے خود پتہ نہیں اس کا اپنا پٹا آ رہا ہے۔“

”گاڑی تو کئی گھنٹے بیٹ ہے۔“

”گھاب تو سچ بھڑکی ہے۔ انتظار کریں یا نہیں؟“

”انتظار۔۔۔ میں تو کئی دن سے آ رہا ہوں۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”اے۔۔۔“

”میں خود۔ کن دن۔ کن رات۔۔۔ یا ابھی ہم۔۔۔؟“

”چپ۔۔۔ روکی پھرا جائیں گے۔“

سلاخوں سے باہر چلی چھتوں پہ بے اثر فنی حرکت دھکی سرٹھی پہ پھیلاتی ہے، بھندوں کے وارے اور بھگتے ہشر کے لشت



یہ لوگ کہیں کمزور کاٹھ، انھیں آپ بڑے گنتی میں آواز کا روٹھاس کی جانب پرت ہے، اسٹیج پر گاڑی کھڑی ہے اندر سے سادھی
 باہر چھٹکارا ہوتا ہے جو تیار ڈائجسٹ لیٹر پڑھ رہی ہے اور جہاں گہرا لیٹے ہوئے اسکے کہاں ہیں ؟
 ہاں پیٹے دلے کہاں ہیں ؟

”یہ سلسلہ کہ فیٹوری کے استعمال سے ختم ہو جائے گا، کی ہر شے سلامت !
 وہ سلاٹوں کے ٹھوسے ہاتھیں نکال کر پیچے گا ہے، ششخراک نہیں کھئے ہاں اور انجینیاں مسافروں کی تلاش میں ہیں۔“

آج شنبہ

میرے ساتھ ایک عجیب حادثہ متصادم ہے کہ میں
 مصلحی طور پر انسانیت کی محبت میں مشغول ہوں
 اور وہی نیت کے شرف تحفظ نیت کو کھٹکھٹا ہوں، ہوسے
 شکوہ و غم پر مدد الیاد کرتا ہوں اور اس پر غم و اندھم لہر رہا ہوں
 کہ صرف احماد علی تھوڑے، لیکن آدمی ہے اچھے ہیں گئے۔ میرے
 اسی پر رنج و حسرت ہو گئی، میرے رشتہ میرے بیٹے میرے
 میرے بیٹے میرے بیٹے ہیں ان کو پسند نہیں کرتا اور ان پر کڑی
 کرتے ہیں کہ تیرا بھائی ہوں، جو ان کی میرا ہم حال نہیں ہے تو شکوہ
 آگے نہیں آتا۔ جو میل ہم حال نہیں ہے اس سے میرا شکوہ کر رہا ہوں
 میرا آدمی نہیں کرتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے نہیں کہہ سکتا ہوں
 پریشانی کرتے کہ میرے ان نیت سے ”میں اس نیت سے“
 میرا مطلب ہے وہ نیت کی ”پیشکش“ ہے تو وہ انسانیت سے
 لیکن اس کی ذمہ داریوں کے آگے وقت میں میں ان کی کوئی مدد
 نہیں کر سکتا۔ ان پر وہ سبیل اور مہاراجہ انسان تو مجھے انسان
 چھ نہیں گئے اور میں میری زندگی ان سے بات کر رہا ہوں کہ انھیں لہذا
 نیکو کرتا ہوں، اس پر میں یہ نیت سے نہیں کہہ سکتا کہ
 ہوں اور وہ نیت کا قبضہ لے کر چلی رہا ہوں۔
 اب میں اس آدمی سے کئی جہانیاں کرتا ہوں اور کوئی
 میری مدد نہیں کرتا آدمی بھر کھٹکے کے اندر مانتے بند ہیں
 میں اس آدمی کی نیت کی گروہ سے ہوا کر کہ وہ مرد ہوں ہوں۔

اسکال



کہتے ہیں ایک بار جانی میں کوئی پادری تھا تو کوئی نہ گئی تھی اس کے اس جیسے کے شب دہڑی میں کوئی چھپ چلا
میری دردِ طاقت زاریں اور صحت سے تریم قبول فرمائی، جیسے گئے تھے دیکھتے ہی آگئے جیسے سگے سداں دیکھے ہرے بہار، کس

خمسر میں اگر ہمسکے دوقہر بجا بد جزو خسرو بادشہ

کہ جن انورِ نایابِ موصوف کے دروغ میں ہے دشمنی میں مصطفیٰ فرقہ آوازِ ناکا لکھنے سے لکھنے کا چاک کھینچے دروغِ فتنہ کا کو صرف اپنے خزانہ میں اتار دے
چلتا ہے یہی بڑا اور چھپا کھینچتے کھینچتے آسکتی ہے وہی جس کا ناقص جیب میں بھی تھا یہی وہ کب لکھا تھا کہ اس کا جسم نہ لکھا تھا وہ جسم بھی
مدنِ صحت واپس آئیے پیچھے چھڑا ہوا چھڑا ہوا کی آغوش میں کئی کر چیں موصوف کی زبان سے اس طرح ہوتی ہیں کہ ان میں تلخی کہیں احساس نہ ہو تو
تھا موصوف پادری کے ساتھ چمک رہے تھے۔ انہی کی زبانیں مغربہ اکثر بڑی کے چمن گشت تھے وہی شاعر کا استعمال کیا کرتے تھے ظن
مغربہ سے کلمہ کی حق اسٹنہ ہی گشتی کے اندر ہوتے تھے۔ پادری غریب کا بننے ان محنت کے بارے میں کیا معاملہ ہوا تھا اور کس کے
ہر کثرت ہوا تھا کہ آپ بھی کچھ صاحبِ کرامت میں کیونکہ کوئی کلام کا استغراق دنیا سے بنایا اور دنیا داؤں کی طرف سے کم اشتغال ہر
کس کا کس کی اس بات پر پانی پانی ہے کہ یہ صوفیوں کے طلب و دنیا کا اس کے قریب سے مٹا کر کیا ہوگا تو پتہ چلا کہ بے حس ہے جو موصوف
موصوفی جو ہر ہے۔ اسی بے حس نے اُسے ان دو جہازوں میں چھپایا تھا۔

یہاں تک کہ سب کچھ نہ دیکھ کر دیکھنے کی دیر کا دی چلا اور ایک آدھ سرگرمی سے دیکھا تو میں اس کی عید ہو جاتی اس پاس
کس کی عید سے وہیں موصوف کی باتوں کا اپنے ہی گشت گشت کے فرائض سے بھرے گئے اس کے انھوں میں دو قوت آجاتی کہ آتا جاتا جاتا
تھی ابھر کر دیکھتے کہ ان انھوں کے مس کی زبان اس کے دل انسا اور نشاؤ کی کیفیت ابھر پڑا شکار کی تھی۔ کھینچے بیٹھے ہے کہ
اپنے کسی گشت کے حصول کے لئے اگر میں قاتل کو مڑاؤں اور انھوں میں دیکھ میں سے دل تو وہ کوئی نہ کہ صبر کھرا کات سدا سے گا
کیونکہ چلا اور فکر کی نشاں اس کے گشت سے کھینچے۔ فی الواقع میں نہیں آتا کہ یہی وہ کس بھی پیدا ہو سکتے ہیں کہ اپنے بے نیاز میں مگر
بے نیاز میں ہی وہ موصوف کا صبر بھی شام ہے۔ جسے شمس کا کواکب اور شامت کا کواکب۔

ایک دن باتوں باتوں میں میر نے اس سے پوچھا: تم کبھی محبت بھی کی ہے۔

تو بہت طویل افسانوں میں چمک ایک گئے کہ اگر غائب ہو گیا اور اس نے اقرار میں گدلا دلا دی۔ جب میر نے محبت کی
داستان سننے کا شروع کیا تو اس کی آنکھوں میں شائبے اور چمک نہ آئی تو اگر شہر گئے اور پھر کچھ کے سے بغیر وہ چاہ گیا ہوا مجھ سے
بجرا پھرا، رات کے سامنے اور ناشتے کے ٹوسٹ اور کھسی کا ٹرڈ وہ میں تیار نہ کر تھا نے پشام کہ پیچھے میں نہ دی، باہر چلی کر بہت
محبت ہوئی میر سے اس کا کہہ رہی کیا بات ہے میر کیا آپ نے قاتل کو مارا ہے جواب سے دیا ہا

”نہیں تو میں نے اس کی محبت میں اور میں اٹھا کر دیا تو باور میں طوفانی کے انداز میں بولی۔

”پھر کیا بات ہے“ ایسا نہ لگی نہیں ہو کر تو قدرت اور کھسی کر رہی پھر نہ کر چکا گیا ہو۔

باہر چلنے کے اس حرکت پھر نہ اختر ہوئے سے محفوظ نہ ہو گئیں نے لوشن۔ لی سے ایک سوال مانگا۔

”تم نے بھی محبت کی ہے۔“

”میں نے سراسر“ اور جزو حرکت باہر چل کر کیم گھر گئی، جلدی سے چھپ کر اس کی لکھنیش کے افلا میں بولی، مگر بے ضرر
میں نے کہا: یہ سوال میں نہ تھا کہ میر کا تھا جس کے جواب میں وہ وہاں سے باہر نہ آتا ہوا گیا۔



کرتے دیکھ کر وہ اسے محزون سمجھ کر نہیں رہے تھے جب خوش فہم ہوا اور باہر چلا گیا اس کا کچھ دل نہ طلب کیا اور وہ جیس کر رہی، کیا نام پر
جنگل کرت ہمارا ہے :

خدا پروردگار جاندار ہیں :

ایک روز مجھے یہ اطلاع ملی کہ مشرقی پاکستان میں مسیحیوں کو آج کل دھرم گشتی کے اڈوں میں دلا گیا ہے ۔ صاحب کی یہ پندیں
کہاں ہے ۔

خدا نے نصیبوں کے بارے میں شادی زندگی بھر کچھ نہ بتا تھا خدا ہی کے ہنراؤ کی غرض تھی کہ وہ اس کی تائید سے واقف نہ ہو
میں نے فقیر کو بھی یاد دہانی دے کر دیکھنے کے بارے میں سادہ اقامت اور مساجد اس کے ذہن میں آج نہ رہ گئے اور اس کے ساتھ
ساتھ ہی جنگل پر جانا چاہتا تھا، اس بات کو انکار اس نے اٹھادے ہے کیا ہوا، ہمارا کیا گھر بار وہ جنوں کے تھیں، اس کے
نکات و سکات سفر سے ہی کے سوا اور کچھ نہ سمجھ سکے ایک ساتھی ایک وہ جنوں کا نائب ہو گئے اور اپنے وطن پر قبضہ ہو رہا نہ ہو سکا
جس کو پرہیز اڈا کیا جا سکتا تھا مگر وہاں کو جب وہی کے چلے جانے کا طریقہ یاد نہ رہا پتہ نہ چلتا تھا کہ جی کی جگہ کا وہاں کے لوگوں میں جا کر
ڈھیر ہو گیا، میری باہر میں کواریاں ہے کہ جب اسے تدبیر سے اٹھا لیا گیا تو اس کی مدت اپنے نفسی معنی سے بڑا کر لی گئی تھی ۔

ایک روز مشق :



لکھا نجد خزان کا صبیہ نامہ
اک آف دور قی قلاب ہڑے

یوں غور سے چھت نہ دیکھ سون
انہیں سہی کرتی قصاب ہڑے

حی علی

عسقریہ عثمان احمد

واریت دونی ہندو لڑائی تھی۔ مگر میں کوئی نہیں تھا۔ اور میں کمرے میں اس کا پیسہ ڈال کر رہا تھا۔
 ”ہانی“ بچے اندر جا کر۔

اس نے اٹھ کر کمرے کمرے سے گزرتے کیا دھڑکیاں لگتی تھیں۔

میں دونوں ایک دھڑکی سے سب سے چپ کر لیگیں۔ میں دیکھا کہ وہ دونوں لڑائی کے لیے دہانے میں لگی کھڑے رہے تھے۔

اور وہ بچے دیکھ کر بھی رہی تھی۔ یہ ان کے کھانا تھا۔

وہ دیکھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ میں چلی آئی تھی۔ یہ اچھا۔ سب سے بچا کھا اور میں میری ماں کا ہاتھ

وہ میری کمرے میں کھا رہی تھی اور میں بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔

وہ چپ کر کے کھانا کھا رہی تھی۔ جو کہ ہاتھ میں لے کر کھانا کھا رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے کھانا کھا رہے تھے۔
 ”ہانی“ بچے بچے ہوئے تھے۔

میں دھڑکی لگ کر آیا۔

”ہانی“

اُس نے چپ کر لیا اور اُس نے ڈوب کر کھانا کھا رہا تھا۔ وہ میرے کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ اُس نے اپنا چہرہ جھکا رکھا تھا

اور وہ بچے بچے کھا رہی تھی۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھ کر اٹھ کر آیا۔

اُس کے چہرے پر۔ اس کے کانچے ہوئے ہاتھوں میں۔ وہ کھانا کھا رہی تھی۔

”ہانی“ وہ کھانا۔ اس کا نام کیا ہے؟

اس کا نام بہت دور سے آتا۔ میری کمرے میں کھانا کھا رہا تھا۔

اس کا نام میری کمرے میں کھانا کھا رہی تھی اور اس کے ہاتھوں میں کھانا کھا رہا تھا۔ وہ بہت دیر سے کھانا کھا رہی تھی۔

یہ میری کمرے میں کھانا کھا رہی تھی۔ میری کمرے میں کھانا کھا رہا تھا۔

”ہانی“ یہ چپ کر لیا۔ تم بچے کھانا کھا رہے۔

میں چپ کر لیا۔ ہاتھ

وہ دیر سے کھانا کھا رہی تھی۔ اس کا نام کیا ہے؟

”ہانی“ ایک دھڑکی لگ کر۔ تم میرے دل میں چھپنا۔ میں نہیں بہت جلد کھانا کھا رہی تھی۔

میں چپ کر لیا۔ میں کھانا کھا رہی تھی۔ وہ کھانا کھا رہا تھا۔ وہ کھانا کھا رہا تھا۔

وہ کھانا کھا رہی تھی۔ میں نے کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے کھانا کھا رہا تھا۔

اور وہ کھانا کھا رہی تھی۔ میں نے کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے کھانا کھا رہا تھا۔

دیکھ کر کھانا کھا رہی تھی اور میں نے کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے کھانا کھا رہا تھا۔

وہ کھانا کھا رہی تھی۔

میں نے کھانا کھا رہی تھی۔ وہ کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے کھانا کھا رہا تھا۔



ایک دن جگر کی آگ پوری گرم ہو گئی تھی۔ اس کی حالت یہ تھی کہ . . .
میں نے آپ کو یاد دلا کر اس کی خدمت کا کچھ ٹھیک نہیں۔

اس دن دوسری صبح میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ . . .
میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ . . .
میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ . . .

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔



میں انہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہو گی کہ جنتِ کرم کیا ہے جس سے ملکِ نام بہتر ہوئی نہ کہ ہی تھا۔
 "تم نے مجھے بھوکا دیا" اس کی کاواڑا دے آئی۔

پھر وہ اپنے خاتون سے بچتا آتی ہوئی دو سو فی سہائی، مجھے دھکیلی دھجک میں ہی ٹکرائی۔
 میں نے کہا اگر وہ میری فکر دیکھتا ہی تھی۔

میں میں جہاں کچھ نظر نہیں آتا تھا، جھوٹی ہوا اُٹے جانے کہاں سے کھینچ لاتی تھی۔
 میں میں وہ ایک لمحے کے لیے شہر کی اور پھر دوسرے سے چھٹی ہوئی بیوی کو احتیاط سے چھاتی ہوئی پھر ٹکرائی۔
 وہ ابھی چھ ایک ملکِ نام تو اس حد سے وہ دست پر کرتے ہوئے چوں کے توجہ رکھتے تھے

(۱۹۸۰ء تا ۲۰۰۰ء)

تحقیق کو بنیادِ شرطِ میدانِ طبع سے لگن، محنت
 وسعتِ مطالعہ، مآخذ پر مضبوط گزرت و نیز محنت کا اعلانی
 فرمایا ہیں، لیکن طبعِ میدانِ میدانِ بہ خویار
 بے سفر ہیں۔



فہرستِ کتاب

اس بات کی خبر نہ ملے کہ وہ اس کی بیوی یا اپنی ماں سے ملے۔ اس سے بڑی اذیت نہ ٹھوٹے گی، اس نے دیکھا کہ جیسے کہ طرف دیکھ کر، جس کی طرف نہیں
 رہا۔ اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: ”جی“۔

”کیا!۔۔۔ اس میں کچھ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 اگر کچھ بے پرواہ بیٹا ہو، پڑنے سے قریب نہ آئے، نہیں کہہ سکتا، خود کو لے لے گا۔ جیسے شہزادہ کی بیوی
 اٹنے والے طرف سے کہہ دے گی، اس کے لئے بہت سی باتیں کہہ دے گی۔
 گستاخ ہے، اس میں سب سے زیادہ۔ دیکھ کر کہہ دے۔

بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔
 جیسے کہہ دے گی۔

جی!۔۔۔ اس میں کچھ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“

”وہ!“۔۔۔ اس میں کچھ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“

اس نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔

”یہ سب سے زیادہ سنگین باتیں ہیں، قدر اور ان کی طرف سے کہہ دوں گے۔“
 بڑھاپا، عورتوں کی طرف سے کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہہ دے گی۔



کامل میرے ساتھ تھی کالی آؤں بیٹھا ہوا

یہ ایک کالی کالی میری نظروں سے ٹھٹھکی کالی کالی خالی کالی کی ایک پرتو اور میری، پرتوں کے پیچھے فرسورت، سیاہ جاس میں
بوس ایک فرسورت، سفید خام عورت نمودار میری اور اس کے کالی کالی کالی سے کسی کی طرف، مثلاً کہ کس کے گھٹے کھدے

کلیا میں یہاں سے کھینچتی ہوں؟

میں اس کو کھڑے سے دیکھنے لگا، سفید عورت، سیاہ لہو، سیاہ کالی کالی، یا خدایا کیا کہوں؟

میں نے کہا،

مشرق میں گئے؟

وہ قاتل کہہ کر گئے تھے ہلہ؟ میں نہ ہی اور میں کہہ کر ہوں میرے ہاتھ سے گئے تو کیا کچھ ہیں، میں یوں بستی میں، آتش کی مشروٹوں میں تھ
میری شوق نے کھٹ کھٹاں آؤں کھدے، میری تواس نے چاہا تھا کہ کون سا رنگ میں نے چاہا تھا کہ کون سا اور جب دیکھا کہ کوئی بات نہ ہو میری تو جی
خاموشی کی ہڈی کے پیچھے کے گئے کہا،

• لہذا آپ آج خوشیاں منانے کو رہا کرتی ہیں گی۔ وہ بھی یوں ہی بستی میں، آتش کی مشروٹوں میں تھ

• اور اور خوشیوں؟ خوب جانتی ہوں خوشیوں کو سب جانتے ہیں؟

• میرے پاس اس کے لیے کھانا ہے؟

• میں ہاں میں گی خوشی سے آپ کو؟

• آپ کیا پیش کرنا؟ شہین؟

• مہی شہین، میں اس کو کھانے میں سے نہیں چوں؟

میں کہہ گیا کہ آپ اس کے جواب میں دو کھانے تھے، ایک دھیر دھیر بات سے زرا حق ہو گئے تھے۔ پنڈلوں کے چھوٹے اس کے لیے میری لڑکی
اور تھوڑے جاسی کھوس ہونے کی۔ میں نے اپنے اور گھر کچھا، دو مہی بڑوں پر مہی کیوں نہ تھیں، پیروہ میرے سامنے ان کیوں نہ تھیں، چھوٹے
اس کی گھٹنوں کا تانہ تو اکل عام ہوا نہیں رہا تھا۔

اس نے اپنا بیٹہ ایک کھڑے سے لٹکا کر لے کر دائیں کونے میں دیکھ دیا، وہ کتاب بائیں کونے میں، پھر اس نے کتاب کو بائیں کونے سے

اٹھا لیا اور اس کو دائیں کونے میں دیکھ کر اس کے اوپر بیٹہ بیک، دیکھ کر پیروہ اٹھیں تھے کسی پریشانی کو، وہ کچھ سے غائب ہو کر گئے۔

• آپ کیا کھاتے ہیں؟

میرا خیال تھا کہ وہ اب مجھ سے کوئی بات نہ کرے گا اور میرا بھی اس سے بات کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کے چاہنگ سوال سے بھی

بوکھلا گیا اور یہ کہ ایک بات کا بھی چنٹوں میں یہ شکل میں شہین مرد کی طرف سے ہوتی ہے، کچھ چنٹا چنٹا ہے، آپ کیا کھاتے ہیں؟

• یہ خدا نہیں کے خدائیں تھیں کے اس سے میں پوچھا تھا ہے، میں نے بوکھلا کر جواب دیا،

• کھاتے ہیں۔۔۔ میں کچھ نہیں کھاتا۔۔۔

• وہ جلد سے میری بات نہ کر لے میں چوں کہ کچھ نہیں سمجھتی ہوں، تو پتہ کیسے نہیں، کھانے کے لئے پوچھ کر

کھانے سے انکسرت نہیں ہوں، کچھ کچھ کچھ کے طور پر بہرہ کھانے میں لگتا ہے، آپ کیا کچھ ہیں؟

میں سر اٹھ کر کے خاموش ہوا، "کی نہیں؟"

وہ چٹائی، لٹا رہا تھا، کھانا۔۔۔

• کھانا دیکھ لیا گیا۔

• وہ بیٹہ کچھ نہیں اٹھاتا؟

میرے سر پر چھوٹے کھانے کی کچھ دھڑکی تھی، "بھٹے ہوئے" اور وہ دھڑکی میری پہلی بہت سے ہے، اگر میں آپ کو کھانے

دینے کا ارادہ نہ کرتی تو آپ نہ تھیں، میں اس کی بوائے فرانس کے مشہور ٹیبلٹ کھانوں کا کھانا دیتے، کچھ چھٹن کھانوں اور ششوں



کے لغت ہے۔ آواز پہلی غریبہ کا کھانا ہے، میں غریب ہوں، اس سے زیادہ میں بھی کر سکتا ہوں۔

میں نے کہا: "نہیم، میں بہت شرمندہ ہوں۔" مجھے ایذا نہ دیکھو۔

اس نے فرمایا: "میں نے تم کو کھانا پہنچا دیا۔" مجھے یہ سب کچھ ہی لگتا تھا کہ آپ مجھے کچھ سنا، آپ کو کون سا رنگ اس میں نہیں ہو چکا ہے۔ آپ نے آواز دھنگ لگایا ہے۔ اس میں حروف "ا" اور "و" کی طرح ایک دوسرے میں گھل کر گئے ہیں۔ مجھے کوئی آواز آتا ہے کہ تو میری طرف سے ایک آواز آتی ہے، تو میری طرف سے آواز آتی ہے، میں دیکھتا ہوں تو آپ کی آواز میری طرف سے آتی ہے۔

اب مجھے بھی یہی آواز آتی ہے، ایک دلچسپ آواز ہے، مگر میں اس سے مختلف ہوں۔ اس نے میری بات میں میرے جذبات شامل کر لیے ہیں۔ یہ کہا: "آواز، مجھے ہنس دیکھئے، میں آپ کے بچے کا دوست ہوں۔"

لیکن یہ دلچسپ آواز میری طرف سے آتی ہے، اس لیے میں خوش ہوں۔

مجھے یہ سب سب چاہیے کہ وہ پہلی کہانے کے بعد پہلی ہو۔

"میں یہی چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ میں بھی کر سکتا ہوں۔ میں نے اس کی طرف سے ایک نئی بات سنی ہے، اس سے پہلے تو اس نے کہا کہ اس نے اس سے پہلے سنی تھی۔"

میں نے کہا: "میں نے اس سے پہلے سنی تھی، آپ کی طرف سے اس نے سنی تھی۔"

اس نے کہا: "میں نے اس سے پہلے سنی تھی، اس نے اس سے پہلے سنی تھی۔"

تعمیم کے لئے اس کی بات ہے۔

میں نے کہا: "آواز، کیا آپ اس بات کی وضاحت کر سکتے ہیں؟"

وہ نے کہا: "میں اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

آپ کو یہ بات سن کر شاید آپ میں سے کسی نے یہ سوچا ہوگا کہ:

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"

اس نے کہا: "میں نے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا ہوں۔"



”اگر وہ اپنی بہت بڑی دولت پر فخر کرتا ہے، تو اس کے لئے یہ سب اس کے لئے ایک بڑی آزمائش ہے۔“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“

”یہ سب اس کے لئے“



”یہ سب اس کے لئے“

فلسطین

میرا نام فلسطین کرنا ہے اور میرے ساتھ رہنا ہے

فلسطین میری تقدیر ہے

مجھ سے باغی ہو، مجھے دہراؤ

میں فلسطین ہوں

میرے بنا دولت میرے نام کو نہ ہے

میں فلسطین ہوں

میں فلسطین ہوں



مجلس الشورى

[illegible]

فلکیوں کا بات ہے۔ فلانوں کے چٹ کر چلنے کے ساتھ پر اٹھنے لگتے ہوئے۔

۴۔ میراث گنوار کا حق: میراث گنوار کے لئے کسی شخص کی وفات کے بعد باقی رہ جانے والا جائیداد۔

میرا اصل نام جھنگی ہے، میں چنگے سے بنی ہوئی ہوں۔ جھنگی سے آج بھی وہ نواز دے گا۔ مظهر ہے، جھنگی کا۔

مکملت کے لیے کھانا پینے کی عقل پر مبنی ہے۔

یہ سب کچھ لکھ کر اپنے پاس رکھو۔

دفعہ آٹھ کے قتل کی دہائی میرے قتل کے چھ سال پہلے ہوئی۔

”کہہ دے ہر گھر میں کہہ نہ کہ گناہ باز“ غلام نے نہ عزائم سے اولیٰ ہوتی آقا مراد میں بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ”ہم کسی سے نہیں کہہ سکتے۔“

قریبی مانگئے، ہم اپنے جہان آباد کی ہسپتال کا مرقعہ پانچویں تہہ پر کھڑی ہوئی اور سامنے سے صحت ہوا حسینہ ہاسٹس کرانہ دھچکا

چاہتے ہیں اس حق سے انہیں کوئی اور نہیں روک سکتا۔ ہم اپنا کھوکھلا دل دے رہے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے دل میں گڑبگڑ پیدا ہو رہی ہے۔

ہمارے لیے یہ بات بھی ہرگز حیران کن نہیں کہ وہاں کوئی اور شخص اس کے پاس پہنچ گیا ہو۔

[illegible]

وہاں سے آکر اپنے گھر پہنچا۔ وہاں اس کی بہن بھی تھی۔

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

[illegible]

وَلَا تَقُولُوا حُرٌّ وَلَا مُسْلِمٌ بِمَا طَعَنُوا فِي الْأَنْبِيَاءِ ۚ اللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

جس خبر کو پھیلانے کا سبب بنی کہ وہاں کھانسی سے لڑنے والے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

کیا اس میں ان لوگوں سے مزاحمت گئی اور وہ بے گناہ ان کی مخالفت سے زبردستی اس کو پیٹ میں کھینچ لیا اور قتل۔ یہ ممکن ہے کہ ان کی

الاول: جسے گویا اس کی پہلی اور اچھی مثال ہے۔ اب چھ گزوں کے ایک ایک گز کے مساوی ہوں گے کہ ان کو ان کی آہستہ آہستہ اور ماحول سے جدا کرنا ہوگا۔

اور یہاں تک کہ ان کے لئے ایک ایسا ہیرو بن جائے جس کی مثال ان کے لئے نہ ملے۔

[illegible]

یوں اس نے غلبہ کرکے اس کے ہاتھ میں آگیا۔

جب احمد نے دیت کے گھونٹے سے پھر اٹھا تو فرشتے کا دامن خاک میں اتر گیا۔ غصے میں اس کے ہاتھ جیسے پھر پھولوں پر آنسو پڑا کہ پھر ۴۹



کبھی کہیں۔ جب اس نے اپنی گاہکوں سے کہوئی ہوئی ریت کو چھڑاؤ تو لکھنے والے سوچ کی عالم پر ہنسی میں اس کی چوڑی کی منہ پر
کی طرح مسخ نمودار ہو رہی تھی۔ اس نے ہنسی کی لہر کو کچھ جس کی ہنسی ہوئی آگ سرور پر لگی تھی پھر جیسے ریت میں بھری ہوئی ڈالٹوں کی
سے اپنی نظروں سے ٹکرائے کہ ریت کی ذروں پر ڈال لیا اور لکھنے والوں میں پھیلنے لگا کہ ہر چلے، دن بھر لکھنے والے جو ریت لکھتے تھے رکھا اس کی
آنکھوں میں تیری ریت اور شام کو جب وہ لوہا ایک جہز میں چھڑا کر ساتھ چلا لگا کر تھی تو ایک لمبی دلدرد چھلکے کے بعد اس نے درجہ
اس کا پتہ اس کی گھر کی پوری مٹھائی کا کھوسو کرتے ہوئے ایک معلوم مسخرہ پتہ کے ساتھ سبھا ہوا ہے۔

چوڑی شمشیر



مسخرہ پہلو پہلو، ڈھاکہ کے مشاہیر میں مشرکیت کے لئے آئے
تو ڈھاکہ کے اور بابا درق کو اپنا مشہوریت، اپنا مقام اور اپنی
آواز کا گونج، جا کر واپس چلے گئے۔ بعد میں غالباً ۱۹۱۹ء میں
جب وہ ڈھاکہ کے مشاہیر میں آئے تو پھر یہ۔ جس کے چہرے پر
لوہا کے جہاز کے چہرے کی صورت ہے لکھی جا نکالے، گھر کو پہلی
انہوں نے شہر اور مسخرہ کی پاکستان کا۔ آفس میں مسخرہ کی
خاندان لکھا۔ یہ ایک چوڑی مسخرہ مسخرہ کی مسخرہ مسخرہ
نظم۔ میں اس کے مسخرہ کے لئے مسخرہ تھی۔



قرآن کے ایک باب میں ہے کہ: "وہ لوگوں سے بدلتے رہتے ہیں"۔ ان لوگوں سے بدلتے رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

[illegible]

میں نے ہیرا پھوٹے آگے بڑھا دیا تو دیکھا کہ وہی آدمی جو کہ وہ کھینچ رہا تھا وہی ہے۔

تاریخ: ۱۳۸۵/۰۵/۰۵

ہاں مانی تھے ہر اچھڑ پر ایک مانی کٹ لیا سے بیٹی تھا۔ اسنے ڈھیر بار سے مانی بچنے لایا تھے مانی۔

میرے اندر پیچھے دو دو ہلکا بندھ گیا۔ شاید خوف کے بارے سوچا گیا تھا اور جب میں ٹھہرنا چاہتا تھا۔

یہ کیسا شرم ہے۔ میں نے پٹن کرنا پسند کیا، چاروں میں سے مجھے دودھ کے پھل کی کافی مقدار کے ساتھ چھینکے ہوئے، کھنکھارے اور شہنشاہی کی آوازوں کی آغوشیں اور مرئی کی کھانسی دینی دودھ کے پھل کی طرف بڑھتی تھیں، گھر والے پر یہ مبالغہ کیسے پرے دیکھ کر ڈنک جاتی تھیں۔ ان کے سینوں میں گڑبڑ تھی جن میں جڑ پکڑنے پر پٹن کا شہ ہے۔ پٹن تھے۔ اور پٹن کا دودھ دینی کے لئے تھے اور بچے میں دودھ کے جاری تھے اور یہ مبالغہ کا قبضہ تھا۔ وہ سب بھی عجیب تھے اور ان کی فرمائشیں میں بھی تھیں اور وہ بات چیت کر سکتے تھے اور دل میں آگ بھڑک تھی کہ قبضہ خاں میں وہاں خواتین دودھ والے ٹکے دیکھ کر ان کی صورت میں عجیب ہونے لگی ہیں اور یہ سب ان کے بیٹے کی مایا کر بیٹے کی مایا کر تھیں اور ان کی کھانسی دینی تھی۔ یہ سب بھی ڈنکوں پر اسی طرح پٹن تھے جیسے گڑبڑ پٹن ہیں اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ دودھ چھینکے ہوئے کی کھانسی کے ساتھ ہے۔ ان کی باری کھانسی شروع ہو گئی ہیں اور وہ دودھ چارے لے کر کھاتے ہیں۔ یہ ایک ٹکے چارے کھاتے ہیں۔

خواب نہیں چاہتے۔ خون کی سمیرا تو نہیں ڈال سکتی بلکہ عادی ہیں۔ سرٹک یا سفید میا چاہ سکتے ماحول غریب لوگ ہیں نہیں مقرر۔
 سید ملک جم گلوں کی گھاسیں ڈال رہا تھا تو محمد علی ڈاؤن سے تھکتے۔

[illegible]

ایک گشہ آدمی کی حکایت

مظہر اقبال

صغیر دایس برائے شہر کو غلام پایا، کچھ دن تک بازاروں میں گھومتا رہا، پچھلے کے بعد ایک شاہوکار شہر کے لڑائی میں مصروف
کے گھر چلے گیا جو غریب کا مہم باقی تھی اور گشہ بازار کو ہائی کے بچوں میں ڈھونڈ رہی تھی۔

"مہم باہرے جانے کے بعد" صحت ملے چلے بناتے ہوئے اپنی شہر کو کینہ دہا، اگر گاہ گاہ خدا تم کہاں چلے گئے تھے؟
صحت کے بارے میں نہ جواب دیا۔

صحت کے بارے میں؟

لڑائی نہ داس ملے پایا، اور آگ کے آگلی صحن میں بھی سوالیہ صحن میں ان دنوں کے سر کا جواب معلوم نہ تھا،
صحت میں اس نے بچے صغیر دایس اپنے دلوں کی طرح جواب دیا۔

ایک روز میں اس کے لڑکے میں سے ڈھونڈ لگی اور پھر بھی "تم کہ ایک خدا صحن میں رہے؟" یہ سبب میں سو کر اٹھ اٹھ رہا تھا
وقت کے بارے میں پرستے تم پر اگر راستہ لگ کر کی لکھائی میں نام خود بچے دہان میں سے ایک خدا کے تہہ کر لایا ہے۔
تیس کے ابتدائی دنوں میں وہ ایک قدم شہر کی نصیب پر پہنچا، شہر کا نام یاد خدا خدا خدا نے آئے تاکہ اس ازلہ شہر میں داخل ہوئے
دلوں کو لکھائی کا ارادہ صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے۔ آت دلوں اس کی بار پر ایک پاگن صحت کے بچے کا تہہ تھا۔ پاگن صحت
کا تہہ صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔

اندھے آدمی سے بڑا ہے، ہاتھ پر اس کی صحت کا ڈھونڈ لگی کے اٹھان کا پڑے اس تک پہنچا اور آدمی آنکھوں سے اندھا ہوئے
کے سبب شہر صحت میں داخل ہوئے، صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔

اتھان میں داخل ہوئے کے صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔
کا صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔

دوسرے دن صحت کا رخ بدلتا ہے، صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔

دوسرے دن صحت کے پاس گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔
گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔

گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔
گروئی کھنا پڑا ہے اور شہر میں داخل ہو گیا۔



ایک گشہ آدمی کی حکایت

”خیر ہی طریقہ الیہ“

”خیر! کیوں نہ خیر؟“

”جیسے کہ میں نے اس کا جواب دیا ہے: ”وہ کہ کہہ دیا کہ یہی طریقہ نہ خیر ہی تھا؟“
”خیر! تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟“

”جیت جی، یہ تو وہی طریقہ ہے جس نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

”خیر! تو میں نے کہا تھا“

عذابوں کا پہلا سراط

فردوسِ جاہد

جہاد کا اصول چار اہل خانہ والوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔ اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔ اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔

• اولاد کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے جہاد کرے۔



کوئی نیک سوچی کے انجمن میں داخل یا کثرت پرستی خود غرض سے انور و جہاں سے تیری کا جانشین ہے۔ ایسا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کی کوریسی بھیجے
ہیں لیکن ان باتوں کو ہم خانگی کے ضمن رکھنا مناسب تھا۔ کم از کم وہ یہ بھی سمجھتا تھا: ایک چپ کے لئے کھینچنے اس نے اپنا جیتہ بہرہ الیہ
استعداد میں یاد آ کر واجب بلا شائے کے فضل میں ہی کو پناہ دلائی اور چند ہفتہوں میں اپنی جیہ و زبانی اور عبادت سے بلا شائے انور میں کوریسی
کا حال جیت لیا تھا۔ اس کے کئی بار اشاروں میں فضل میں کے پاس سے میرا ہاتھ کرانہ کرنا چاہا اس نے نہیں جانا اگر وہ نہ ہوتا تو کئی کے
کے ہاتھ نہ لے لیکن بلا شائے سے مراد نہیں دیا۔ یہ ظاہر کرنا اس میں حقیقت کے آکھینچنے کی بہت دشواری۔ فضل میں سے لگنے والے کا حوصلہ بڑھتا
وہ بھی فضل میں میں کثرت پرستی چاہے نہ ہو ان کی فکر کے گیس میں غرضت ہو گئی۔ وہی فضل میں میں جس نے حکمت شادی کر کے جیہ بلا شائے کا
جیت کاٹ دیا۔

مکمل جب لہو لڑائی کی جوں مٹی کے ساتھ حریف میں داخل ہوئی تھی تو وہ مجھ گیا خاک و دھولت کا پودانے کرنا ہے۔ چلتے چلتے
 ہی انہوں نے کلاچی چٹائی کا پودا ڈھک کر لے کر کھینے سے پہلے بھڑک کر سر دناں کی کھجوریں ڈالیا تھا۔ چلتے چلتے ہانکرتے اور روتے لڑتے
 کر رہے تھے کہ وقت میں دونوں کے سپاہیوں ایس میں جو میں انگلی ہوئی اس کے علاوہ جوڑ کر کہان بنانا کہتے تھے۔ وہ بھی دین کی
 رنگ رنگ سے وقت تھا اور پہلے کا آواز جیسے آواز کی گنگ خنجر کرتے تھے کہ لداخ خنجر سے وقت بھٹاتے تھے کہ کھنجر سزا جی کا
 انہی عرف لداخ کہتے وہ اس انتظار میں تھا کہ انگلی ہوئی کو سزا کی گلیں برسوں بعد زہر دانی کو سزا کی گلیں زہر دانی جو عمر سزا بھگتے
 رہی اور انگلی ہوئی نے خنجر کا ٹکڑا پودا لیا اور اب وہ ایسے وقت میں چلا گیا تھا کہ پورا پورا عمر جس کے ساتھ زہر دانی جی جاتا۔

”خیر، زہرہ دانی کی محبت کا سبب بنادیا جائیے“ اس کے اندر سے وہ مصحف گو کے سر اٹھایا تو چاکھ مٹھالہ کے سامنے آگئی۔

”اے اے چاروں! مجھے مسخرے پریم دیا“ نندے کا انگ کا دو۔“

”بہت دیر ہو گئی“ اس نے صبح ”بیاض و شہب“ کہے تھے خدا رکھ رہا ہے، سزاوارتہ انہی کا نام ہے۔“

”قیامت کے دن لوگوں کو سزا دی جائے گی۔ یہ سزا ہے کہ ان کو اپنے آپ کو بھول جائیں۔“

— "وہاں سے آکر آج کل کے حالات سے آگاہ ہو کر آئے۔" —

‘‘...’’

2000

مذہب کا قبول مصلحت پر اور حوائج میں داخل ہونے پر چاہتا ہوں کہ ان کا وقت سے شروع ہو جائے کہ جس کے حق میں چاہا ہے اس
لے ہے آپ کو کہنا۔

میں نے اسے دیکھا تھا۔

”میں جانتا ہوں کہ تیرے لیے بہترین کو بد بد کیلئے استعمال کرنے اور تجھے لگانے کے بجائے بد نکال دینا اور لگانا ہے۔“

| Age Group | Total (%) | Male (%) | Female (%) | Male (%) | Female (%) |
|-----------|-----------|----------|------------|----------|------------|
| 18-24 | ~85 | ~75 | ~75 | ~75 | ~75 |
| 25-34 | ~75 | ~65 | ~65 | ~65 | ~65 |
| 35-44 | ~65 | ~55 | ~55 | ~55 | ~55 |
| 45-54 | ~55 | ~45 | ~45 | ~45 | ~45 |
| 55-64 | ~45 | ~35 | ~35 | ~35 | ~35 |
| 65+ | ~35 | ~25 | ~25 | ~25 | ~25 |

”میری بیٹی! اس کے دل پر پڑا جھوٹا حقارت پہنایا کہ کب کیا مسوڑا نعرہ بلند ہو گیا؟“

2019

سنوہاں کہتی ہے: ”میرے علم و تجربہ کے ساتھ، مجھے نذر و ذرا کھانا پسند ہے۔“ وہ احمد مجھے پیشکش کرتی، نذر و ذرا سے کلاسٹر کمر کے دو کپڑے



”خدا ہی آگے“۔ مرنے والے اپنی بھینس سے کہتا ہے۔

”مگر خدا جو اپنی بھینس سے مخاطب ہوئے“ اس لڑکے کا سر دوپٹے سے ڈھانپ دیا اور اچھے کئے تیار ہو جاتی۔

مگر کوئی شخص اس کا جواب دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی اور محنت کی سزاوارتہ سے ہم نے پھیل گئی تھی۔ وہ مرنے والی کو غصہ پہنچا تھا اور مرنے کا سبب بھی اس کی بھینس نہیں آتا تھا۔ لہذا اس کے نیچے ہونٹ اور نیچے سے رنگ نہ لگا رہا تھا۔ لڑکے کا ہاتھ اس کی بھینس سے مل رہا تھا۔ اس کی بھینس ہر وقت کہنے لگتی تھی۔ ”خدا ہاں کا ہے، رہا ہے وہ بدست زدہ ہو کر لاپتہ ہو گیا۔ ہاں اس طرح سے ہے۔“ میں ایک مرتبہ بھانے کے ساتھ موت کا گھڑی دیکھنے لگا۔ ”تم لو اور اندھا بن گئے۔“ یہ گھڑی کی قدر قرآن و پیار پر مبنی تھی۔ چنانچہ مرنے والے کو کہہ دیا کہ بھینس نہ ہو گئی تھی۔

”اگر سوہرا کا واقعہ جھٹ پانے کو کیا ہوگا؟“ اس نے اترتے اترتے بھانے سے پوچھا تھا۔

”اس مسئلہ تو قرآن پر مبنی ہے۔“ بھانے نے نہایت اطمینان سے جواب دیا تھا۔ ”اس کا موت صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب تو قرآن پڑھ جائے۔“

سوہر نے دونوں واقعہ پڑھ کر مرنے والے کو اس نے مارے خوف کیا۔ بھینس بڑھ کر گئی۔ اس رات وہ دم شمع موت سے لاپتہ ہو گیا اور غم پہ ہونٹوں کے حاتم میں سوہر کو موت کے گھوڑے سے بھانے کے جتن کر کے رہی۔ لڑکے دن اس کا بھانے کو کہہ دیتے ہوئے شگ کے نیچے کر چلا گیا تو اس پر اس کا خوف ہو گیا۔ موت کا گھوڑی پر لگا ہوا تھا۔

موت کا گھوڑا اس کی جانب نگاہ اٹھاتا تو جس منظر پر غصہ ہو جاتا تھا۔ اس کی نگاہ اٹھنے کے اس کو سننے میں نہ آتا تھا۔ یہاں کوئی نہ تھا۔ شگ کا گھوڑا، بالائی میں گم ہو چکا تھا۔ کوئی نہ سمجھتا تھا۔ حقیقت کو کہنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

”زندگی اس کا نام ہے۔“ اس نے اپنے آپ کو کہنا۔ ”میری عمر شریک سے بچتی ہوئے مر چکا ہے۔“ اس کی گھر کا واقعہ ہے۔ پھر یہ کہ اسے حجاب کی دلاوری تھی۔ اس کی بھینس بھی اس کی بھینس سے کہنے لگتی تھی۔ ”اس کا نام ہے موت کا گھوڑا۔“ اس نے اپنے آپ کو کہنا۔

”خدا کا نام اس کے لیے ہے۔“ اس نے اپنے آپ کو کہنا۔

”سوہر کا کہنا ہے۔“ یہ کہنا تھا کہ اس کی بھینس میں اس نے جو کہہ دیا ہے کہ خوف کرنا ایک مانا اس کے لیے ہو چکا ہے۔

”سوہر کا کہنا ہے۔“ یہ کہنا تھا کہ اس کی بھینس میں اس نے جو کہہ دیا ہے کہ خوف کرنا ایک مانا اس کے لیے ہو چکا ہے۔

”سوہر کا کہنا ہے۔“ یہ کہنا تھا کہ اس کی بھینس میں اس نے جو کہہ دیا ہے کہ خوف کرنا ایک مانا اس کے لیے ہو چکا ہے۔

”سوہر کا کہنا ہے۔“ یہ کہنا تھا کہ اس کی بھینس میں اس نے جو کہہ دیا ہے کہ خوف کرنا ایک مانا اس کے لیے ہو چکا ہے۔

”سوہر کا کہنا ہے۔“ یہ کہنا تھا کہ اس کی بھینس میں اس نے جو کہہ دیا ہے کہ خوف کرنا ایک مانا اس کے لیے ہو چکا ہے۔



پہل صراط

نوشاہ رنگس

”جتنے نہیں جہنموں نے سنی و معلوم تہذیبی کہنے کا لعل شروعا کیا تھا میں اہانگ نے محسوس ہوا تھا کہ انھوں نے سنی و معلوم تہذیبی سے استفادہ کیا ہے جو باقی کو حاصل ایک نیا مفہم اختیار کرتے ہیں۔“

”یہ بات تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ وہ معلوم تہذیب ہے۔“

”اں میں یقین سے کہہ سکتی ہوں۔ یہ سمجھنا ہمارے لئے کہ جتنے بھی طاقت ور تہذیبی تہذیبی ہیں، پھر بھی اس کا ان کے کانوں تک نہیں پہنچا۔“

”معلوم تہذیبی ہو گا۔“

”نہیں یہ بات میں یقین سے کہہ سکتی ہوں اور اس سچ کے لئے مجھے طاقت صرف نہیں کرنی پڑی، بلکہ اس تہذیب سے سنی و معلوم تہذیبی صورت کا رنگ اس کے پیچھے پر غور و نظر آتا ہے، اس کے پیچھے میں یہ تو سنی و معلوم تہذیبی ہے کہ ہر تہذیبی شکل ایک ہو جاتا ہے۔“

”تم اسے تو یقیناً سمجھتے ہو۔ میں تو اس بات سے متعلق نہیں ہوں۔“

”تہذیبی و تہذیبی کی اصل میں یہ نہیں ہے بلکہ تہذیبی و تہذیبی ہے کہ ان لوگوں میں وہ رنگ نہیں ہوتا جو تہذیبی شروعا کی ہے پہلے۔“

”بلکہ اس سے تم کیا جانو۔ تم میرے پاس میں جیکے دانتے دے سکتے ہو۔“

”سچ کہتے ہو۔ میں یقیناً واضح نہیں جانتی۔ مگر لکھنا ہی دیکھ کر میں کوئی نہیں جانتا۔“

”وہ سنی کر رہی ہو۔“

”کیا کہہ دو۔“

”جوتہ، معتزل ہو۔ غلط دیکھیں، معتزل یقین سے کہہ دیتی ہو۔“

”اتنی جبروت کے بعد تو آدمی کو پاگل ہو جاتا ہے۔“

”میرا جھگڑا اس بات پر تھا کہ وہ شخص نے اس جگہ لے آتا تھا جہاں حیات حیات کے لوگوں کا جہم تھا کہ وہ وہاں نہیں تھا۔“

”یہ تہذیبی تو ہیں تہذیبی کہ وہ کہیں وہاں نہیں ہوتا۔ چہ وہاں کیوں نہ آئے۔“ اس سے میرا تہذیبی جھگڑا کہہ کر وہ کہاں چلا جاتا ہے، اسے ملت

نظر آتا ہے۔ اس کی حالت پر۔ گنتی پر اس کا بھی پتا کہ وہ یہاں سے چلا جاتا ہے۔ جیکے تہذیبی۔ اسے چاہتی ہیں ہاتھ۔ میری

بات وہ ہے کہ وہ جب بھی تم جہاں لے گا وہاں کرتی ہے وہ ایک دم آگے چلا کر اس کا دست دھک پڑتا ہے۔ اس وقت اسے معلوم ہو جاتا ہے

کہ وہ اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔ کہیں بھی نہیں گیا تھا۔ وہ شرط دہم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے اسے اس بات پر ہی نظر آتا ہے کہ تہذیبی سے

لوگوں میں وہ اتنی تہذیبی نہیں ہو جاتی ہے۔ اس کے سامنے سے جھٹکتے ہو جیسے سلاسل مقرر تہذیبی تہذیبی کرتے مٹاتے ہیں تبدیل ہو جاتا ہے۔



ایک دم اچانک پر ہانپنے کا اس میں بچہ کی طرف غور ہو کر رہتا ہے۔ وہ فیصلہ کر لیتی ہے، اب کبھی اس کے ساتھ نہیں آئے گی۔ پھر وہ جانے لگا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ہی نہیں، چاہا تو اس کی طرف سے یہ سادہ رنگ جو اس کی مٹھی میں نظر آ رہا ہے، وہی مٹھی پر لگا رہتا ہے۔
 ”اب میری مٹھی ہی مٹھی تو سوچا کرتی تھی، اگرچہ وہ دن جنگ سے کچھ بچے جڑا کر ہی مٹھی پر لگا نہیں لگا سکتی؟
 ”چرا کیا ہوا؟ اس نے مذاق اڑاتے ہوئے انہار میں آنکھیں جھپک کر کہا۔
 ”چرا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب سوچتی ہوں کہ اس بچہ کو نہ صرف رنگ پر مٹھی کا شکل ہو گیا تھا، بلکہ بچہ کی آنکھیں بھی اس نے ہر سونے کا تار بن کر کیا تھا؟ یہ بات اس نے بعد سے نہیں کی تھی۔

”وقت دینا، بچہ کے ساتھ جنگ سے بچے اگر گھٹیں، اس کی آنکھوں میں اب بھی رنگ، مذاق ڈالنے والی مٹھی ہوتی تھی۔
 ”مٹھی، دیکھا کہ اگر جنگ پر غور کیا جائے، تو اس میں کچھ ضرور آتی۔ میری طبیعت پر ایسی تھی، کہ جسے بچہ دیکھتا ہی نہیں جاتا تھا، دیکھا کہ کیا تھا، اس نے کچھ بچے پر نہیں دیا، گھٹیں نہیں؟

”ابھی پھر تم بڑی ہو گیتی؟“

”اں۔ پھر جس کے کچھ، پتہ اب کہ چھڑا نہیں دیکھا۔“

”کیا عرض اس وقت تھا؟“

”عمر۔ مگر انسان مٹھیوں اور ہر سونے سے تو نہیں لگایا جاسکتا؟“

”تم نے ان کو ان کی عمر میں کے بچے اپنے آپ کو پتہ کیا؟“

”بہت مشکل تھے۔ مٹی۔ ان کی تم کو کبھی مٹی تھی۔“

”تو نہیں۔“ ”تمہاری شکل یہ ہے کہ تم کو اس وقت سے ہی زندگی کو محسوس کرتا چاہتا ہو۔ وہ وہی کارٹون جسے میں بہت دن گھسی، تم نے خود کو اس وقت پتہ کیا ہے۔ پتہ کیا تھا؟ میں پیش کش کرتا نہیں رہتی۔
 یہ دیکھو، ابھی اس سے کہہ رہی ہوں۔

”میں ایک نئے آدمی سے تبار کی طرف زبردستی ہوں، مگر تم اچھنک سے وہ گیت لگتا رہے ہو جسے تم نے اس دن ہی پہچان لیا تھا۔
 رنگ تھا وہ اس کے تم پر رنگ کھینچ رہی۔ مگر میں گیتی ہوں کہ اپنے آپ کو نالہ دیکھتی ہی بڑی محنت کرتی پڑتی ہے۔

”میں تم اس کی زبان بھٹکے کو اٹھو کر کہنے لگی ہو۔ کچھ پتہ اسے ہی نہیں آتا کہ؟“

”اپنے پتہ ہی۔“ اس نے بڑی ہر کر دیکھا۔ پتہ پتہ ہی میں زبان کی ضرورت ہے وہ کچھ نہیں لے گی؟

”کیا اٹھیں گی زبان کی طرف اٹک جو دانی ہی؟ میں نے اس سے سوال کیا۔

”پتہ نہیں۔“ ”تم نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کی اور پیش کش کی طرح نام نہاد۔“ ”ابھی تو ایک بڑے بچے میں یہ کار پتا نہیں تھا۔
 اب تک نہیں۔“

”میں پھر ہی کرتی ہوں اور وہ ثابت ہے، صبر و صبر و صبر۔“ ”اس سے کہہ رہی ہوں چھڑا کیے لگتی۔“ ”پتہ پتہ ہی سونے میں چلنے کا
 مٹھی ہو گیا ہے۔

”وہ کچھ ہی جلد ہی چلے گا، ان کا کچھ نہیں لگتا۔“ ”ان کا صبر و صبر ہے۔“ ”یہیں اگر اپنے وقت انہی کوئی رنگ دے تو۔“

”بڑی صبر و صبر بات ہوتی ہے۔“ ”ابھی کبھی نہیں کرتا چاہتا۔“ ”مذاق میں ہی نہیں؟“



”اے خالقِ خلاق۔ کوئی کس کا دست نہ لگائے۔ اس نے آواز دیتے مطلق ہے۔ اسے برائیاں ہونے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ وہ کس کا
بندہ نہیں ہے۔ اسے اس کی قدرت ہی عجیب ہے۔ انھیں کھڑی کر سکتا ہے۔ انھیں بند کر کے چلا سکتا ہے؟“

”جواب نہ دیا۔“

”یہ وہاں پہنچے جہاں تھی یا۔“

”کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔“ اس نے تہقیر کیا۔

”دیکھنا ناگزیر ہے کہ وہاں پہاڑ چوٹی تو ہیں، اس کی طرف کیوں آتی؟“

پھر وہ سوچا ہی نہ گئی۔ ہر دماغ کا انضمام اس دہرا پر تھا ہے۔ جیسا دھننے اور اس کے سفر کا آغاز کرتی ہے۔ ہر چوٹی اس دہرا
کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں، اسے دانت کے دھمکے میں وہ دہرا ہوا سی راہ پر آجاتی ہے۔ طوفان بھی ہوگا، وہ غم ہے نہ
ہوت تو ہر سب کرنے سے ہے۔

”تو تم ہوں اور جھوٹ کی باتیں ہیں۔“ اس نے پھر تہقیر کیا۔ وہ پوچھی اس کا خالق انا ہے۔ اب سے بھی نفرت آگیا۔ شیک ہے وہ اس
سے تھکا۔ کوئی بات نہیں کہہ سکا۔ اس کے ساتھ چل کر سوچنے کی بھی نہیں کہ وہ اس کی سوچ بھی اتنی آسانی سے چلا کر لے سکتا ہے۔ ایسا ہوا اس
سے اب تک اس سے کچھ نہیں کہہ سکا۔ اگر ہر شے وہ جان گیا ہو کہ وہ یہ کچھ آتی ہے کہ اس دہرا نے اس کے کواہن کا راستہ نکال دیا ہے۔ یہ
بات ہے اس نے وہ مسئلہ اتنی دیر سے اس کا خالق انا ہے۔



”اس قسم نے اس دہرا کے بارے میں نہ سنا ہے کچھ دہرا کا پتہ چلتا ہے، پتہ نہ آگیا۔“ اس نے جواب دیا۔ اس دہرا کو تو کہہ سکتی تھی
تو کہہ دے کہ کواہن کے گرد رہتے ہیں تو وہاں پہنچنے کی طرف ہر دہرا نظر آتی ہے تو شاید تو تم اس دہرا کو کچھ نہیں جانتے ہو۔ تو تم تو دہرا
دہرا کی کسی استعداد میں بھی نہیں لکھیں۔ انا تم نے۔ تم تو قدم بڑھاتے بغیر اسے ایک جگہ کا نام ملے کر اپنا پاتلی ہو۔

”خداوند ہستی کی طرف سے ہے۔“ ایک عجیب سے لفظ میں تم نے کہا تھا۔ میری نے بشیر کر لیا تھا۔

”خداوند پریشانی کر لینے کی بڑی طاقت ہے۔ جیسا میری نے بشیر کر لیا تھا۔“

”اور قیامت میں بھی نہیں چھوڑا کر یہ آئینہ بھی نہیں دے؟“

اس نے اس کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی میرا میری آپ کہ کچھ ہر بات کو ستر ہی دیا ہے۔ یہ جاننا ہو کہ وہ
جو کچھ نظر آتا ہے مجھے نہیں ہے۔ اور وہ جو کچھ نظر آتا ہے مجھے نہیں ہے۔ اور وہ جو اس کو میں نے دیکھا تھا۔ خوب تھا۔ جیسا کہ میں نے
صرف جواب دیا۔

میں نے اپنے کمرے میں تھم کھا تو ایک عجیب سی شے کہ نے مجھے پکڑ لیا۔ قبر میں میری ہی ہے جہاں ہی شے نہ ہوگی۔ میں نے
تھم کر دیکھا کہ وہ کھانسی لگائی۔ اگر کھانسی نہ ہوتی پکڑ لیتے۔ دیکھو! وہ جڑا تھا۔ اور دانت گم تھا۔

چند ہی گھنٹوں میں اس دہرا کے جسم کی طرف ضرور دیکھ لائی۔ میری طبیعت ہی ایسی ہے۔ مجھے اب بھی پکڑا ہے۔ یہ نہ ہوتا تھا۔
اس نے یہ سب کچھ ابھی چاہی ہو گئی ہے۔

”سیدہ! میری دانشور بگڑا ہے۔ کھڑی ہوئی ہیں۔ اس پر چڑھنا کوئی نہ ہو۔ کھانسی کام بھی نہیں۔“ انھوں نے بڑی خوشی کے ساتھ انھوں
ہاں دیکھا۔ وہ دہرا چڑھنا شروع کر دیتی ہیں۔ بعض دہرا اپنی جگہ سے کھٹک دیتی ہیں۔ بعض ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتی ہیں۔

اصحابِ ضعف

ظفر نیازی

اگر ایک دن وہ گلیاں بپڑتی ہیں کوئی کس سے خوف نہیں کھاتا کیونکہ اس کے بھی دلگ اس ایک سے بڑا ہوا خوف کھاتے تھے اور اس میں سے نہیں تھا۔

دلگ اپنی بیٹھتے تھے اور ہر لمحہ حرکت کرنا لگنے کے بعد اسی سنبھلنے لگتے تھے کہ خوف کیا ہے جو سب کے گلے میں رہا ہے۔ تو جہاں سوچتے اس کا اندازہ کیا ہوتا اور پڑے دلگ جو کہ وقت کے بہانے کے ساتھ بیٹھتے وقت کی بھی عدالت اپنا پلگتے تھے اس صورت حال پر غور کرنا سچتہ وہ یہ سوچ کر خاموش تھے کہ وقت کا بہانا نہیں بھر کس اپنے غرور پر ہے یا اسے گا بہاں خوف کی حد یہی ختم ہو رہی ہوں گی اور ان عدول سے بہتے وہ ڈولنے والا تو رہی غور کر رہا ہے گا۔

اس پہلی رات کو چلے گئے سب رات تھے۔ اور ڈول کر اگلے کے لئے کوئی موصوفہ نہ تھا وہ سب خاموش بیٹھے تھے، انہیں دلگ کہ انہیں نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کس شادی کے موقع پر جمع ہوتے ہیں کہ کوئی مرگیا ہے اور ان کا دلگ ڈولان اہل انصاف یہ اپنی سرزد ہے اور یہاں سے جہاں چلیں۔ وہ میں کے افسانہ ہم تلگ ہیں۔ یہ یہاں کہنے کا اپنی کی گھوٹی منہاں اور کھلیوں کو ان پارلم و خفہ سے مرہاتے گا۔ چلتے ہیں اس سے بڑا کہ اس کا کوئی ملان نہیں۔

یہ سن کر چند لوگ اٹھ کھڑے تھے میرا کہتے۔ چلتے پڑے داخل خاموش بیٹھے رہے۔

ایک اور لوہان، تو انہوں کو خاموشی کے کہنے لگا۔ یہ پڑے چلتے بڑا کہ بھی رہی اور پڑا ناخوشی۔ خاموشی حال سے زیادہ ناخوشا ہے۔ لیکن انہی کی طرح یہ خاموشی بہتے رہی۔ اس پر بھی غور کریں نہیں آتا۔ پڑے یہ سن کر بھی خاموش رہے۔

ایک اور تو رہی رہا۔ میں نے اس نے نہیں مانا چاہتے کہ یہ بڑا کہ بہتے رہی۔ ان کی خاموشی میں بھی تنہا ہوتے۔ یہ جو بات کہ سوچتے رہی وہ چارویں بیٹری میں ہوتی ہے۔ انہوں نے اب تک جو بھی وقت گزرا ہے، وہ چاہتے تھے کہ گزرتے۔ اپنی تواریف نہیں کہ ان پڑوں میں سے ایک چھوٹ پڑا اور کہنے لگا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ اپنا وقت گزر چکے اور تم حوالہ بہت وقت گزرتا ہے وہی قہار سے ساتھ گزرتا ہے۔ لیکن تم یہ اپنی چھوڑ کر دیا چار تو ہم قہار سے ساتھ نہیں جا رہی گے۔ ہم رستوں میں قہار سے ہٹانے کہ زنجیریں میں سے۔ وہ ہڈیاں میری دھونڈنے والی زنجیریں تو جہاں کے کہنا تھے ایک بڑا بڑا جہاں زیادہ مناسب ہے۔

ایک اور پڑا ہوا ہے۔ ان لوگ تو اف۔ میرا یہ بیان سنا ہی چھوڑا ہے۔ اب تو ہم قہار سے گنہگار لا رہے ہیں۔ ہم قہار راہ زار دیکھتے ہیں۔ ہم یہ شک اٹھاتے ہیں کہ انہوں کو کیا ہوا ہمارے قہار میں چھوٹی ترائی کی راہ دیکھنے کا اور کوئی کہتے ہیں لیکن اس



نوجوان ہوا۔ اور اگر ہم تہذیبی بات مٹائیں تو کیا ہم اسے بدلاؤ نہ دے گے۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔

نوجوان ہوا۔ اور بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔ کچھ لکھتے نظر نہیں آتا ہے۔

پڑھے پڑے۔ ان ڈگ ٹرور، اب بھی ہرگا ہے لیکن ہم ایک طرف کے ڈگ ٹرور کے مادی ہو گئے ہیں۔ نئے ڈگ ٹرور کے لئے ہیں نئی حالت بنانے کے لئے۔ اب بھی اس کا تصور رابٹ تک ہے۔ اور شکل بھی

نوجوان ہوا۔ لیکن نہیں اس بات کی وجہ کہ وہ کہہ رہا ہے کہ وہ بدلی حالت میں نہیں۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔

نوجوان ہوا۔ لیکن نہیں اس بات کی وجہ کہ وہ کہہ رہا ہے کہ وہ بدلی حالت میں نہیں۔

ایک بڑا حاضریہ انداز میں ہوا۔ کیا آتم ہے یعنی چھوڑ دیا گئے۔

نوجوان ہوا۔ اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

نوجوان ہوا۔ اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

ایک بڑا حاضریہ انداز میں ہوا۔ لیکن ہذا کہاں ہے ؟

تھوڑے ڈگ ٹرور، اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

ایک بڑا حاضریہ انداز میں ہوا۔ لیکن ہذا کہاں ہے ؟

نوجوان ہوا۔ اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔

نوجوان ہوا۔ لیکن نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔

ایک بڑا حاضریہ انداز میں ہوا۔ لیکن ہذا کہاں ہے ؟

نوجوان ہوا۔ اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔

کے ساتھ ہیں۔

یہ سب کچھ ایک نکتہ ہوا۔ لیکن ہذا کہاں ہے ؟

نوجوان ہوا۔ اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔

نوجوان ہوا۔ اب بھی نہیں اس ساتھ ہے جانتے گئے۔ تم نہ کہتے تو نہیں چھوڑ کر بھی بیٹے جانتے گئے۔ یہ بدلاؤ نہیں ہے۔

پڑھے پڑے۔ بدلاؤ نہ دے کی نکتہ ہم میں نہیں، رابٹ میں، ڈگ ٹرور، ہرگا۔ اب بھی مٹا ہے کہ بدلی حالت تو قائم جانتے ہی ہوا اور بدلاؤ انجام بھی نہیں دیا۔





A NAME IN THE ELECTRICAL FIELD

- LT & HT INSULATORS
- MERCURY VAPOUR LAMPS
- FLUORESCENT TUBES
- PORCELAIN FUSE UNITS
- IMPERIAL SUPER PANS
- DISTRIBUTION & POWER CABLES
- MINATURE CIRCUIT BREAKERS (MCB)



THE IMPERIAL ELECTRIC CO LTD

Lahore: Shah Din Building,
Madrassi-e-Quaid-e-Azam
(P. O. Box No. 286)
Tel. 60167

Lahore: Sales Office
Mohammad Ali Market
Basmallah Road
Tel. 80330

Karachi: Nadeo House
S.S. Chowdhury Road
(P. O. Box No. 4216)
Tel. 232562